# فہرست

# فہرست

پارہ نمبر ۲۲

# ومن یقنت

سورۃ نمبر ۳۵

# فَاطِر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورۃ الفاطر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 35 |
| کل رکوع | 5 |
| آیات | 45 |
| الفاظ و کلمات | 792 |
| حروف | 3289 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی زمین کے اندر سے پانی کے بہتے چشمے بہا دیئے ہیں کہ جن میں کوئی میٹھا اور پسندیدہ پانی ہے اور کوئی کڑوا کسیلا، کھارا اور نمکین پانی ہے اگرچہ پانی کڑوا اور کھارا ہے مگر اس میں پیدا ہونے والی مچھلیوں میں پانی کی کوئی کڑواہٹ نہیں ہوتی بلکہ جب مچھلی پکا کر کھائی جاتی ہے تو اس پر نمک چھڑک کر کھایا جاتا ہے۔ نہ صرف اللہ کی قدرت ہے کہ اس نے ہر چیز کی تاثیر کو اپنے قبضے میں رکھا ہوا ہے۔ وہی ہر چیز میں تاثیر پیدا کرتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ زمین و آسمان اور فرشتوں کا خالق و مالک اللہ ہی ہے۔

☆ اور جس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے تو کسی کو یہ جرأت و طاقت نہیں کہ اس کو روک سکے اور جس پر وہ اپنی رحمتوں اور کرم کے دروازے بند کر دے اس کو کوئی کھلوانے والا نہیں ہے۔

☆ انسان پر اللہ نے ہزاروں نعمتیں نازل فرمائی ہیں ان کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ کی ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرتا رہے کیونکہ اللہ کو بندے کا جذبہ شکر بہت پسند ہے۔ شکر سے نعمتوں میں اضافہ و ترقی نصیب ہوتی ہے صرف ایک اللہ ہی شکر کا حق دار ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثاروں کو یہ کہہ کر تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ کفار و مشرکین اور بت پرست اللہ کے نبی اور اس کی آیات کو جھٹلا رہے ہیں تو یہ کوئی ایسی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے کیونکہ ہر دور میں جب بھی انبیاء کرام نے دنیا کے لالچ میں ڈوبے ہوئے رسم پرستوں اور بت پرستوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا تو انہوں نے نہ صرف اس کا انکار کیا بلکہ شدید مزاحمت بھی کی۔

انبیاء کرام نے ہر طرح کے مصائب پر صبر کیا جس پر انہیں اور ان کی امتوں کو دنیا اور آخرت کی خیر، بھلائی اور نعمتوں سے نوازا گیا۔

☆ کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے اس کا فیصلہ انسان نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی ایک بات کو بہت پسند کرتا ہو مگر وہی بات اللہ کو ناپسند ہو تو اس بات کا فیصلہ وہ نہیں

۹

فرمایا کہ وہ لوگ جو کتاب الٰہی کو پڑھ کر اس کے مطابق ایمان اور عمل صالح کا پیکر بن جاتے ہیں۔ نمازوں کا اہتمام اور اللہ کے بندوں پر مال خرچ کرتے ہیں وہ درحقیقت ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں کسی نقصان کا اندیشہ یا خوف نہیں ہے۔

اللہ کا کلام کرے گا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ خود فرمادیں گے کہ ان کو انسانوں کے کون کون سے اعمال پسند یا ناپسند تھے۔

☆ حضرت آدم اور ان کے ذریعہ نسل انسانی کی ابتدا ہوئی۔ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام نازل فرمایا اور لوگوں کی اصلاح کے لیے انبیاء کرام جیسے منتخب بندوں کو بھیجا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیج کر اس سلسلہ نبوت کو مکمل فرمایا۔

اب صرف نبی کریم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری ہی انسانوں کی کامیابی کی ضمانت ہے جو بھی آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے دائرے سے ہٹے گا وہ راہ ہدایت سے بھٹک جائے گا اور جو ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں اور نجات اس کو عطا کی جائیں گی۔

☆ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی زمین سے میٹھے، کڑوے کھارے اور نمکین پانی کے سوتے جاری کر دیئے ہیں جو ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں آپس میں نہیں ملتے۔

اسی کڑوے اور نمکین پانی میں جب کوئی مچھلی اپنا رزق حاصل کرتی ہے تو اس میں پانی کی کوئی کڑواہٹ نہیں آتی اسی کڑوے اور کسیلے پانی میں بہترین سچے موتی اور مونگے پیدا ہوتے ہیں اور وہی چمک دمک سے وہ لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتے ہیں یہ سب اللہ کی قدرت سے ہے۔

اللہ نے دریا، چشمے اور سمندر بنائے اس میں کشتیاں جہاز چلتے ہیں اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لوگوں کو اور ان کی ضرورت کے سامان کو لے کر دن رات سفر کرتے ہیں۔ ہوائیں ان جہازوں کو سہارا دیتی ہیں اس طرح ہر شخص اس کی نعمت سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔

چاند، سورج، ستارے، حیوانات سب اللہ نے انسان کے خادم بنا دیئے ہیں۔ وہ اللہ کی قدرت سے انسانوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

فرمایا کہ آدمی یہ کیوں نہیں سوچتا کہ ان تمام چیزوں کو صرف ایک اللہ ہی نے پیدا کیا ہے وہ ان کا خالق ہے اور وہی ان سب چیزوں کا مالک ہے وہی اس نظام کائنات کو اپنے حکم سے چلا رہا ہے۔

☆ انسان ان میں سے ہر چیز کا محتاج ہے لیکن ان چیزوں کا خالق کسی کا محتاج نہیں ہے۔ ساری قدرتیں اس کے

رکھتے ہیں وہ اگر چاہے تو دنیا کے سارے لوگوں کو ختم کر کے ایک دوسری مخلوق کو لے آئے کوئی چیز اس کے دست قدرت سے باہر نہیں ہے بلکہ اس کے قبضے اور اختیار میں ہے۔

☆ اللہ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان اور کرم کرنے والا ہے مگر انسان ناشکری کر کے اپنے لیے تباہی کے گڑھے اپنے ہاتھوں سے کھود لیتا ہے اور اس میں فرق نہیں کرتا کہ کون سی چیز بہتر ہے اور کون سی بدتر۔ فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

☆ جس طرح اندھا اور آنکھوں والا، اندھیرا اور روشنی، دھوپ اور سایہ برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح زندہ اور مردہ بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ کفار درحقیقت اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں اور زندگی کے اندھیروں میں اس طرح ڈوب چکے ہیں کہ انہیں روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ آپ سے پہلے جتنے بھی نبی اور رسول آئے وہ واضح دلائل، کھلے معجزات، صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے لیکن کفار نے ان سب کو دیکھنے، سمجھنے اور سننے کے باوجود انکار کر دیا۔ ان کو مہلت بھی دی گئی لیکن جب وہ حد سے گزر گئے تو ان پر اللہ کا قہر نازل ہو کر رہا۔

☆ اللہ نے یہ انتظام کر دیا ہے کہ آسمانی بلندیوں سے پانی برستا ہے جس سے مختلف قسم کے پھل، پھول، سبزی ترکاری اور میوے نکلتے ہیں۔ اسی طرح پہاڑوں کے رنگ بھی مختلف ہیں کوئی سفید کوئی سیاہ کوئی سرخ اور کوئی زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ جانوروں میں بھی مختلف رنگ روپ ہوتے ہیں ان سب چیزوں کو سوائے اللہ کے اور کس نے پیدا کیا؟ یہ سب اسی کی قدرت کے شاہکار ہیں۔

منکرین کو اللہ سے ڈرنا اور توبہ کرنا چاہیے لیکن اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم و فہم رکھنے والے ہیں جو ہر سچائی سے منہ پھیر کر چلنے کو اپنی شان سمجھتے ہیں وہ کبھی اس سچائی کو قبول نہ کریں گے۔

☆ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کو پڑھ کر اس کے مطابق ایمان و عمل صالح اختیار کرتے ہیں، اپنی عبادات میں خاص طور پر نمازوں کا اہتمام اور ادائیگی کرتے ہیں، دوسرا مالی عبادت میں وہ کھلم کھلا چھپ کر اپنا مال خرچ کرتے ہیں وہ درحقیقت ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں نقصان کا کوئی اندیشہ یا خوف نہیں ہے۔

ان پر انہیں اتنا عظیم صلہ اور بدلہ ملے گا جس کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن جو کفر پر ڈٹے بیٹھے ہیں ان کے لیے جہنم کی آگ تیار کی گئی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ اس میں جانے کے بعد روئیں گے، فریاد کریں گے، چلائیں گے کہ یہ

سب چیزیں ان کے کام نہ آسکیں گی۔

☆ اللہ ہی ہر غیب اور چھپے ہوئے کا جاننے والا اور دلوں کے بھید سے واقف ہے۔ وہ ہر شخص کو ایک خاص مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اچھی طرح سوچ کر اپنے حق میں بہتر فیصلہ کرے۔

یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ ہر شخص کو اس کے ہر عمل پر اسی وقت سزا نہیں دیتا بلکہ اس کو بار بار موقع دیتا چلا جاتا ہے لیکن وہ ڈھٹائی سے مارنے والے بدقسمت اپنے گناہوں پر شرمندہ نہیں ہوتے اس لیے مدت گزرنے کے بعد ان کو سخت سزا دی جاتی ہے جو دوسروں کے لیے بھی عبرت و نصیحت بن جاتے ہیں۔

## سورۃ فاطر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا
اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝١ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ
لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٢
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ
يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝٣
وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
الْاُمُوْرُ ۝٤ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝٥ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ
عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝٦ اَلَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ڛ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝٧

**ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۷**

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی نے فرشتوں

کو پیغام پہنچانے والا بنانے ہے جو دو دو تین تین اور چار چار بازو (پر) رکھتے ہیں۔ وہ اللہ اپنی تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ کردیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اگر وہ اپنی رحمت کے دروازے کھول دے تو ان کو بند کرنے والا کوئی نہیں اور جس کو بند کردے تو اس کے بعد کوئی اس کو کھولنے والا نہیں ہے۔ وہی غالب حکمت والا ہے۔

اے لوگو! تم پر جو بھی اللہ کے احسانات ہیں (نعمتیں ہیں) ان کو یاد رکھو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا ایسا ہے جو ان (مخلوق) کو پیدا کرنے والا ہے۔ جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق عطا کرتا ہے۔ جب اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پھر تم کہاں الٹے پھرے جارہے ہو۔ اور اے نبی ﷺ! اگر وہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو (ایسی کوئی نئی بات نہیں ہے) آپ سے پہلے بھی وہ رسولوں کو اسی طرح جھٹلاتے رہے ہیں۔ لیکن سارے معاملات آخر کار اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا وعدہ ہے۔ دنیا کی زندگی کہیں تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور (کہیں ایسا نہ ہو) کہ دھوکے باز شیطان تمہیں کسی فریب میں مبتلا کردے۔

بلاشک و شبہ شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اس کو اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے پیچھے چلنے والوں کو بلا رہا ہے تا کہ وہ جہنم والے بن جائیں۔ (یاد رکھو) جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے شدید ترین عذاب ہے۔ اور جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو ان کے لئے سامان مغفرت اور بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۷

فَاطِرٌ — پیدا کرنے والا

جَاعِلٌ — بنانے والا

اَجْنِحَةٌ (جَنَاحٌ) — پر۔ بازو

مَثْنٰی — دو دو

| | |
|---|---|
| ثُلٰثَ | تین تین |
| رُبٰعَ | چار چار |
| لَا یَفْتَحُ | وہ نہیں کھولتا ہے |
| مُمْسِکٌ | روکنے والا |
| اَنّٰی | کہاں |
| تُؤْفَکُوْنَ | الٹے پھرے جا رہے ہو |
| لَا تَغُرَّنَّ | ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے |
| اَلْغَرُوْرُ | دھوکا۔ فریب |
| حِزْبٌ | جماعت |
| مَغْفِرَةٌ | معافی |

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۷

اس کائنات میں جتنی بھی قابل تعریف خوبیاں ہیں وہ اس اللہ کی ذات کے لئے مخصوص ہیں جو زمین و آسمان کا مالک اور سب کا رازق ہے۔ کائنات میں ہر طرف اس کی عظمت کی نشانیاں بکھری ہوئی ہیں۔ اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے گی کہ اللہ نے زمین و آسمان اور اس کے درمیان جتنی بھی چیزیں اور مخلوق کو پیدا کیا ہے اس میں ایک خاص توازن اور اعتدال رکھا ہے۔ اگر یہ توازن (Balance) نہ ہوتا تو زمین و آسمان کی ہر چیز ایک دوسرے سے ٹکرا کر تباہ ہو جاتی۔ اس نے اس نظام کو اپنی قدرت سے چلانے کے لئے بے شمار فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اگرچہ نظر نہیں آتے لیکن وہ اللہ کے حکم سے ہر کام کو اسی طرح انجام دیتے ہیں جیسا ان سے کہا جاتا ہے۔ وہ اللہ کے ہر حکم اور فیصلے کو بندوں تک اور ان کے اعمال کو اللہ کی بارگاہ تک پہنچانے کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ اللہ نے ان فرشتوں کو پوری قوت و طاقت سے نوازا ہے جس سے وہ ہر کام کو احسن طریقے پر انجام دیتے ہیں۔ جس طرح اللہ نے ہر جان دار کو ہاتھ پیر اور بازو عطا کئے ہیں کوئی پیٹ کے بل رینگ رہا ہے، کسی کے دو پاؤں ہیں، کوئی چار پاؤں رکھتا ہے اسی طرح اللہ نے اپنی نورانی مخلوق فرشتوں کو دو دو، تین تین اور چار چار بازو عطا فرمائے ہیں بلکہ حضرت عبداللہ ابن

مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے جبرئیل کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ ان کے چھ سو بازو تھے۔ اسی طرح کی ایک روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی نقل کی گئی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جبرئیل کو اس طرح دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو (اور پر) تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے بھی انسان اور جنات کی طرح ایک نورانی مخلوق ہیں جو نہایت فرماں برداری کا مظاہرہ کرتے اور اپنے فرائض کو احسن طریقے پر ادا کرتے ہیں۔ حضرت جبرئیل کے ذمے یہ ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبروں کے پاس اللہ کا کلام اور پیغام لے کر پہنچتے ہیں تاکہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ ہدایت نصیب ہو سکے اسی طرح حضرت اسرافیل بارشیں برسانے اور اللہ کا رزق اللہ کے بندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری پر مقرر ہیں حضرت اسرافیل قیامت میں صور پھونکیں گے اور حضرت عزرائیل اللہ کے حکم سے موت دینے کی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے لاتعداد فرشتے مختلف کاموں پر مقرر کئے گئے ہیں بادلوں سے بارش برستی ہے، سورج اپنی گرمی سے حرارت اور روشنی پیدا کرتا ہے، ہوائیں بادلوں کو لے کر چلتی ہیں جن سے بارش برسنے کے بعد ہر طرح کا سبزہ، سبزی، پھل، میوے، غلے پیدا ہوتے ہیں جن سے انسانی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ ایک مومن کا یہ اعتقاد اور یقین ہوتا ہے کہ اس کائنات کے نظام اور پیداوار کے پیچھے اللہ کا حکم چلتا ہے اور وہ اپنے فرشتوں کے ذریعہ کائنات میں تبدیلیاں پیدا کرتا ہے۔ اللہ اپنی قوت وطاقت کے اظہار کے لئے دنیا کے ظاہری اسباب کا محتاج نہیں ہے لہذا اگر وہ کسی پر اپنی رحمتیں نازل کرنا چاہے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں ہے اور اگر وہ روک لے تو کوئی زبردستی اس سے کسی کو دلوانے والا نہیں ہے۔

دینے والی ذات صرف اسی ایک اللہ کی ہے اس کے سوا کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے لہذا اللہ کو چھوڑ کر اپنی مرادوں کے لئے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا اور ان سے توقع رکھنا شرک ہے جو اللہ کے ہاں ناقابل معافی جرم ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کفار مکہ سے جو اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا مشکل کشا مانتے تھے اور ان سے اپنی مرادوں کے پورا ہونے کی توقع رکھتے تھے یہ فرمایا کہ اس کائنات میں ساری قوت وطاقت صرف ایک اللہ کی ہے اور جن بتوں کو وہ اپنا مشکل کشا مان رہے ہیں ان میں کوئی طاقت وقوت نہیں ہے۔ اس پر کفار بھڑک اٹھے اور انہوں نے آپ کی شدید مخالفت کی اور پھر وہ جاہلانہ مزاحمت ومخالفت پر اتر آئے۔ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر آج یہ لوگ آپ کو اور آپ کی لائی تعلیمات کو جھٹلا رہے ہیں اور شدید مخالفت پر اتر آئے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کو اسی طرح جھٹلایا گیا اور ان کی تعلیمات کو ماننے کے بجائے ان کا مذاق اڑایا گیا۔ لیکن اس مخالفت اور مزاحمت کا انجام یہ ہوا کہ ان کی بستیوں اور تہذیب وتمدن کو اس طرح ملیامیٹ کر دیا گیا کہ ان کے شہروں کے کھنڈرات اور منکرین کی زندگیاں نشان عبرت بن چکی ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو یہی بات ان کی ہدایت کے لئے کافی ہے لیکن جو اللہ کے سچے وعدے کے برخلاف دنیا کی زندگی اور عیش وعشرت کے دھوکے میں پڑ گئے اور شیطان کے جھانسے اور فریب میں آ گئے انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کر ڈالا۔ اصل

ہیں شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے وہ اپنی پوری قوت و طاقت اس بات پر لگا دیتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ جہنم میں اس کے ساتھی بن جائیں لیکن جو لوگ ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرتے ہیں ان کے لئے نہ صرف مغفرت کا سامان کیا جاتا ہے بلکہ ان کو آخرت میں بہت بڑا اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ
اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ
عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ
الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ
جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ
وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ
اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝

### ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

(اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا) جس کے (برے اور بدترین) اعمال اس کی اپنی نظروں میں خوبصورت بنا دیئے گئے ہوں اور وہ خود بھی ان کو اچھا سمجھتا ہو؟ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ حسرت و افسوس میں اپنی جان نہ کھپایئے۔ اللہ ان کی حرکتوں سے واقف ہے۔ اللہ تو وہ ہے جو ان ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔ (اللہ نے فرمایا کہ) پھر ہم ان بادلوں کو ایک خشک اور بنجر شہر کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر ان کے ذریعہ مردہ زمین کو دوبارہ زندگی دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم (قیامت کے دن) مردوں کو دوبارہ اٹھا کر کھڑا کریں گے۔

جو کوئی عزت چاہتا ہے تو وہ (یاد رکھے کہ) ساری عزت صرف اللہ کے لئے ہے۔ اسی کی طرف اچھے اور پاکیزہ اعمال اٹھائے (پہنچائے) جاتے ہیں۔ اور جو لوگ بری تدبیر (برے اعمال) کرتے ہیں ان کے لئے شدید عذاب ہے۔ اور ان کا مکر وفریب خود ہی غارت ہو جانے والا ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۸ تا ۱۰

| | |
|---|---|
| زُیِّنَ | خوبصورت بنا دیا گیا |
| سُوْءٌ | برائی |
| رَاٰ | اس نے دیکھا |
| یَصْنَعُوْنَ | وہ بناتے ہیں |
| تُثِیْرُ | اٹھاتی ہے |
| سُقْنَا | ہم نے سیراب کر دیا |
| بَلَدٌ | شہر۔ بستی (ب۔ل۔د) |
| اَلنُّشُوْرُ | (قیامت میں) دوبارہ اٹھایا جانا |
| یَصْعَدُ | وہ چڑھتا ہے |
| اَلْکَلِمُ | باتیں۔ اعمال |
| یَرْفَعُ | وہ بلند کرتا ہے |
| یَمْکُرُوْنَ | وہ فریب دیتے ہیں |
| یَبُوْرُ | برباد ہوتا ہے۔ اکارت جائے گی |

## تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

اس سے پہلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ نے اپنے بندوں سے جو بھی وعدے کئے ہیں وہ سچے ہیں اور پورے ہو کر رہیں گے لیکن شیطان اپنے جھوٹے وعدوں میں لوگوں کو پھنسا کر اپنے ساتھ جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ اس کی تدبیریں اس قدر پر فریب ہوتی ہیں کہ انسان ان کو شکل کشا سمجھنے لگتا ہے لہٰذا اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنا چاہیے۔ شیطان کا سب سے بڑا فریب یہ ہے کہ وہ انسان کو برے اعمال پر اکسا کر یہ سمجھاتا ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو وہی سب سے بہتر اور نیک کام ہے۔ وہ آدمی ان کاموں کو کرتے کرتے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ واقعی وہ صحیح راستے پر ہے اور اس کا ہر عمل برحق ہے یہ وہ دھوکہ ہے کہ جو بھی اس میں پھنس جاتا ہے وہ گمراہی کو ہدایت، اندھیرے کو روشنی اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے اور بھٹک کر اللہ کی رحمتوں سے بہت دور نکل جاتا ہے لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کر لیتے ہیں وہ دنیا اور آخرت کی ہر کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب ہدایت و گمراہی، حق و باطل ایک جیسے نہیں ہو سکتے تو ان دونوں کا انجام بھی یکساں نہیں ہو سکتا ہے۔ آپ اس حسرت اور افسوس میں اپنی جان نہ گھلائیں کہ لوگ راہ مستقیم کو چھوڑ کر گمراہی کی دلدل میں کیوں پھنسے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کو ان جیسے لوگوں کے سارے کرتوت اچھی طرح معلوم ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور اس کا انجام کیا ہے؟ فرمایا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا انہیں کائنات کے اس نظام پر غور کرنا چاہیے کہ جب زمین خشک بنجر اور بے رونق ہو کر رہ جاتی ہے اور ہر طرف دھول اڑنے لگتی ہے تو اللہ سمندروں میں ایسی کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ اس سے مون سون اٹھتا ہے اور وہ بادلوں کی شکل اختیار کر کے ایک خشک زمین پر برستا ہے تو اس مردہ زمین میں دوبارہ ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور خشک زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح جب تمام کائنات کے جاندار مر چکے ہوں گے تو اللہ کی یہ قدرت ہے کہ وہ تمام لوگوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کرے گا اور ان سے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا۔ اس بات پر یقین کامل رکھنے والوں کو آخرت کی عزت نصیب ہوگی کیونکہ ساری عزت و عظمت اللہ ہی کے پاس ہے۔ فرمایا کہ انسان اچھے یا برے جیسے بھی اعمال کرتا ہے وہ اللہ کی طرف بلند کئے جاتے ہیں اور فیصلے بھی وہیں سے آتے ہیں۔ گناہ گاروں کو شدید عذاب دینے کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور نیکو کاروں کو ان کا بہترین بدلہ دینے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ برائیاں اختیار کرنے والے فوری برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ
اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ
مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۱۱
وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڰ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَاۗىِٕغٌ شَرَابُهٗ وَ
هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ
حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ
فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۲ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ
فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا
يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝۱۳ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ
سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ
وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝۱۴

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴**

اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تمہیں جوڑے بنا دیا۔ کوئی عورت
حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی عورت کسی بچے کو جنم دیتی ہے مگر یہ کہ وہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔
کوئی بڑی عمر پاتا ہے یا کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے وہ سب کچھ کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا
ہے۔ بے شک یہ سب کچھ اللہ کے لئے آسان ہے۔ اور دو سمندر (دریا) یکساں نہیں ہوتے۔ ان

میں سے ایک میٹھا اور شیریں ہے جس سے پیاس بجھتی ہے اور پینے میں بھی خوش گوار ہے۔ اور دوسرا پانی سخت کڑوا ہے۔ مگر دونوں (پانیوں) سے تمہیں تر و تازہ گوشت کھانے کو ملتا ہے۔ اور ان میں سے تم زیور (موتی وغیرہ) نکال کر (زیور کے طور پر) پہنتے ہو۔ اور تم اسی پانی میں کشتیوں (جہازوں) کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم اللہ کا فضل تلاش کر سکو اور امید ہے کہ تم اس کا شکر ادا کرو گے۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔ اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے (مسخر کر دیا ہے) جو ایک مقرر مدت تک چلتے رہیں گے۔ یہی تو اللہ ہے جو تمہارا رب ہے اور یہ ساری سلطنت اسی کی ملکیت ہے۔ اور اللہ کو چھوڑ کر جنہیں تم پکارتے ہو وہ گٹھلی کے چھلکے کو پیدا کرنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو سن نہیں سکتے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ سن بھی لیں تو وہ تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اور (وہ دن کتنا حسرت ناک ہوگا) جب قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ اور ایسی صحیح خبر تمہیں اس خبر رکھنے والے اللہ کے سوا اور کون دے سکتا ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

| | |
|---|---|
| **نُطْفَةٌ** | نطفہ۔ پانی کی حقیر بوند |
| **أُنْثٰى** | عورت |
| **لَا تَضَعُ** | پیدا نہیں کرتی۔ جنم نہیں دیتی |
| **يُعَمَّرُ** | وہ عمر کو بڑھاتا ہے |
| **لَا يُنْقَصُ** | وہ کمی نہیں کرتا |
| **يَسِيْرٌ** | آسان کرتا ہے |
| **لَا يَسْتَوِىْ** | برابر نہیں ہے |
| **عَذْبٌ فُرَاتٌ** | میٹھا پانی۔ پیاس بجھانے والا |

| | |
|---|---|
| سَائِغٌ | خوش گوار |
| شَرَابٌ | پینے کی چیز |
| مِلْحٌ | کھارا۔ نمکین |
| اُجَاجٌ | کڑوا |
| طَرِیٌّ | تازہ |
| حِلْیَةٌ | زیور |
| تَلْبَسُوْنَ | تم پہنتے ہو |
| مَوَاخِرُ | پانی پھاڑنے والے |
| یُوْلِجُ | داخل کرتا ہے |
| مُسَمًّى | مقرر مدت۔ متعین |
| قِطْمِیْرٌ | چھلکا۔ کھجور کی گٹھلی پر کی جھلی |
| لَا یُنَبِّئُ | وہ نہیں بتاتا |
| خَبِیْرٌ | بہت خبر رکھنے والا۔ نگہبان |

## تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی چند نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہی اس ساری کائنات اور اس کے ذرے ذرے کا خالق و مالک ہے اور اس کو ہر بات کا پوری طرح علم ہے اسی نے انسانوں کو جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا ہے اسی نے رزق کے تمام اسباب مہیا فرما کر بتا دیا ہے کہ اب اختیار ہے کوئی شخص کیا عمل کرتا ہے اور اپنے لئے جنت یا جہنم میں سے کون سا راستہ منتخب کرتا ہے۔

اللہ نے انسانی نسل کی ابتدا حضرت آدمؑ سے فرمائی جنہیں مٹی سے پیدا کیا گیا تھا پھر اس کے بعد پانی کی ایک حقیر بوند (نطفہ) سے انسانی نسل کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔ اور ہر ایک کے لئے اس کے جوڑے اور ساتھی کو بھی پیدا کیا تاکہ اس کے ذریعہ

سکون قلب حاصل ہو سکے۔

۲۔ اپنی ساری مخلوق کے متعلق اس کا علم اس قدر وسیع ہے کہ جو بچہ بھی اس دنیا میں قدم رکھ رہا ہے اس کے متعلق اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کیا ہے؟ کیسا ہے؟ اس کی عمر کتنی ہوگی؟ اور اس کو کتنا رزق دیا جائے گا؟ ان تمام باتوں کا حساب اور علم رکھنا انتہائی آسان ہے اور اس میں اس ذات پاک کے لئے کوئی دشواری نہیں ہے کیونکہ ایک ایک بات لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہے۔

۳۔ یہ اللہ ہی کی قدرت ہے کہ جس نے ایک ہی زمین کے سوتوں سے نکلنے والے پانی کی خصوصیات کو اس طرح کنٹرول کیا ہوا ہے کہ اگر ایک طرف صاف ستھرا اور میٹھا پانی ہے جس سے دریا، نہریں اور چشمے جاری ہیں تو دوسری طرف اس نے کھارے، کڑوے اور تلخ پانی کو پیدا کر کے بے انتہا گہرے اور عظیم سمندر بنا دیئے اور کنوؤں سے کھارے پانی کو پیدا کیا۔ یہ اس کی ایک عظیم قدرت ہے کہ سمندر کے انتہائی کڑوے اور نمکین پانی میں پلنے اور بڑھنے والی مچھلیوں کے گوشت کو نمک اور کڑواہٹ سے محفوظ فرما دیا جو انسانوں کی بہترین غذا ہے اس میں نمک اور کڑواہٹ محسوس تک نہیں ہوتی بلکہ مچھلیوں کو پکانے کے بعد ہر انسان اپنی مرضی سے اس پر نمک چھڑک کر لطف اور لذت حاصل کرتا ہے۔ اسی کڑوے اور میٹھے پانی میں اس نے نہایت خوبصورت اور قیمتی موتی، مونگے اور مرجان کو پیدا کیا جس کو زیب و زینت کے لئے زیور بنا کر پہنا جاتا ہے۔ ان ہی پانیوں میں کشتیاں اور بڑے بڑے جہاز چلتے ہیں جو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک انسانی ضرورت کا سامان پہنچاتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں ایسی نعمتیں ہیں جن پر جس قدر شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔

۴۔ اسی نے اپنی قدرت سے رات اور دن، اندھیرے اور اجالے کو نعمت کے طور پر پیدا کیا۔ کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی کی راتیں، موسم بدلتے رہتے ہیں، کبھی سردی، گرمی، جاڑا اور برسات ہے کبھی خوش گوار ہوائیں، کبھی خشک موسم، ان کو اس لئے تبدیل کیا جاتا ہے کہ انسان زندگی اور موسموں کی یکسانیت سے اکتا نہ جائے۔

۵۔ وہی ایک اللہ ہے جس نے اپنی قدرت سے چاند، سورج اور ستاروں کو پیدا کر کے ان کو انسانوں کے لئے مسخر اور تابع کر دیا یہ تمام چیزیں خادم کی حیثیت سے ان کے کاموں میں لگا دی گئی ہیں جن سے انسان بہت سے فائدے حاصل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب ساری کائنات کا خالق و مالک اللہ ہی ہے اور ہر طرف اسی کی قدرت کی نشانیاں بکھری ہوئی ہیں تو پھر اس کے سوا عبادت و بندگی کے لائق اور کون ہو سکتا ہے؟ یقیناً وہی ایک اللہ سب چیزوں کا خالق ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ایک بڑی جہالت اور نادانی میں مبتلا ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو "قطمیر" کو بھی پیدا کر سکے یعنی کھجور تو بڑی چیز ہے یہ جھوٹے معبود تو کھجور پر جو گٹھلی ہی ایک جھلی ہوتی ہے اس کو پیدا کرنے کی اہلیت اور صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔ وہ کسی کو نفع اور نقصان کیا پہنچا سکتے ہیں۔ اگر ان کو پکارا جائے تو وہ کسی کی پکار کو سن نہیں سکتے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ سن بھی لیں تو وہ سن کر کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں کیونکہ وہ تو خود اپنے وجود میں دوسروں کے ہاتھوں کے محتاج ہیں۔ ان کو اگر توڑ پھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے اور اگر ان سے کسی حاجت کے لئے سوال کیا جائے تو وہ اس کو پورا نہیں کر سکتے۔ اور فرمایا

کہ وہ دن بڑا حسرت ناک ہوگا جب یہ جھوٹے معبود خود پوجنے والوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہہ دیں گے کہ الٰہی! ہم نے ان سے کبھی نہیں کہا تھا کہ وہ ہماری عبادت کریں یہ ان کے اپنے تصورات تھے جن کی وہ عبادت و بندگی کرتے تھے۔ فرمایا کہ یہ ایک ایسی سچی اور صحیح خبر ہے جو تمہیں اس ذات کی طرف سے دی جا رہی ہے جو ہر چیز اور ہر بات کا جاننے والا ہے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ
اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝١٥ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝١٦ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝١٧ وَ
لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا
لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۗ اِنَّمَا تُنْذِرُ
الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۚ
وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝١٨
وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝١٩ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝٢٠
وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝٢١ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۗ
اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي
الْقُبُوْرِ ۝٢٢ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۝٢٣ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۗ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝٢٤
وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝٢٥ ثُمَّ
اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝٢٦

## ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۶

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو۔ اللہ تو بے نیاز اور تمام تعریفوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسری مخلوق کو لے آئے اور ایسا کرنا اللہ کے لئے ذرا بھی مشکل نہیں ہے اور کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور اگر کوئی اپنا بوجھ دوسرے سے اٹھانے کے لئے کہے گا تو اگر چہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو وہ ذرا بھی بوجھ نہ اٹھا سکے گا۔ آپ تو صرف ان ہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں۔ جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں جو شخص بھی پاکیزگی حاصل کرے گا وہ اس کے اپنے لئے ہے اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

اندھا اور آنکھوں والا، اندھیرا اور اجالا، جھلسا دینے والی دھوپ اور سایہ، زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے۔ بے شک وہ اللہ جس کو سنوانا چاہتا ہے سنوا دیتا ہے۔ اور تم ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ آپ تو صرف ڈرانے (برے انجام سے آگاہ کرنے والے) ہیں۔ اور بے شک ہم نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور (آپ سے پہلے) کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ (اے نبی ﷺ!) اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو (کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے) کیونکہ آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں کو بھی اسی طرح جھٹلایا گیا ہے۔ حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی دلیلوں، صحیفوں اور روشن کتاب کے ساتھ آئے تھے۔ پھر جن لوگوں نے (میری بات کو) نہ مانا تو میں نے انہیں پکڑ لیا۔ پھر دیکھو ان پر میرا کیسا عذاب آیا۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۲۶

| | |
|---|---|
| فُقَرَاءُ | محتاج۔ ضرورت مند |
| اَلْغَنِیُّ | بے نیاز۔ جو کسی کا محتاج نہ ہو |
| اَلْحَمِیْدُ | جس کی ذات میں ہر طرح کی خوبیاں موجود ہوں |
| لَا تَزِرُ | بوجھ نہیں اٹھاتا ہے |
| مُثْقَلَۃٌ | لدا ہوا بوجھ |

| | |
|---|---|
| حِمْلٌ | بوجھ |
| مُسْمِعٌ | سنانے والا |
| خَلَا | گذر گیا |
| زُبُرٌ | صحیفے۔ کتابیں |
| نَکِیْرٌ | عذاب |

## تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۶

انسان کی سب سے بڑی بھول اور نادانی یہ ہے کہ وہ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کے لئے ایک اللہ کو چھوڑ کر بہت سے اپنے کمزور اور ناقابل اعتبار سہاروں میں زندگی گذارنے کی کوشش کرتا ہے جن کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں ہوتی اور اس طرح وہ زندگی بھر گمراہی کے اسی دائرے میں گھومتا رہتا ہے۔ ایسے نادانوں سے فرمایا گیا ہے کہ انسان اور دنیا کی تمام چیزیں اسی ایک اللہ کی محتاج ہیں اس بے نیاز اور تمام تعریفوں کی مستحق ذات نے انسان کو پیدا کر کے اس کے لئے زندگی گذارنے کے اسباب عطا فرمائے ہیں۔ اب اگر وہ ان کفار و مشرکین کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے صفحۂ ہستی سے مٹا کر کسی دوسری ایسی مخلوق کو لے آئے جو ہر طرح اس کی اطاعت گذار اور فرماں بردار ہو تو یہ اس کے لئے کوئی مشکل اور دشوار کام نہیں ہے۔ ارشاد ہے کہ ہر انسان اپنے اعمال و کردار کا خود ذمہ دار ہے اور قیامت کے ہولناک دن کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ رشتہ دار، دوست احباب یہاں تک کہ مشفق و مہربان ماں باپ بھی اس کو سہارا دینے سے انکار کر دیں گے اور ہر ایک اس طرح اپنی فکر میں لگا ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے اور اس طرح وہ اپنی بد عملیوں کے سبب جہنم کے ابدی عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس کے برخلاف ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والے جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو ان کے اعمال کے برے انجام اور عذاب جہنم سے ڈراتے رہیے۔ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں وہی ان باتوں پر غور و فکر کریں گے اور اس پر دھیان دیں گے۔ لہٰذا جو لوگ ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کر کے ظاہری و باطنی پاکیزگی حاصل کریں گے وہی آخرت کے تمام فائدے حاصل کر سکیں گے۔ اور جب وہ اللہ کی طرف لوٹیں گے تو کامیاب و بامراد ہوں گے۔ فرمایا کہ وہ لوگ اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ ایک اندھا اور آنکھوں والا، اندھیرا اور روشنی، جھلسا دینے والی گرم ہوا اور درختوں کی ٹھنڈی ہوا اور چھاؤں، مردہ اور زندہ برابر نہیں ہوتے تو وہ لوگ جو گناہوں بھری زندگی گذار رہے ہیں وہ ان کے برابر اور انجام کے اعتبار سے ایک جیسے ہو سکتے ہیں جو ایمان اور عمل صالح اختیار کر کے زندگی گذار رہے ہیں؟ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سچائیوں کو سمجھنے کے باوجود اگر لوگوں کے دل مردہ ہو چکے ہیں اور ان پر روحانی موت طاری ہو چکی ہے اور وہ

مردوں کی طرح سن نہیں سکتے تو اگرچہ آپ ان کو سنانا چاہیں تو نہ سنا پائیں گے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ ان کو برے انجام سے ڈراتے رہیے۔ کیونکہ ہم نے آپ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اگر وہ ضد، ہٹ دھرمی اور جہالت کی وجہ سے آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اس میں پریشان اور رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر آئے ہیں ان کو بھی اسی طرح کے حالات سے واسطہ پڑا ہے حالانکہ وہ معجزے اور روشن تحریریں بھی لائے تھے لیکن کافروں نے ان کا انکار کیا اور اس طرح وہ اپنے برے انجام سے دوچار ہو کر رہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰**

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان (بلندی) سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس سے مختلف پھل پھول نکالے جن کے رنگ جدا جدا ہیں۔ اسی طرح پہاڑوں میں سرخ و سفید اور گہری سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں جن کے رنگ الگ الگ ہیں۔ اسی طرح انسانوں، جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہوتے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم و فکر رکھنے والے ہیں۔ بیشک اللہ زبردست مغفرت کرنے والا ہے۔

جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے، نماز قائم کرتے اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے

چھپ کر یا کھلم کھلا اس امید پر خرچ کرتے ہیں کہ وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں گھاٹا یا نقصان نہیں ہے (یہ ان کی بڑی کامیابی ہے)۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ نہیں ان کا بدلہ بہتر بلکہ اس سے بڑھ کر اجر عطا فرمادے۔ بے شک وہ قدر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

| | |
|---|---|
| جُدَدٌ (جُدَّۃٌ) | راستے |
| بِیْضٌ | سفید |
| حُمْرٌ | سرخ |
| غَرَابِیْبُ | بے انتہا سیاہ |
| سُوْدٌ | سیاہ۔ تاریک |
| دَوَابٌّ | جانور |
| لَنْ تَبُوْرَ | ہرگز نقصان نہ ہوگا |
| شَکُوْرٌ | قدر دان۔ قدر کرنے والا |

## تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

گذشتہ آیت سے اللہ کی نعمتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اگر انسان کائنات میں بکھری ہوئی نعمتوں میں غور و فکر اور تدبر سے کام لے تو وہ اس خالق و مالک کو پہچان سکتا ہے جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

آسمان سے جب بارش برستی ہے تو زمین میں ایک تر و تازگی پیدا ہو جاتی ہے، کھیت لہلہانے لگتے ہیں، درختوں کی خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے، سبزہ، سبزی، پھل اور طرح طرح کے میوے اگنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ ایک ہی زمین اور ایک ہی آب و ہوا میں درخت اور پھل کس قدر الگ الگ ہیں کہ ان کی خوشبو اور رنگ جدا جدا ہیں۔ اونچے اور بلند و بالا پہاڑوں کے سلسلہ پر غور کیا جائے کہ وہ اپنے اندر کتنے خزانوں کو چھپائے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں میں ایسے راستے بنا دیئے گئے ہیں جن سے مال و اسباب کا لانا لیجانا اور آنا جانا کتنا آسان ہے۔ یہ پہاڑ ایسے پتھروں سے بنا دیئے گئے ہیں کہ

ان کے رنگ مختلف ہیں کوئی سفید کوئی سرخ کوئی گہرے رنگ کا اور کوئی ہلکے رنگ کا کوئی بالکل سیاہ پتھر۔ فرمایا کہ ذرا اس پر تو غور کرو کہ اس نے چٹانوں اور طرح طرح کے پتھر کس خوبصورتی سے بنائے ہیں۔ اگر کوئی ان چیزوں کو دیکھ کر بھی اس اللہ پر ایمان نہیں لاتا جس نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے تو اس کی عقل پر صرف ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا کہ صرف نباتات اور جمادات تک ہی اس کی قدرت محدود نہیں ہے بلکہ خود آدمی کے وجود کے اندر کتنی نشانیاں موجود ہیں مثلاً ایک ہی گھرانہ اس کا ماحول ایک جیسا ایک ہی ماں اور باپ لیکن اولادوں میں کس قدر مختلف ذہن و فکر والے بچے ہوتے ہیں جن کے خیالات، جذبات اور انداز ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ اسی طرح چوپائے، جانور، کیڑے مکوڑے یہ سب اللہ کی مخلوق ہیں لیکن کس قدر جدا جدا ہیں سب کی ضروریات اور حاجات مختلف ہیں۔ فرمایا ان باتوں پر وہی غور و فکر کرتے ہیں جو علم و فکر رکھنے والے علماء ہیں۔ یہ علماء کون ہیں؟ فرمایا کہ غور و فکر اور تدبر کرنے والے علماء وہ ہیں جو اللہ کی کتاب کی آیات کی تلاوت کرتے، نماز قائم کرتے اور اللہ نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس کو علانیہ یا چھپ کر ہر طرح اللہ کے بندوں پر خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت پر یقین رکھتے ہیں جس میں گھاٹے اور نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا یعنی جو لوگ آخرت کی زندگی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں وہ اللہ سے ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں نفع ہی نفع ہے نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ ان جیسے لوگوں کو ان کی محنت کا پورا پورا صلہ اور بدلہ ملے گا۔ فرمایا کہ اگر نیک نیتی سے کئے جانے والے کاموں میں بھول چوک ہو جائے تو اللہ ان کی خطاؤں کو ان کے نیک اعمال کے بدلے میں معاف فرما دے گا۔

وَالَّذِیٓ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ ھُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ لَخَبِیۡرٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا
الۡکِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡھُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِہٖ ۚ
وَمِنۡھُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡھُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَیۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ
ھُوَ الۡفَضۡلُ الۡکَبِیۡرُ ﴿ؕ۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَھَا یُحَلَّوۡنَ
فِیۡھَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَھَبٍ وَّ لُؤۡلُؤًا ۚ وَلِبَاسُھُمۡ فِیۡھَا حَرِیۡرٌ ﴿۳۳﴾
وَقَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡٓ اَذۡھَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا
لَغَفُوۡرٌ شَکُوۡرُ ﴿ۣ۳۴﴾ الَّذِیۡٓ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَۃِ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ

لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا
يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿٣٦﴾
وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا
غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن
تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿٣٧﴾

### ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۷

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کی طرف جو کتاب بھیجی ہے وہی برحق ہے یہ ان کتابوں
کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہیں۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا اور
دیکھنے والا ہے۔ (درحقیقت) ہم نے ان ہی لوگوں کو اس کتاب کا وارث بنایا ہے جنہیں ہم
نے اپنے بندوں میں سے چن لیا ہے۔ پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں جو اپنی جان پر ظلم و زیادتی
کرنے والے ہیں، بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ کے حکم سے نیکیوں اور
بھلائیوں میں سب سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ یہی (ان کا) سب سے بڑا فضل و کرم
ہے۔ یہ لوگ ان جنتوں میں داخل ہوں گے جو ہمیشگی کی جنتیں ہیں۔ وہاں انہیں سونے کے اور
موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا ریشمی لباس ہوگا۔ وہ کہیں گے کہ اللہ کا
شکر ہے جس نے ہم سے رنج و غم کو دور کر دیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا اور قدردان
ہے جس نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے ہمیشگی والے گھروں میں اتارا۔ نہ اس میں ہمیں کوئی
تکلیف پہنچی اور نہ (کوئی محنت اور) تھکاوٹ ہوئی۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا تو ان کے
لئے جہنم کی آگ ہے۔ نہ ان پر موت آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ ان کے عذاب میں کمی کی
جائے گی۔ اور ہم ہر ناشکرے کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ وہ لوگ دوزخ میں چلائیں گے کہ
اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال لیجئے تاکہ ہم اس سے مختلف نیک کام کریں جو

ہم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ اگر تم نصیحت حاصل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے جب کہ تمہیں خبردار کرنے والا بھی آ گیا تھا۔ اب تم عذاب کا مزہ چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱ تا ۳۷

| | |
|---|---|
| اَوْرَثْنَا | ہم نے وارث بنایا |
| اِصْطَفَیْنَا | ہم نے منتخب کر لیا |
| مُقْتَصِدٌ | اعتدال اختیار کرنے والا |
| سَابِقٌ | آگے بڑھنے والا |
| اَسَاوِرُ | کنگن۔ سونے کا ایک زیور |
| لُؤْلُؤٌ | موتی |
| حَرِیْرٌ | ریشم |
| اَحَلَّنَا | ہم نے بسا دیا۔ آباد کیا |
| دَارَ الْمُقَامَةِ | رہنے کا گھر |
| نَصَبٌ | محنت۔ مشقت |
| لُغُوْبٌ | کام کے بعد کی تھکاوٹ |
| لَا یُقْضٰی | فیصلہ نہ کیا جائے گا |
| لَا یُخَفَّفُ | کمی نہ کی جائے گی |
| یَصْطَرِخُوْنَ | وہ چیخیں گے۔ چلائیں گے |

نعمّر — ہم نے عمر دی تھی

نصیر — مددگار

## تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۷

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے امت کو اور ساری دنیا کے لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! جو کتاب قرآن مجید آپ کی طرف نازل کی گئی ہے وہ نہ صرف "برحق" ہے بلکہ اس کے ذریعہ ان کتابوں کے سچا ہونے کی تصدیق کی گئی ہے جو آپ سے پہلے نازل کی گئی تھیں۔ نصاریٰ (عیسائی) اور یہودی (بنی اسرائیل) جن کو اہل کتاب ہونے پر ناز تھا وہ ایک دوسرے کی کتابوں کو ماننے سے انکار کرتے تھے لیکن قرآن کریم کے ذریعہ توریت، زبور اور انجیل کے سچا ہونے کی تصدیق کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اگرچہ لوگوں نے اپنے معنوی اور مخفی مقاصد کے لئے ان کتابوں میں بہت سی باتیں خود گھڑ کر شامل کر دی ہیں لیکن وہ کلام جو اللہ نے نازل کیا تھا وہ بالکل سچا کلام تھا اور اسی کی تصدیق قرآن کریم کی طرف سے کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم جیسی عظیم کتاب حضور اکرم ﷺ کی اس امت کی طرف نازل کی گئی ہے جو تمام امتوں میں "خیر امت" ہے۔ اب وہی اس کے وارث اور ذمہ دار ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت پر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ بے شک اس قرآن کریم کی ذمہ داریاں اٹھانے والے بعض اعمال کی وجہ سے ذرا مختلف ہوں گے لیکن اس قرآن کریم کی برکت سے ان سب کی نجات ہوگی۔
(۱) بعض تو وہ لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کو پوری طرح ماننے کے باوجود اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوں گے یعنی گناہوں اور خطاؤں میں ملوث ہوں گے لیکن ان کے اندر یہ احساس زندہ رہے گا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ غلط ہے انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں اس احساس کے زندہ ہونے سے کبھی نہ کبھی توبہ کی توفیق مل ہی جائے گی کیونکہ جو بالکل بے حس ہو جاتے کہ اپنے گناہوں پر بھی شرمندہ نہ ہوں ان کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوا کرتی۔ (۲) دوسرے "مقتصد" ہیں یعنی درمیانہ درجے کے اعمال کرنے والے یعنی اعتدال و توازن رکھنے والے یعنی جو لوگ نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف زیادہ رغبت رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کی کوشش بھی کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اگرچہ تقویٰ کا اعلیٰ مقام نہیں ملتا لیکن بہرحال وہ اپنا ایک درجہ اور مقام رکھتے ہیں۔ (۳) لیکن وہ لوگ جو "سابق بالخیرات" یعنی ہر نیکی اور بھلائی کے کام کی طرف بے تابانہ دوڑتے اور لپکتے ہیں۔ اللہ کے کامل بندے اور اللہ و رسول کی مکمل اطاعت کرنے والے، فرائض و واجبات کی پابندی کرنے والے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ کے ہاں بہت اعلیٰ مقام اور جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار کیا جائے گا۔

یہ تینوں طبقے جو "وارثین کتاب" ہیں سب کے سب جنت میں جائیں گے۔ اسی بنا پر ہمارے علماء اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر ایک شخص مومن اور وارث کتاب ہے اور اس سے گناہ بھی ہو جاتے ہیں تو وہ معمولی فرق کے ساتھ جنت میں ضرور جائے

گا۔ حضرت ابو درداءؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل کئے جائیں گے اور جو مقتصد یعنی درمیانی راہ اختیار کرنے والے ہیں ان سے ہلکا سا حساب لیا جائے گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہوگا، وہ بھی جنت میں جائیں گے مگر بہت طویل انتظار کے بعد۔ جب ان کو نجات کا پروانہ ملے گا تو وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں شدید رنج و غم سے نجات عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ جنت جس میں ان لوگوں کو داخل کیا جائے گا ان کا شاہانہ انداز ہوگا، ریشم کا بہترین لباس، موتیوں اور ہیرے جواہرات کے جڑے ہوئے تاج، سرمگیں آنکھیں، بھرپور جوانی اور اس کی لذتیں اور عمر بھر خوبصورت حوریں یہ سب انعام کے طور پر ان کو ہمیشہ کے لئے دی جائیں گی اس پر وہ لوگ اللہ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے بغیر محنت و مشقت کے یہ تمام نعمتیں عطا فرمائی ہیں اسی نے رنج و غم سے ہمیں نجات عطا فرمادی ہے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہوگا ان کو ایسی جہنم میں جھونک دیا جائے گا جہاں وہ عذاب الٰہی کو دیکھ کر اس کی خواہش کریں گے کہ اس سے تو انہیں موت ہی آجاتی لیکن ان کی حسرت کی انتہا یہ ہوگی کہ وہ اس جہنم میں مرنا بھی چاہیں گے تو ان کو موت نہ آئے گی اور ان سے عذاب جہنم کو ہلکا بھی نہیں کیا جائے گا۔ وہ روئیں گے چلائیں گے مگر ان ظالموں کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہوگا وہ کہیں گے الٰہی ہمیں اس عذاب سے نکالئے اب ہم دنیا میں دوبارہ جا کر وہی کچھ کریں گے جس کا ہمیں اللہ و رسول نے حکم دیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا جائے گا کہ اب رونے چلانے سے کیا فائدہ اور دنیا میں دوبارہ جانے کی تمنا فضول ہے کیونکہ تمہیں زندگی کا ایک طویل عرصہ دیا گیا تھا جب تم نے اسی زندگی میں کفر و شرک اختیار کیا تو اب تم سے کیا امید رکھی جاسکتی ہے جب کہ تمہارے پاس ہمارے وہ رسول بھی آئے جنہوں نے تمہیں اس دن کے عذاب سے آگاہ بھی کر دیا تھا مگر تم نے ان باتوں کی کبھی پروا نہیں کی لہٰذا اب اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو آج تم ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے اور اسی طرح ان کو جہنم کی دہکتی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

إِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٣٨﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۖ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾ قُلْ أَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ أَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ أَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا

فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٤٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿٤١﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱**

بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہ تو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں سے بھی واقف ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں (خلیفہ بنایا) آباد کیا۔ جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا (وبال) اسی پر ہے۔ اور کافروں کا انکار ان کے رب کے نزدیک ناراضگی بڑھانے ہی کا سبب رہا ہے۔ اور منکروں کے لئے ان کا انکار سوائے نقصان کے کچھ بھی اضافہ نہیں کر سکتا۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن معبودوں کو پکارتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا؟ یا ان کی آسمانوں میں کیا حصہ داری (ساجھا ہے) یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس کی وجہ سے وہ (اپنے ہر شرک پر) کوئی سند رکھتے ہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) یہ ظالم ایک دوسرے کو وعدوں کے جال میں پھنسا رہے ہیں۔ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اس طرح سنبھال رکھا ہے کہ وہ گر نہ پڑیں۔ اور اگر وہ ٹل جائیں تو اس اللہ کے سوا کون ہے جو ان کو تھامنے والا؟ بے شک اللہ بہت برداشت کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

ذَاتٌ والا

فرمایا کہ (اے نبی ﷺ) ان سے پوچھئے کہ یہ سب باتیں کہنے کے لئے تمہارے پاس وہ کون سی کتاب نازل کی گئی ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ اللہ کے سوا یہ بے بس اور عاجز مجبور بت بھی اللہ کے ساتھ شریک رہے ہیں۔ فرمایا کہ ان ظالموں نے لوگوں کو کتنے بڑے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

فرمایا کہ اللہ نے ان آسمانوں اور زمین کو صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ وہ ان کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اگر وہ اس پورے نظام کائنات کو سنبھالے ہوئے نہ ہوتا تو زمین و آسمان ایک دوسرے سے ٹکرا کر ختم ہو چکے ہوتے۔

فرمایا کہ اللہ ان کافروں کی فوراً ہی گرفت نہیں کرتا بلکہ ان کو اپنے علم، برداشت اور معاف کر دینے کی عادت کی وجہ سے نظر انداز کر رہا ہے۔ اگر اللہ ان کو ہر گناہ پر اسی وقت پکڑ لیا کرتا جب یہ کوئی گناہ یا خطا کرتے تو یہ روئے زمین پر ایک دن بھی نہ ٹھہر سکتے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ
أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى
الْأُمَمِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا
فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا
بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَن تَجِدَ
لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ﴿٤٣﴾
أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ
اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ

إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِن دَابَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ﴿٤٥﴾

رکوع ۱۷

**ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۵**

اور ان (کفار و مشرکین نے) بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہا تھا کہ اگر ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آ گیا تو وہ (دنیا کی) ہر قوم سے بڑھ کر زیادہ ہدایت حاصل کرنے والے ہوں گے لیکن جب ان کے پاس خبردار کرنے والا آ گیا تو ان کی نفرت کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوا۔

یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والوں اور بدترین چالوں (والے لوگوں کی وجہ سے) ہوا۔

حالانکہ بری چالوں (کا وبال) صرف اس کے کرنے والے پر ہی پڑتا ہے۔

کیا یہ لوگ اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے ساتھ ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں جیسا معاملہ کیا جائے (تو یاد رکھو کہ) تم اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور نہ اللہ کی سنت کو بدلنے والا پاؤ گے۔

کیا یہ لوگ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگ جو قوت و طاقت میں بہت آگے تھے ان کا انجام کتنا بھیانک ہوا۔

(یاد رکھو) زمین اور آسمانوں میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ کو (بے بس اور) عاجز کر دے۔

بے شک وہ بہت علم والا اور بہت قدرت والا ہے۔

اور اگر وہ لوگوں کے اعمال پر (ان کو فوراً) ہی پکڑ لیا کرتا تو زمین پر ایک جان دار کو بھی نہ چھوڑتا۔

وہ ان کو ایک مقررہ مدت تک (سنبھلنے اور سمجھنے کی) مہلت دے رہا ہے۔ پھر جب وہ مدت آ جائے گی تو اللہ اپنے بندوں کو خود ہی دیکھ لے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۵

أَقْسَمُوْا — انہوں نے قسم کھائی

جَهْدَ — آگے بڑھ گیا

أَيْمَانٌ (يَمِيْنٌ) — قسمیں

أَهْدٰى — زیادہ ہدایت والا

السَّيِّئُ — برائی۔ گناہ

لَا يَحِيْقُ — نہیں گھیرتا ہے

عَاقِبَةٌ — انجام

يُؤَاخِذُ — وہ پکڑتا ہے

أَجَلٌ — مدت

بَصِيْرٌ — بہت دیکھنے والا

## تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۴۵

یہود ونصاریٰ جو اہل کتاب کہلاتے ہیں اپنی علمی برتری کا اظہار کرنے کے لئے کفار عرب کو طعنے دیتے تھے کہ تم گمراہ ہو اور تمہاری گمراہی کا سبب یہ ہے کہ تمہارے اندر تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے کوئی نبی اور رسول نہیں آیا اور نہ تمہیں کوئی کتاب ہدایت دی گئی ہے۔

وہ کہتے تھے کہ ہمارے پیچھے چلو تمہاری نجات اسی میں ہے کیونکہ ہم صاحب کتاب ہیں۔ کفار مکہ یہود و نصاریٰ کے طعنے سن سن کر جب عاجز آگئے تو بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ اگر ہمارے اندر کوئی نبی اور رسول آیا تو ہم ان کا کہا مان کر حسن عمل کا ایسا پیکر بن کر دکھائیں گے کہ دنیا بھر کی امتیں حیران رہ جائیں گی اور تہذیب و شائستگی میں ساری دنیا سے آگے نکل جائیں گے۔

یہ تو ان کے زبانی دعوے تھے لیکن جب اللہ نے کئی ہزار سال کے بعد ایک ایسے عظیم نبی حضرت محمد ﷺ کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا جن کی عظمت وشان سے بڑھ کر کوئی نہ تھا تو انہوں نے کہا ماننے کے بجائے نہ صرف ان کی اطاعت و فرماں برداری سے انکار کردیا بلکہ اپنے آپ کو اعلیٰ و برتر اور بڑا سمجھنے والے متکبرین نے اپنی سازشوں کا جال اس طرح پھیلا دیا کہ جو بھی دین اسلام اور نبی کریم ﷺ کی طرف قدم بڑھاتا تو اس کو شدید ترین مکروفریب کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے آخری نبی اور رسول اور آخری کتاب (قرآن مجید) دے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا ہے تاکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کا سامان ہو جائے۔ اب اگر کفار مکہ نے ان کی اطاعت و فرماں برداری اختیار نہ کی تو پھر اللہ کا وہ دستور سامنے آجائے گا جو نہ تو تبدیل ہوتا ہے اور نہ ٹلتا ہے۔

فرمایا کہ ان نافرمانوں کو ان قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کرنا چاہیے جو ان سے پہلے گذر چکی ہیں جن کے کھنڈرات سے یہ لوگ گذرتے ہیں اور ان گمراہوں کی تاریخ سے اور انجام سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ساری دنیا کی طاقتیں اور قوتیں مل کر بھی اللہ کو بے بس اور مجبور نہیں کر سکتیں وہ جب چاہتا ہے اپنے حکم سے بڑی سے بڑی طاقت وقوت کو کچل کر رکھ دیتا ہے۔

یہ تو اللہ کا حلم و برداشت ہے کہ وہ انسانوں کے گناہوں پر فوراً گرفت نہیں کرتا بلکہ ان کو سنبھلنے اور سمجھنے کا موقع دیتا ہے اور برداشت سے کام لیتا ہے البتہ اس نے انجام کے لئے ایک مدت مقرر کی ہوئی ہے لیکن جب وہ فیصلے کی گھڑی آجائے گی تو پھر اس کے فیصلے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا اور لوگ اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔

اللہ نے ہر ایک کو اپنی نظروں میں رکھا ہوا ہے وہ اپنے بندوں کے تمام حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔

الحمدللہ ان آیات کے ساتھ سورۃ فاطر کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوگئی

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۲ تا ۲۳

• ومن یقنت • ومالی

سورۃ نمبر ۳۶

# یٰسٓ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورۃ یٰس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 36 |
| کل رکوع | 5 |
| آیات | 83 |
| الفاظ وکلمات | 739 |
| حروف | 3090 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

سورۂ یاسین کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی رسالت کی قسم کھا کر تصدیق فرمادی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور صراط مستقیم پر قائم ہیں۔

قرآن کریم کے متعلق فرمایا کہ اس کے نازل کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو ان کے برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ کر دیا جائے جو کفر و شرک اور اللہ کی نافرمانی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایسے نافرمانوں کو ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں آپ ان کی نافرمانیوں، ضد اور ہٹ دھرمی کی پرواہ نہ کیجیے آپ ﷺ اپنا مقصد زندگی بیان کرتے جایئے جو بھی اس پر ایمان لا کر عمل صالح کرے گا اس کو آخرت میں اجر عظیم عطا کیا جائے گا اور منکرین جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔

> نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس مرنے والے کے پاس سورۂ یاسین کو پڑھا جاتا ہے تو اس کے لیے اس کی موت آسان ہو جاتی ہے۔
> (دیلمی۔ ابن حبان)

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ کفار و مشرکین جس طرح آپ ﷺ کی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہیں اور دین کی سچائیوں کو قبول کرنے سے گریز کر رہے ہیں ان کو سمجھاتے رہیے۔ یہی تمام نبیوں اور رسولوں کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ اللہ نے مثال کے طور پر ایک بستی کے نافرمانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اس بستی میں نافرمانوں نے کفر اور نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب اللہ نے ان کی اصلاح کے لیے دو پیغمبروں کو بھیجا جنہوں نے ان کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اسی دوران اللہ نے ان دونوں پیغمبروں کی حمایت و تصدیق کرنے کے لیے ایک اور پیغمبر کو بھیجا مگر نافرمان قوم نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ تم تو ہم جیسے ہی آدمی ہو آخر تمہارے اندر وہ کون سی خصوصیت ہے جس کی بنا پر ہم تمہیں اللہ کا پیغمبر سمجھ لیں۔ ان تمام پیغمبروں نے کہا کہ ہم جھوٹے نہیں ہیں بلکہ رب العالمین کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ کفار و منکرین نے اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ جب سے تم نے یہ وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا ہے ہمارے گھروں اور خاندانوں میں ہر طرف نحوست پھیل گئی ہے۔ ہم بڑے سکون سے رہتے تھے مگر تمہاری باتوں کی وجہ سے ہمارے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر تم اپنی ان نصیحتوں سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ وہ بستی والے ایمان لانے کے بجائے ان پیغمبروں کے دشمن بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس

قرآن کریم میں جتنی باتیں اور احکامات نازل کیے گئے ہیں وہ نہایت متانت، سنجیدگی اور وقار کا تقاضا کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی چمک دمک اور رونقوں میں مست ہو کر آخرت کی زندگی کو بھلا دیا ہے اور اپنی زندگیوں کو کھیل کود جانا ہے ان کے مزاج اس طرح الٹ دیئے گئے ہیں کہ انہوں نے ہر سچی بات کو جھٹلانا اپنا مزاج بنا لیا ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ایسے لوگوں کی پرواہ کیجیے اور اپنا نیک مشن اور مقصد جاری رکھیے اور ان بدکرداروں کو سچائی کا شعور، صراط مستقیم کی ترغیب اور اللہ کے سامنے حاضری کا احساس دلاتے رہیے۔ حق و صداقت کی آواز پر تو صرف سعادت مند اور خوش نصیب لوگ ہی دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔

بستی کے آخری کنارے پر ایک نیک آدمی رہتا تھا اس نے ان پیغمبروں کی بات کو سن کر قبول کیا۔ جب اس نے یہ سنا کہ اس کی قوم اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلا رہی ہے اور ہر طرح کی دھمکیاں دے رہی ہے تو وہ بڑی تیزی سے جوش اور اسلامی جذبے سے سرشار ہو کر بستی والوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم اللہ کے پیغمبروں کا کہنا مانو ان کی اتباع و پیروی کرو اور ان سے منہ نہ موڑو۔ یہ تمہاری بھلائی کے علاوہ تم سے کوئی معاوضہ اور بدلہ تو نہیں مانگ رہے ہیں۔ اس نیک آدمی نے کہا کہ میں اپنے باپ دادا کے دین و مذہب کو چھوڑ کر اگر اللہ کی عبادت و بندگی نہ کروں جس نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے تو میری طرف سے یہ سراسر زیادتی اور ظلم ہو گا۔ میں تو ایک اللہ کی بندگی کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تم بھی اسی راستے پر چلو۔ جب قوم کے لوگوں نے اس نیک آدمی کی تقریر سنی تو وہ اس کو برداشت نہ کر سکے۔ جوش میں آ کر چاروں طرف سے اس پر لاتوں گھونسوں کی بارش کر دی اور اسے مار مار کر شہید کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس شہید کو جنت کی راحتیں عطا کی گئیں اور اس نے عزت کا اعلیٰ ترین مقام دیکھا تو کہنے لگا کہ کاش میری قوم اس بات کو جان لیتی کہ مجھے رب العالمین نے دین اسلام کی برکت سے کتنا زبردست اعزاز و اکرام عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاں یہ پیغمبر اللہ کا پیغام پہنچانے آئے تھے جب منکرین نے نافرمانیوں کی انتہا کر دی تو پھر اس قوم پر عذاب آ گیا۔ ایک زبردست چنگھاڑ سنائی دی اور وہ سب کے سب وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ اس وقت نہ ان کے معبود ان کے کام آئے اور نہ ان کی مال و دولت ان کو سہارا دے سکی۔ فرمایا کہ اگر یہ لوگ نافرمانی نہ کرتے اور ان انبیاء کرام کو نہ جھٹلاتے تو اس طرح صفحۂ ہستی سے نہ مٹ جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم نے کبھی اس بات پر غور و فکر کیا ہے کہ چاند، سورج، ستارے تمہارے سامنے جگمگا رہے ہیں۔ دن اور رات آتے اور جاتے ہیں مگر انہیں کون کنٹرول کر رہا ہے کس کے حکم سے یہ چل رہے ہیں یقیناً ہر شخص کا ضمیر کہہ اٹھے گا کہ صرف ایک اللہ کی ذات ہے جو کائنات کی ہر چیز کے نظام کو چلا رہی ہے۔ فرمایا کہ تم سمندروں کو دیکھتے ہو کہ اس میں جہاز اور کشتیاں چل رہی ہیں۔ وہی زندگی گذارنے کے سامان ادھر سے ادھر لے کر جاتے ہیں۔ انسان کو یہ طاقت اور صلاحیت کس نے عطا کی ہے۔ تم بھی عجیب ہو کہ دن رات اس کی نشانیوں اور انقلابات کو دیکھ کر بھی یہ جاہلانہ مطالبہ کرتے ہو کہ جس عذاب سے ہمیں ڈرایا جاتا ہے اس کو آنا ہے تو آ جائے یعنی ان کا گمان تھا کہ اگر عذاب ہم پر آئے گا تو ہمارے جھوٹے معبود ہمیں بچا لیں گے۔ فرمایا کہ یاد رکھو جب اللہ کا عذاب آ جائے گا تو پھر کسی کو ایک لمحہ کی مہلت بھی نہ دی جائے

گی۔ اگر وہ بازار وں میں ہوگا تو اس کو گھر والوں تک پہنچنے کا موقع بھی نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب زندہ ہو کر بدحواسی میں ادھر ادھر دوڑتے ہوئے رب العالمین تک پہنچ جائیں گے اور کہیں گے کہ ہائے! ہماری بدنصیبی کہ ہم اس عذاب کے مقابلے میں اپنی قبروں میں زیادہ آرام سے تھے نہ جانے ہمیں کس نے ہماری قبروں سے اٹھا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہی وہ قیامت کا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ہمارے پیغمبروں نے جو کچھ کہا تھا وہ بالکل حق اور سچ تھا۔ جن لوگوں نے نیک اعمال کیے ہوں گے ان کو جنت کی راحتیں دی جائیں گی جن میں وہ خوش و خرم اور عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں گے۔ انہیں ہر طرح کی نعمتیں حاصل ہوں گی اور وہ جو بھی نعمت کی تمنا کریں گے وہ فوراً ان کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ انہیں وہاں دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔ اللہ کی طرف سے ان پر سلام آئے گا۔ اس کے برخلاف مجرمین کو اہل ایمان سے الگ کر دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اب جہنم کی آگ میں رہو جنت کی راحتیں تم پر حرام ہیں۔ وہ جھوٹ بولتے ہوئے کہیں گے کہ الٰہی ہم پر جو الزامات ہیں وہ کام ہم نے نہیں کیے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں، پاؤں اور کھالوں تک کو زبان دے دے گا اور وہ ان کے ہر گناہ پر گواہی دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آخر میں فرمایا کہ جس طرح گذشتہ قوموں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا اور طرح طرح کی باتیں کیں اسی طرح جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان کو قرآنی آیات سناتے تو کہتے کہ یہ تو کوئی شاعر ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ کس قدر بدنصیب ہیں کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی شروع کر دی اور اپنے خالق و مالک اللہ کو بھول گئے کہنے لگے کہ جب ہم ہڈیاں ہو جائیں گے تو دوبارہ پیدا ہو سکتے ہیں؟ اللہ نے فرمایا کہ جس طرح اس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے جو اللہ سبز درختوں سے آگ کو پیدا کر سکتا ہے وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

## سورۃ یٰسٓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰسٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ﴿۴﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾

ع ۱ ۷ ۱۸

**ترجمہ آیت نمبر ۱ تا ۱۲**

یٰسٓ۔ حکمت سے بھرے ہوئے اس قرآن کی قسم بے شک آپ اللہ کے رسولوں میں سے (ایک رسول) اور بالکل سیدھے راستے پر ہیں۔ (یہ قرآن حکیم) زبردست اور رحم کرنے والے کی طرف

سے اتارا گیا ہے۔ تا کہ آپ (اس کے ذریعہ سے) ان لوگوں کو آگاہ کر دیں جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا تھا۔ اسی لیے وہ غافل و بے خبر ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں پر اللہ کا عذاب ثابت ہو چکا ہے لہٰذا وہ ایمان نہیں لائیں گے بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے جن سے وہ ٹھوڑیوں تک اس طرح جکڑ دیئے گئے ہیں کہ ان کے سر اوپر کو اٹھے رہ گئے ہیں اور ہم نے ایک دیوار ان کے سامنے اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر کے (اوپر سے) اس کو ڈھانپ دیا ہے تو ان کو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ ان کے لئے یہ بات یکساں ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

آپ ﷺ تو صرف ان لوگوں کو ہی خبردار کر سکتے ہیں جو نصیحت کو قبول کرتے اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرتے ہیں۔ آپ ایسے لوگوں کو بخشش اور باعزت اجر و ثواب کی خوشخبری سنا دیجئے۔

یقیناً ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور جو انہوں نے آگے بھیجا یا پیچھے چھوڑا اس سب کو ہم لکھ رہے ہیں اور ہم نے اس کو کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں محفوظ کر رکھا ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۱۲ تا ۲

| | |
|---|---|
| اَلْحَکِیْمُ | پختہ اور مستحکم |
| حَقَّ الْقَوْلُ | بات پکی ہو چکی ہے (عذاب ثابت ہو چکا ہے) |
| اَعْنَاقٌ (عُنُقٌ) | گردنیں |
| اَغْلَالٌ | طوق |
| اَلْاَذْقَانُ (ذَقَنٌ) | ٹھوڑیاں |
| مُقْمَحُوْنَ (مُقْمَحٌ) | سر اونچا کرنے والے (جو آگے نہیں جھکا سکتے) |
| سَدٌّ | دیوار |
| اَغْشَيْنَا | ہم نے ڈھانپ دیا |
| خَشِیَ | ڈرا |
| نَكْتُبُ | ہم لکھتے ہیں |

| | |
|---|---|
| قَدَّمُوْا | آگے بھیجا |
| اٰثَارَ (اَثَرٌ) | پیچھے چھوڑی ہوئی نشانیاں (اعمال) |
| اَحْصَيْنَا | ہم نے گھیر لیا ہے |
| اِمَامٍ مُّبِيْنٍ | کھلی کتاب |

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۲

اس سورت کا آغاز بھی ایسے حروف سے کیا گیا ہے جن کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے یعنی وہ حروف جو مستقل سے کٹے ہوئے ہیں اور ان کے معنی کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے لیکن اس جگہ بعض علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ "یٰسٓ" کے معنی اے انسان کے ہیں جس سے مراد انسان کامل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں (ابن عباسؓ۔ عکرمہؒ)۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ان کے نام سے پکارا ہے جیسے یا آدمؑ، یا موسیٰؑ، یا عیسیٰؑ وغیرہ لیکن اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن کریم میں کسی جگہ "یا محمد" کہہ کر خطاب نہیں کیا بلکہ آپ کی مختلف صفات سے آپ کو پکارا گیا ہے جیسے "یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ، یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ" وغیرہ اسی طرح آپ کے صحابہؓ نے بھی کبھی آپ کو "یا محمد ﷺ" کہہ کر خطاب نہیں کیا بلکہ یا رسول اللہ کہہ کر کوئی بات عرض کیا کرتے تھے۔ البتہ کفار اور گستاخ منافقین آپ کو "یا محمد" کہہ کر اپنے کلام کا آغاز کرتے تھے۔ لہٰذا یا محمد کہنا یا لکھنا دونوں جائز نہیں ہیں۔ اس سورت کو "یٰسٓ" سے شروع کیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے حکمت سے بھرپور قرآن کریم کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ اس نے آپ کو اپنے رسولوں میں سے ایک رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ یہ وہ صراط مستقیم (قرآن حکیم) ہے جس کو ایسے زبردست اور رحم و کرم کرنے والے اللہ نے نازل کیا ہے جس میں کسی شک و شبہ اور وہم کی گنجائش نہیں ہے۔ تاکہ آپ اس کے ذریعہ لوگوں کو ان کے برے اعمال کے بدترین نتائج سے آگاہ کر دیں اور ان کو اصل کامیابی و کامرانی اور منزل مقصود کی طرف رہنمائی فرما دیں۔ یہ اللہ کا وہ آسان اور سہل کلام ہے جسے ہر شخص سمجھ کر اس پر عمل کر سکتا ہے۔ فرمایا کہ آپ ان لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیجیے جن کے پاس سیکڑوں سال سے کوئی آگاہ اور خبردار کرنے والا نہیں آیا ہے۔ آپ ان کو وہ باتیں بتا دیجیے جن سے وہ خود اور ان کے باپ دادا ناواقف تھے۔ اب بھی اگر وہ خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو یہ ان کی بدنصیبی ہوگی۔ آپ کا کام ہے پیغام حق سنا دینا جو سعادت مند ہے وہ اس کو یقیناً مان لے گا لیکن جس کے مقدر میں بدنصیبی اس کے برے اعمال کے سبب لکھ دی گئی ہے وہ اس حقیقت کو بھی تسلیم نہ کرے گا۔ لہٰذا آپ ایسے لوگوں کی پروا نہ کیجیے۔ ایسے لوگوں کو جنہیں ان کی دولت اور دنیا کے

اسباب نے غرور و تکبر کو پیدا کر دیا ہے وہ اپنی بڑائی اور ذات میں اس طرح گم ہیں کہ وہ اپنے سے باہر کی کسی حقیقت کو اہمیت ہی نہیں دیتے اور گردنیں اکڑا کر چلتے ہیں ان کا انجام یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کی گردنوں میں ایسے طوق ڈال دیئے جائیں گے جو ان کی گردنوں کو ٹھوڑیوں تک جکڑ دیں گے جس سے ان کا سر اور چہرہ اوپر کو اٹھا رہ جائے گا۔ نہ وہ اپنی گردنوں کو ہلا سکیں گے اور نہ نیچے دیکھ سکیں گے یہ ان کی آخرت سے غفلتوں کا نتیجہ ہوگا۔

فرمایا کہ ہم نے ان کے سامنے اور پیچھے دیوار کھڑی کر دی ہے جس سے وہ باہر کی ہر حقیقت کو دیکھنے سے محروم ہیں۔ حق و صداقت کو دیکھنے اور سننے کے قابل نہیں رہے۔ ان پر غفلتوں کے ایسے پردے پڑ چکے ہیں کہ ان کو آخرت اور عذاب الٰہی سے ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ جو آدمی کسی سچائی کو ماننے کے لئے تیار ہی نہ ہو اس سے ایمان لانے کی توقع کرنا فضول ہے۔ ان پر اللہ کی پھٹکار مسلط ہو چکی ہے۔ تاہم اے نبی ﷺ! آپ اپنا مشن جاری رکھئے جو لوگ اپنے دلوں میں خوف الٰہی کی شمعیں روشن کر چکے ہیں ان کا غیب پر کامل یقین ہے اور وہ اللہ و رسول کے ہر حکم کی تعمیل کرنے والے ہیں ایسے لوگوں کو معافی و مغفرت اور ایک بہت بڑے اجر و ثواب کی خوش خبری دے دیجئے۔ فرمایا کہ ساری مخلوق کے مر جانے کے بعد نہ صرف ہم ان سب کو دوبارہ پیدا کریں گے بلکہ ان کے وہ تمام اعمال جو انہوں نے اپنے آگے بھیجے ہیں یا اپنے پیچھے چھوڑے ہیں وہ سب لکھ کر محفوظ کر لئے گئے ہیں جس کے جیسے اعمال ہوں گے اس کو ویسا ہی بدلہ ملے گا۔

ان آیات کی چند باتوں کی وضاحت

یہ سورت جو عام طور پر "سورۂ یٰسین" کہی جاتی ہے اس کے احادیث میں بہت سے نام آئے ہیں جو اس سورت کی عظمت کی نمایاں دلیل ہے۔ عظیمہ۔ معمہ۔ مدافعہ۔ قاضیہ۔

**عظیمہ:** وہ سورت جو عظمتوں سے بھرپور ہے۔

**معمہ:** جو شخص اس سورت کو پڑھتا ہے وہ دنیا و آخرت کی تمام برکات اور رحمتوں کو حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی۔

**مدافعہ:** جو شخص اس سورت کی تلاوت کا عادی ہوگا وہ بہت سی بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رہے گا۔

**قاضیہ:** اس سورت کو پڑھنے سے انسان کی ضروریات اور حاجات پوری کی جاتی ہیں۔ اس لئے حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی حاجت کے لئے سورۂ یٰسین کو پڑھے گا تو اس کی ہر حاجت پوری ہو جائے گی۔ (الداری)

نبی کریم ﷺ سے اور بہت سی احادیث میں اس سورت کے پڑھنے والوں کے لئے بعض سے ارشادات ہیں۔

حضرت ابو درداءؓ نے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مرنے والے کے پاس اس سورت کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کی موت کے وقت آسانی ہو جاتی ہے۔ (دیلمی۔ ابن حبان)

حضرت معقل ابن یسار نے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "یٰسین" قرآن حکیم کا قلب (دل) ہے۔ فرمایا کہ جو شخص سورۃ یٰسین پڑھے گا اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ اس کو تم اپنے مرنے والوں پر پڑھا کرو۔ (نسائی۔ حاکم۔ رزین)

حضرت یحییٰ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص صبح کو سورۃ یٰسین پڑھے گا وہ شام تک خوشی اور آرام سے رہے گا۔ اور اگر شام کو پڑھے گا تو صبح تک خوش و خرم رہے گا۔ فرمایا کہ مجھے یہ بات اس نے بتائی ہے جس نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ (ابن الضریس)

☆ یہ بھی نبی کریم ﷺ کی شان اور عظمت کا ایک پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دی ہے اور قسم کھائی ہے۔ یہ مقام کسی اور نبی اور رسول کو حاصل نہیں ہے۔

اہل عرب کا دستور یہ تھا کہ جب وہ کوئی یقینی بات کہتے تھے تو قسم کھا کر کہتے تھے تاکہ دوسرے کو اس بات کی سچائی پر یقین آجائے۔ دوسرے یہ کہ کلام کی فصاحت و بلاغت کا یہ بھی انداز تھا کہ اس کلام میں مختلف چیزوں کی قسمیں کھائی جاتی تھیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زمین و آسمان، چاند، سورج، ستاروں، دن رات، گھوڑوں اور نفس انسانی اور اپنی ذات اور قرآن کریم کی قسمیں کھا کر بہت سی ان حقیقتوں کی وضاحت فرمائی ہے جو انسان کو کھلی آنکھ سے نظر آتی ہیں۔ قرآن کریم میں ایسے سات مقامات ہیں جہاں اللہ نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت پر قسم کھاتے ہوئے ان کفار کو جو قسمیں کھا کر آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کیا کرتے تھے آگاہ اور خبردار کیا ہے کہ آپ کو اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے جس میں کسی شک و شبہ اور وہم کی گنجائش نہیں ہے۔ اور آپ کو جو کتاب الٰہی دی گئی ہے وہ علم و حکمت اور دانائی و بینائی کے اصولوں سے بھرپور ہے اور قیامت تک اس کی روشنی میں زندگی کے اندھیرے دور کئے جا سکیں گے۔

☆ قرآن کریم میں جتنی باتیں اور احکامات نازل کئے گئے ہیں وہ نہایت متانت، سنجیدگی اور وقار کا تقاضا کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی چمک دمک اور رونقوں میں مبتلا ہو کر آخرت کی زندگی کو بھلا دیا ہے اور اپنی زندگیوں کو کھیل کود بنا لیا ہے ان کے مزاج اس طرح الٹ دیئے گئے ہیں کہ انہوں نے ہر سچی بات کو جھٹلانا اپنا مزاج بنا لیا ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ جو اپنی بدعملی کی انتہاؤں تک پہنچ چکے ہیں آپ ان کی پرواہ کیجئے کیونکہ ان پر حجت تمام ہو چکی ہے اور اب وہ ان لوگوں میں شامل ہو کر اپنے عقیدے میں پختہ ہو چکے ہیں جن پر اللہ کا عذاب طے ہو چکا ہے لہٰذا آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے اور آپ پیغام رسالت کو ساری دنیا تک پہنچانے کی جس جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں اس مشن کو جاری رکھئے اور ان بدکرداروں کو سچائی کا شعور، صراط مستقیم کی تڑپ اور اللہ کے سامنے حاضری کا احساس دلاتے رہئے۔ ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو حق و صداقت کی آواز کو سن کر اس کی طرف دوڑ کر آئیں گے اور دین اسلام کی سچائیوں کو ساری دنیا میں پھیلانے میں اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے۔ آپ ان کو پیغام حق پہنچائیے جو اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت کی شمع روشن کرنا چاہتے ہیں یہی ایک انعام عظیم کے مستحق ہوں گے اور ان کو ان کی نیکی اور قربانیوں کا پورا پورا بدلہ اور صلہ دیا جائے گا۔

جب کہ اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری سے منہ موڑ کر چلیں گے ان کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ گردنوں میں طوق ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کسی مجرم کی گردن اچھی طرح شکنجے میں اس طرح جکڑ دی جائے جس سے اس کا چہرہ اوپر کو اٹھا رہ جائے۔ جس سے وہ اپنی گردن کو نہ تو ہلا سکتا ہو اور نہ اپنے سر کو نیچے کر سکتا ہو۔ اگر وہ کسی راستے پر جا رہا ہو اور راستے میں کوئی گڑھا یا گڑھا آ جائے اور وہ اس میں گر کر ہلاک ہو جائے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اسی طرح وہ لوگ جو زندگی کے اسباب کا طوق اپنے گلے میں ڈالے گھوم رہے ہیں وہ بھی سچائی کو دیکھنے کے قابل نہیں رہ جاتے۔ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ حق و صداقت کو قبول کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ نہ وہ حق کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ وہ اللہ کے سامنے اپنی گردن جھکانے کو تیار ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ ان کی غفلت کا یہ حال ہے کہ وہ کائنات میں بکھری ہوئی ہزاروں نشانیوں کو دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کا پیغام دنیا کے تمام لوگوں تک پہنچاتے رہیے جو سعادت مند اور خوش نصیب ہیں وہ اس کو مان لیں گے لیکن جنہوں نے بد نصیبی اور جہنم کا راستہ اختیار کر لیا ہے اور انہوں نے اپنے دل کو سخت بنا لیا ہے ان کے سامنے ساری حقیقتیں بھی کھول کر رکھ دی جائیں گی وہ ان کو کبھی تسلیم نہ کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو دنیا کی رونقوں، چمک دمک، مال و دولت کی کثرت، باپ دادا کی اندھی تقلید، غفلت، جہالت، بدعملی، نادانی اور ان کے اعمال کی شامت نے چاروں طرف سے اس طرح گھیر لیا ہے کہ جیسے ان کے آگے اور پیچھے ایک دیوار ہے اور اوپر سے اس کو ڈھانپ دیا گیا ہے۔ جس طرح ایسا شخص ارد گرد سے بے خبر اور غافل ہوتا ہے اسی طرح اپنی خواہشات کی دیواروں میں یہ اس طرح بند ہیں کہ وہ حق و صداقت کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اللہ نے ایسے لوگوں کے لئے بدترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ "وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ" اور ہم اس کو لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور اس کو پیچھے چھوڑا۔ عمل کو آگے بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں جو بھی اچھا یا برا عمل کرتا ہے وہ کبھی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ وہ آخرت میں لکھا لکھایا اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ جس کے اعمال اچھے ہوں گے وہ جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہوگا اور جس کے برے اور بدترین اعمال ہوں گے اس کو ہمیشہ کے لئے جہنم کے انگاروں پر لوٹنا ہوگا۔ یہ تو وہ اعمال ہیں جو اس نے آگے بھیجے ہیں لیکن وہ نیک اعمال جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں وہ اس کے لئے ثواب جاریہ ہیں جن کا اجر قیامت تک ملتا رہے گا جیسے اس نے نیک اولاد چھوڑی یا اس نے کوئی ایسا کام کیا ہو جس میں اللہ کے بندوں کا بھلا ہو وہ اس کے لئے صدقہ جاریہ ہے جیسے کسی نے مسجد بنوا دی یا اس کے بنوانے میں شرکت کی یا کسی کو حافظ قرآن یا عالم بنا دیا جب تک وہ مسجد رہے گی حافظ قرآن کو سناتا رہے گا عالم اپنے علم کو پھیلاتا رہے گا اس کا ثواب اس کے کرنے والے کو بھی ملے گا اور بغیر کسی کمی کے اس شخص کو بھی ملتا رہے گا جس نے اس کار خیر کا

آغاز کیا تھا۔ اسی طرح اگر کسی نے کوئی ایسا کام کیا جو اللہ و رسول کی نافرمانی کا کام ہے تو اس کا عذاب کرنے والے کو اور جس نے اس کو قائم کیا دونوں کو ملے گا۔

حضرت جریر ابن عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا ثواب (قیامت تک) ملتا رہے گا اور اس کے طریقے پر جو عمل کریں گے ان کو بھی ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کمی کی جائے اور جس نے برا طریقہ جاری کیا تو اس کو (قیامت تک) گناہ ملتا رہے گا اور جتنے لوگ اس برے عمل کو اختیار کریں گے ان کا گناہ اس (جاری کرنے والے) کو بھی ملتا رہے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہ میں کمی آئے۔

(ابن کثیر۔ ابن ابی حاتم)

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ
جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۳ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا
فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝۱۴ قَالُوْا
مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ
اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝۱۵ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ
لَمُرْسَلُوْنَ ۝۱۶ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۷ قَالُوْٓا
اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ
مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۸ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ
ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝۱۹ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا
الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝۲۰ۙ
اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْــَٔـلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۲۱

وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٢﴾ أَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنقِذُونِ ﴿٢٣﴾ إِنِّي إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٤﴾ إِنِّي آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ ﴿٢٥﴾ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٧﴾ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ﴿٢٨﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ ﴿٢٩﴾ يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٠﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾

## ترجمہ آیت نمبر ۱۳ تا ۳۲

(اے نبی ﷺ!) آپ ان کے سامنے ایک بستی والوں کی مثال بیان کیجئے۔ جب اس میں کئی رسول آئے پھر ہم نے ان کے پاس دو رسول بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے تیسرے رسول سے ان کو تائید و قوت دی۔ تینوں نے کہا کہ ہمیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ کہنے لگے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے بشر (آدمی) ہو۔ رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ تم محض جھوٹ کہہ رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہمارا رب اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم بے شک (اللہ کی طرف سے) تمہاری (ہدایت کے لئے) بھیجے گئے ہیں۔ ہمارے ذمہ تو کھول کھول کر واضح طریقے پر پہنچا دینا ہے۔ کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں منحوس (قدم) سمجھتے ہیں۔ اگر تم (اپنی وعظ و نصیحتوں سے) باز نہ آئے

تو ہم تمہیں سنگسار (پتھر مار کر ہلاک) کردیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔ رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔ کیا تم اس کو (نحوست کہتے ہو کہ) تمہیں سمجھایا جارہا ہے۔ واقعی تم لوگ حد سے گذر جانے والے ہو۔ وہ شہر کی دور کی جگہ سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو تم رسولوں کی پیروی کرو (ان کا کہا مانو) ان لوگوں کے پیچھے چلو جو تم سے کوئی معاوضہ (صلہ یا بدلہ) نہیں مانگتے۔ جب کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں۔ اور مجھے کیا ہوا کہ میں اس (اللہ کی) عبادت و بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اس کو چھوڑ کر ایسوں کو معبود بنالوں کہ اگر رحمن مجھے نقصان پہنچانا چاہے نہ تو ان (معبودوں) کی سفارش میرے کام آئے۔ اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں۔ اور اگر میں ایسا کروں گا تو کھلی ہوئی گمراہی میں جا پڑوں گا۔ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لے آیا۔ تم میری بات (غور سے سنو)۔ (یہ کہتے ہی اس کو شہید کردیا گیا) اس شہید سے کہا گیا کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ۔ وہ کہنے لگا کاش میری (حالت اور بات) کو میری قوم جان لیتی کہ مجھے تو میرے رب نے بخش دیا اور مجھے عزت والوں میں شامل کردیا۔ اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر (آسمان سے فرشتوں کا) لشکر نہیں بھیجا کیونکہ ہمیں اس کی ضرورت نہ تھی۔ ان کی سزا صرف یہ تھی کہ ایک زبردست چنگھاڑ آئی اور وہ اچانک آگ کی طرح بجھ کر رہ گئے (مرگئے)۔ ان لوگوں پر افسوس ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی بستیوں کو (نافرمانی کی وجہ سے) تباہ و برباد کردیا کہ وہ پھر کبھی (ان بستیوں کی طرف) لوٹ کر نہ آئے۔ اور کوئی ایسا نہ ہوگا جسے ہمارے پاس حاضر نہ کیا جائے گا۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۳۲

| | |
|---|---|
| اَلْقَرْيَةُ | بستی۔ آبادی |
| اِثْنَيْنِ | دو |
| عَزَّزْنَا | ہم نے قوت دی |
| اَلْبَلٰغُ | پہنچا دینا |

| | |
|---|---|
| تَطَیَّرْنَا | ہم منحوس سمجھتے ہیں |
| نَرْجُمَنَّ | ہم پتھر مار کر ہلاک کریں گے |
| یَمَسَّنَّ | ضرور پہنچے گا |
| مُسْرِفُوْنَ | حد سے بڑھنے والے |
| اَقْصَا | دور |
| مَالِیَ | مجھے کیا ہوا؟ |
| فَطَرَ | اس نے پیدا کیا |
| لَا تُغْنِ | فائدہ نہ دے گا |
| لَا یُنْقِذُوْنَ | وہ چھڑا نہ سکیں گے |
| یٰلَیْتَ | اے کاش |
| اَلْمُکْرَمِیْنَ | عزت دیے والے لوگ |
| جُنْدٌ | لشکر |
| صَیْحَۃٌ | چنگھاڑ۔ زوردار آواز۔ دھماکہ |
| خٰمِدُوْنَ | بجھ کر رہ جانے والے |
| اَلْقُرُوْنُ (قَرْنٌ) | قومیں۔ بستیاں |
| مُحْضَرُوْنَ | حاضر کئے گئے |

## تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۳۲

ان آیات میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان کفار و مشرکین کو بطور مثال ایک ایسی بستی کا واقعہ سنا دیجئے کہ جب اللہ نے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے متعدد پیغمبر بھیجے پہلے دو پیغمبروں کو بھیجنے کے بعد ایک اور پیغمبر کو مزید قوت اور تائید کے لئے بھیجا گیا انہوں نے اس بستی کے لوگوں کو اللہ کی ذات اور برے اعمال کے بدترین انجام سے ڈرایا اور کہا کہ اللہ نے

ہمیں تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا ہے۔ تم اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور ان بے حقیقت جھوٹے معبودوں کی عبادت و بندگی سے باز آ جاؤ تاکہ تم قیامت کے دن ہر طرح کی رسوائیوں سے بچ سکو۔ ہم نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اب ماننا یا نہ ماننا یہ تمہارے اختیار میں ہے۔ سب کچھ سننے کے بعد کہنے لگے کہ تم اللہ کے پیغمبر کیسے ہو سکتے ہو کیونکہ تم تو ہمارے ہی جیسے "بشر" ہو۔ یہ وہ جواب ہے جو قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود نے بھی اپنے پیغمبروں کو دیتے ہوئے کہا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان آخر وہ کون سا فرق ہے جس کی وجہ سے ہم یہ بات مان لیں کہ واقعی تم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہو۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ نے کوئی ایسی چیز نازل نہیں کی جس کا تم دعویٰ کر رہے ہو۔ اس طرح انہوں نے ان پیغمبروں کو جھٹلاتے ہوئے ان کے پیغام کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اللہ کے ان پیغمبروں نے نہایت سنجیدگی اور وقار سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ اس نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے۔ ہم نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا اب تم مانتے ہو تو دنیا و آخرت کی ہر کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ کہنے لگے کہ کامیابیاں تو ہمارے قدم کہاں چومیں گی تمہاری ان باتوں کی وجہ سے اور ہمارے بتوں کی برائیاں بیان کرنے سے ہمارے معبود ہم سے ناراض ہو گئے ہیں اور اسی وجہ سے ہمارے اوپر طرح طرح کی مصیبتیں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ بارش نے برسنا چھوڑ دیا، ہمارے کھیت خشک ہو گئے جس سے قحط پڑنا شروع ہو گیا۔ ہم سب عیش و عشرت سے زندگی گزار رہے تھے ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا مگر تمہارے قدموں کی نحوست سے ہمارے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ باتیں جو تم کر رہے ہو ان کو بند کرو ورنہ ہم برداشت نہیں کریں گے اور تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے اور تمہیں ایسی ایسی اذیتیں دیں گے جن سے تم عاجز و بے بس ہو کر رہ جاؤ گے۔ اللہ کے پیغمبروں نے ان کی جاہلانہ باتوں کا نہایت سنجیدگی اور وقار سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب کچھ جو مصیبتیں آ رہی ہیں وہ تمہارے اعمال کی شامت کی وجہ سے آ رہی ہیں۔ اگر تم ہماری بات پر غور کرتے اور اللہ کا حکم مان لیتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس میں تم سب کی بھلائی ہے اور دنیا و آخرت کی کامیابی ہے لیکن تم تو زندگی کے ہر معاملے میں حد سے گزر جانے والے ہو اسی لئے یہ ساری نحوستیں تم پر نازل ہو رہی ہیں۔ ان پیغمبروں کی پوری قوم نے جب اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے کمر کس لی تو اس بستی کے آخری کنارے پر ایک نیک اور متقی شخص رہتا تھا جو رزق حلال کما تا اور اللہ کی عبادت و بندگی میں لگا رہتا تھا جب اسے اپنی قوم کے برے ارادوں اور بے راہ روی کی اطلاع ملی تو وہ بھاگا ہوا دوڑتا چلا آیا اور اس نے اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی تاکہ وہ برے ارادے سے باز آ جائیں اور اللہ کے عذاب سے بچ جائیں۔ اس شخص نے کہا کہ اللہ کے بندو! یہ پیغمبر اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں یہ جو بھی پیغام لے کر آئے ہیں اس کی اتباع اور پیروی کرو ان کی نصیحتوں پر عمل کرو۔ وہ یہ سب کچھ تمہاری بھلائی کے لئے کہہ رہے ہیں اس میں ان کی کوئی ذاتی غرض اور لالچ نہیں ہے وہ تم سے یہ سب کچھ کرنے پر کوئی صلہ یا بدلہ تو نہیں مانگ رہے ہیں۔ وہ خود بھی سیدھے راستے پر ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی سیدھے راستے پر چلو۔ اس شخص نے اپنی مثال دیتے ہوئے کہا کہ میں آخر اس ذات کی عبادت و بندگی کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب کو اسی ایک پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں ایسے معبود کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بنالوں حالانکہ اگر وہ رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان بتوں کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی اور وہ سب مل کر مجھے اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ اگر میں ایسا کروں گا تو کھلی ہوئی گمراہی

میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لے آیا۔ تم بھی اسی طرح ایمان قبول کر لو۔ اس شخص کا آنا اس پوری قوم کو سخت ناگوار گذرا اور انہوں نے اس کو لاتوں اور گھونسوں سے مار مار کر شہید کر دیا۔ اللہ نے اس شخص کے لئے جنت کا فیصلہ کر کے فرمایا کہ تو جنت کی راحتوں میں داخل ہو جا۔ جب اس نے جنت کی راحتوں کو دیکھا تو اس نے کہا کہ کاش میری قوم یہ دیکھ لیتی کہ اللہ پر ایمان لانے اور اس پر ثابت قدمی کی وجہ سے اللہ نے نہ صرف اس کی مغفرت کر دی ہے بلکہ اس کو اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس قوم کی نافرمانیوں کی سزا دینے کے لئے کوئی لشکر نہیں اتارا کیونکہ ہمیں اس کی ضرورت بھی نہ تھی بس یکا یک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور سب بجھ کر رہ گئے۔ اللہ نے فرمایا۔ کیا ایسے لوگوں پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جاسکتا ہے کہ ان کے پاس جب بھی کوئی سمجھانے والا آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑایا اور شدید مخالفت کی۔ حالانکہ اگر وہ غور وفکر سے کام لیتے تو انہیں اللہ کا یہ دستور معلوم ہو جاتا کہ جب اللہ نے کسی قوم کو برباد کیا ہے تو وہ پھر کبھی اپنے گھروں کی طرف پلٹ کر نہیں آئے۔ فرمایا کہ وہ اللہ سے کتنے بھی بھاگ کر دور چلے جائیں آخر کار ان کو ایک دن اس کے سامنے ہی حاضر ہونا ہے۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں

(۱)۔ اس پر بحث کرنا کہ یہ کون سی بستی تھی؟ ان پیغمبروں کے نام کیا تھے؟ یہ کب آئے تھے؟ اس موقع پر اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک عام واقعہ ہے جس کا مقصد ان قریش مکہ کو بتانا ہے کہ اگر انہوں نے بھی تعصب، ہٹ دھرمی اور ضد کو نہ چھوڑا تو ان کا انجام بھی اس بستی والوں سے مختلف نہ ہوگا۔

(۲)۔ بشریت انبیاء پر کسی بحث کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ہر دور میں کفار نے انبیاء کی بشریت کا انکار کیا ہے وہ کہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی ہم جیسا جیتا جاگتا، چلنے پھرنے والا انسان ہو۔ اس کو تو ایسا ہونا چاہیے کہ جو بشریت اور اس کے تقاضوں سے بلند تر ہو۔ حالانکہ تمام انبیاء کرام کا ایک ہی جواب تھا کہ "واقعی ہم تمہاری طرح بشر ہونے کے سوا کچھ نہیں ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے عنایت کرتا ہے (سورۂ ابراہیم ۱۰-۱۱)۔ اگر قوم نوحؑ، قوم عاد اور قوم ثمود کے حالات زندگی پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہی وہ بات تھی جس نے ان کو ہدایت سے دور رکھا اور اسی بنیاد پر تباہی آئی۔

(۳)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "لا طیرۃ فی الاسلام" دین اسلام میں کسی چیز کے لئے بدشگونی اور نحوست کوئی چیز نہیں ہے کسی انسان کا قدم منحوس نہیں ہوتا بلکہ جو مصیبتیں آتی ہیں وہ انسان کے اعمال کی وجہ سے آتی ہیں مگر تمام وہ لوگ جو اپنی کمزوریوں پر غور کرنے کے بجائے دوسروں پر یہ کہہ کر ڈال دیتے ہیں کہ یہ سب کام جو خراب ہوتے جا رہے ہیں اس کی وجہ یہ شخص ہے اس کی نحوست سے ہمارے کام بگڑ رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھئے اسلام نے ہمیں ان باتوں سے روکا ہے۔ ایک مسلمان کی زبان سے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ وہ دوسروں کو منحوس قدم کہے یا سمجھے۔

(۴)۔ اصل میں تمام وہ لوگ جو دین اسلام کی سربلندیوں کے لئے جدوجہد اور کوشش کر رہے ہیں ان کو یہ اصول ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ حق و صداقت کی بات اثر ضرور کرتی ہے اس میں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے شاید کوئی ایک شخص حق و

صداقت کی بات سن کر اس کو قبول کرے اور جب وہ اپنا سب کچھ قربان کردے تو اس کی قربانیوں کے نتیجے میں حق و صداقت پر چلنے والوں کی نجات ہو جائے۔

(۵)۔ جب قوموں کی نافرمانی حد سے بڑھ جاتی ہے غرور و تکبر انتہا کو پہنچ جاتا ہے تب اللہ کا فیصلہ آجاتا ہے۔ وہ دنیا داروں کی طرح اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ لشکر بھیج کر کسی قوم پر فتح حاصل کی جائے۔ بلکہ اس کا حکم ہی کافی ہوتا ہے۔ جس میں اس کی ذات اور قوت پر اعتماد کر کے یقین کر لینا چاہیے کہ وہ سب اس قدر طاقت ور ہے کہ اس کے سامنے ساری دنیا کی طاقتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ښ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝

## ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

مردہ زمین ان کے لئے ایک نشانی ہے جسے ہم نے (بارش کے ذریعہ) زندہ کیا اور اس سے ہم نے غلہ (اناج) نکالا جسے وہ کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات لگائے اور ہم نے اس میں پانی کے چشمے بہا دیئے تاکہ وہ اس کے ثمرات (پھلوں) کو کھائیں (حقیقت یہ ہے کہ) ان سب چیزوں کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا پھر کیا وجہ ہے کہ وہ شکر ادا نہیں کرتے۔ وہ ذات پاک ہے جس نے سب چیزوں کے جوڑے بنائے ان میں سے بھی جنہیں زمین اگاتی ہے۔ خود ان کے اپنے نفسوں (جانوں) میں سے اور ان میں سے بھی جن کو وہ نہیں جانتے۔ ان کے لئے رات بھی ایک نشانی ہے کہ جب ہم دن (کی روشنی کو) کھینچ نکالتے ہیں تو وہ اچانک اندھیروں میں رہ جاتے ہیں۔ اور سورج (بھی ایک نشانی ہے جو) اپنے مقرر راستے پر چلتا رہتا ہے۔ اور یہ اس اللہ کا لگا بندھا مقرر نظام ہے جو زبردست ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور چاند (بھی ایک نشانی ہے جس کی) ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی شاخ۔ نہ سورج کی طاقت ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔ یہ سب (اپنے مرکز کے گرد) اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اور ان کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کرایا۔ اور ہم نے ان کے لئے اس کشتی جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں۔ پھر (وہاں) نہ تو کوئی فریاد سننے والا ہوگا اور نہ وہ بچائے جاسکیں گے سوائے اس کے کہ ہماری رحمت ہو۔ اور یہ (اللہ کا فیصلہ ہے کہ) ایک متعین وقت تک ان کو فائدہ پہنچانا ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

حَبٌّ — دانہ

نَخِیْلٌ — کھجور

| | |
|---|---|
| اَعْنَاب (عِنَب) | انگور |
| فَجَّرْنَا | ہم نے پھاڑ دیا |
| اَلْاَزْوَاج (زَوْج) | جوڑے |
| اَلْعُرْجُوْن | کھجور کی ٹہنی۔ شاخ |
| يَرْكَبُوْن | وہ سوار ہوتے ہیں |
| صَرِيْخ | چیخ۔ فریاد |

## تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی بے شمار نعمتوں کو بکھیر رکھا ہے جو ایک ایسے نظام میں بندھے ہوئے ہیں کہ اپنی مرضی سے ایک قدم بھی نہیں بڑھ سکتے۔ یہ اللہ کی ایسی نشانیاں ہیں جنہیں دن رات آدمی دیکھتا ہے لیکن ان پر غور نہیں کرتا۔ اگر وہ ان تمام نعمتوں پر غور و فکر سے کام لے تو اس کے دل میں اس کائنات کے خالق کی ایسی عظمت چھا جائے کہ پھر اس کے سوا کسی کی عظمت کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔ ہر انسان دیکھتا ہے کہ ایک زمین بالکل خشک اور سوکھی پڑی ہے جو ویران سی لگتی ہے لیکن جیسے ہی بارش برستی ہے تو اس سوکھی اور مردہ زمین میں زندگی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں اور کچھ دنوں میں وہ زمین ہری بھری دکھائی دینے لگتی ہے۔ درختوں پر ایک رونق سی آ جاتی ہے۔ کھجوریں اور انگور اگ آتے ہیں۔ پھر انسانوں اور نباتات کو سر سبز و شاداب رکھنے کے لئے جگہ جگہ پانی کے چشمے بہنے لگتے ہیں جن کے ذریعہ کھیتوں، درختوں اور بیلوں کے ذریعہ انسانوں اور تمام جان داروں کے رزق کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ اللہ نے انسان کو یہ طریقہ سکھایا ہے کہ وہ زمین کو تیار کر کے اس میں بیج ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سوال کیا ہے کہ کھیتوں کو تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ انسان تو کھیتی باڑی میں ایک کام کرتا ہے لیکن اگانے کا کام اللہ کی قدرت سے ہوتے ہیں انسان اللہ کی پیدا کی ہوئی نعمتوں کو ترتیب دیتا ہے لیکن وہ خود ان چیزوں کا خالق نہیں ہوتا۔ خالق صرف اللہ ہی ہے اسی کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک کھلی ہوئی نشانی ہے کہ زمین، ہوا، مٹی، پانی سب ایک ہی طرح کے ہیں لیکن ان سے پیدا ہونے والی چیزیں بالکل مختلف ہیں۔ مزا

مختلف شکل صورت مختلف کوئی پھل میٹھا ہے کوئی کھٹا کوئی نمکین ہے تو کوئی کڑوا۔ اسی طرح انسانوں میں بھی یہی صورت ہے کہ ماں باپ اور گھر کا ماحول ایک جیسا لیکن صورت شکل اور مختلف ذہنوں اور مزاجوں میں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ کوئی گورا کوئی کالا کوئی پیلا تو کوئی سرخ۔ فرمایا کہ اسی طرح اللہ کی نشانیوں میں سے رات اور دن کا آنا جانا ہے۔ جب رات پر دن کی روشنی چھا جاتی ہے تو وہ روشن ہو جاتی ہے اور جب دن کی روشنی پر رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو جاتا ہے۔ سورج اپنے مقرر راستے پر چل رہا ہے اور چاند اپنی رفتار اور انداز سے اپنی منزلیں طے کرتا ہے کبھی وہ گھٹتا ہے اور کبھی بڑھتا ہے کبھی وہ اس طرح ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی شاخ مڑ کر کمان بن جاتی ہے۔

چاند سورج اور ستارے سب کے سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح کنٹرول کر رکھا ہے کہ وہ ایک دوسرے تک نہیں پہنچ سکتے۔ سورج اپنے مدار اور دائرے سے نکل کر چاند کے دائرے میں نہیں جا سکتا اور چاند اپنے مدار کو چھوڑ کر سورج کی طرف نہیں جا سکتا۔ ایسے ہی جتنے بھی سیارے اور ستارے ہیں اللہ نے ان کے دائرے مقرر کر دیئے ہیں وہ اب اللہ کی حمد و ثنا تسبیح کرتے ہوئے اپنے اپنے دائرے میں گھوم رہے ہیں۔ کروڑوں سال سے یہ نظام اسی طرح چل رہا ہے جو اللہ کی قدرت کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ فرمایا کہ خود انسان کی اپنی ذات میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ جب حضرت نوحؑ کی قوم پر پانی کا عذاب آیا تو اس وقت کی معلوم دنیا اس پانی میں غرق ہوگئی اور سوائے سفینۂ نوحؑ کے جو انسانوں اور جانوروں سے بھرا ہوا تھا ایک جان دار بھی زندہ نہ رہ سکا لیکن اللہ کی قدرت سے حضرت نوحؑ اور ان پر ایمان لانے والے لوگ اور جان داروں کے جوڑے اس کشتی میں سوار کرا دیئے گئے تھے وہی بچ سکے ان کے علاوہ سب کے سب غرق کر دیئے گئے۔ اس طرح نسل انسانی کا سلسلہ باقی رہ سکا۔ پھر وہی نسل انسانی پھیلتی اور بڑھتی چلی گئی۔ فرمایا کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے انسانوں کے لئے ایسی ایسی سواریاں پیدا کیں اور آئندہ زمانے میں انسانی ضرورتوں کے لحاظ سے مختلف سواریاں پیدا کی جاتی رہیں گی۔ سمندر میں ایک جہاز ایک تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا مگر اللہ تعالیٰ نے پانی اور ہواؤں کو انسان کے اس طرح تابع کر دیا کہ وہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اپنی ضرورت کا سامان اور لوگوں کو پہنچانے کا کام کرتے ہیں۔ اسی طرح خشکی میں بھی اس نے طرح طرح کی سواریاں پیدا کی ہیں۔ موجودہ دور میں انسانی ترقی کا راز فضاء، ہوا، سمندر اور خشکی پر چلنے والی سواریاں ہی ہیں جن سے ساری دنیا ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے لیکن ان فضاؤں، خشکی اور تری کو انسان کے تابع کس نے کر دیا ہے۔ یقیناً اسی ایک اللہ نے جو کائنات کی ساری چیزوں کا خالق اور بنانے والا ہے۔ وہی شکر اور عبادت و بندگی کے لائق ہے۔ اگر کوئی شخص ان کھلی نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود و کارساز و مشکل کشا مانتا ہے تو یہ اس کی سب سے بڑی بھول اور بدنصیبی ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ
مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا
قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ
اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ
مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا
مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾
اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾
فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

ربع ۳

**ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴**

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اس عذاب سے) ڈرو جو تمہارے آگے ہے اور جو کچھ تمہارے پیچھے ہے۔ تاکہ تم پر رحم و کرم کیا جائے۔ اور ان کے رب کی طرف سے جب بھی کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو وہ کافر ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو ان کو بہتر طریقے سے کھلا دیتا تم تو کھلی گمراہی میں ہو۔ اور وہ کہتے ہیں کہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟

بس یہ تو ایک چنگھاڑ (صور کی آواز) کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کو آ پکڑے گی اور وہ آپس میں جھگڑتے ہی رہ جائیں گے۔ اس وقت وہ نہ تو کوئی وصیت ہی کر پائیں گے اور نہ اپنے گھروں کی طرف لوٹ سکیں گے۔ اور جب صور پھونکا جائے گا تو وہ اچانک قبروں سے (اٹھ کر) اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے۔ وہ کہیں گے ہائے ہماری بدنصیبی کہ ہماری قبروں سے ہمیں کس نے اٹھا دیا۔ (اس وقت کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ وہ چنگھاڑ (ہیبت ناک آواز) ہوگی۔ پھر اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔ پس آج کے دن کسی شخص کے ساتھ بے انصافی نہ ہوگی اور تمہیں اس کا (پورا پورا) بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

| | |
|---|---|
| بَيْنَ أَيْدِي | سامنے |
| خَلْفَ | پیچھے |
| أَنُطْعِمُ | کیا ہم کھلائیں |
| صَيْحَةً | چنگھاڑ۔ زوردار آواز |
| يَخِصِّمُوْنَ | وہ جھگڑ رہے ہوں گے |
| اَلْأَجْدَاثُ | قبریں |
| يَنْسِلُوْنَ | وہ دوڑیں گے |
| لَا تُجْزَوْنَ | بدلہ نہ دیئے جائیں گے |

## تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

نبی کریم ﷺ جب کفار و مشرکین سے کہتے کہ تم جن آیات اور کی سچائی کو لے کر آیا ہوں ان پر ایمان لاؤ، اللہ کا خوف اختیار کرو تاکہ تم پر دنیا میں اور آخرت میں رحم و کرم نازل کیا جائے اور اپنے سے غریب، مفلس اور ضرورت مندوں پر اپنا مال خرچ کرو تو وہ اللہ کی آیات اور نبی کریم ﷺ کی باتوں کا مذاق اڑاتے اور جاہلانہ اعتراضات کر کے اپنے آپ کو مستغنی ظاہر کر کے بے نیازی دکھایا کرتے تھے۔

جب ان سے یہ کہا جاتا کہ اللہ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس کو جائز طریقے پر خود بھی استعمال کرو اور اپنے ان قریب بھائی، بہنوں، رشتہ داروں اور ضرورت مندوں پر بھی خرچ کرو اور ان کے کھانے پینے کا بندوبست کرو جو غریب و مفلس ہیں تو وہ اپنے اوپر سے بات ٹالنے اور مذاق اڑانے کے لئے کہتے کہ جس کو اللہ ہی نے بھوکا رکھا ہے ہم کون ہوتے ہیں کہ اس کو کھلائیں پلائیں۔ وہ جانے اس کا رب جانے ہم سے ایسی گمراہی کی باتیں نہ کرو۔ جب سب کا رازق اللہ ہے تو وہی ان کا پیٹ بھرے گا۔ ان لوگوں نے اتنی بڑی بات کہتے وقت یہ نہ سوچا کہ اگر کوئی آدمی دوسرے کو کچھ دے کر اس کی مدد کرتا ہے یا بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے تو وہ اس کا رازق نہیں بن جاتا بلکہ وہ اللہ کے رزق میں سے دوسروں کو دینے کا واسطہ بن جاتا ہے جس پر اس کو اجر و ثواب ملتا ہے۔ اگر اللہ چاہے تو اس کو براہ راست بھی دے سکتا ہے جس طرح وہ حیوانات و نباتات کو بغیر کسی واسطے کے دیتا ہے۔ ہر جاندار زمین کے مختلف گوشوں سے اپنا رزق حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنا رزق حاصل کرنے میں کسی بھی دکاندار یا دوکان کا محتاج نہیں ہوتا جب کہ انسان کی ضروریات کو اس طرح بنا دیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنا رزق روزی حاصل کرنے میں دوسروں کا محتاج ہے۔ اگر غریب اور ضرورت مند آدمی مال داروں کے کارخانوں اور دوکانوں وغیرہ میں کام نہ کریں تو دولت مندوں کو عیش و آرام کے اسباب کہاں سے مل سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر صاحب حیثیت اور مال دار کو غریبوں اور حاجت مندوں کی ضرورت نہ ہو تو وہ غریب اپنا پیٹ کہاں سے بھریں گے۔ اللہ نے اپنا نظام بنا دیا ہے کہ ہر شخص اپنے راحت و آرام کے اسباب اور رزق حاصل کرنے میں ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ اسی طرح جب ان سے کہا جاتا تھا کہ لوگو! قیامت تم سے دور نہیں ہے۔ اس کا آنا یقینی ہے جس میں اللہ و رسول کے نافرمانوں کو سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔ تم اس عذاب سے بچنے کی تدبیریں کرو اور تم نے دنیا میں جو کچھ اعمال کئے ہیں ان کا حساب کتاب کیا جائے گا اس کی تیاری کرو۔ اگر تمہارے اعمال درست ہوئے تو اس دن تم پر رحم و کرم کیا جائے گا ورنہ ابدی جہنم

کے انکاروں پر تڑپتا ہوگا۔ وہ یہ سب باتیں سن کر بے پروائی سے منہ پھیر کر چل دیتے اور کہتے کہ وہ قیامت کب آئے گی؟ سنتے سنتے ہمارے کان پک گئے ہیں۔ اگر واقعی قیامت آنے والی ہے تو اس کو لے آؤ تا کہ یہ روز روز کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے اس جاہلانہ جواب پر یہ نہیں فرمایا کہ قیامت کب آئے گی بلکہ یہ فرمایا کہ تم اس مسئلہ میں جھگڑ رہے ہو گے اور قیامت اچانک آ جائے گی تو پھر کسی کو ذرا بھی مہلت نہیں دی جائے گی۔ فرمایا کہ ایک کرخت سخت اور ہیبت ناک آواز کے ساتھ اس طرح قیامت تمہارے سروں پر آ پہنچے گی کہ تمہیں اس سے چند لمحے پہلے تک بھی کچھ خبر نہ ہو گی۔ فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ساری دنیا ایک لمحہ میں اس طرح ختم ہو جائے گی کہ نہ کسی کو وصیت کرنے کا موقع ملے گا اور نہ گھر لوٹنے کا اور جب دوسری مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو مردے بھی اپنی اپنی قبروں سے نہایت خوف اور بدحواسی کی حالت میں اٹھ کر اللہ کی طرف دوڑنا شروع ہو جائیں گے۔ جب ان کو آخرت کا ہیبت ناک عذاب نظر آئے گا تو وہ اپنی قبروں کے عذاب کو بھی بھول کر کہیں گے کہ وہ عذاب قبر تو کچھ بھی نہ تھا یہ عذاب بڑا سخت ہے اس عذاب کے مقابلے میں اگر ہمیں عذاب قبر ہی میں رہنے دیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔ ہمیں ہماری قبروں سے کس نے اٹھا کھڑا کیا۔ اس پر کہا جائے گا کہ یہی وہ میدان حشر ہے جس کا تم سے رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور اسی دن کے عذاب سے بچنے کے لئے اللہ کے تمام رسولوں نے خبردار اور آگاہ کیا تھا اور اس سچائی کو بیان کیا تھا۔ دوسرا یہ صور درحقیقت ایک چنگھاڑ یا دھماکہ ہوگا جس کے بعد ہر شخص کو اللہ کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ یہ وہ انصاف کا دن ہوگا کہ جہاں پر نیکی کرنے والے کو اس کی ہر نیکی پر اجر و ثواب عطا کیا جائے گا اور جس نے کوئی گناہ یا خطا کی ہوگا اس کو انصاف کے ساتھ اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

ان آیات کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے اس طرح ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگ راستوں پر چل رہے ہوں گے، بازاروں میں خرید و فروخت کی جا رہی ہوگی، لوگ اپنی محفلوں میں بیٹھے گفتگو اور باتیں کر رہے ہوں گے کہ اچانک صور پھونک دیا جائے گا۔ کوئی کپڑا خرید رہا تھا تو ہاتھ سے کپڑا رکھ دینے کی نوبت نہ آئے گی، کوئی جانوروں کو پانی پلانے کے لئے پانی کا حوض بھر رہا ہوگا وہ پانی نہیں پلا سکے گا کہ اچانک قیامت آ جائے گی۔ کوئی کھانا کھانے بیٹھا ہوگا اور لقمہ اٹھا کر منہ تک لے جانے کی بھی اس کو مہلت نہ ملے گی۔ (بروایت حضرت عبداللہ ابن عمروؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم ہو جائے گی حالانکہ آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ رہا ہوگا پر تن اس کے منہ تک پہنچے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے۔ ابھی ان کی گفتگو جاری ہوگی کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور کوئی اپنا پانی کا حوض درست کر رہا ہوگا وہ ابھی ہٹا نہ ہوگا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ (مسلم شریف)

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدَّعُونَ ﴿٥٧﴾ سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٠﴾ وَأَنِ اعْبُدُونِي هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿٦٢﴾ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٦٣﴾ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٦٤﴾ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٨﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۸

بے شک آج کے دن اہل جنت (خوش و خرم) اپنے مشغلوں میں مصروف ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سائے دار مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اور ان کے لئے ان جنتوں میں میوے اور ہر وہ چیز موجود ہوگی جو وہ مانگیں گے۔ مہربان پروردگار کی طرف سے سلام (کہلایا جائے) گا اور کفار و مشرکین سے کہا جائے گا اے مجرمو! آج (تم اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ۔

اے اولاد آدم کیا میں نے تمہیں (اپنے رسولوں کے ذریعہ سے) اس بات کی تاکید کی تھی

کہ تم شیطان کی عبادت (اطاعت) نہ کرنا بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور یہ کہ تم میری ہی عبادت و بندگی کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور اس نے (شیطان نے) تم میں سے بہت سوں کو گمراہ کر دیا کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ہو؟ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اب اپنے کفر کے بدلے اس میں داخل ہو جاؤ۔ آج ہم ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو ملیا میٹ کر دیتے پھر وہ راستے کی طرف دوڑتے تو انہیں کہاں سجھائی دیتا۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ہی ان کی صورتیں بدل ڈالیں جس سے نہ وہ چل سکیں گے اور نہ لوٹ سکیں گے۔ اور ہم جس کی عمر زیادہ کر دیتے ہیں تو اس کو اوندھا کر دیتے ہیں کیا وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۵۵ تا ۶۸

| | |
|---|---|
| شُغُلٌ | مشغلے |
| فٰکِھُوْنَ | دل لگی کرنے والے |
| مُتَّکِئُوْنَ | تکیہ لگا کر بیٹھنے والے |
| یَدَّعُوْنَ | وہ پکاریں گے۔ خواہش کریں گے |
| اِمْتَازُوْا | تم الگ ہو جاؤ |
| جِبِلًّا | جماعت۔ لوگوں کا گروہ |
| نَخْتِمُ | ہم مہر لگا دیں گے |
| اَفْوَاہٌ (فُوْہٌ) | منہ |
| تَشْھَدُ | گواہی دیں گے |
| طَمَسْنَا | ہم بجھا دیتے |
| مُضِیًّا | چلنا |
| نُعَمِّرْہُ | ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اس کو |
| نُنَکِّسْهُ | ہم اوندھا کر دیتے ہیں اس کو |

## تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۸

جہنم والوں کی سزا بیان کرنے کے بعد اب جنت والوں کی جزا اور بدلے کا بیان کیا جا رہا ہے کہ اہل جنت کس قدر خوش و خرم اور اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ جنت کیا ہے؟ اس دنیا میں رہ کر اس کی خوبصورتی اور حسن کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کیونکہ اس کو کسی محسوس مثال میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے جنت کی خوبصورتی اور راحت و آرام کے متعلق فرمایا ہے کہ جنت اتنی حسین ہوگی کہ کسی آنکھ نے ایسی نہ دیکھی ہوگی، نہ کسی کان نے سنی ہوگی اور نہ کسی کے دل پر اس کا تصور اور گمان بھی گذرا ہوگا۔

جب اہل جنت میدان حشر میں پہنچیں گے تو ان کو روک کر نہیں رکھا جائے گا بلکہ مختصر سی پیشی میں ہلکے پھلکے حساب کتاب کے بعد جنت میں بھیج دیا جائے گا جہاں ہر طرح کی راحتیں ان کی منتظر ہوں گی۔ تمام پریشانیوں اور مشکلات سے بے فکر ہر طرح کے عیش و آرام اور راحت و نعمتوں میں مشغول ہوں گے۔ ان جنتوں میں عبادات کی مشقتیں نہ ہوں گی نہ پیٹ بھرنے کے لئے بھاگ دوڑ اور محنتیں ہوں گی۔ ان کی بیویاں اور ہم عمر خوبصورت حوریں ہوں گی جو درختوں کے گھنے سایوں میں مسہریوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بے فکر ہو کر اللہ کی مہمان داری سے خوشی اور مسرت محسوس کر رہے ہوں گے۔ ہر طرف سرسبزی و شادابی ہوگی بہتے ہوئے خوبصورت، بلند و بالا درخت، ہر طرف نہریں بہہ رہی ہوں گی، اہل جنت کا بہت قیمتی ریشمی لباس ہوگا وہ ایسا سلامتی کا گھر ہوگا جس میں کوئی فضول اور بے ہودہ بات سنائی نہ دے گی۔ چھلکتے جام ہوں گے ان جسمانی لذتوں کے ساتھ ساتھ روحانی ترقیاں بھی نصیب ہوں گی اور ان کو سب سے بڑا اعزاز و کرم یہ ہوگا کہ ان کو اللہ کی طرف سے سلام بھیجا جائے گا یا خود اللہ تعالیٰ اہل جنت کو سلام ارشاد فرمائیں گے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے جنت کی ابدی راحتوں کا ذکر کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسی جنتوں میں جانے کا خواہش مند ہے کیا اس کے لئے تیاریاں کر رہا ہے؟ جس میں کوئی رنج و غم اور خوف نہ ہوگا۔ رب کعبہ کی قسم وہ جنتیں نور ہی نور ہوں گی جن میں بے حد تازگیاں ہوں گی۔ ان کا سبزہ لہلہا رہا ہوگا۔ اس کے بالا خانے مضبوط، مستحکم اور بلند و بالا ہوں گے۔ اس میں رواں دواں نہریں ہوں گی۔ اس کے پھل پکے ہوئے، خوش ذائقہ ہوں گے اور بہت کثرت سے ہوں گے۔ اس میں ان کے لئے خوبصورت حوریں ہوں گی۔ ان کا لباس نہایت قیمتی اور ریشمی ہوگا اور یہ ساری نعمتیں دائمی ہوں گی جن میں کبھی زوال نہ آئے گا۔ جنت سلامتی کا گھر اور ہرے بھرے اور تازہ پھلوں کا باغ ہوگا۔ اس کی نعمتیں بہت کثرت سے اور بہترین ہوں گی۔ اس میں بلند و بالا محل ہوں گے جو زیب و زینت سے آراستہ ہوں گے۔ یہ سن کر تمام صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کے لئے تیار ہیں اور ہم اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ کہو۔ سب نے ان شاء اللہ کہا۔ آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی اپنی جنتوں کی راحتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور چمکے گا۔ یہ سب لوگ اپنا سر اوپر اٹھا کر دیکھیں گے تو اللہ کا نور دیکھنے کا شرف حاصل کریں گے وہ اللہ کو جیسے کسی کو سب اوپر سے کے درمیان دیکھیں گے اور اللہ ان کو دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "السلام علیکم یا اہل الجنۃ" اس

احمق ہو کر رہا مگر اس نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اس کے اعضا میں جو انقلابات آ رہے ہیں وہ خود ایک سبق ہے۔ کیونکہ اس کے وہ مضبوط اعضا جو کبھی اس کو بدمست کر دیتے تھے بتدریج کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ انسان بڑھاپے میں پھر اسی طرح کمزور اور دوسروں کے سہاروں کا محتاج ہو جاتا ہے جس طرح بچپن میں تھا لیکن انسان نے ان اعضاء کے مالک اللہ پر بھروسہ کرنے کے بجائے ان آنکھوں، ہاتھوں، پاؤں اور لوگوں پر اعتماد کیا جو قیامت میں خود اس کے خلاف ہو کر اس کے گناہوں کو بیان کر دیں گے۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ ﴿۷۹﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۶۹ تا ۸۳

اور ہم نے ان کو (نبی کریم ﷺ کو) شعر نہیں سکھایا کیونکہ وہ ان کی شان کے مطابق نہ تھا۔ یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے اور واضح قرآن ہے۔ تاکہ وہ (اس قرآن کے ذریعہ) ان کو آگاہ کر دے جو زندہ ہو اور کفر کرنے والوں پر بات ثابت ہو جائے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے جو کچھ مویشی پیدا کئے ان کے مالک وہ (بنے بیٹھے) ہیں۔ اور ہم نے ہی (ان مویشیوں کو) ان کا فرماں بردار بنا دیا۔ بعضوں پر وہ سوار ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض کو کھاتے ہیں۔ اور ان کے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ اور پینے کی چیزیں (بھی ہم نے پیدا کی) ہیں۔ کیا پھر بھی وہ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا رکھے ہیں (صرف اس امید پر کہ) شاید ان کی مدد کی جائے گی۔ حالانکہ وہ ان کی مدد نہ کر سکیں گے اور وہ (مجرم) لشکر کی شکل میں حاضر کئے جائیں گے۔

(اے نبی ﷺ!) آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ نہ کر دیں۔ بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اس کو ایک نطفہ (ایک بوند) سے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ کھلم کھلا جھگڑالو بن گیا۔ اور اس نے ہم پر ایک مثال چسپاں کر دی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہتا ہے کہ جب ہڈیاں بوسیدہ (ریزہ ریزہ) ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟

آپ ان سے کہئے کہ وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور وہ ہر طرح پیدا کرنا جانتا ہے۔ وہی تو ہے جس نے ہرے بھرے درخت سے آگ کو پیدا کیا۔ جس سے تم آگ جلاتے ہو۔ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ ان جیسا پھر پیدا کر دے۔ ہاں کیوں نہیں (وہی قدرت و طاقت والا ہے) وہی پیدا کرنے والا اور (ہر بات کو) جاننے والا ہے۔ اور اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے "ہو جا" پھر وہ ہو جاتی ہے۔ وہ پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۶۹ تا ۸۳

| | |
|---|---|
| مَا يَنْۢبَغِيْ | شان نہیں۔ لائق نہیں |
| يَحِقُّ | ثابت ہو جاتا ہے |
| ذَلَّلْنَا | ہم نے ذلیل کر دیا۔ تابع کر دیا |
| رَكُوْبٌ | سواری |
| مَشَارِبُ | پینے کی جگہ |
| جُنْدٌ | لشکر |
| خَصِيْمٌ | جھگڑنے والا |
| نَسِيَ | بھول گیا |
| اَلْعِظَامُ (عَظْمٌ) | ہڈیاں |
| رَمِيْمٌ | گلی سڑی |
| اَلْاَخْضَرُ | ہرا بھرا |
| تُوْقِدُوْنَ | تم سلگاتے ہو |
| مَلَكُوْتٌ | بادشاہت |

## تشریح: آیت نمبر ۶۹ تا ۸۳

قرآن کریم کے اعلیٰ اور بلند ترین مضامین جو دنیا اور آخرت میں انسانوں کی بھلائی، نصیحت اور خیر خواہی کا ذریعہ ہیں جب ان کی تلاوت کی جاتی تو سننے والے کے دل پر ایک گہرا نقش چھوڑ جاتی تھی۔ قرآنی آیات ہر ایک کو اپنی طرف اس طرح کھینچتی ہیں جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ کی مقناطیسی شخصیت نے ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا۔

سرداران قریش اور کفار و مشرکین اس صورت حال سے سخت پریشان تھے کیونکہ ہر ایک قبیلے اور خاندان کا کوئی نہ کوئی فرد دین اسلام کی سچائیوں کو قبول کر کے ہر طرح کی قربانیاں پیش کر رہا تھا۔ ابتدا میں انہوں نے آپ کا مذاق اڑایا جب اس سے کام نہ چلا تو نبی مکرم ﷺ کو شاعر، ساحر، کاہن اور دیوانہ و مجنوں مشہور کرنا شروع کیا اور قرآن کریم کے اثرات کو کم کرنے کے لئے اس کو شاعرانہ کلام کہا جانے لگا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ ایک شاعر ہیں انہوں نے اپنی طرف سے ایک کلام گھڑ کر اس کو اللہ کی طرف سے منسوب کر دیا ہے۔

عرب معاشرہ میں اگرچہ شعر و شاعری کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی لیکن قرآن کو شاعرانہ کلام کہنے سے ان کی مراد یہ تھی کہ جس طرح ایک شاعر من گھڑت خیالات اور باتوں کو شعر میں ڈھال کر اس سے لوگوں کو متاثر کرتا ہے یہ کلام بھی اسی طرح کے من گھڑت اور بے حقیقت باتوں کا مجموعہ ہے (نعوذ باللہ)۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بے تکی اور جاہلانہ باتوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مکہ والو! تم تو ان کی زندگی سے اچھی طرح واقف ہو کہ وہ نہ تو شاعر ہیں نہ شعر و شاعری سے ان کی کوئی دلچسپی ہے اور نہ قرآن کریم شاعری کی کتاب ہے۔

فرمایا کہ نہ ہم نے ان کو شعر و شاعری سکھائی اور نہ آپ کے اعلیٰ رتبے اور مقام کے یہ شایان شان ہے بلکہ آپ اللہ کی طرف سے حق و صداقت کے ترجمان ہیں۔ آپ کی بعثت کا مقصد ساری دنیا کے بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کی بے تکی باتوں اور غیر سنجیدہ حرکتوں سے رنجیدہ نہ ہوں بلکہ ڈٹ کے دیتے ہوئے پیغام حق و صداقت کو لوگوں تک پہنچاتے رہیے جو لوگ زندہ ہیں یعنی سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ اس باوقار اور سنجیدہ کلام کو سن کر اللہ کی طرف رجوع کریں گے اور جو زندہ ہوتے ہوئے بھی مردوں سے بدتر ہیں وہ اپنے برے انجام تک پہنچ کر رہیں گے۔

فرمایا کہ یہ قرآن کریم اور اس کی تعلیمات تو محض کھری حقیقت ہیں شعر و شاعری نہیں ہے البتہ کفار و مشرکین نے جن بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور ان سے یہ امید لگائے بیٹھے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ان کے کام نہ آئیں گے اور نہ آخرت میں ان کی مدد کریں گے۔ یہ ان کے من گھڑت اور بے بنیاد خیالات ہیں جو ان کی دنیا اور آخرت کو تباہ کر رہے ہیں۔

کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے اسی ایک اللہ کے دست قدرت کا کرشمہ ہے۔ اللہ نے مویشیوں کو بنا کر اس طرح لوگوں کو ان کا مالک بنا دیا ہے کہ وہ ان سے جس طرح چاہتے ہیں کام لیتے ہیں ایک جانور جو بہت بڑا اور انتہائی طاقت و قوت والا ہے جیسے ہاتھی، اونٹ، گھوڑا، گائے بیل وغیرہ ان کو انسان کے بس میں دے کر کیسا تابع کر دیا ہے کہ وہ اس پر سواری بھی کرتا ہے بعض حلال جانوروں کو وہ ذبح کر کے کھاتا ہے اور ان سے طرح طرح کے کام لیتا ہے اور بہت سا نفع حاصل کرتا ہے۔

یہ تو وہ نعمتیں ہیں جن پر انسان کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن انسان کی یہ کتنی بڑی بھول ہے کہ وہ اپنے اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو اس امید پر معبود بنائے بیٹھا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد کریں گے حالانکہ وہ دنیا اور آخرت میں اس کے کسی کام نہ آئیں گے۔ وہ جھوٹے معبود تو اپنے ماننے اور عبادت کرنے والوں کے ہاتھوں اس طرح مجبور ہیں کہ اگر ان کو کوئی بنانے والا نہ ہو تو خود بن نہیں سکتے اور کوئی ان کو توڑ پھوڑ دے تو وہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے۔ یہ گروہ جب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو اس وقت ان پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے اے نبی ﷺ! یہ لوگ تو اتنے ناشکرے ہیں کہ اللہ کی ہزاروں نعمتیں ملنے کے باوجود اس کا شکر ادا نہیں کرتے وہ آپ کی قدر کیا کریں گے۔ اگر یہ آپ کی بات نہیں سنتے اور آپ پر طرح طرح کے بے تکے الزامات لگاتے ہیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ یہ تو اس بات کو بھی بھول چکے ہیں کہ ہم نے ان کو ایک حقیر بوند (نطفہ) سے پیدا کر کے زندگی کی قوت و طاقت عطا کی اب وہ لوگ اللہ پر ہٹ دھرمی کر کے اللہ کے مقابلہ پر آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا کی ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گی تو کس طرح ان بے جان ہڈیوں میں جان ڈال کر انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ اتنی بات پر غور نہیں کرتے کہ جس اللہ نے آدمی کو اور اس کی ہڈیوں اور جسم کو پہلی مرتبہ بنایا تھا کیا وہ دوبارہ ان ہڈیوں کو جمع کر کے انسانی ڈھانچہ بنا کر اس میں روح نہیں ڈال سکتا۔ کسی چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن دوسری مرتبہ ایسا ہی بنا دینا کیا مشکل ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ہزاروں نظارے روزانہ ان کی نظروں میں آتے ہیں مگر وہ ان پر غور و فکر نہیں کرتے۔ اللہ نے فرمایا کہ دیکھو ہرے اور سرسبز درختوں سے اللہ آگ کو پیدا کرتا ہے حالانکہ آگ اور پانی ایک دوسرے کے مخالف ہیں لیکن اللہ ان ہی ہرے بھرے اور پانی سے بھرپور درختوں سے آگ پیدا کرتا ہے جس سے وہ اپنے کھانے پینے کی چیز بھی بنایا کرتے ہیں وہی ان تمام چیزوں کا خالق و مالک اور ہر بات کا پوری طرح علم رکھنے والا ہے۔

فرمایا کہ اللہ نے اس دنیا میں یہ قانون بنا رکھا ہے کہ ہر کام وجہ بہ وجہ اور مناسب آہستگی کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اس کو کسی کام کے کرنے میں دنیاوی اسباب اور ذرائع کی ضرورت اور محتاجی نہیں ہے وہ تو جس کام کو کرنا چاہتا ہے صرف "کن" (ہو جا) کہتا ہے اور وہ چیز وجود اختیار کر لیتی ہے۔ ایسی عظمت اور صاحب اختیار ہستی صرف اللہ کی ہے اور وہ ہر چیز کا مالک حقیقی ہے اور ساری مخلوق کو ایک دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے جہاں ہر ایک کو جزا یا سزا دی جائے گی۔

مذکورہ آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں

☆ اللہ نے ہر چیز کو اپنے دست قدرت سے بنایا ہے۔ یہاں یہ کرنا ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے کی تخلیق اس کے دست قدرت کا شاہکار ہے جس کو اس نے انسانی ضرورت کے لئے بنایا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اللہ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے ہاتھ سے مراد اس کی طاقت و قوت ہے۔

☆ فرمایا کہ یہ جھوٹے اور من گھڑت مٹی، پتھر اور لکڑی کے بت جن سے لوگوں نے امیدیں باندھ رکھی ہیں وہ اپنے وجود میں اپنے ماننے والوں کے محتاج ہیں۔ اگر یہ خوش عقیدہ لوگ ان بتوں کو اپنے ہاتھ سے نہ بنائیں تو دنیا میں ان کا وجود ہی نہ ہوتا۔ ایسے معبودوں سے امیدیں باندھنا اور ان کو اپنا مالک و رازق سمجھنا انسان اور انسانیت کی سب سے بڑی ذلت و رسوائی ہے۔

☆ اللہ کی قدرت سے کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے کیونکہ اس نے کائنات میں دو متضاد چیزوں کو پیدا کر کے ان سے وہ کام لیا ہے جس کو انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ مثلاً ہرے اور سبز درختوں سے آگ کا پیدا ہونا۔ عرب میں دو درخت بہت مشہور تھے مرخ اور عفار۔

عرب کے لوگ ان دونوں درختوں کی شاخوں کو کاٹ لیتے تھے جو تر و تازہ پانی سے بھری ہوئی ہوتی تھیں لیکن جب وہ ایک دوسرے پر رگڑتے تو ان سے آگ جھڑنا شروع ہو جاتی تھی۔ جس کو سوکھی لکڑیوں میں لگا کر آگ پیدا کرتے اور اس پر اپنے کھانے پکایا کرتے تھے۔ اسی طرح برصغیر میں بانس کے ہرے درختوں سے بھی آگ پیدا ہوتی تھی۔

یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ وہ ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے اگر وہ ہرے درختوں سے آگ پیدا کر سکتا ہے تو وہ مردہ ہڈیوں میں جان کیوں نہیں ڈال سکتا۔

☆ فرمایا کہ اگرچہ اللہ کا نظام ہے ہر چیز ایک قانون کے تحت چلتی اور بنتی ہے اور اللہ نے انسان کو بھی بہت سی چیزیں بنانے کی صلاحیت عطا کی ہے وہ اسباب اور ذرائع سے اپنی من پسند چیزیں بناتا ہے لیکن اللہ کی قدرت یہ ہے کہ وہ جب بھی کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو وہ انسانوں کی طرح اسباب کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ "کن" کہتا ہے اور وہ چیز وجود اختیار کر لیتی ہے۔ اس پوری کائنات میں سارا اختیار و اقتدار اللہ ہی کے لئے ہے۔

الحمد اللہ ان آیات کے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ ہی سورۂ یٰسین کا ترجمہ و تشریح تکمیل تک پہنچا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## پارہ نمبر ۲۳

# ومالی

## سورۃ نمبر ۳۷

# الصّٰفّٰت

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورة الصّٰٓفّٰت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

| سورة نمبر | 37 |
| --- | --- |
| کل رکوع | 5 |
| آیات | 182 |
| الفاظ و کلمات | 873 |
| حروف | 3951 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

☆ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اور یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا بنا رکھا تھا اسی طرح کفار عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ نعوذ باللہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کے عقیدے کی تردید کرتے ہوئے فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے عبادت گزار اور نور سے بنائے گئے بندے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ وہ ہر وقت صفیں باندھے ہوئے اس کے ہر حکم کی تکمیل کے لیے کھڑے رہتے ہیں۔ وہ وہ اسی کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں۔

اس سورۃ میں حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت یونسؑ، جیسے انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے بھی اپنی قوم کو بت پرستی اور جاہلانہ رسموں سے روکنے کی کوشش کی مگر قوم نے نافرمانی اختیار کی جس کی وجہ سے ان کی قوموں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس پوری کائنات کو بنا کر اور انسانی ضروریات کی تمام چیزوں کو پیدا کر کے ایک خاص نظم و ضبط کی لڑی میں پرو رکھا ہے اور اللہ نے کائنات کی تمام چیزوں کو انسانوں کے کام میں لگا رکھا ہے۔ کسی چیز کو ختم کرنا یا باقی رکھنا، زندگی اور موت سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اسی نے زندگی دی ہے وہی موت دے گا اور وہی دوبارہ پیدا کر کے ہر شخص سے اس کی زندگی کے ہر لمحے کا حساب لے گا۔ فرمایا کہ کفار عرب کا یہ کہنا کہ مرنے کے بعد جب ہماری ہڈیاں چورہ چورہ ہو جائیں گی اور ہمارے وجود کے ذرات بکھر جائیں گے تو ہم اور ہمارے باپ دادا جن کے وجود کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہا کیا وہ دوبارہ پیدا کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ چاند، سورج، ستارے اور آسمان و زمین کو پیدا کر سکتا ہے تو اس کے لیے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ یقیناً ان چیزوں کے مقابلے میں انسانوں کا دوبارہ پیدا کرنا تو بہت ہی آسان ہے اور وہ پیدا کرے گا۔ کفار مذاق اڑانے کے لیے کہتے تھے کہ انسانوں کا دوبارہ پیدا ہونا ایک شاعرانہ خیال ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا تو تم اور تمہارے باپ دادا سب اٹھ کر میدان حشر کی طرف دوڑتے آئیں گے اور پھر یہ لوگ اپنے کیے ہوئے اعمال اور غلط خیال و عقیدہ کی وجہ سے پچھتائیں گے۔ فرمایا کہ جب ان کفار اور ان کے سرداروں کو قیامت میں جمع کرنے کا حکم دیا جائے گا تو وہ اسی طرح شرمندگی کے ساتھ حاضر ہوں گے کہ شرم و ندامت سے ان کی گردنیں جھکی ہوئی ہوں گی اور وہ آنکھ اٹھا کر دیکھنے کے قابل بھی نہ ہوں گے۔ اس

> حضرت یونسؑ کی قوم نے جب عذاب کے آثار دیکھے تو ساری قوم نے اللہ کی معافی مانگی اور عذاب کا فیصلہ ہونے کے باوجود ان سے عذاب اس لیے ہٹا لیا تھا کہ پوری قوم نے اللہ کے سامنے گڑگڑا کر معافی مانگی تھی اور پھر حضرت یونسؑ بھی واپس آ گئے اور قوم کی اصلاح میں مشغول ہو گئے۔

> قیامت میں مشرکین ایک دوسرے پر لعنت بھیج کر اپنی گمراہی کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہرائیں گے گمراہ ہونے والے اور گمراہ کرنے والے دونوں کو سخت عذاب دیا جائے گا۔

وقت عام لوگ اپنے سرداروں کو اور سردار اپنے ماننے والوں کو اس عذاب کا سبب بتا کر ایک دوسرے پر لعنتیں بھیجیں گے اور وہ سب کے سب جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔

٭ اس کے برخلاف جنت والوں کا اعزاز و اکرام یہ ہوگا کہ ان کے لیے بہترین جنتیں ہوں گی، جن میں بہترین غذائیں، رہنے کے لیے عیش و آرام کے گھر، باغات، ہر چیز کی فراوانی۔ پینے کے لیے شراب طہور جو سفید رنگ کی مزیدار شراب ہوگی۔ نہ اس شراب سے چکر آئیں گے نہ وہ بہکیں گے نہ مستی اور خرافات میں مبتلا ہوں گے۔

اسی دوران ایک شخص کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو ہمیشہ اللہ و رسول کے خلاف باتیں کرتا تھا اور آخرت کا انکار کرتا تھا نہ جانے وہ کس حال میں ہوگا؟ کہا جائے گا کہ کیا تم اس کو دیکھنا چاہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی کیفیت کو سامنے کر دیں گے کہ وہ جہنم کے بالکل بیچ میں آگ میں جل رہا ہوگا۔ اس وقت یہ شخص اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہے گا کہ اللہ کا کرم ہو گیا ورنہ میں بھی تیری طرح آگ میں جل رہا ہوتا۔

٭ اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کی بت پرستی کو قابل ملامت ٹھہراتے ہوئے حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحقؑ، حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت یونسؑ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے پوری زندگی اپنی قوم کو بت پرستی کی لعنت سے چھڑا کر ایک اللہ کا بندہ بننے کی دعوت دی۔ جب انہوں نے انکار کیا تو ان پر اللہ کا قہر ٹوٹ پڑا اور یہ قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں۔ حضرت یونسؑ کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھ کر اور حضرت یونسؑ کے چلے جانے کے بعد اجتماعی توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کا فیصلہ واپس لے لیا اور حضرت یونسؑ بھی واپس آ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ اپنا مقصد اور مشن جاری رکھیے۔ لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتے رہیے۔ کچھ تھوڑا سا انتظار کر لیجیے۔ اللہ بہت جلد اہل ایمان کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ قرآن کریم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور مکہ فتح ہو گیا اور اللہ نے سارے جزیرۃ العرب پر اہل ایمان کو غلبہ عطا فرما دیا۔ کفار مکہ سے کہا گیا کہ دوسری قوموں کا انجام تمہارے سامنے ہے۔ اگر تم نے توبہ کر لی اور اپنے عقیدوں کی اصلاح کر لی تو سب کچھ درست ہو جائے گا ورنہ تم بھی دوسری قوموں کی طرح اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔

## سُورَةُ الصّٰفّٰت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

### ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

اور قسم ہے صفیں باندھنے والے (فرشتوں کی) پھر بندش ڈالنے والوں کی پھر اس کی تسبیح؛ تلاوت کرنے والے (فرشتوں کی) کہ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے دونوں کا اور مشرقوں کا پروردگار ہے۔ بے شک ہم نے ہی آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی ہے اور سرکش شیطانوں سے اس کو محفوظ بنایا ہے۔ ملائے اعلیٰ کی طرف وہ کان بھی نہیں لگا سکتے اور (اگر وہ کوشش کریں تو) ہر طرف سے دھکے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ سوائے اس کے جو اچک کر لے بھاگا تو اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۰

| | |
|---|---|
| اَلزّٰجِرٰتِ | ڈانٹنے والے۔ جھڑکی ڈالنے والے |
| تٰلِیٰتِ | پڑھنے والے |
| اَلْکَوَاکِبُ | ستارے |
| مَارِدٌ | سرکش۔ ضدی |
| لَا یَسَّمَّعُوْنَ | کان نہیں لگا سکتے |
| اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی | سب سے اونچی مجلس |
| یُقْذَفُوْنَ | مارے جاتے ہیں |
| دُحُوْرٌ | بھگانا |
| وَاصِبٌ | ہمیشہ۔ دائمی |
| خَطِفَ | جھپٹ کر لے بھاگا |
| اَتْبَعَ | اس کے پیچھے لگ گیا |
| ثَاقِبٌ | دہکنے والا |

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

سورۃ الصّٰفّٰت کی ابتدا دو باتوں کی تردید سے کی گئی ہے پہلی تردید تو یہ ہے کہ کفار و مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں دوسرے یہ کہ جب نبی کریم ﷺ نے اعلانِ نبوت فرما کر گذشتہ قوموں کے واقعات بیان کرنا شروع کیے تو عام رواج کے مطابق آپ کو کاہن کہا جانے لگا یعنی ان لوگوں کا گمان یہ تھا کہ کچھ جنات و شیاطین آسمانوں سے کچھ خبریں لے کر آتے ہیں اور آپ ان کو بیان کر دیتے ہیں۔

پہلی بات کی تردید کرتے ہوئے فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ فرشتے اللہ کی فرماں بردار اور اطاعت گذار مخلوق ہیں جن کا کام یہ ہے کہ وہ صفیں باندھے ہر وقت اللہ کے حکم کے منتظر رہتے ہیں تاکہ جیسے ہی کوئی حکم دیا جائے تو اس کی پوری طرح تعمیل کی جائے کچھ فرشتوں کا کام یہ ہے کہ وہ شیاطین کو عالم بالا تک پہنچنے سے روکتے اور بندش ڈالتے ہیں تاکہ وہ فرشتوں کی آپس کی بات چیت اور اللہ کے احکامات جن کا وہ تذکرہ کرتے ہیں ان کو شیاطین اچک کر نہ لے جائیں کیونکہ شیطانوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اگر غیب کی خبروں سے کچھ سن گن مل جائے تو وہ جا کر کاہنوں کو بتا دیں۔ فرمایا کہ اگرچہ یہ ناممکن ہے کہ وہ غیب کی خبروں کو اچک کر لے جائیں کیونکہ جب بھی وہ اس کی کوشش کرتے ہیں تو فرشتے ان پر شہاب اور شعلوں کی بارش کر دیتے ہیں جو اللہ کی حمد وثنا اور تقدیس و تسبیح میں لگے رہتے ہیں اور اسی طرح سارے فرشتے اللہ کے احکامات کے مکمل طور پر تابع فرمان ہوتے ہیں۔ اور وہ کسی نافرمانی کا تصور تک نہیں کر سکتے۔

دوسری بات جس کی تردید کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ جو غیب کی خبریں بتاتے ہیں ان کا علم آپ جنات و شیاطین سے حاصل کر کے بیان کرتے ہیں تو فرمایا کہ ان جنات کی رسائی تو عالم بالا تک ممکن ہی نہیں ہے اور وہ جنات اس بات کی قدرت نہیں رکھتے کہ آسمانوں پر جا کر فرشتوں کی باتیں بھی سن سکیں۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو کاہن کہنا یا سمجھنا اللہ کی قدرت و طاقت کی توہین ہے جو لوگ ایسا کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں ان کو اپنی عاقبت کی فکر ہونا چاہیے کیونکہ ایسے منکرین کے لئے اللہ نے دائمی عذاب تیار کر رکھا ہے جو کسی طرح سے ٹالا نہ جا سکے گا۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِينٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴿١٢﴾ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوا إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿١٦﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ﴿١٨﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا

۱۰

يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢١﴾ اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿٢٦﴾

**ترجمہ آیت نمبر ۱۱ تا ۲۶**

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کیا ان کو پیدا کرنا مشکل ہے یا وہ تمام چیزیں جو ہم نے پیدا کی ہیں۔ بے شک ہم نے انہیں (لوگوں کو) چپکتی ہوئی مٹی (گارے) سے پیدا کیا ہے۔ بلکہ آپ تو ان (کے آخرت کے انکار پر) تعجب کرتے ہیں اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت کو قبول نہیں کرتے۔ اور جب وہ کوئی نشانی (معجزہ) دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہی رہ جائیں گے کیا ہم پھر سے اٹھائے (پیدا کئے) جائیں گے؟ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی؟۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ ہاں (تم دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے) اور تم ذلیل و خوار کئے جاؤ گے۔ وہ ایک (تیز آواز) جھڑکی ہوگی۔ اور پھر وہ اچانک دیکھتے رہیں گے۔ اور کہیں گے کہ ہائے ہماری بدنصیبی کہ یہ تو بدلہ کا دن ہے۔ (اللہ فرمائیں گے کہ ہاں) یہ وہی فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

ان ظالموں کو، ان کے ساتھیوں کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے ان سے کہا جائے گا کہ فیصلے والے دن جمع کر کے ان کو جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ ابھی انہیں روکے رکھو ان سے کچھ پوچھا جائے گا۔ پوچھا جائے گا کہ تمہیں کیا ہوا کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ وہ آج تو اپنے آپ کو (سر جھکا کر) سپرد کر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۲۶

| | |
|---|---|
| اِسْتَفْتِ | تو پوچھ |
| لَازِبٌ | چپکنے والا |
| یَسْتَسْخِرُوْنَ | وہ ہنسی میں اڑا دیتے ہیں |
| تُرَابٌ | مٹی |
| عِظَامٌ (عَظْمٌ) | ہڈیاں |
| دَاخِرُوْنَ | ذلیل و خوار ہونے والے |
| زَجْرَۃٌ | للکار۔ زبردست آواز |
| یٰوَیْلَنَا | اے ہماری بدنصیبی |
| اُحْشُرُوْا | تم جمع کرو |
| اَزْوَاجٌ (زَوْجٌ) | جوڑے۔ ساتھی |
| وَقِفُوْا | انہیں ٹھہراؤ۔ روکو |
| مَسْئُوْلُوْنَ | پوچھے گئے |
| لَا تَنَاصَرُوْنَ | تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے |
| مُسْتَسْلِمُوْنَ | سر جھکانے والے۔ سپرد کر دینے والے |

## تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۶

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسمیں کھا کر فرمایا ہے کہ لوگو! تم سب کا معبود صرف ایک اللہ ہی ہے جو آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے ان سب کا مالک ہے۔ اس نے اتنے زبردست نظام کو اپنے دست قدرت سے بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔ جب وہ چاہے گا اس نظام کائنات کو ختم کر کے ایک اور جہان تعمیر فرمادے گا جس میں ابتدائے کائنات سے لے کر قیامت تک پیدا

ہونے والے تمام لوگوں کو ان کے مرجانے کے بعد دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور میدان حشر میں ہر ایک سے اس کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب کتاب کیا جائے گا۔ جب نبی کریم ﷺ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کئے جانے کا ذکر کرتے تو منکرین نہ صرف اس کا انکار کرتے بلکہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہمارے جسم کے تمام اجزا مٹی میں مل جائیں گے اور ہمارے اور ہمارے باپ دادا کے جسم کے ذرات کائنات میں بکھر جائیں گے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ان تمام انسانی اجزا کو جمع کر کے پھر سے ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ذرا ان سے یہ پوچھئے کہ جس ذات نے آسمان، زمین، چاند، سورج، ستاروں اور خود تمہیں وجود بخشا ہے کیا اس کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ تم جیسی کمزور اور بہت چھوٹی سی مخلوق کو دوبارہ نہ پیدا کر سکے؟ فرمایا کہ ہم نے انسان کو پہلی مرتبہ ایک چپکتی مٹی (گارے) سے پیدا کیا ہے جس میں زمین کے تمام اجزا شامل ہیں وہ اگر انسان کے مرنے کے بعد بکھر جائیں گے تو ان اجزا کو جمع کر کے اور ترتیب دے کر دوبارہ انسان کو پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ تو دین اسلام کی سچائیوں کو نہایت خلوص، محنت، لگن اور سادگی سے بیان کر کے اس تعجب میں ہیں کہ لوگ اتنی صاف اور آسان باتوں کو کیوں نہیں سمجھتے اور جب ان منکرین کو سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ سمجھنے کے بجائے اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جب آپ سے کوئی معجزہ ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب تم سب پر موت کو طاری کر کے دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور بد عملوں کو میدان حشر میں ہر طرح کی ذلت و رسوائی سے واسطہ پڑے گا جس سے وہ بچ نہیں سکتے۔ فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا تو وہ ایک ہیبت ناک آواز ہوگی جس کی وجہ سے وہ گرتے پڑتے بھاگتے نظر آئیں گے اور وہ کہہ اٹھیں گے کہ ہائے ہماری بدنصیبی یہ تو فیصلے کا دن آ گیا ہے فرمایا جائے گا کہ ہاں یہ وہی فیصلے اور انصاف کا دن ہے جس سے ہم نے اپنے رسولوں کے ذریعہ تمہیں آگاہ اور خبردار کیا تھا۔ مگر تم اس کا زندگی بھر انکار کرتے رہے اور جھٹلاتے رہے۔

فرمایا جائے گا کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی بندگی میں لگے ہوئے تھے ان کو اور ان کے جھوٹے معبودوں کو آج جمع کر کے جہنم کی طرف دھکیل دو۔ راستہ دکھا دو لیکن ذرا ٹھیرو پہلے ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ آج تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کر رہے ہو۔ تم تو دنیا میں ہر وقت ایک دوسرے کا ساتھ دیا کرتے تھے آج کیا ہو گیا ہے کہ ایک دوسرے پر الزام رکھ رہے ہو۔ فرمایا کہ وہ اس کا جواب تو کیا دیں گے شرمندگی کے مارے اپنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔

آیات کے سلسلے میں چند وضاحتیں

☆ انسان کو ایک چپکتی مٹی یعنی گارے سے پیدا کیا گیا ہے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ انسانی وجود میں تمام وہ ذرات

موجود ہیں جو زمین پر پائے جاتے ہیں۔ ان ہی اجزا سے انسان کا وجود قائم کیا گیا ہے اللہ کی یہ قدرت ہے کہ وہ ان کے بکھرے ہوئے اجزا کو جمع کر کے پھر سے انسان کو وہی شکل و صورت دے گا جو اس کی شکل و صورت دنیا میں تھی۔

☆ پہلے صور پھونکا جائے گا تو ساری دنیا اس میں بسنے والی مخلوق اور چیزیں سب کی سب ختم ہو جائیں گی لیکن جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو جو جہاں پر دب کر ختم ہو چکا ہو گا اور ان کی قبریں بن چکی ہوں گی وہ ان سے اٹھ کر پروردگار کی طرف دوڑتا چلا جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب آپ کے ذریعہ کوئی معجزہ ظاہر ہوتا ہے تو وہ کفار اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ لوگو! یہ معجزہ نہیں ہے بلکہ کھلا ہوا جادو ہے۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معجزات عطا کئے گئے تھے جس کی تفصیلات سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن دوسری طرف قرآن کریم میں آتا ہے کہ جب بھی کفار نے کسی معجزے کا مطالبہ کیا ہے تو فرما دیا گیا کہ اگر معجزہ دکھا بھی دیا جائے تو کیا معجزہ کا مطالبہ کرنے والے ایمان لے آئیں گے؟ ان آیات کو سامنے رکھ کر کچھ نادانوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سرے سے کوئی معجزہ دیا ہی نہیں گیا بلکہ قرآن کریم کو ایک معجزہ بنا کر عطا کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سینکڑوں معجزات عطا کئے گئے ہیں جن کو دیکھنے والے ایک دو نہیں ہزاروں صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نقل کیا ہے بلاشبہ قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے جس کے سامنے ساری دنیا کو مجرم یعنی گونگا کہنے والے خود ہی گونگے ہو کر رہ گئے تھے۔ فرق یہ ہے کہ اللہ کا ایک قانون ہے کہ اگر کوئی قوم کسی معجزہ کا مطالبہ کرتی ہے اور پھر اس معجزہ کو دیکھ کر اس پر ایمان نہ لائے تو اس قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسی نافرمان قوموں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ اللہ کو معلوم تھا کہ جس کو ایمان لانا ہے اس کو کسی معجزہ کی ضرورت نہیں اور جو معجزے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں چونکہ آپ کی امت آخری امت ہے اس لئے اللہ نے کفار کے مطالبہ پر کوئی معجزہ نہیں دکھایا کیونکہ اگر وہ اس معجزے کو دیکھتے اور اس پر ایمان نہ لاتے تو ان کو تباہ کر دیا جاتا اور یہ اللہ کی مصلحت کے خلاف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سینکڑوں معجزات ظاہر ہوئے ہیں مگر کفار کے مطالبے پر کوئی معجزہ نہیں دکھایا گیا تاکہ یہ آخری امت محفوظ رہے۔

☆ انسان جن چیزوں کو اپنا معبود بنا لیتا ہے دنیا کی حد تک تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ اس کے سارے کام ان بے جان اور جھوٹے معبودوں کی وجہ سے ہو رہے ہیں اور ایسے ہم مزاج لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھی اور مددگار بھی بن جاتے ہیں لیکن جب یہ قیامت کے دن میدان حشر میں پہنچیں گے تب ساری حقیقت کھل جائے گی کہ وہ زندگی بھر جن سہاروں پر بھروسہ کرتے رہے ہیں وہ غلط تھے اور اس طرح اپنے کئے پر وہ میدان حشر میں ذلت و رسوائی سے دوچار ہوں گے۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾
وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا
قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ
يَوْمَىِٕذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾
اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ
اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ
مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ
مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ
لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ
قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾

**ترجمہ آیت نمبر ۲۷ تا ۴۹**

ان سب نے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے اور کہیں گے کہ بے شک تم
ہمارے دائیں طرف سے (قوت و طاقت کے ساتھ) آیا کرتے تھے۔ (کفار کے سردار)

کہیں گے کہ نہیں۔ تم ہی ایمان لانے والے نہ تھے ہمارا تمہارے اوپر کوئی زور زبردستی نہ تھا بلکہ تم ہی نافرمان (سرکش) قوم تھے۔ ہم سب پر ہمارے رب کی یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ ہم سب کو عذاب کا مزہ چکھنا ہے۔ بے شک ہم نے تمہیں گمراہ کیا اور ہم خود بھی گمراہ تھے۔ بے شک وہ سب اس دن عذاب میں مشترک ہوں گے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) بے شک ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا کرتے ہیں (ان کا یہ حال تھا کہ) جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کیا ہم ایک شاعر اور دیوانے کے پیچھے لگ کر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں حالانکہ یہ ایک سچائی تھی (جس کو یہ جھٹلا رہے ہیں) اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتی ہے۔ بے شک تم سب دردناک عذاب کا مزہ چکھو گے مگر تمہیں اس کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے مگر اللہ کے مخلص بندے (اس عذاب سے) بچ جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جن کا رزق متعین (مقرر) ہے۔ (ان جنتوں میں) میوے اور ہر طرح کا اعزاز واکرام ہوگا۔ جنت نعمتوں سے بھرپور ہوں گی ایک دوسرے کے سامنے تخت (مسہریوں) پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ ان کے آگے بہتے ہوئے مشروب ہوں گے جن کی رنگت صاف وشفاف اور پینے والوں کو لذت دیں گے۔ نہ اس میں دردِ سر ہوگا اور نہ وہ بہکیں گے۔ اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی اور بڑی بڑی آنکھوں والی (عورتیں۔ حوریں) ہوں گی وہ حوریں خوبصورتی میں انڈے کے چھلکے کے نیچے چھپی ہوئی جھلی جیسی ہوں گی (یعنی صاف وشفاف نرم ونازک)۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۴۹

| | |
|---|---|
| اَقْبَلَ | ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوا |
| اَلْیَمِیْنُ | داہنی جانب (طاقت وقوت اور زور) |
| طٰغِیْنَ | سرکشی کرنے والے |
| غٰوِیْنَ | بہکنے والے |
| صَدَّقَ | سچ کہا |
| مُکْرَمُوْنَ | عزت دیئے گئے۔ معزز ومحترم |

| | |
|---|---|
| يُطَافُ | گھومتا ہے |
| كَأْسٍ | پیالہ۔ جام |
| مَعِيْنٍ | چشمے |
| بَيْضَاءَ | صاف شفاف |
| غَوْلٌ | درد سر |
| قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ | نیچی نظریں رکھنے والیاں |
| مَكْنُوْنٌ | چھپا ہوا |

## تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۹

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ اپنی کمزوریوں کو دوسروں پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر خوشحالی اور راحت و لذت کا وقت ہوتا ہے تو سب شریک رہتے ہیں لیکن اگر کوئی برا وقت پڑ جائے تو ایک دوسرے پر الزام لگا کر اپنا دامن چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میدان حشر میں ٹھیک یہ صورت حال کفار و مشرکین اور ان کے بہکانے میں آ کر غلط راستے اختیار کرنے والوں کے ساتھ پیش آئے گی۔ کفار و مشرکین جب میدان حشر میں پہنچ کر اس بات کو اچھی طرح سمجھ جائیں گے کہ ان کے کفر و شرک کی وجہ سے اب عذاب الہٰی سے بچنا ممکن ہی نہ ہوگا تو وہ ایک دوسرے کو لعنت ملامت شروع کر دیں گے۔ اپنے بڑوں کے کہنے میں آ کر جن لوگوں نے گمراہی اختیار کر لی تھی وہ اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہمیں یہ دن دیکھنا پڑا تم دنیا میں بڑی قوت و طاقت سے گلے پھاڑ کر قسمیں کھا کر ہمیں یقین دلاتے تھے کہ ہم جس راستے پر چل رہے ہیں وہی صحیح ہے اس کیلئے دھمکیوں اور لالچ کے تمام طریقے اپنا کر ہمیں ہر نیک اور بہتر راستے سے روکتے اور برے کاموں کی طرف رغبت دلایا کرتے تھے۔ ان تمام آفتوں کے تم ہی ذمہ دار ہو کفار و مشرکین کے سردار اپنا دامن چھڑاتے ہوئے کہیں گے کہ ہمیں الزام نہ دو۔ ایمان لانا یا نہ لانا یہ تمہارا کام تھا۔ ہم نے تم پر کوئی زور زبردستی تو نہیں کی تھی بلکہ تم نے اپنی خواہشات کے مطابق ہماری بات سن کر اس گمراہی کے

راستے کو اختیار کیا تھا۔ کیا تمہارے پاس عقل و سمجھ نہ تھی۔ دنیا میں اچھے لوگ بھی تھے تم نے ان کی بات کیوں نہ مانی تم خود ہی ان تمام گمراہیوں اور حالات کے ذمہ دار ہو۔ خواہ مخواہ ہم پر الزام نہ لگاؤ۔ ہم تو خود اس تصور سے پریشان اور شرمندہ ہیں کہ ہم خود ہی گمراہی کے راستے پر چلتے رہے تھے۔ میدان حشر میں جب کمزور اور طاقت ور آپس میں ایک دوسرے کو لعنت ملامت کر رہے ہوں گے تو اللہ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا کہ آج ایک دوسرے کو الزام دینا بیکار اور فضول ہے کیونکہ تم دونوں ہی مجرم ہو لہٰذا سزا بھگتنے اور جہنم کی آگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان کو یاد دلائیں گے کہ جب بھی ہمارے پیغمبروں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے وہی تمہارا "اللہ" ہے تو تم نے تکبر اور غرور کا پیکر بن کر اپنی گردنوں کو اکڑا لیا تھا اور ان سے منہ پھیر لیا تھا۔ تمہیں اس بات پر بڑا ناز تھا کہ تم معاشرہ کے بڑے باعزت اور محترم لوگ ہو۔ تم نے ہمیشہ انسانی شرافت اور اعلیٰ اخلاق کو مال و دولت کی ترازو سے تولنے کی کوشش کرتے ہوئے ان لوگوں کو بہت ہی حقیر سمجھا اور معمولی سمجھا تھا جنہوں نے نیکی اور پرہیز گاری کو اپنا سرمایہ حیات بنا رکھا تھا حالانکہ اللہ کے نزدیک وہی باعزت اور کامیاب و بامراد تھے مگر تم ان کو کسی طرح کی عزت کا مقام دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ فرمایا جائے گا کہ تمہارا ایک بہت بڑا جرم یہ بھی ہے کہ تم نے اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا اور تم نے ان کو ساحر، کاہن، شاعر اور مجنوں تک کہہ ڈالا حالانکہ ان پیغمبروں نے ہمیشہ سنجیدہ، باوقار اور سچی باتوں کے ذریعہ تمہیں راہ ہدایت پر لانے کی بھرپور کوششیں کیں۔ اور تم نے ہمیشہ یہی کہا کہ تم ایک شاعر، دیوانے اور مجنوں شخص کے کہنے سے اپنے باپ دادا کے طریقوں کو کیوں اور کیسے چھوڑ دیں۔ اللہ کے سارے پیغمبر ایک دوسرے کی تصدیق کرتے رہے اور ایک ہی بات کہتے رہے مگر تم کفر و شرک کے راستے ہی میں اپنی کامیابیوں کے طریقے تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب تم جہنم کا بدترین عذاب بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

ان کفار و مشرکین کے برخلاف اہل جنت پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہوگا۔ وہ اللہ کے مہمانوں کی طرح ہوں گے جن کی ہر طرح مہمان داری کی جا رہی ہوگی۔ ان کے لئے نفیس اور بہترین چیزیں مہیا کی جائیں گی۔ دل کے سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے سرسبز و شاداب باغات ہر طرف بہتی ہوئی نہریں اور شاندار بچھے ہوئے تخت ہوں گے جن پر آرام سے تکیہ لگائے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے باتیں کرتے ہوں گے پاکیزہ اور صاف ستھرے غلام بہتے چشموں کی سفید رنگ کی صاف شفاف شراب کے جام بھر بھر کر دے رہے ہوں گے۔ وہ ایسی لذیذ اور مزے دار شراب ہوگی کہ جس کے پینے سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور اس کو پینے کے بعد وہ بہکیں گے۔ ان کے پاس ایسی خوبصورت حسین و جمیل بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جن کی نرمی اور نزاکت کے لئے فرمایا گیا کہ جس طرح انڈے کے اندر نرم و نازک سفید جھلی ہوتی ہے جس کو ہاتھ لگائیں تو وہ میلی ہو جاتی ہے اسی طرح نرمی و نزاکت میں وہ بے مثال ہوں گی۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس آیت کا مفہوم پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان

حوروں کی نرمی اور نزاکت اس جھلی جیسی ہوگی جو انڈے کے چھلکے اور اس کے گودے کے درمیان ہوتی ہے (ابن جریر) غرضیکہ اہل جنت کے لئے ہر طرح کی نعمتیں موجود ہوں گی اور وہ ان سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں:

☆ رزق معلوم سے مراد وہ حقیقی رزق ہے جو اہل جنت کو ہمیشہ میسر رہے گا اور کبھی ختم نہ ہوگا۔

☆ جنت میں جتنی چیزیں کھانے کے لئے ملیں گی ان کی لذت بے مثال ہوگی کیونکہ وہاں دنیا کی طرح بھوک نہ لگے گی کہ اگر کھانے کو نہیں ملا تو کمزوری پیدا ہو جاتی ہے بلکہ ان کی ہر خواہش ان کے تصور سے وابستہ ہوگی کہ ادھر انہوں نے ایک چیز کا تصور کیا یا خواہش کی اور وہ اسی وقت فوراً پوری ہوگی۔

☆ جنت اتنی وسیع و عریض اور پھیلی ہوئی ہوگی کہ سب لوگ اپنے اپنے تخت پر بیٹھے ہوں گے تو ایک دوسرے کی طرف پیٹھ ہوگی اور بات چیت کرنے میں دشواری بلکہ اللہ تعالیٰ رابطے کے لیے ایسی چیزیں پیدا فرمادیں گے کہ ہر شخص جب دوسرے سے بات کرے گا تو بات کرنے اور دیکھنے میں دشواری نہ ہوگی۔

☆ جنت کی شراب میں لذت اور مزہ تو بہت زیادہ ہوگا مگر اس کو پینے کے بعد نہ تو شور شرابہ ہوگا نہ سر میں بھاری پن ہوگا نہ اس کو پی کر کوئی بہکے گا نہ پیٹ میں درد ہوگا نہ اس کے منہ سے بدبو کے بھبکارے آ رہے ہوں گے اور نہ وہ شخص بے عقلی کی بہکی بہکی باتیں کرے گا۔

☆ کفار و مشرکین کے وہ بچے جو بالغ ہونے سے پہلے پہلے مر جائیں گے اللہ ان کو جہنم میں نہیں بھیجے گا بلکہ ان کو جنت کے لوگوں کا خادم بنا دیا جائے گا ان ہی کو "غلمان" کہا جاتا ہے۔

☆ جنت کی حوریں اپنی نگاہیں نیچی کئے رکھیں گی اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نہایت شرمیلی ہوں گی دوسرے یہ کہ وہ حوریں جن شوہروں کے لئے بنائی گئی ہیں وہ ان کے علاوہ کسی کی طرف نگاہیں اٹھا کر نہ دیکھیں گی۔

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ﴿٥١﴾
يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ﴿٥٢﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا
أَإِنَّا لَمَدِينُونَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ أَنتُم مُّطَّلِعُونَ ﴿٥٤﴾ فَاطَّلَعَ

فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۵۰ تا ۷۴**

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے (اور گفتگو کریں گے) ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ساتھی تھا وہ کہتا تھا کیا تم (قیامت کے دن کو) سچ ماننے والوں میں سے ہو؟ کیا جب ہم مر کھپ جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں بدلہ اور جزا دی جائے گی (فرمایا جائے گا) کیا تم جھانک کر اس شخص کو دیکھنا چاہتے ہو؟ وہ جھانک کر دیکھے گا تو وہ جہنم کے بیچ میں (آگ سے جھلس رہا) ہوگا۔ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم تو نے مجھے برباد کر دیا

ہوتا۔ اگر میرے پروردگار کا مجھ پر فضل و کرم نہ ہوتا تو میں بھی ان ہی لوگوں میں سے ہوتا جو پکڑ کر لائے گئے ہیں۔ تو کیا ہم اب پہلی مرتبہ مرنے کے بعد دوبارہ نہیں مریں گے اور نہ عذاب دیئے جائیں گے۔ بے شک یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایسی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ (اللہ تعالیٰ نے پوچھا ہے کہ بتاؤ) یہ مہمان نوازی بہتر ہے یا "زقوم" کا درخت جسے ہم نے ظالموں کے لئے ایک آزمائش بنایا ہے۔ وہ (زقوم) ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ (تہہ) سے نکلتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے شیطان کے سر۔ پھر وہ اس کو کھائیں گے اور اسی سے اپنا پیٹ بھریں گے۔ پھر بے شک ان کو کھولتا ہوا گرم پانی ملے گا۔ پھر ان کی واپسی اسی جہنم کی طرف ہوگی۔ حالانکہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہی میں پایا تھا مگر پھر بھی وہ ان ہی کے نقش قدم پر دوڑتے چلے گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے بہت سے لوگ گمراہی میں مبتلا ہو چکے تھے اور ہم نے ان میں سے (برے عمل کے برے انجام سے ڈرانے والے) رسول بھیجے تھے تو پھر دیکھو جن کو ڈرایا گیا تھا اور وہ نہیں مانے تو ان کا انجام کیسا ہوا۔ سوائے اللہ کے ان خاص مخلص بندوں کے جنہیں چن لیا گیا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۷۴

| | |
|---|---|
| قَرِیْنٌ | دوست۔ ساتھی۔ ملاقاتی |
| مَدِیْنُوْنَ | جزا یا سزا دیئے جائیں گے |
| مُطَّلِعُوْنَ | جھانکنے والے |
| اِنْ کِدْتَّ | اگرچہ قریب تھا |
| لَتُرْدِیْنِ (تُرْدِیْ) | البتہ تو مجھے ہلاک کر دیتا |
| اَصْلٌ | جڑ۔ بنیاد |
| طَلْعٌ | پھل۔ گابھہ |

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۷۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور جہنمیوں پر گذرنے والے حالات اور کیفیات کو بیان کر کے ہر شخص کو غور و فکر

کی دعوت دی ہے کہ ان میں سے کون سی حالت بہتر ہے۔ جب اہل جنت اللہ کی بے شمار نعمتوں کا لطف اٹھا رہے ہوں گے تو اس وقت دنیا کے متعلق بھی کچھ باتیں شروع ہو جائیں گی۔ ان میں سے ایک شخص کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک دوست تھا جو میرے آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے بحث کیا کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ بھلا بتاؤ جب ہم مر کھپ جائیں گے، ہمارا بدن گل سڑ جائے گا، ہماری ہڈیوں کے ذرات بکھر کر اپنا وجود کھو دیں گے اور زمین میں رل مل جائیں گے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور ہمارے باپ دادا جن کی قبروں تک کا پتہ نہیں ہے وہ کیسے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ لیکن آج ساری سچائی ہمارے سامنے ہے۔ نجانے وہ آخرت کی زندگی اور دوبارہ پیدا کئے جانے کا منکر کس حال میں ہوگا؟ یقیناً وہ اپنے عقیدے کی وجہ سے جہنم میں پہنچ چکا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یا اس کے دل میں آئے گا کہ اس شخص کو جہنم میں جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ چنانچہ جب وہ اس شخص کو دیکھے گا کہ جہنم کے بیچ میں سخت عذاب میں گرفتار ہے تو وہ شخص اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہے گا الٰہی! آپ کا شکر ہے کہ میں اس کے فریب سے بچ گیا ورنہ آج میرا بھی یہی انجام ہوتا۔ یہ تو اللہ نے مجھ پر خاص رحم و کرم فرمایا کہ اس عذاب جہنم سے بچ گیا۔ میرا عقیدہ اور ذہن درست رہا ورنہ جس طرح آج مجرموں اور گناہ گاروں کو پکڑ کر جہنم میں جھونکا جا رہا ہے میں بھی ان ہی لوگوں میں سے ہوتا۔ پھر وہ جنتی شخص اپنی خوشی اور مسرت سے بے قرار ہو کر کہے گا کہ موت جو ہمیں آچکی ہے اب دوبارہ نہیں آئے گی اور ہم اس جنت میں عیش و آرام اور سکون سے ہمیشہ رہیں گے اور یہاں سے نکالے نہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جنت میں جو بھی نعمتیں، راحتیں اور امن و سکون ہے وہ اہل جنت کی زبردست اور بہت بڑی کامیابی ہے۔ درحقیقت دنیا کے کامیاب ترین لوگ وہی ہیں جنہوں نے اللہ و رسول پر ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کی۔ اسی جنت کے لئے ہر شخص کو کوشش اور جدوجہد کرنا چاہیے۔ ایک طرف تو یہ خوش نصیب جنت والے ہوں گے جو حقیقی کامیابیوں سے ہمکنار ہو چکے ہوں گے لیکن دوسری طرف اہل جہنم ہوں گے جن کو آگ میں جھونک دیا جائے گا اور جب وہ بھوک سے بے قرار ہو جائیں گے تو ان کو کھانے کے لئے "زقوم" کا درخت یا پودا دیا جائے گا جو نہایت کڑوا، کسیلا اور بد ذائقہ ہوگا جو جہنم کی آگ سے پیدا کیا گیا ہوگا۔ یہ اتنا سخت اور کڑوا ہوگا کہ اس کو حلق سے نیچے اتارنا اور نگلنا مشکل ہوگا۔ جب پیاس کی طلب ہوگی تو ان کو کھولتا ہوا گرم پانی دیا جائے گا۔ جب وہ اس کو پئیں گے تو ان کے چہروں کی کھالیں تک جھلس کر رہ جائیں گی۔ ان کی زندگی موت سے بدتر نظر آئے گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے گمراہ باپ دادا کے راستے کو اپنا کر ان کی طرح زندگی گذارنے کی کوشش کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے اپنے پیغمبر بھیجے تھے جو ان ہی اپنوں میں سے تھے لیکن انہوں نے کسی پیغمبر کی بات پر توجہ نہ کی تھی جس کے نتیجے میں وہ گمراہ ہو گئے تھے اور اسی راستے پر ان کی اولادیں بھی چلیں اور ان سب نے جہنم کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔ ہاں البتہ ان ہی گمراہیوں میں ایسے مخلص بندے بھی تھے جن کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی اور وہ جہنم کی آگ سے بچ گئے۔

ان ہی آیات سے متعلق چند باتیں۔

☆ گزشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اہل جنت کو "رزق معلوم" دیا جائے گا جو بہترین اور راحت و آرام کا ذریعہ ہوگا لیکن اس کے برخلاف اہل جہنم کو جہنم کی تہہ میں آگ سے پیدا ہونے والا درخت "زقوم" کھانے کے لئے دیا جائے گا جو اتنا کڑوا اور بدذائقہ ہوگا کہ اس کو حلق سے نیچے اتارنا مشکل ہوگا اور اس کو پینے کے لئے گرم کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کو جھلسا کر رکھ دے گا۔

جب قرآن کریم میں "زقوم" کا ذکر آیا اور نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ وہ کیسا زہریلا اور کڑوا ہوگا جو جہنم کی تہہ میں سے پیدا ہوگا تو کفار نے مذاق اڑانا شروع کیا۔ ابوجہل نے تو اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ آگ میں بھی درخت اگائے جائیں گے حالانکہ آگ تو درخت کو بھی کھا جاتی ہے یہ کیسی عقل سے بعید بات کہی گئی ہے۔ اس نے کہا کہ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ زقوم کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں۔ اس نے کھجوریں اور مکھن منگوا کر سب سے کہا کہ آؤ کھاؤ ہمارا زقوم تو یہی ہے۔

☆ اس درخت کے خوشے شیطانوں کے سر جیسے ہوں گے۔ انسان نے تو شیطان کو نہیں دیکھا اس لئے یہ پتہ چلے گا کہ یہ ایک تشبیہ ہے کہ اس کے پتے اور خوشے بھی بہت بڑے بڑے ہوں گے۔

☆ اللہ نے ہر زمانہ میں گمراہ لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبر بھیجے تاکہ زندگی کی راہوں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا دیا جا سکے۔ جن لوگوں نے ان کی بات مانی وہی کامیاب و بامراد ہوئے اور جنہوں نے ان کی تعلیمات سے منہ موڑا وہی ناکام و نامراد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک ہزاروں پیغمبر بھیجے اور آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری نبی اور آخری رسول بنا کر بھیجا جن کی نبوت و رسالت قیامت تک جاری رہے گی اور آپ کے بعد اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ دنیا کا سب سے بڑا جھوٹا اور فریبی ہے جو خود اور اس کے ماننے والے جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اگر کچھ لوگ ایسے جھوٹے شخص کے دھوکے میں آ گئے ہوں تو ان کو موت کے فرشتے نظر آنے سے پہلے توبہ کر لینی چاہیے ورنہ ان کا انجام ان لوگوں سے مختلف نہ ہوگا جنہوں نے کفر و شرک کو اپنی زندگی بنا رکھا ہے۔

## وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ

فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾
وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾
سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾
اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۷۵ تا ۸۲

اور جب ہمیں نوح نے پکارا تو ہم بہترین (دعاؤں کو) قبول کرنے والے ہیں۔ اور ہم نے ان کو (نوح کو) اور ان کے گھر والوں (ان کے ماننے والوں) کو بڑی مصیبت سے نجات عطا کی۔ اور ہم نے ان کی اولاد کو (ان کی جگہ) باقی رہنے دیا۔ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں ان کے ذکر (خیر) کو چھوڑ دیا کہ سارے جہانوں میں نوح پر سلامتی ہو۔ بے شک ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے۔ اور پھر ہم نے دوسروں کو (کفار و مشرکین کو) غرق کردیا۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۷۵ تا ۸۲

نَادٰی — اس نے پکارا

نِعْمَ — بہترین

مُجِیْبُوْنَ — قبول کرنے والے

کَرْبٌ — مصیبت۔ مشکل

اَلْمُحْسِنِیْنَ — نیکی کرنے والے

اَغْرَقْنَا — ہم نے ڈبو دیا۔ غرق کردیا

## تشریح: آیت نمبر ۷۵ تا ۸۲

ان آیات سے پہلے فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ اور ہر قوم کی ہدایت و رہنمائی اور برے کاموں کے برے نتائج سے آگاہ کرنے اور ڈرانے والے پیغمبروں کو بھیجا تھا۔ جن لوگوں نے ان کے بتائے ہوئے راستے کو اپنایا اور اس پر پورے خلوص سے چلے تو اللہ نے ان کی دنیا اور آخرت دونوں کو ان کی نجات کا ذریعہ بنا دیا لیکن جن بدنصیبوں نے ان کی اطاعت و فرماں برداری نہیں کی ان کی نہ صرف دنیا برباد کی گئی بلکہ وہ آخرت میں بھی سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ اسی بات کو ذہن نشین کرانے کے

لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ پیغمبروں کا ذکر خیر فرمایا ہے۔سب سے پہلے حضرت نوحؑ اور ان کے ماننے والوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت نوحؑ جو اپنی قوم اور کئی نسلوں کو ساڑھے نو سو سال تک یہ سمجھاتے رہے کہ وہ اپنے غلط رسم و رواج اور بے حقیقت اور جھوٹے معبودوں کی عبادت چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں لیکن ان کی قوم میں سے کچھ لوگوں کے سوا کسی نے ان کی باتوں پر دھیان نہیں دیا اور مسلسل نافرمانیوں میں لگے رہے آخر کار حضرت نوحؑ نے ایک دن اللہ کی بارگاہ میں یہ درخواست پیش کردی کہ الٰہی! میں نے ان کو ہر طرح سمجھایا، دن رات جدوجہد اور کوشش کی مگر سوائے چند لوگوں کے سب نے نافرمانیوں پر کمر باندھ رکھی ہے (اب یہ اس گلے سڑے عضو کی طرح ہو چکے ہیں جس کا آپریشن کرنا ضروری ہوتا ہے تا کہ پورا جسم بچ سکے)۔الٰہی! اب آپ ان کے لئے فیصلہ فرما دیجئے اور روئے زمین پر ان کا کوئی ٹھکانا باقی نہ رہنے دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے ایک ایسی کشتی بنانے کا حکم دیا جس میں اللہ کے فرماں برداروں اور جانوروں میں سے ہر ایک کا ایک ایک جوڑا رکھا جا سکے۔جب حضرت نوحؑ اور آپ کے ماننے والے کشتی بنا رہے تھے تو کفار و مشرکین نے ان کا مذاق اڑایا۔ ایک وقت مقررہ پر پانی کا طوفان شروع ہوا۔ زمین نے اپنے سوتے اور آسمان نے اپنے دہانے کھول دیئے۔ اتنا شدید طوفان آیا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی پانی بلند ہو گیا اور کشتی میں سوار اہل ایمان کے سوا روئے زمین پر کوئی نہ بچ سکا اور اس طرح اللہ کے نافرمانوں کو پانی کے طوفان میں غرق کر دیا گیا اور اللہ نے حضرت نوحؑ، ان کے مومن اہل خانہ اور ان کے ماننے والے صاحبانِ ایمان کو اس "کرب عظیم" سے نجات عطا فرمائی اور پھر حضرت نوحؑ کی اولاد سام حام اور یافث اور تمام باقی رہنے والے اہل ایمان کے ذریعہ نسل انسانی کو باقی رکھا اور انسانوں کی طرح اللہ نے جانوروں کی نسلوں کو بھی باقی رکھا۔ وہ نافرمان لوگ جنہوں نے حضرت نوحؑ کی کسی بات پر کان نہیں دھرا تھا وہ تو دنیا سے اس طرح مٹ گئے کہ آج ان کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے لیکن آج حضرت نوحؑ کا نام دنیا کی ہر قوم عزت و احترام سے لیتی ہے۔ وہ ساری دنیا کے لئے اس طرح لائق احترام ٹھہرے کہ قیامت تک حضرت نوحؑ کے لئے سلامتی کی دعائیں کی جاتی رہیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی غالب مذہبی اکثریت مسلمان، عیسائی، یہودی اور بہت سی قومیں ان کا یکساں احترام کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کو مٹا کر حضرت نوحؑ کے ماننے والوں کو ان کا وارث بنا دیا۔ حضرت نوحؑ، ان کی اولاد اور محسنین یعنی حسن عمل کرنے والوں کا نام بھی باقی ہے اور ان کے نام لیوا بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعہ کفار مکہ کو اس حقیقت کی طرف لانے کی کوشش کی ہے کہ وہ اس آئینہ میں جھانک کر دیکھ لیں کہ کہیں اس میں ان کو اپنی صورت تو نظر نہیں آ رہی ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ فوراً توبہ کر کے ایمان لے آئیں اور نبی کریم ﷺ کا دامن رحمت تھام لیں ورنہ قوم نوحؑ کی طرح ان کو مٹنے میں بھی دیر نہ لگے گی۔ اور جس طرح قوم نوحؑ کو پانی کے طوفان سے غرق کر دیا گیا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ کفار مکہ بھی ایمان نہ لا کر اپنی شرارتوں اور نافرمانیوں کے سمندر میں غرق کر دیئے جائیں۔

وَإِنَّ مِن شِيعَتِهِۦ لَإِبْرَٰهِيمَ ۝٨٣ إِذْ جَآءَ رَبَّهُۥ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝٨٤
إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِۦ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۝٨٥ أَئِفْكًا ءَالِهَةً دُونَ ٱللَّهِ
تُرِيدُونَ ۝٨٦ فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝٨٧ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى ٱلنُّجُومِ ۝٨٨
فَقَالَ إِنِّى سَقِيمٌ ۝٨٩ فَتَوَلَّوْا۟ عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۝٩٠ فَرَاغَ إِلَىٰٓ ءَالِهَتِهِمْ
فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝٩١ مَا لَكُمْ لَا تَنطِقُونَ ۝٩٢ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ
ضَرْبًۢا بِٱلْيَمِينِ ۝٩٣ فَأَقْبَلُوٓا۟ إِلَيْهِ يَزِفُّونَ ۝٩٤ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا
تَنْحِتُونَ ۝٩٥ وَٱللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ۝٩٦ قَالُوا۟ ٱبْنُوا۟ لَهُۥ بُنْيَٰنًا
فَأَلْقُوهُ فِى ٱلْجَحِيمِ ۝٩٧ فَأَرَادُوا۟ بِهِۦ كَيْدًا فَجَعَلْنَٰهُمُ ٱلْأَسْفَلِينَ ۝٩٨

**ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۹۸**

اور بے شک ابراہیمؑ (بھی نوحؑ) کے طریقے پر تھے۔ جب وہ قلب سلیم (پاک صاف دل) سے اپنے پروردگار کی طرف آئے۔ جب انہوں نے اپنے والد اور قوم سے کہا کہ تم کن (فضول چیزوں) کی عبادت و بندگی کرتے ہو؟ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو؟ تمام جہانوں کے پروردگار کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟ پھر اس نے ستاروں کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے کہا کہ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ پھر وہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر یہ (ابراہیمؑ) ان کے بتوں میں جا گھسے۔ کہنے لگے تم کھاتے کیوں نہیں؟ تم بولتے کیوں نہیں؟ پھر ان (بتوں) پر پوری قوت و طاقت سے ضربیں لگائیں۔ پھر (ان کی قوم کے لوگ) ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ ابراہیمؑ نے کہا کیا تم ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم خود (اپنے ہاتھوں سے) بناتے ہو حالانکہ اللہ نے تمہیں اور تمہارے کاموں کو پیدا کیا ہے۔ کہنے لگے کہ اس کے لئے (آگ سے بھری ہوئی) ایک چیز بناؤ اور پھر اس کو بھڑکتی آگ میں جھونک دو۔ غرض انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ برائی کرنا چاہی لیکن ہم نے (کفار کی سازشوں کو) نیچا کر دکھایا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳ تا ۹۸

| | |
|---|---|
| شِیْعَۃٌ | کسی کے طریقے پر چلنے والا |
| قَلْبٌ سَلِیْمٌ | پاک صاف دل |
| اَءِفْکًا | کیا تم گھڑتے ہو |
| اَلنُّجُوْمُ (نَجْمٌ) | ستارے |
| سَقِیْمٌ | بیمار۔ صحت کا خراب ہونا |
| مُدْبِرِیْنَ | پیٹھ پھیرنے والے |
| رَاغَ | وہ گھس گیا |
| لَا تَنْطِقُوْنَ | تم بات نہیں کرتے ہو |
| یَمِیْنٌ | داہنا ہاتھ۔ طاقت و قوت |
| یَزِفُّوْنَ | دوڑتے ہیں |
| تَنْحِتُوْنَ | تم تراشتے ہو |
| بُنْیَانٌ | عمارت۔ چنائی |
| اَلْقَوْا | ڈالو |
| اَسْفَلِیْنَ | نیچے ہونے والے |

## تشریح: آیت نمبر ۸۳ تا ۹۸

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو کفر و شرک سے بچانے اور خالص توحید پر لانے کی دن رات جدوجہد کی۔ ایک شہر سے دوسرے شہر تک ایک نسل سے دوسری نسل تک آپ نے اپنی قوم کو ہر طرح سمجھایا کہ وہ کفر و شرک اور خود اپنے ہاتھ سے گھڑے ہوئے معبودوں کی عبادت و بندگی نہ کریں۔ لیکن سوائے چند لوگوں کے ساری قوم نے ان کا مذاق اڑایا۔ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر جمے رہے۔ آخر کار حضرت نوحؑ کے منہ سے اس قوم کے لئے بددعا نکل گئی اور اس پوری قوم کو پانی کے زبردست طوفان

کے ذریعہ غرق کر دیا گیا۔ فرمایا کہ جس طرح حضرت نوحؑ نے پوری زندگی دین کی سچائیوں کو قائم کرنے کی جدوجہد کی اسی طرح
حضرت ابراہیمؑ بھی ان ہی کے طریقے پر تھے جنہوں نے ایک خوش حال اور معاشرہ میں ایک باعزت گھرانے میں آنکھ کھولی لیکن جب
انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے معبودوں اور چاند سورج اور ستاروں کی عبادت و بندگی کر رہے ہیں تو ان
کے قلب سلیم سے یہی ایک آواز بلند ہوئی کہ یہ سب کچھ جو یہ لوگ کر رہے ہیں وہ غلط ہے۔ ان سب چیزوں کو جس نے پیدا کیا ہے
وہی معبود ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ جب یہی بات انہوں نے اپنے والد اور قوم کے لوگوں سے کہی تو انہوں نے
حضرت ابراہیمؑ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور ان باتوں کو دیوانگی قرار دیا۔ حضرت ابراہیمؑ اس بات کو اور بتوں کی بے حقیقتی کو ظاہر
کرنے کے لئے بے چین رہا کرتے تھے۔ پوری قوم شہر سے باہر جا کر اپنا سالانہ جشن منایا کرتی تھی جب سب لوگ جانے لگے
تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے بھی کہا کہ وہ ان کے ساتھ چلیں مگر آپ نے طبیعت کی ناسازی کا بہانہ بنا کر کہا کہ میری طبیعت
کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ جب پوری قوم کے لوگ اپنی بدمستیوں اور میلے کی رنگینیوں میں کھوئے ہوئے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ ایک ہتھوڑا
لے کر ان لوگوں کے بت خانے میں پہنچ گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان کے بتوں کے سامنے طرح طرح کے کھانے رکھے
ہوئے ہیں انہوں نے ان بتوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تم کھاتے کیوں نہیں؟ پھر ہتھوڑا لے کر بتوں کو توڑنا شروع کر دیا اور کہنے
لگے کہ تم بولتے کیوں نہیں؟ اور اسی طرح تمام چھوٹے بڑے بتوں کو مٹی میں ملا کر بڑے بت کے ہاتھ میں ہتھوڑا دے کر گھر آ گئے۔
جب پوری قوم ناچتے گاتے اور جشن سے واپس آئی اور انہوں نے اپنے بتوں کا یہ حشر دیکھا تو وہ کانپ اٹھے اور کہنے لگے کہ یہ کس نے
کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ان بتوں کی مخالفت کرنے والا تو ایک ہی شخص ہے اور وہ ہے آزر کا بیٹا ابراہیم۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو
بلا کر پوچھا گیا کہ اے ابراہیم تم نے ہمارے بتوں کا یہ حال کیا ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے مذاق اڑاتے ہوئے فرمایا کہ یہ بڑا بت جس
کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہے اس سے پوچھو۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ شاید اس بڑے بت کو چھوٹے بتوں پر کسی بات پر غصہ آ گیا ہوگا۔ اور اس
نے چھوٹے بتوں کی گت بنا کر رکھ دی۔ سچ تو یہی ہوتا ہے یہ سن کر کہ ان بتوں سے خود پوچھو کہ ان کو کس نے توڑا ہے تو وہ شرمندہ
ہو گئے اور انہوں نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا اور کہا کہ اس کو پکڑو۔ لکڑیاں جمع کر کے آگ جلاؤ اور ابراہیمؑ کو اس میں جھونک دو تاکہ آئندہ
کسی کو ہمارے بتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت و ہمت نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت فرمایا کہ تمہاری عقلوں کو کیا ہو
گیا ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں سے تم اپنے ہاتھوں سے اپنے معبود بناتے ہو اور پھر ان کے سامنے جھک جاتے ہو اور اپنی مرادیں
پوری ہونے کی توقع رکھتے ہو حالانکہ یہ ساری قدرت اللہ کی ہے وہی سب کو دینے والا ہے۔ پھر پوری قوم نے اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے
ہوئے لکڑیوں کا ڈھیر لگا دیا اور ان کو آگ لگا دی جب آگ خوب دہک اٹھی تو کسی طرح انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اٹھا کر اس
آگ کے درمیان میں پھینک دیا۔ ادھر انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا ادھر اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ "اے آگ
ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا"۔ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں کہ جب ان لوگوں نے مجھے آگ میں پھینکا تو وہ آگ میرے
لئے ایک بہترین باغیچہ بن گئی اور مجھے ان سات دنوں میں جتنا آرام، سکون اور دلی اطمینان نصیب ہوا اتنا زندگی میں کبھی حاصل نہ

ہوسکا۔ اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام، سورۃ العنکبوت اور سورۃ الشعراء میں بھی بیان فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت نوحؑ نے پوری زندگی ایثار و قربانی کر کے دن رات دین اسلام کی سچائیوں کی جدوجہد کی اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے بھی ہر طرح کی کاوشیں کیں۔ آگ سے خیر و عافیت سے نکل کر آپ نے عراق کو چھوڑ کر فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی اور پھر پوری زندگی اس پورے علاقے کے چپے چپے پر یہاں تک کہ حجاز مقدس تک آپ نے سفر کئے اور دنیا بھر کو توحید خالص کی تعلیم دی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرامؑ کے نقش قدم پر چلنے اور ساری دنیا میں اسی توحید کے پرچم کو بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ حضرت ابراہیمؑ کے بقیہ واقعہ اور قربانیوں کی تفصیلات اس کے بعد کی آیات میں بیان کی گئی ہیں۔

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٠٨﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿١٠٩﴾ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١١٢﴾ وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴿١١٣﴾

## ترجمہ آیت نمبر ۹۹ تا ۱۱۳

اور ابراہیم نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے میرے رب! مجھے صالح بیٹا عطا فرما۔ پھر ہم نے اس کو حلم و برداشت والے لڑکے کی خوش خبری دی۔ پھر جب وہ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیم نے کہا اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تم بتاؤ کہ (اس سلسلہ میں) تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ اے میرے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہی کیجئے اور آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والا پائیں گے۔ پھر جب (ابراہیم و اسماعیل) دونوں نے حکم الٰہی کو مان لیا باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا۔ تو بے شک ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح اجر دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہم نے ایک (قربانی کے لئے) بڑا ذبیحہ اس کے بدلہ میں عطا کیا۔ اور ہم نے اس کا ذکر خیر بعد میں آنے والوں کے لئے باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم مخلصین کو اسی طرح کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اس کو اسحاق جیسے نبی اور خوش نصیب بیٹے کی بھی خوش خبری دی۔ ہم نے اس پر برکت نازل کی اور اسحاق پر بھی اور ان دونوں کی صالح اولاد پر بھی جن میں سے نیکو کار بھی ہوں گے اور بعض اپنی جانوں پر کھلا ظلم کرنے والے بھی ہوں گے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۹۹ تا ۱۱۳

ذَاهِبٌ — جانے والا

هَبْ — عطا کر

غُلَامٌ — بیٹا۔ لڑکا

حَلِيمٌ — برداشت کرنے والا۔ حلیم الطبع

اَلْمَنَامُ — نیند۔ خواب

اَسْلَمَا — دونوں نے گردن جھکا دی

تَلَّهٗ — اس کو لٹا دیا۔ گرا دیا

جَبِیْنٌ — پیشانی

اَلرُّءْیَا — خواب

ذِبْحٍ عَظِیْمٍ — بڑا ذبیحہ۔ (مینڈھا)

مُحْسِنٌ — نیکیاں کرنے والا

## تشریح: آیت نمبر ۹۹ تا ۱۱۳

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سب سے بڑی آزمائش یہی تھی کہ جب آپ نے پوری قوم کے سامنے ان کے بتوں کی بے بسی اور حقیقت کھول کر رکھ دی تب ان کو اس زبردست آگ میں پھینکا گیا جس کے شعلوں کی بلندی کا یہ حال تھا کہ اگر اس آگ پر سے کوئی پرندہ بھی گذر جاتا تو وہ جل بھن کر کباب ہو جاتا۔ جب کسی طرح حضرت ابراہیمؑ کو اس آگ میں پھینکا گیا تو اللہ کے حکم سے یہ آگ ان پر گل و گلزار ہو گئی۔ حضرت ابراہیمؑ کی جرأت و ہمت اور عزائم کے استقلال کا یہ حال تھا کہ آپ نے آگ میں جل جانا گوارا کیا مگر اپنی طویل جدوجہد کو ترک نہیں کیا۔ اسی زبردست ایثار و قربانی کی وجہ سے اللہ نے ان کو ساری دنیا کا امام و پیشوا بنا دیا۔ اللہ نے فرما دیا کہ جو بھی ان کے راستے پر چلے گا اس کو بھی اسی طرح عزت و عظمت سے نوازا جائے گا۔

آگ سے صحیح سلامت نکلنے کے بعد آپ نے اللہ کے بھروسے پر وطن چھوڑنے اور ایک نامعلوم منزل کی طرف ہجرت کرنے کا فیصلہ فرمالیا اور کہا میں تو اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر وطن سے نکلا ہوں جس ذات پر بھروسہ ہے وہی مجھے صحیح راستہ دکھائے گا۔ وہ مجھے جہاں بھی پہنچائے گا میں وہیں پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ آپ اپنی بیوی حضرت سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ جو ان پر ایمان لا چکے تھے عراق سے نکل کھڑے ہوئے۔ اللہ نے آپ کا رخ شام و فلسطین کی طرف کر دیا۔ حضرت سارہ نے جب یہ سمجھ لیا کہ ان کے بطن سے اولاد پیدا ہونے کے کوئی آثار نہیں ہیں تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے درخواست کی کہ وہ حضرت ہاجرہ سے نکاح کر لیں شاید ان سے اولاد پیدا ہو جائے اور آپ جس مشن اور مقصد کو لے کر چل رہے ہیں وہ پروان چڑھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ آپ کا نکاح حضرت ہاجرہ سے ہو گیا۔ اس وقت انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں یہ عاجزانہ درخواست پیش کی الٰہی! مجھے ایک صالح اور نیک بیٹا عطا فرما۔ مقصد یہ تھا کہ الٰہی میں جس عظیم مقصد کے لئے قربانیاں دے رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میں دین اسلام کا سچا پیغام پہنچ جائے اس کے لئے مجھے صالح بیٹا عطا فرما تا کہ اس کے ذریعہ اس مقصد کی تکمیل ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کرتے ہوئے ایک ایسے بیٹے کی خوش خبری سنائی جو حلیم الطبع یعنی حلم و برداشت والا اور نبی بھی ہو گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ جیسا حلیم الطبع بیٹا عطا فرمایا۔ قرآن کریم میں یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیلؑ کو حجاز یعنی مکہ مکرمہ میں آباد کیا۔ جب حضرت اسماعیل

کی عمر مبارک تیرہ سال کی ہوگئی یعنی جو عمر باپ کے ساتھ بھاگ دوڑ کی ہوتی ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے اس بیٹے کو جو بڑی دعاؤں اور ارمانوں سے مانگا ہے اس کو ذبح کر رہے ہیں۔ آپ نے یہ خواب مسلسل تین راتوں تک دیکھا چونکہ انبیاء کرام کے خواب بھی وحی کی ایک کیفیت کا نام ہے اس لئے آپ کو یقین ہوگیا کہ اللہ کی طرف سے انہیں حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اپنے جگر کے ٹکڑے حضرت اسماعیلؑ کو اللہ کے حکم پر قربان کر دیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس خواب کا ذکر اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ سے کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسماعیلؑ جانتے تھے کہ اللہ نے ان کے والد حضرت ابراہیمؑ کو نبوت و رسالت کا تاج عطا فرمایا ہے۔ عرض کیا ابا جان جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے تو آپ اللہ کے حکم کی تعمیل کیجئے۔ انشاء اللہ مجھے آپ انتہائی برداشت کرنے والا اور صبر کرنے والا پائیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو لے کر مکہ سے ذرا فاصلے پر منیٰ کے مقام کی طرف لے گئے۔ راستہ میں تین جگہ شیطان نے مختلف روپ بدل کر حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو خیر خواہی کے انداز میں بہکانے کی کوشش کی۔ حضرت ابراہیمؑ یا حضرت اسماعیلؑ نے ہر مرتبہ سات سات کنکریاں اٹھا کر شیطان کو ماریں جس سے وہ ہر مرتبہ زمین میں دھنس جاتا تھا۔ حجاج کرام جب حج کرتے ہیں تو وہ شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں یہ اسی کی یادگار ہے اور شیطان سے نفرت کا اظہار ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ الٰہی ہمیں بھی شیطان کے فریب اور بہکانے سے محفوظ فرما جس طرح حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو محفوظ فرمایا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے اس طرح زمین پر لٹایا کہ پیشانی کا ایک کنارہ زمین کو چھونے لگا یعنی کروٹ پر لٹا دیا۔ شاید اس لئے کہ کہیں بیٹے کے معصوم چہرے پر نظر پڑ جائے اور محبت کا ایسا غلبہ ہو جائے کہ ان سے حکم کی تعمیل میں کسی طرح کی کمی رہ جائے۔ چھری تیز کر کے ان کے گلے پر چلانا شروع کی۔ چونکہ ابراہیمؑ نے خواب میں یہی دیکھا تھا کہ وہ ذبح کر رہے ہیں لیکن یہ نہیں تھا کہ انہوں نے ذبح کر دیا ہے اور سر کو تن سے جدا کر دیا ہے۔ اللہ کی طرف سے آواز آئی کہ اے ابراہیمؑ ہم تمہارا بیٹا ذبح کرانا نہیں چاہتے تھے ہم تو صرف تمہاری محبت کا امتحان لے رہے تھے تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا یہ تمہاری بہت بڑی آزمائش تھی جس پر تم پورے اترے ہو اور اللہ نے اپنے انعامات کی بارش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اپنے نیک اور پرہیزگار بندوں کو ان کا بہترین اجر اسی طرح دیا کرتے ہیں۔ اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کی جگہ ایک مینڈھا عطا فرمایا جس کو حضرت اسماعیلؑ کے بدلے ذبح کیا گیا۔ اللہ نے اس کو "ذبح عظیم" اس لئے فرمایا کہ یہ مینڈھا جنت سے اللہ کے حکم سے لایا گیا تھا۔ اب اس سنت کو زندہ رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور یہ قربانی کرنا منیٰ و حجاج کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں بھی اہل ایمان موجود ہیں وہ ہر سال جانور ذبح کر کے سنت ابراہیمی کو زندہ کرتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہر سال جانوروں کی قربانی دی ہے اور صحابہ کرامؓ نے بھی اسی سنت کو زندہ کیا جس پر آج ساری امت اسی سنت کو زندہ کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے اور قیامت تک کرتی رہے گی۔

اس موقع پر یہودیوں کی اس سازش کو بے نقاب کرنا ضروری ہے جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس بیٹے کی قربانی منیٰ کے مقام پر پیش کی تھی وہ حضرت اسماعیلؑ نہیں بلکہ حضرت اسحاقؑ تھے یہ ایک ایسی غلط

بات تھی جس کی تردید خود توریت نے بھی کی ہے۔ لیکن یہودی آج بھی اسی بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ وہ حضرت اسحاق تھے حالانکہ حجاز میں تو حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو آباد کیا گیا تھا اور فلسطین میں حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور ان کی اولادوں کو آباد کیا گیا تھا جن کو بنی اسرائیل کہا جاتا تھا۔ حضرت اسحاق تو جوانی میں آئے ہی نہیں تھے جب کہ اعلان نبوت سے پہلے بھی تمام یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب یہ کہتے تھے اور اسی کو بیان کرتے تھے۔ بعض صحابہ اور اکابرین نے جو اس سے اختلاف کیا ہے وہ اسرائیلی روایات کی بنیاد پر کیا ہے کیونکہ حضرت کعب احبار جو یہودی تھے مسلمان تھے انہوں نے یہودیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا اور وہ اسرائیلی روایات بیان کرتے تھے۔ یہی ان کے راوی ہیں اس لئے بعض بزرگوں کی یہ رائے ہو گئی کہ "ذبح عظیم" حضرت اسحاق تھے لیکن توریت کی عبارات اور تاریخی روایات سے یہی کہنا صحیح ہے کہ وہ ذبح عظیم حضرت اسماعیل تھے۔ رہی بات یہودیوں کی رائے کی تو وہ صرف ایک تعصب اور ضد کی بات ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

توریت کی روایات کے مطابق حضرت اسماعیل کے چودہ (یا اٹھارہ) سال بعد حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے اور اللہ نے ان کی پیدائش اور ان کے ذریعہ حضرت ابراہیم کی نسل میں برکت کی خوشخبری عطا فرمائی ہے۔ اس آیت میں اللہ نے صاف اور واضح طریقے پر بتا دیا کہ بے شک حضرت ابراہیم کی اولاد میں بہت سے نیک اور پرہیزگار ہوں گے لیکن بعض وہ بھی ہوں گے جن کو یہ زعم اور گھمنڈ ہو گا کہ ہم حضرت ابراہیم کی اولاد ہیں اور ہم سب سے اچھے بھی ہوں گے کیونکہ ہم نبیوں کی اولاد ہیں۔ ان کی اولاد میں ہونا کافی ہے۔ فرمایا کہ نیک اور پرہیزگار لوگوں کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت اور مقام نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں اعمال کو دیکھا جاتا ہے نسب کو نہیں۔ انسان کی نجات کا دار و مدار اس کے سچے عقیدے، حسن عمل اور احکام الٰہی پر پوری طرح سے عمل کرنے میں ہے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى

مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۲۲

اور ہم نے موسیٰ اور ہارونؑ پر احسان کیا کہ ان کو اور ان کی قوم کو ایک شدید اذیت سے نجات عطا فرمائی۔ ہم نے ان کی مدد کی تو وہی غالب رہے۔ ہم نے ان دونوں کو ایک واضح اور صاف کتاب عطا کی اور ہم نے ان دونوں کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی اور ہم نے ان کے ذکر خیر کو آنے والوں میں باقی رکھا۔ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔ بے شک ہم نیک کام کرنے والوں کو اسی طرح اجر دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ دونوں ہمارے مومن (ایمان دار) بندوں میں سے تھے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۲۲

| | |
|---|---|
| مَنَنَّا | ہم نے احسان کیا |
| اَلْمُسْتَبِیْن | واضح اور صاف صاف |
| ھَدَیْنَا | ہم نے ہدایت دی۔ رہنمائی کی |
| تَرَکْنَا | ہم نے چھوڑا |
| نَجْزِیْ | ہم بدلہ دیتے ہیں۔ جزا دیتے ہیں |

## تشریح: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۲۲

حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے واقعات کے بعد حضرت موسیٰ و ہارونؑ کے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر بڑے احسان اور کرم فرمائے انہیں اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو جو فرعونوں کے ظلم و ستم کی چکی میں پسے چلے جا رہے تھے نجات عطا فرمائی اور اس طرح ان کی مدد کی کہ وہی جو اجتماعی کمزور اور بے بس ہو چکے تھے ان کو فرعونوں اور قبطیوں کی چھوڑی ہوئی سلطنت اور گھر بار کا وارث و مالک بنا دیا۔ فرمایا کہ ان کی ہدایت کے لئے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کے لئے ایک روشن اور واضح کتاب عطا فرمائی تاکہ دنیا کی قوموں میں وہ سر بلند ہو کر جینے کا سلیقہ سیکھ سکیں۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی دن رات کی جدوجہد اور کاوشیں آنے والی نسلوں کے لئے ایک بہترین مثال اور نمونہ ہیں۔ اللہ نے حضرت موسیٰ و ہارونؑ پر سلامتی بھیجی

ہے کہ فرمایا کہ ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ جو نیکی کرنے والے ہوتے ہیں ہم ان کو اسی طرح بہترین جزا عطا کیا کرتے ہیں کیونکہ وہ سچے بندے تھے اور

دونوں سچے مومن اور ایمان والے بندے تھے اس لئے ان کی شان اللہ کے ہاں بہت عظیم مرتبہ کی ہے۔

وَإِنَّ إِلْيَاسَ

لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۝ اللَّهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۝ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ ۝ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۳۲**

اور بے شک الیاس بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے تھے۔ جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ بعل (نامی بت) کو پکارتے ہو اور اس کو چھوڑ بیٹھے ہو جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا معبود ہے جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو وہ پکڑ کر لائے جانے والوں (عذاب پانے والوں) میں سے ہو گئے۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے (جنہیں عذاب سے بچا لیا گیا)۔ اور ہم نے ان کا ذکر خیر آنے والوں کے لئے باقی رکھا ہے۔ الیاس پر سلام ہو۔ بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن (ایمان والے اور مخلص) بندوں میں سے تھے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۳۲

**بَعْلًا** — بت (کا نام) جس کی وہ عبادت کرتے تھے

| | |
|---|---|
| تَذَرُوْنَ | تم چھوڑتے ہو |
| اَحْسَنَ | بہترین |
| اَلْخَالِقِيْنَ | پیدا کرنے والے |

## تشریح: آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۳۲

حضرت الیاسؑ جنہیں بائبل میں ایلیا کہا جاتا ہے وہ معتبر روایات کے مطابق نویں صدی قبل مسیح میں ملک شام کے شہر بعلبک کے رہنے والوں کی اصلاح و تربیت کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ جب انہوں نے اعلان نبوت فرمایا تو چند لوگوں نے ان کی تحریک پر لبیک کہا لیکن اکثریت نے ان کی شدید مخالفت بھی کی۔ حضرت الیاسؑ نے قوم کو للکارا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے ڈرنے کے بجائے اس ذات کو چھوڑ کر بعل بت کی عبادت و بندگی کر رہے ہو حالانکہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے جو تمام پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔ حضرت الیاسؑ کی دعوت پر سوائے اللہ کی اطاعت و بندگی کرنے والوں کے بقیہ سب نے ان کو جھٹلایا اور ان کی بات سننے سے انکار کر دیا۔

حضرت الیاسؑ کی قوم جس بت بعل کی پرستش کرتی تھی اس کے معنی شوہر، مالک، سردار اور زبردست کے تھے۔ بعل کی تاریخ بہت پرانی ہے حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بھی اسی بعل کی پرستش کی جاتی تھی۔ یہ ان کا مقبول ترین بت تھا جس سے وہ اپنی مرادیں مانگا کرتے تھے۔ شام کا شہر بعلبک جس کی اصلاح کے لئے ان کو بھیجا گیا تھا اسی بت کے نام پر رکھا گیا تھا۔ بعض مفسرین کا تو یہ خیال ہے کہ مکہ مکرمہ میں جو کفار و مشرکین کا سب سے بڑا بت "ہبل" تھا شاید وہ بھی بعل کی بگڑی ہوئی شکل تھی۔

اسرائیلی روایات یہ ہیں کہ حضرت الیاسؑ زندہ ہیں اور ان کو آسمانوں کی طرف اٹھا لیا گیا ہے۔ اب وہ قیامت کے قریب دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ لیکن اسلامی روایات کے مطابق اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہے کہ حضرت الیاسؑ زندہ آسمانوں میں موجود ہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاسؑ کے متعلق بھی وہی فرمایا جو آپ سے پہلے حضرات انبیاء کرام کے لئے فرمایا تھا کہ اللہ نے آنے والی نسلوں میں ان کے نام کو زندہ رکھا ہے۔ وہ اللہ کے نیک اور مومن بندے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم بعلبک کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے۔

وَإِنَّ لُوطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٣﴾ إِذْ نَجَّيْنَٰهُ وَأَهْلَهُۥٓ أَجْمَعِينَ ﴿١٣٤﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِى الْغَٰبِرِينَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْءَاخَرِينَ ﴿١٣٦﴾ وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِم مُّصْبِحِينَ ﴿١٣٧﴾ وَبِالَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٣٨﴾

رکوع ۸

## ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۸

اور بے شک لوطؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جب ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں (ماننے والوں) کو نجات عطا کی سوائے اس بڑھیا کے (حضرت لوطؑ کی بیوی کے) جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے (ان سب کافروں کو) ہلاک کر دیا۔ اور بلاشبہ تم تو صبح و شام ان پر (ان کی بستیوں پر) گذرتے رہتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۸

| | |
|---|---|
| عَجُوْزٌ | بوڑھی عورت۔ بڑھیا |
| اَلْغٰبِرِيْنَ | پیچھے رہ جانے والی |
| تَمُرُّوْنَ | تم گذرتے ہو |
| مُصْبِحِيْنَ | صبح کرنے والے |

## تشریح: آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۸

حضرت لوطؑ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بھتیجے تھے۔ اللہ نے آپ کو سدوم اور عامورہ کی ان بستیوں کے لوگوں کی اصلاح کے لئے نبی بنا کر بھیجا تھا جنہوں نے بے حیائی اور بے غیرتی کے وہ کام کر رکھے تھے جو ان سے پہلے کسی قوم نے نہیں کئے تھے وہ پوری قوم خلاف فطرت فعل کرتی اور اس پر کسی شرمندگی کے بجائے جب حضرت لوطؑ نے ان کو اس فعل بد سے روکنا چاہا تو ان پر طعن و

طنز کے تیر چلانے کے ساتھ ساتھ یہ دھمکیاں بھی دی جانے لگیں کہ اے لوط! اگر تم نے اپنے وعظ و نصیحت کا سلسلہ بند نہیں کیا تو ہم تمہیں نہ صرف اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے بلکہ تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والوں کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔

آخر کار اللہ کا فیصلہ آ گیا۔ اللہ نے اپنے فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں بھیجے۔ حضرت لوطؑ کی بیوی جو ان بدکاروں کی سرپرستی کرتی تھی اس نے قوم کے لوگوں کو بتا دیا کہ حضرت لوطؑ کے پاس خوبصورت لڑکے مہمان بن کر آئے ہیں۔ یہ پوری بدکار قوم حضرت لوطؑ کے پاس پہنچی اور مطالبہ کیا کہ ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت لوطؑ سخت پریشان ہو گئے۔ فرشتوں نے کہا کہ اے لوطؑ آپ پریشان نہ ہوں درحقیقت ہم اللہ کے فرشتے ہیں جو اس قوم پر عذاب لانے کے لئے بھیجے گئے ہیں آپ اپنی بیوی کے سوا سارے گھر والوں اور اہل ایمان کو صبح ہی صبح لے کر اپنے گھر سے اس طرح نکل جایئے کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھئے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ صبح ہی اہل ایمان کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ سب سے پہلے ایک زبردست آواز اور چیخ سنائی دی پھر ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا اور ان پر پتھروں کی زبردست بارش کر دی گئی۔ اس کے بعد ان آباد بستیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا گیا اور سمندر کا پانی اس طرح چڑھ کر آ گیا کہ وہ آباد بستیاں پانی کے نیچے چلی گئیں اور وہ بحیرہ مردار بن گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے فرمایا ہے کہ ان تباہ کی ہوئی بستیوں سے کبھی صبح اور کبھی رات کے اندھیروں میں تمہارے قافلے ان کے پاس سے گذرتے ہیں۔ کبھی تم نے یہ نہیں سوچا کہ یہ آباد بستیاں کیوں تباہ کر کے سمندر میں غرق کر دی گئیں۔ اگر تم غور و فکر کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس قوم نے نہ صرف یہ کہ بدکاریوں میں انتہا کر دی تھی بلکہ اللہ کے پیغمبر کی توہین بھی کی تھی اور ان کو جھٹلا دیا تھا۔ فرمایا کہ تمہارے اندر اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ موجود ہیں اگر تم نے ان کی اطاعت نہ کی اور اپنے کفر و شرک میں مبتلا رہے تو تمہارا انجام بھی گذری ہوئی قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٩﴾ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿١٤٥﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ﴿١٤٦﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿١٤٧﴾ فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١٤٨﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۸

اور بے شک یونس پیغمبروں میں سے تھے۔ جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے پھر قرعہ ڈالا گیا تو وہ ملزم ٹھہرے۔ پھر انہیں ایک مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے۔ پھر اگر وہ (اللہ کی) تسبیح کرنے والے نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک رہتے۔ پھر ہم نے ان کو چٹیل میدان میں ڈال دیا حالانکہ وہ بیمار تھے۔ پھر ہم نے ان پر ایک بیل دار (کدو کی بیل) پودا اگا دیا۔ اور ہم نے ان کو ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کی (ہدایت کے لئے) بھیجا تھا۔ پھر (ان کی قوم والے) ایمان لائے اور ایک مدت تک فائدے حاصل کرتے رہے۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۸

| | |
|---|---|
| اَبَقَ | وہ بھاگا۔ دوڑا |
| اَلْمَشْحُوْن | بھری ہوئی |
| سَاھَمَ | قرعہ ڈالا گیا |
| اَلْمُدْحَضِيْن | دھکیلے گئے۔ الزام لگائے گئے |
| اِلْتَقَمَهٗ | نگل لیا |
| اَلْحُوْت | مچھلی |
| اَلْعَرَاء | چٹیل میدان۔ صاف میدان |
| سَقِيْم | بیمار |
| يَقْطِيْن | بیل دار پودا |

| | |
|---|---|
| مِائَةِ اَلْفٍ | ایک لاکھ |
| مَتَّعْنَا | ہم نے فائدہ پہنچایا |
| حِیْنٍ | زمانہ۔ مدت |

## تشریح: آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۸

سورۃ الصافات میں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ و ہارونؑ، حضرت الیاسؑ اور حضرت لوطؑ کے واقعات کے بعد حضرت یونسؑ کا ذکر خیر فرمایا گیا ہے۔

حضرت یونسؑ جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے انبیاء میں سے ایک نبی ہیں ان کو بابل نینوا کے نافرمانوں کی اصلاح و تربیت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت یونسؑ نے نینوا کے لوگوں کو مسلسل سات سال تک تبلیغ دین فرمائی مگر وہ اپنی کافرانہ اور مشرکانہ حرکتوں سے باز نہیں آئے۔ ایک دن حضرت یونسؑ نے پوری صورت حال اللہ کی بارگاہ میں پیش کر کے عرض کیا اے اللہ یہ قوم اپنے گناہوں پر کسی شرمندگی کا اظہار نہیں کر رہی ہے اور کسی طرح میری بات سننے کے لئے تیار نہیں ہے لہٰذا اب آپ اس قوم کے لئے اپنا فیصلہ فرما دیجئے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کی دعا قبول کر لی تھی جس کا انہیں یقین تھا وہ اللہ کے حکم کے بغیر ہی حضرت یونسؑ اپنی بیوی اور دو بچوں کو لے کر نینوا سے نکل گئے۔ راستے میں ان کے ایک بیٹے کو بھیڑیا لے گیا۔ تلاش کرنے کے باوجود وہ نہ مل سکا۔ ادھر دوسرا بچہ پانی میں بہہ گیا۔ آپ کی بیوی اپنے بچے کو بچانے کے لئے دوڑیں تو وہ بھی لاپتہ ہو گئیں۔ حضرت یونسؑ تن تنہا دریا کی طرف چلے۔ لوگوں سے بھری ہوئی ایک کشتی میں سوار ہو گئے جب کشتی بیچ دریا میں پہنچی تو وہ بھنور میں پھنس گئی اور سب کے ڈوبنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ ملاح نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر بھاگا ہے اور وہ کشتی پر سوار ہے جب تک وہ اس کشتی سے نہیں اترے گا ہم سب کا زندہ بچنا مشکل ہے۔ حضرت یونسؑ کو احساس ہوا کہ میں بھی تو اللہ کا بندہ اور غلام ہوں اور اپنے آقا اللہ کی اجازت کے بغیر گھر سے روانہ ہو گیا ہوں۔ انہوں نے سب سے کہا کہ وہ میں ہی ہوں۔ سب نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ قرعہ اندازی کی جائے۔ قرعہ اندازی کی گئی تو تینوں مرتبہ حضرت یونسؑ کا نام نکلا آخر کار حضرت یونسؑ نے خود ہی پانی میں چھلانگ لگا دی۔ ادھر اللہ نے ایک بہت بڑی مچھلی کو حکم دیا کہ وہ یونسؑ کو نگل کر اپنے پیٹ میں ان کی حفاظت کرے۔ چنانچہ حضرت یونسؑ نے جیسے ہی پانی میں چھلانگ لگائی تو وہ مچھلی جو

منہ کھولے ہوئے تیار تھی اس نے حضرت یونسؑ کو نگل لیا۔ حضرت یونسؑ کو ان تمام حالات کا سخت افسوس تھا اور انہوں نے یہ تسبیح پڑھنا شروع کی "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین" انہوں نے اس تسبیح کو اتنی کثرت سے پڑھا کہ اللہ کو ان پر پیار آ گیا۔ مچھلی نے اللہ کے حکم سے ایک طویل عرصہ تک پیٹ میں رکھنے کے بعد ان کو کسی چٹیل میدان میں اگل دیا۔ تقریباً چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے وہ بہت کمزور اور ناتواں ہو گئے تھے اللہ نے ان پر سایہ کرنے کے لئے ایک کدو کی بیل کو اگا دیا اور بعض روایات کے مطابق ایک پہاڑی بکری روزانہ ان کے قریب آتی اور حضرت یونسؑ اس کا دودھ پی لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں اللہ کی تسبیح نہ کرتے یعنی اپنے کئے پر شرمندگی اور ندامت کا اظہار نہ کرتے تو قیامت تک وہ اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

ادھر جب نینوا کے لوگوں نے دیکھا کہ گہرے سیاہ بادل بڑی تیزی سے ان کی طرف امنڈ امنڈ کر آ رہے ہیں اس میں دھواں اور زبردست گھن گرج ہے تو وہ سب کے سب سہم گئے اور سمجھ گئے کہ اب اللہ کا عذاب نازل ہونے والا ہے۔ حضرت یونسؑ کو تلاش کیا مگر وہ تو جا چکے تھے۔ پوری قوم نے فیصلہ کیا کہ سب بچے بڑے اپنے مویشی جانور لے کر میدان میں نکل جائیں اور اللہ سے دعا کریں اور معافی مانگیں۔ چنانچہ پوری قوم اپنے بیوی بچوں، بوڑھے، جوانوں اور تمام مویشیوں کو لے کر کھلے میدان میں جمع ہو گئے اور عرض کیا الٰہی ہم سے بھول ہو گئی ہمیں معاف کر دیجئے۔ عذاب کا فیصلہ ہونے کے باوجود اللہ نے پوری قوم کے استغفار کی وجہ سے معافی کا حکم دے دیا اور اس قوم سے اللہ کا عذاب ٹل گیا۔ حضرت یونسؑ صحت مند ہوتے گئے تو اللہ نے حکم دیا کہ اب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ جائیں اور ان کی اصلاح کا کام کریں چنانچہ جب حضرت یونسؑ اپنے شہر میں آئے تو پوری قوم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور حضرت یونسؑ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کا وعدہ کر کے اپنی اصلاح شروع کر دی۔ ادھر حضرت یونسؑ کی بیوی اور دونوں بچوں کو لوگوں نے پانی میں ڈوبنے اور بھیڑیے سے بچا لیا تھا وہ بھی واپس آ گئے۔ اس طرح اللہ نے حضرت یونسؑ کو ہر طرح کی خوشیاں عطا فرما دیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ایک مرتبہ پھر آگاہ کیا ہے کہ موت کے فرشتے اور کسی قوم پر عذاب کا فیصلہ ہونے کے بعد پھر دعا و استغفار کا موقع نہیں دیا جاتا۔ حضرت یونسؑ کی واحد ایسی قوم تھی جس پر عذاب کا فیصلہ ہونے کے باوجود ان کو معاف کر دیا گیا تھا۔ فرمایا کہ اے مکہ والو! تمہارے اندر تو وہ اللہ کے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں کہ تمہارے حق میں ان کی دعا ہی کافی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کی جائے۔ اگر آپ پر ایمان نہ لائے اور نافرمانیوں کا سلسلہ جاری رہا تو پھر اللہ کا وہ فیصلہ آنے میں دیر نہیں لگے گی جس سے قومیں تباہ و برباد کر دی جاتی ہیں۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۶۶**

پھر آپ ان سے پوچھئے کہ آپ کے رب کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ہیں۔ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں (بیٹیاں) بنایا ہے اور یہ دیکھ رہے تھے۔ سنو! کہ بے شک وہ لوگ جو گھڑ گھڑ کر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ اللہ صاحب اولاد ہے وہ یہ کہنے میں بالکل جھوٹے ہیں کیا اس نے بیٹوں کو بیٹیوں کے مقابلے میں پسند کیا ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کس طرح کے فیصلے کرتے ہو؟ کیا تم ذرا بھی غور نہیں کرتے۔ کیا تمہارے پاس کوئی واضح اور روشن دلیل ہے؟ اگر تم سچے ہو تو وہ کتاب لے آؤ (جس میں یہ لکھا ہے)۔ اور انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان ایک رشتہ ٹھہرا رکھا ہے۔

بے شک جنات (شیطانوں) نے جان لیا ہے کہ وہ عذاب میں پکڑے ہوئے آئیں گے۔ اللہ (ان تمام باتوں سے) پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اللہ کے وہ بندے جو منتخب ہوئے ہیں وہ ان سے مستثنیٰ ہیں۔ تم اور جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ اللہ کے خلاف کسی کو بہکا نہیں سکتے سوائے اس کے جو جہنم میں جانے والا ہے۔ اور (فرشتوں نے کہا) ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا درجہ متعین نہ ہو۔ اور بے شک ہم تو صف باندھ کر کھڑے ہونے والوں میں سے ہیں۔ اور بے شک ہم تو تسبیح کرنے والوں میں سے ہیں۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۶۶

| | |
|---|---|
| فَاسْتَفْتِ | آپ پوچھئے |
| اَلْبَنَاتُ (بِنْتٌ) | بیٹیاں |
| اَلْبَنُوْنَ (اِبْنٌ) | بیٹے |
| اِنَاثٌ | عورت۔ عورت ذات |
| شٰھِدُوْنَ | دیکھنے والے |
| اِفْکٌ | گھڑا ہوا جھوٹ |
| اِصْطَفٰی | اس نے پسند کیا |
| مَا لَکُمْ | تمہیں کیا ہو گیا |
| نَسَبٌ | رشتہ |
| یَصِفُوْنَ | وہ بیان کرتے ہیں |
| فٰتِنِیْنَ | بہکانے والے |
| صَالٍ | جلنے والا |
| اَلْمُسَبِّحُوْنَ | تسبیح کرنے والے |

۲

## تشریح: آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۶۶

جب اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت عرب کے لوگ عقیدہ اور عمل کی ہزاروں گندگیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انہوں نے اللہ کی مخلوق کو خالق اور بے حقیقت چیزوں کو معبود کا درجہ دے رکھا تھا۔ چنانچہ عرب کے بعض اہم قبیلوں کا یہ عقیدہ تھا کہ نعوذ باللہ فرشتے جو اللہ کی ایک تابع دار مخلوق ہیں اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ پھر ان فرشتوں کی مائیں کون ہیں تو کہتے کہ جنات کے سرداروں کی بیٹیاں ان کی مائیں ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے نسبی اور جنات کی بیٹیوں سے زوجیت کا رشتہ ہے (نعوذ باللہ)۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ فرشتوں کے ہاتھ میں اللہ نے یہ اختیار دے رکھا ہے کہ جو وہ چاہیں بھلائی پہنچائیں اور جس کو جو دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف جنات جو زبردست قوت و طاقت کے مالک ہیں وہ جس جس طرح چاہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جنات شر کے اور فرشتے خیر کے معبود ہیں شاید مجوسی آتش پرستوں نے جو خیر و شر کے معبود بنا رکھے ہیں وہ عربوں کے اسی عقیدہ کی نقل ہو۔ آتش پرست کہتے ہیں کہ ہر خیر اور بھلائی پہنچانے کی ذمہ داری یزداں کی ہے اور ہر برائی اور شر کو پہنچانے کا اختیار اہرمن کو حاصل ہے۔ آتش پرستوں نے کہیں سے اس عقیدہ کو لے کر دو معبودوں کا تصور قائم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام غلط اور بے بنیاد عقیدوں کی تردید کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ ذرا آپ ان بد عقیدہ کفار و مشرکین سے یہ پوچھئے کہ وہ اپنے لئے تو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کے گھر لڑکا پیدا ہو اور لڑکیوں کی پیدائش کو برا سمجھتے ہیں لیکن انہوں نے اللہ کی مخلوق فرشتوں کو اس کی بیٹیاں بنا دیا۔ فرمایا کہ ان سے پوچھئے کہ جب اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو پیدا کر رہا تھا تو کیا یہ لوگ اس وقت وہاں موجود تھے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اللہ نے کس کو نر اور کس کو مادہ بنایا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ پر اس سے بڑا جھوٹ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ اللہ صاحب اولاد ہے۔ یعنی وہ کائنات کا نظام چلانے میں بیٹے، بیٹی اور بیوی کا محتاج ہے (نعوذ باللہ)۔ فرمایا کہ وہ کائنات کے نظام کو چلانے میں کسی طرح کا محتاج نہیں ہے۔ اور یہ تو بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ وہ اپنے لئے جس چیز کو ناپسند سمجھتے ہیں اسی کو انہوں نے اللہ کی پسند بنا دیا کیا یہ لوگ غور و فکر سے بالکل ہی دور جا چکے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس نہ تو کوئی واضح دلیل موجود ہے اور نہ کوئی ایسی کتاب ہے جس میں اللہ نے یہ فرمایا ہو کہ فرشتے میری بیٹیاں ہیں۔ اگر ان کے پاس کوئی ایسی کتاب ہے تو وہ لا کر دکھائیں لیکن یہ اتنے بڑے جھوٹے لوگ ہیں کہ یہ محض اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اللہ پر جھوٹے بہتان لگا رہے ہیں اور کسی دلیل کو پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جنات کو صاحب اختیار سمجھتے ہیں کہ وہ جس کو جو نقصان پہنچانا چاہیں پہنچا سکتے ہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ شریر جنات تو خود قیامت کے دن مجرموں کی طرح حاضر کرائے جائیں گے اور جن لوگوں نے ان کی عبادت و بندگی کی ہوگی اس دن ان کو پتہ چلے گا کہ وہ زندگی بھر ایک بہت بڑے دھوکے میں پڑے رہے ہیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں

ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔ پس آپ تھوڑے عرصہ تک ان کو نظر انداز کریں اور انہیں دیکھتے رہیں۔ بہت جلد وہ اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں۔ تو جب وہ ان کے آنگن میں نازل ہوگا تو جن لوگوں کو آگاہ کیا جا چکا ہے ان کی صبح تو بہت بری ہوگی۔ آپ ان سے تھوڑے عرصہ اعراض کریں۔ دیکھتے رہیں۔ وہ خود اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ آپ کا پروردگار ان تمام باتوں سے عزت والا پاک بے عیب ہے جو یہ کہتے ہیں۔ رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۱ تا ۱۸۲

| | |
|---|---|
| سَبَقَتْ | گذر چکا۔ صادر ہو چکا |
| اَلْمَنْصُوْرُوْنَ | فتح حاصل کرنے والے |
| جُنْدٌ | لشکر |
| تَوَلَّ | منہ پھیرا |
| سَاحَةٌ | میدان۔ گھر کا آنگن |
| سَآءَ | برا ہے |
| صَبَاحٌ | صبح |
| يَصِفُوْنَ | وہ بناتے ہیں |

## تشریح: آیت نمبر ۱۷۱ تا ۱۸۲

اصل میں جن لوگوں کو ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرنا ہوتا ہے ان کے لئے کسی معجزہ و دلیل اور بہانے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے ہی حق و صداقت کی روشنی ان کے سامنے آتی ہے وہ اس کو فوراً قبول کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار لیتے ہیں لیکن جن لوگوں کو عمل کرنا نہیں ہوتا وہ سو بہانے بنا کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

یہی صورتحال عربوں کی تھی جو لوگ کفر و شرک پر جمے ہوئے تھے جب ان کے سامنے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ گذشتہ قوموں کی نافرمانیوں اور انبیاء کرام کے حالات سناتے تھے تو یہ کفار عرب کہتے تھے کہ وہ لوگ کتنے بدنصیب تھے جن کے پاس اللہ کے نبی اور رسول آئے اور اپنے ساتھ روشن کتابیں بھی لائے تھے اس کے باوجود وہ ایمان اور عمل صالح سے دور رہے اگر ہمارے پاس ایسی کتاب آتی اور نبی آتے تو ہم عمل صالح میں ان سے بہت زیادہ آگے بڑھ جاتے اور ثابت کر دیتے کہ ہم اللہ کے زیادہ فرماں بردار ہیں۔

فرمایا کہ یہ تو ان کا زبانی دعویٰ تھا لیکن جب ان کے پاس ہمارا محبوب رسول آ گیا جس پر نبوت و رسالت کی تکمیل کر دی گئی ہے اور ان کو ایسی کتاب بھی دی گئی ہے جس میں توریت، زبور اور انجیل کی ساری سچائیاں موجود ہیں تو اب ان کے لئے ایمان لانے اور عمل صالح اور آگے بڑھ جانے میں کیا رکاوٹ ہے۔ ان کو تو اس معاملہ میں سب سے آگے بڑھ کر نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن رسالت تھام لینے کی ضرورت تھی۔ اس کے برخلاف انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت اور اس کتاب کا انکار کر دیا۔

فرمایا کہ اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے اور اپنے رسولوں کے نافرمانوں کو سخت ترین سزائیں دیتا ہے اور مان لینے اور اطاعت کرنے والوں کو سربلند فرماتا ہے۔ فرمایا کہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خیر و عافیت مانگنے کے بجائے وہ اللہ کے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب وہ عذاب الٰہی ان کے گھروں پر پہنچے گا تو وہ صبح ان کے لئے بڑی بھیانک ہوگی اور اس کے سامنے وہ بے بس اور مجبور ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ اور تمام اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب ان نافرمانوں پر اللہ کا عذاب آئے گا اور ان کو کسی جگہ سر چھپانے کی جگہ بھی نہ ملے گی۔ تاریخ کے اوراق اس بات پر گواہ ہیں کہ دس پندرہ سال میں اللہ نے اپنے نبی ﷺ اور ان کے لشکر کو مکمل غلبہ عطا فرما دیا اور کفار کے لئے کوئی جائے پناہ نہ رہی۔ آخر میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کا پروردگار بڑی عزت والا، پاک اور بے عیب ہے۔ رسولوں پر سلام ہو کہ تمام تعریفیں رب العالمین کے لئے ہیں۔

الحمد للہ ان آیات کے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ ہی سورۃ الصافات کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# پارہ نمبر ۲۳

# ومالی

# سورۃ نمبر ۳۸

# ص

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورۃ ص

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 38 |
| کل رکوع | 5 |
| آیات | 88 |
| الفاظ و کلمات | 738 |
| حروف | 3107 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

سورۃ ص میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یسعؑ اور حضرت ذوالکفلؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمام پیغمبر کامل صبر و شکر کرنے والے پیغمبر تھے جنہوں نے پوری زندگی اور اس کا ہر لمحہ اللہ کے دین کی سربلندی میں لگا کر ساری دنیا کے انسانوں کے لیے ایک بہترین نمونہ عمل پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایمان لانے والوں کو دین و دنیا کی بھلائیاں اور عظمتیں عطا فرمائیں اور جنہوں نے انکار کیا ان کو اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیا کہ آج ان کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی سچائیوں کو جھٹلانے اور غرور و تکبر کرنے والوں سے فرمایا ہے کہ وہ جس حسب، نسب، بے جا ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اللہ کے محبوب رسول خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جھٹلاتے ہوئے ان کو ساحر، کاہن، مجنون اور جھوٹا کہہ رہے ہیں اور ہر سچائی کا انکار کر کے رات دن اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کر رہے ہیں اور دین پر چلنے کا انکار کر رہے ہیں انہیں قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون، قوم لوط اور قوم اصحاب ایکہ کے بدترین انجام کو سامنے رکھنا چاہیے کہ جب اللہ نے ان کے مسلسل انکار اور برے اعمال کی سزا کے طور پر تباہ و برباد کیا تو کوئی ان کی مدد کے لیے نہ آسکا اور وہ صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹا دیئے گئے کہ آج ان کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے۔ فرمایا کہ اصل میں تم نے ابھی تک عذاب الٰہی کا مزہ نہیں چکھا ورنہ ایسی فضول باتیں نہ کرتے۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ کفار مکہ جو اپنی چھوٹی چھوٹی سرداریوں اور مال و دولت پر اترا رہے ہیں انہیں حضرت داؤدؑ اور ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کی زندگی، ان کی عبادت، صبر و شکر اور عدل و انصاف کو سامنے رکھنا چاہیے کہ اللہ نے ان کو اتنی زبردست سلطنتیں عطا کی تھیں کہ جو ان سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں لیکن انہوں نے حکومت و سلطنت، مال و دولت اور کائنات کی ہزاروں نعمتوں پر غرور و تکبر اور ناشکری کرنے کے بجائے عاجزی و انکساری اور صبر و شکر کا عظیم مظاہرہ کیا۔ جب ان کا امتحان لیا گیا تو اس میں پورے اترے۔ اللہ نے حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا جس سے وہ زرہیں (جنگی سامان) بنا کر اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کے لیے انسان، جنات، چرند، پرند اور ہوا تک کو ان کے تابع کر دیا گیا تھا۔ ہمیشہ وہ عاجزی و انکساری اختیار کرتے اور اپنے ہاتھ کی محنت سے گزارا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب انہیں اپنی سواریوں اور مال و دولت پر کچھ ناز سا ہو گیا تھا اور ان کو اس کا احساس ہوا تو انہوں نے ہر چیز کو ختم کر دیا جو اللہ کی محبت اور اطاعت میں آڑے آ رہی تھی۔

حضرت ایوبؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے ہر طرح کی مشکلات، پریشانیوں اور بیماریوں میں گھر جانے کے باوجود صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور اس آزمائش میں وہ پورے اترے۔

حضرت ایوبؑ اور ان کا مشکلات پر صبر اور نعمتوں پر شکر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اللہ نے ان کو ایک سخت آزمائش میں ڈالا تو انہوں نے سخت اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کیں لیکن تمام حالات پر آپؑ نے اُف تک نہ کیا اور تکلیفوں پر بھی صبر و تحمل سے کام لیتے رہے۔ جب وہ اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے تو اللہ نے ان پر بہت سی عنایتیں کیں اور ان کو پہلے سے بھی زیادہ نعمتوں سے نواز دیا۔ اس میں نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دی گئی ہے کہ اس وقت وہ جن مشکلات میں مبتلا ہیں وہ بہت جلد دور ہو جائیں گی چونکہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اور اس کا یہی دستور ہے کہ اس کے راستے میں مصائب برداشت کرنے والوں کو وہ اجر عظیم سے نوازتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یسعؑ اور حضرت ذوالکفلؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نیک اور پرہیزگار لوگوں کی جماعت ہے جس نے ساری زندگی دین اسلام کی سچائیوں کو پھیلانے میں گزار دی۔ پھر اللہ کے راستے میں ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کیں لیکن صبر و برداشت کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمادی اور ان کا انکار کرنے والوں اور ناشکری کے ساتھ زندگی گزارنے والوں کی بنیادیں کھود کر رکھ دیں اور ان کو اس طرح مٹا دیا گیا کہ آج ان کی زندگی افسانہ بن کر رہ گئی ہے۔

فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے انبیاء کرامؑ کی اطاعت و فرمانبرداری کی ان کو دنیا اور آخرت میں عزت و عظمت اور سربلندیاں عطا کی گئیں اور جن لوگوں نے نافرمانیاں کی ہوں گی ان کو آخرت کی ابدی زندگی میں جہنم اور اس جہنم میں کھانے کے لیے "زقوم کا درخت"، پینے کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی اور لہو، پیپ دیا جائے گا اور جہنمی ایک دوسرے پر لعنت و ملامت کریں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ اعلان فرما دیں کہ مجھے تم سے اس تبلیغ دین پر کوئی اجرت اور بدلہ نہیں چاہیے۔ میں تو صرف آخرت کے عذاب، برے اعمال کے بدترین انجام اور جہنم کی آگ سے آگاہ کرنے اور ڈرانے آیا ہوں اگر تم نے اللہ کے دین سے منہ پھیر کر شیطان کی طرح غرور و تکبر، ہٹ دھرمی اور ضد کا اظہار کیا تو جو انجام شیطان کے غرور و تکبر کا ہوا تھا وہی تمہارا بھی ہوگا اگر تم نے میری بات نہ مانی تو وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے جب ساری حقیقت تمہارے سامنے کھل کر آ جائے گی۔

## سورة صٓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝١ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝٢
كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝٣
وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ
كَذَّابٌ ۝٤ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝٥
وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا
لَشَیْءٌ يُّرَادُ ۝٦ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا
اخْتِلَاقٌ ۝٧ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ
ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝٨ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ
رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝٩ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا ۫ فَلْيَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ۝١٠ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ
الْاَحْزَابِ ۝١١ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝١٢
وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۝١٣ اِنْ
كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝١٤ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ

إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ ۝۱۵ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۶ اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝۱۷ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۝۱۸ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ۝۱۹ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝۲۰

## ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

صٓ۔ قسم ہے نصیحت سے بھرپور قرآن کی۔ یہ کافر اپنے گھمنڈ اور ضد (مخالفت) میں مبتلا ہیں۔ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو (ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ وہ چیختے چلاتے فریاد کرتے رہے لیکن اب (عذاب سے) چھٹکارے کا وقت نہیں رہا تھا۔ اور وہ تعجب کرتے ہیں کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا۔ کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے جھوٹا ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ اس نے سارے معبودوں کو (ملا کر) ایک ہی معبود بنا دیا۔ ان کے (قریشی) سردار یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو بے شک اس میں کسی شخص کی ضرور کوئی غرض (لالچ) شامل ہے۔ ہم نے تو اس سے پہلے مذہب (ملت) میں ایسی بات نہیں سنی تھی (یہ لگتا ہے کہ) یہ محض ایک من گھڑت بات ہے۔ کہنے لگے کہ کیا ہم میں سے صرف یہی شخص (رہ) گیا تھا جس پر کلام نازل کیا گیا ہے۔ (اے نبی ﷺ!) دراصل یہ میری طرف سے آئی ہوئی نصیحت سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ کیا آپ کا وہ رب جو زبردست اور بہت عطا کرنے والا ہے اس کی رحمت کے خزانے (ان کفار) کے پاس ہیں۔ اور کیا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب چیزوں پر ان کو اختیار حاصل ہے تو (وہ آسمانوں) پر چڑھ جائیں۔ ان کا ایک معمولی سا لشکر ہے جو شکست دے دیا جائے گا۔ ان سے پہلے بھی قوم نوح، قوم عاد، میخوں والے فرعون، قوم ثمود، قوم لوط اور ایکہ کے رہنے والوں نے (انبیاء

## ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

صاد۔ قسم ہے نصیحت سے بھرپور قرآن کی۔ یہ کافر اپنے گھمنڈ اور مخالفت میں مبتلا ہیں۔ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو (ان کی بد عملیوں کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ وہ چیختے چلاتے فریاد کرتے رہے لیکن اب (عذاب سے) چھٹکارے کا وقت نہیں رہا تھا۔ اور وہ تعجب کرتے ہیں کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا۔ کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے جھوٹا ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ اس نے سارے معبودوں کو (ملا کر) ایک ہی معبود بنا دیا۔ ان کے (قریش) سردار یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو بے شک اس میں اس شخص کی ضرور کوئی غرض (لالچ) شامل ہے۔ ہم نے تو اس سے پہلے مذہب و ملت میں ایسی بات نہیں سنی تھی (ایسا لگتا ہے کہ) یہ محض ایک من گھڑت بات ہے۔ کہنے لگے کہ کیا ہم میں سے صرف یہی شخص (رہ گیا) تھا جس پر کلام نازل کیا گیا ہے۔ (اے نبی ﷺ!) دراصل یہ میری طرف سے بھیجی گئی نصیحت سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ کیا آپ کا وہ رب جو زبردست اور بہت عطا کرنے والا ہے اس کی رحمت کے خزانے (ان کفار) کے پاس ہیں۔ اور کیا آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب چیزوں پر ان کو اختیار حاصل ہے تو (وہ آسمانوں) پر چڑھ جائیں۔ ان کا ایک معمولی سا لشکر ہے جو شکست دے دیا جائے گا۔ ان سے پہلے بھی قوم نوح، قوم عاد، میخوں والے فرعون، قوم ثمود، قوم لوط اور بن کے رہنے والوں نے (انبیاء کرام کو) جھٹلایا۔ انبیاء کی مخالف جماعتوں نے ان کو جھٹلایا پھر ان پر عذاب نازل ہوا۔ یہ لوگ بس ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جس میں ان کو مہلت نہ دی جائے گی۔ وہ (مذاق اڑاتے ہوئے) کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں یوم الحساب (قیامت) سے پہلے ہی ہمارا حصہ دے دیا جائے (عذاب نازل کر دیا جائے)۔ (اے نبی ﷺ!) آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے جو کچھ یہ کہتے ہیں۔ اور ہمارے بندے داؤد کا ذکر کیجئے جو بہت قوت والا اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا جس کے لئے ہم نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا جو صبح و شام اس کے ساتھ تسبیح (حمد و ثنا) کرتے رہتے تھے۔ اور پرندے جمع ہو کر سب اس کے ساتھ رجوع کرنے والے (تسبیح پڑھنے والے) تھے۔ ہم نے اس کی سلطنت کو خوب مضبوط کر دیا تھا۔ اس کو حکمت و دانائی اور معاملات کا بہترین فیصلہ کرنے کی

کے رسولوں کی نافرمانی کی تو ان کو ہلاک کر دیا گیا اور اس وقت کا ان کا رونا چلانا اور چیخنا ان کے کام نہ آسکا اور وہ عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے۔ قوم نوح، قوم عاد، زبردست طاقت و قوت والا فرعون، قوم ثمود، قوم لوط اور بن والے یہ سب کے سب طاقت ور حکومتوں، سلطنتوں، اونچی اونچی بلڈنگوں، مال، اولاد اور تجارتوں کے مالک تھے لیکن جب انہوں نے اللہ و رسول کی نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب وہ اپنے غرور و تکبر اور نافرمانیوں کے سمندر میں ڈبو دیئے گئے اور وہ تاریخ کے صفحات پر قصے کہانی بن کر رہ گئے۔ چونکہ ان آیات کے پہلے مخاطب کفار عرب تھے اس لئے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ اب تمہارے اندر اللہ کے محبوب اور آخری نبی و رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں اگر تم نے ان کے ساتھ وہی روش اور انداز اختیار کیا جس کی وجہ سے تم سے پہلی قوموں کو تباہ و برباد کر دیا گیا ہے تو تمہیں اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے۔

مفسرین نے ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جب مکہ کے تمام سردار نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس پہنچے اور انہوں نے یہ شکوہ کیا کہ اے ابو طالب تمہارا بھتیجا ہمارے بتوں اور رسموں کو برا کہتا ہے تم کسی طرح ان کو سمجھاؤ کہ وہ اپنی بات کریں مگر ہمارے بتوں، رسوم اور عبادات اور معاشرہ کی رسموں کی برائی کرنا چھوڑ دیں۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ابو طالب نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) عرب کے سرداروں نے تمہاری شکایت کی ہے تم اپنا کام کرو کسی سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو ان سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اس کو مان لیں تو عرب و عجم کی ساری طاقتیں ان کے قدموں میں ہوں گی۔ ابو طالب نے تمام سرداروں کو جمع کر کے یہ کہا کہ محمد (ﷺ) تو صرف ایک بات کہتے ہیں وہ سن لو۔ سرداروں نے کہا کہ وہ کون سی بات ہے جس کی وجہ سے ہم عرب و عجم پر غالب آ جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک کلمہ یہ ہے "لا الہ الا اللہ" اس کلمہ پر ایمان لے آؤ ساری دنیا پر تمہاری حکومت ہوگی۔ سرداروں نے بگڑ کر کہا کہ چلو اٹھو اور اپنے بتوں اور رسم و رواج پر ڈٹے رہو کیونکہ یہ محمد (ﷺ) تو یہ چاہتے ہیں کہ تین سو ساٹھ بتوں کو چھوڑ کر صرف ایک معبود کی عبادت و بندگی کی جائے۔ یہ ایک انوکھی اور نئی بات ہے جو ہم نے آج تک کسی ملت اور قوم سے نہیں سنی۔ سرداروں نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ ان تمام باتوں کے پیچھے کچھ اور بات اور غرض ہے۔ کہنے لگے کہ کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ ایک ایسے شخص کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے جو ہم میں سے ہی ہم جیسا بشر ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے اور جادوگری ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے اتنے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک معبود کو مان لیں۔ ہم تین سو ساٹھ بت رکھتے ہیں اور سب مل کر بھی مکہ کا انتظام نہیں سنبھال سکتے وہ ایک معبود کی بات کرتے ہیں بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک اللہ تنہا پورے نظام کائنات کو چلا سکتا ہے۔ قریشی سردار اٹھ کر چل دیئے اور کہنے لگے کہ اٹھو اور چلو تم اپنے معبودوں کی عبادت پر ڈٹے رہو اور کسی بات کی پرواہ نہ کرو۔ وہ کہتے تھے کہ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا جس پر اللہ نے اپنا کلام نازل کیا ہے حالانکہ عرب میں بڑے بڑے صاحب بصیرت سردار لوگ موجود تھے جو اس بات کے مستحق تھے کہ اتنے بڑے کام کے لئے ان کو منتخب کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا یہ لوگ اپنے آپ کو خود مختار اور بڑا سمجھتے ہیں تو یہ ایسا کریں کہ کسی ذریعہ سے یہ عرش الٰہی تک پہنچ کر اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہاں سے اپنے من پسند

لوگوں پر رحمتیں نازل کریں۔ فرمایا کہ یہ لوگ عرش الٰہی یا آسمانوں کی بلندیوں پر کیا پہنچیں گے یہ تو وہ لوگ ہیں جو یہیں اسی سرزمین پر شکست کھا جائیں گے اور اس وقت کوئی چیز ان کے کام نہ آسکے گی۔ آج یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ جس عذاب کی بات کی جاتی ہے وہ جلد از جلد آجائے تاکہ یہ روز روز کی باتیں ختم ہوں فرمایا کہ عذاب کی جلدی کرنے والے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ جب ایک چنگھاڑ یا دھماکہ ہوگا یعنی صور پھونکے جانے کے بعد قیامت قائم ہوگی تو پھر کسی کو مہلت یا ڈھیل نہیں دی جائے گی۔ نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار و مشرکین کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنی معمولی معمولی سرداریوں پر ناز کرنے والوں اور ہماری نشانیوں کا انکار کرنے والوں کو حضرت داؤدؑ کی زندگی، ان کی سلطنت اور قوت و طاقت کا حال سنایئے اور ان کو بتایئے کہ اتنی بڑی سلطنت کے باوجود وہ اللہ کی عبادت و بندگی میں لگے رہتے تھے اور ہر وقت اللہ کی طرف رجوع رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے اچھی مثال حضرت داؤدؑ کی ہے جو (۱) صبر سے کام لیتے تھے۔ (۲) صرف اللہ کی طرف دھیان لگائے رہتے تھے۔ (۳) وہ صبح و شام اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح میں لگے رہتے تھے۔ جب وہ زبور کی تلاوت کرتے تو پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ہم آواز ہو جاتے تھے۔ (۴) ان کی سلطنت ایک مضبوط اور مستحکم حکومت تھی۔ ہر طرف ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور سب پر ان کا حکم چلتا تھا۔ (۵) ان کے پاس ایک بہت بڑی فوج تھی۔ (۶) وہ نہایت ذہین و ذکی تھے اور وہ ہر بات کی تہہ تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ (۷) جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو وہ اس کا بہترین فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ (۸) وہ ہر بات کو اس طرح سمجھاتے تھے کہ سننے والے کے دل میں شک و شبہ نہ رہتا تھا۔ (۹) سلطنت کا کاروبار نہایت دیانت، امانت، دانائی اور ہوشیاری سے کرتے تھے۔ (۱۰) وہ ہر وقت اللہ کی عبادت و بندگی کرتے تھے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھ سے اپنی روزی پیدا کرتے تھے۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت داؤدؑ کا ذکر آتا تو نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ وہ سب سے زیادہ عبادت کرنے والے شخص تھے۔ (بخاری، مسلم)

تفسیر ابن کثیر میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت داؤدؑ کی ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے بھی حضرت داؤدؑ کے ہیں۔ وہ آدھی رات سوتے، ایک تہائی رات کو عبادت کرتے اور پھر رات کے آخری حصے میں آرام فرماتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب دشمن سے ان کا مقابلہ ہوتا تو وہ راہ فرار اختیار نہ کرتے تھے اور بلاشبہ وہ اللہ کی طرف سب سے زیادہ رجوع کرنے والے تھے۔ (بخاری، مسلم)

ان آیات اور حضرت داؤدؑ کی زندگی کے عظیم پہلوؤں کا ذکر کرکے کفار عرب و مشرکین کو بتایا گیا ہے کہ وہ ذرا ذرا سی دولت اور چھوٹی چھوٹی سرداریوں پر اس قدر اچھل کود رہے ہیں جب کہ حضرت داؤدؑ عظیم سلطنت کے فرماں روا ہونے کے باوجود ہر وقت اللہ کی مخلوق کی خدمت اور اللہ کی عبادت و بندگی میں لگے رہتے تھے۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو اور ان کی عبادت و بندگی کا انداز وہ بہترین نمونہ ہے جس پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں عطا کی جاتی ہیں۔ لیکن جو لوگ نافرمانیوں میں لگے رہتے ہیں تو پھر ایسے لوگوں کا عبرت ناک انجام ہوا کرتا ہے۔

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾
إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۩ ﴿٢٤﴾ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٢٥﴾ يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾

**ترجمہ آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶**

کیا آپ کے پاس جھگڑنے والے (دو فریق مقدمہ) لوگوں کی خبر پہنچی۔ جب وہ دیوار پھاند کر (حضرت داؤدؑ کی) عبادت گاہ میں داخل ہوئے۔ جب وہ داؤدؑ کے پاس آئے تو وہ ان سے

دیکھ کر گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا ڈریئے مت، ہم دو اہل معاملہ ہیں۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ ہمارے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کر دیجئے۔ اور بے انصافی نہ کیجئے اور سیدھے راستے کی طرف ہماری رہنمائی کیجئے۔ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے (99) دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ وہ اپنی دنبی میرے حوالے کر دے اور اس نے مجھے گفتگو میں دبا لیا ہے۔ داؤدؑ نے کہا واقعی اس نے تیری دنبی اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کی درخواست کر کے بڑی زیادتی کی ہے اور اکثر شرکاء (Partners) ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے۔ لیکن ایسے لوگ تھوڑے ہی ہیں۔ اور جب داؤدؑ نے سمجھا کہ یہ تو ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو انہوں نے اپنے رب سے معافی مانگی اور جھک کر سجدے میں گر پڑے۔ پھر ہم نے ان کو معاف کر دیا۔

اور بے شک ان کے لئے ہمارے پاس بہترین ٹھکانا اور مقام ہے۔ (اللہ نے ارشاد فرمایا کہ) اے داؤدؑ بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ (نائب) بنایا ہے تو لوگوں کے درمیان حق (اور انصاف) کے ساتھ فیصلہ کرنا اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ وہ خواہش تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ بے شک جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا رکھا تھا۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

| | |
|---|---|
| اَلْخَصْمُ | جھگڑنے والا فریق |
| تَسَوَّرُوْا | انہوں نے دیوار کو پھاندا |
| اَلْمِحْرَابُ | محراب۔ عبادت گاہ |
| فَزِعَ | وہ گھبرا گیا |
| بَغٰی | اس نے زیادتی کی |
| لَا تُشْطِطْ (اِشْطَاطٌ) | بے انصافی نہ کر |
| تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ | ننانوے |

| | |
|---|---|
| نَعۡجَةٌ | دنبی (دنبہ کی مونث) |
| اَكۡفِلۡنِيۡ | میرے حوالے کر دے |
| عَزَّنِيۡ | اس نے مجھے دبالیا۔ مغلوب کر دیا |
| اَلۡخُلَطَآءُ | شریک۔ شرکاء (تجارتی پارٹنر) |
| خَرَّ | وہ گر پڑا |
| اَنَابَ | اس نے رجوع کیا۔ وہ پلٹا |
| نَسُوۡا | انہوں نے بھلا دیا |

## تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبروں میں سے نبی بھی ہیں اور صاحب کتاب رسول بھی۔ جالوت جیسے ظالم بادشاہ کو قتل کرنے کے بعد وہ بنی اسرائیل کی آنکھ کا تارا بن گئے تھے۔ حضرت طالوت جن کی سربراہی میں جالوت کے زبردست لشکر کو مٹھی بھر مسلمانوں نے بدترین شکست دے کر میدان سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا انہوں نے حضرت داؤدؑ کی شجاعت و بہادری، تقویٰ اور پرہیزگاری کو دیکھ کر ان سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا تھا۔ حضرت طالوت کے انتقال کے بعد حضرت داؤدؑ نے نظام حکومت کو سنبھالا اور بڑی تیزی سے کفار و مشرکین کو شکست پر شکست دے کر بنی اسرائیل کی عظیم مملکت کی بنیاد رکھ دی۔ یہ حضرت داؤدؑ کی عظمت ہے کہ آپ نبی اور رسول ہونے کے ساتھ ساتھ ایک انصاف پسند حکمران، بادشاہ اور ایک اصول پسند انسان تھے جن کی نبی کریم ﷺ نے بھی بہت تعریف فرمائی ہے۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک ایسا نظام بنا رکھا تھا کہ چوبیس گھنٹوں میں کوئی ایسا وقت نہ ہوتا تھا جس میں حضرت داؤدؑ اور آل داؤد میں سے کوئی نہ کوئی اللہ کی عبادت و بندگی میں مشغول نہ ہوتا۔ حضرت داؤدؑ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ انہوں نے رات کے اوقات کو بھی اسی طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ جس میں ایک تہائی رات عبادت کرتے اور بہت کم آرام فرماتے تھے۔ حضرت داؤدؑ نے اپنے دنوں کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ ایک دن دربار عام ہوتا دوسرے دن آپ مقدمات کو سن کر عدل و انصاف سے لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے اور ایک دن آپ نے اپنے گھر والوں کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ آپ کے اصول اتنے مضبوط تھے کہ اس کے خلاف کسی بات کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک رات آپ اپنے محل

میں اللہ کی عبادت و بندگی میں مشغول تھے چاروں طرف پہرے دار موجود تھے آپ نے دیکھا کہ دو آدمی دیوار پھلانگ کر اندر آ گئے
ہیں۔ انہوں نے آتے ہی بڑی بے باکی سے کہا کہ آپ گھبرائیے مت ہم دونوں ایک مسئلہ میں فریق ہیں اگر آپ ہمارے درمیان
فیصلہ کرا دیں گے اور ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے دیں گے تو ہماری مشکل حل ہو سکتی ہے۔ حالانکہ حضرت داؤد ایک اصول
پسند عبادت گذار تھے انہوں نے ان دونوں کے آنے پر حیرت تو کی مگر ان دونوں کو سزا دینے کو برا سمجھا بلکہ ان کی بات کو
نہایت توجہ سے سن کر جو بھی عدل و انصاف کا تقاضا تھا اس کے مطابق فیصلہ فرما دیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ میرا بھائی
ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ وہ ایک دنبی بھی مجھے دے دو چونکہ یہ
طاقتور ہے تو اس نے مجھے اس بات میں دبا رکھا ہے۔ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حضرت داؤد نے فرمایا کہ واقعی اس
نے تیری دنبی اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کی درخواست کر کے بڑی زیادتی کی ہے۔ آپ نے ایک اصول کی بات بھی فرما دی کہ
اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ آپس میں شریک لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں البتہ وہ لوگ جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کا
راستہ اختیار کر رکھا ہے اگرچہ وہ بہت تھوڑے سے ہیں لیکن وہ ظلم و زیادتی سے بچتے رہتے ہیں۔ حضرت داؤد کے فیصلے کے بعد
دونوں ایسے غائب ہو گئے وہ سوچنے لگے کہ اتنے زبردست پہرے کے باوجود آدمیوں کا اچانک ان کی خلوت گاہ اور عبادت گاہ میں
چلا آنا اور بڑی بے باکی سے انصاف کا طلب کرنا بڑا عجیب واقعہ ہے۔ ایک دم حضرت داؤد کو احساس ہوا کہ شاید یہ دونوں اللہ کی
طرف سے میری آزمائش کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ممکن ہے مجھے اپنی سلطنت، فوج، مال و دولت اور عبادت پر کچھ ناز ہو گیا تو
اللہ نے مجھے آگاہ کرنے کے لئے ان کو بھیجا ہو گا کہ ہزار پہروں کے باوجود یہ اللہ کی قدرت تھی کہ یہ دونوں اندر داخل ہو گئے تھے۔
جیسے ہی آپ اس نتیجے تک پہنچے تو نہایت عاجزی سے سجدہ میں گر پڑے اور اپنے قصور کی اللہ سے معافی مانگنے لگے اور سب چیزوں کی
طرف سے اپنی طبیعت کو ہٹا کر اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اللہ جس کو بندوں کی عاجزی و انکساری بہت پسند ہے اس نے
حضرت داؤد کی توبہ کو قبول کر لیا ان کے قصور کو معاف فرما دیا اور فرمایا کہ بے شبہ ہمارے ہاں ان کا بہترین مقام اور رتبہ
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤد! بے شک ہم نے تمہیں زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ تم لوگوں کے درمیان حق و انصاف
سے فیصلے کرو۔ اپنی خواہشات کی طرف مت جھکو کیونکہ اگر تم نے اپنی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تمہیں راستے سے بھٹکا دے گا اور
جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کو سخت سزا دی جاتی ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس دن کو بھلا دیا ہے جب
تمام لوگوں کو ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔

ان آیات سے متعلق چند باتیں

(۱) ۔ دو فریق معاملہ حضرت داؤد کی محراب یعنی عبادت گاہ میں داخل ہوئے تھے وہ کون تھے اور کیا چاہتے تھے؟

عرض ہے کہ ممکن ہے یہ دونوں اللہ کی طرف سے بھیجے گئے فرشتے تھے جو ان کو کسی خاص واقعہ یا کسی خاص بات سے آگاہ اور خبردار کرنے آئے تھے۔ اس سلسلہ میں توریت یعنی اسرائیلی روایات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ایک افسانے سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کیونکہ ایک جلیل القدر پیغمبر اس سطح تک نہیں گر سکتا کہ وہ اپنی ذاتی خواہش کے لئے دوسروں کے گھر برباد کردے۔ یہودیوں کے سازشی ذہن نے یہ قصہ گھڑ کر توریت میں شامل کر دیا ہے کہ حضرت داؤدؑ کسی شادی شدہ عورت پر فریفتہ ہو گئے تھے اور انہوں نے اس کے شوہر سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اپنی بیوی کو آزاد کردے تاکہ وہ اس سے نکاح کر سکیں۔ ایسا ممکن تو ہو سکتا تھا کیونکہ بنی اسرائیل میں اس طرح کی خواہش کوئی عیب کی بات نہ تھی بلکہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ایک شخص دوسرے کی خواہش کے احترام میں اپنی بیوی کو طلاق دے کر چھوڑ دیتا اور دوسرا اس سے نکاح کر لیا کرتا تھا۔ ممکن ہے کسی وجہ میں حضرت داؤدؑ نے سوچا ہو لیکن ان کے مقام نبوت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کو اس ارادہ سے رک جانے کے لئے آگاہ کیا گیا ہو اور اسی لئے دو فرشتوں کو آدمیوں کی شکل میں بھیجا گیا ہو تاکہ ان کی آزمائش بھی کی جائے اور ان کو اس ارادے سے روک دیا جائے۔

(۲)۔ ننانوے کے الفاظ سے بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے گھر میں ننانوے بیویاں تھیں اور ایک عورت نکاح کرنے کی خواہش تھی۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے کہ ان کے گھر ننانوے بیویاں تھیں بلکہ ان کے گھر میں کثرت سے بیویوں کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔

(۳)۔ انبیاء کرام اور ان کے طریقے پر چلنے والوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ اگر غفلت میں ان سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو وہ فوراً جھک کر بڑی عاجزی و انکساری سے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ سے معافی مانگ لیتے ہیں اور اللہ ایسے لوگوں کے قصوروں کو اسی وقت معاف فرما دیتا ہے۔ حضرت داؤدؑ جنہیں اللہ نے ایک بڑا مقام عطا کیا تھا جب انہیں اس کا احساس ہوا کہ شاید مجھ سے کوتاہی ہو گئی ہے تو وہ فوراً ہی سجدہ میں گر گئے اور اللہ سے معافی مانگنے لگے۔ اسی لئے سورۂ ص کی اس آیت پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ جس طرح حضرت داؤدؑ نے اللہ کے سامنے سجدہ کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سعید ابن جبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ ص کی اس آیت پر سجدہ فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ نے توبہ کے طور پر سجدہ کیا تھا اور ہم شکر کے طور پر سجدہ کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ میں سورۂ ص کی آیت سجدہ کو پڑھا تو آپ منبر سے نیچے اترے۔ جب آپ نے سجدہ کیا تو حضور ﷺ کو دیکھ کر تمام صحابہ کرامؓ نے بھی سجدہ کیا۔

(۴)۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جو صاحب معاملہ لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کر جاتے ہیں۔ طاقت ور کمزور کو کچلنے کی کوشش کرتا ہے اور مال دار مفلس اور غریب آدمی کو دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ پر ایمان لا کر اس کی رضا و خوشنودی کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں وہ دوسروں پر ظلم و زیادتی سے پوری طرح بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ ایسے لوگ دنیا میں بہت تھوڑے سے ہوتے ہیں مگر وہ سچائی و تقویٰ کے لئے اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

(۵)۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا کہ ہم نے دنیا میں اللہ کے خلیفہ اور نائب ہو تمہارا کام یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لو اور اپنی خواہشات کو بھلا دو کیونکہ اپنی خواہشات کے پیچھے وہی لوگ لگے رہتے ہیں جو گمراہ ہیں اور آخرت میں زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینے پر یقین نہیں رکھتے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹**

اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ تو ان لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا ایسے انکار کرنے والوں کے لئے بربادی اور جہنم کی آگ ہے۔ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے برابر کر دیں گے جو زمین میں فساد مچانے والے ہیں اور کیا ہم پرہیزگاروں کو اور بدکاروں کو برابر کر دیں گے (ہرگز نہیں)۔ (قرآن حکیم) ایک کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے بڑی برکت والی کتاب ہے تاکہ لوگ ان آیات پر غور و فکر کریں اور عقل و دانش رکھنے والے نصیحت حاصل کریں۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

بَاطِلٌ — فضول۔ بے کار

ظَنٌّ — گمان۔ تصور۔ خیال

| | |
|---|---|
| وَيْلٌ | بربادی |
| اَمْ | کیا |
| لِيَدَّبَّرُوْٓا | تاکہ وہ غور و فکر کریں |

## تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی ہر چیز کو ایک مقصد سے پیدا کیا ہے کوئی چیز بے مقصد اور بے قیمت نہیں ہے۔ جس کا مقصد جتنا اعلیٰ اور بہتر ہے اس کی قیمت اور وزن بھی اتنا ہی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے دنیا کی ہر چیز انسانوں کے لئے بنائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ بے شک دنیا تمہارے لئے بنائی گئی ہے لیکن تم آخرت کے لئے بنائے گئے ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے کا مقصد تو یہ ہے کہ وہ انسان کے کام آئے لیکن خود انسان کی زندگی کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ صرف دنیا کا ہو کر رہ جائے اور اسی کو مقصد زندگی بنا لے بلکہ وہ اس دنیا کو کھیتی سمجھ کر اس میں نیکیوں کے بیج بوتا چلا جائے تاکہ یہ فصل اس کے آخرت میں کام آئے اور جب پیچھے پلٹ کر دیکھے تو وہ ایک لہلہاتا ہوا باغ نظر آئے۔ وہ لوگ بڑے بدقسمت ہیں جو زندگی بھر گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں نیکیوں سے دور دور رہتے ہیں اور اس کائنات کو سب کچھ سمجھ کر دوبارہ زندہ ہونے اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ اپنے کفر کے ساتھ جب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو سوائے ذلت و رسوائی کے ان کے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے گا اور آخرت کی بربادی اور جہنم کی آگ ان کا مقدر بن کر رہ جائے گی۔ یقیناً اللہ و رسول پر ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی گذارنے والے اور زمین میں تباہی و بربادی مچا کر اپنی آخرت کو برباد کرنے والے انجام کے اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جس نے نیکی اور پرہیزگاری کی زندگی گذاری ہو وہ اس شخص کے برابر ہو جائے جس نے پوری زندگی گناہوں میں بسر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی کتاب قرآن کریم جس میں برکتیں اور رحمتیں ہیں اس لئے نازل کی ہے تاکہ ان آیتوں میں غور کیا جائے اور جو بھی علم، عقل اور فہم و دانش رکھنے والے ہیں وہ ان آیات سے نصیحت حاصل کریں اور اس بات کو سمجھ لیں کہ اصل زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے جو شخص وہاں کامیاب و بامراد ہو گیا وہی خوش نصیب ہے لیکن جس نے یہ سمجھا کہ یہ دنیا، زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے فضول اور بے کار پیدا کئے گئے ہیں یا ان کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں ہے ہم جس طرح چاہیں زندگی بسر کریں ہم کو کوئی نہیں دیکھنے والا ہے اور نہ حساب لینے والا ہے تو ایسے لوگ جب مرنے کے بعد آخرت میں پہنچیں گے تو ان کے اعمال کی نحوست ان کو آخرت میں ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گی۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ

نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰي كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ ۝ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَاۗؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝

**ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۴۰**

اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ (جیسا بیٹا) عطا کیا جو (اللہ کے) بہترین بندے اور (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔ جب ایک شام ان کے سامنے تیز رفتار اور عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو انہوں نے کہا میں اپنے پروردگار کے ذکر سے اس مال کی محبت میں لگ کر غافل ہو گیا تھا یہاں تک کہ وہ گھوڑے نظروں سے اوجھل ہو گئے (پھر سلیمانؑ نے حکم دیا) ان کو میرے پاس تو لاؤ۔ پھر سلیمانؑ نے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا (یعنی ان کو پیار سے دیکھا) پھر ہم نے سلیمانؑ کو آزمایا اور ہم نے ان کے تخت پر ایک (ناقص الخلقت) دھڑ لا ڈالا۔ پھر انہوں نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا اور عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے معاف کر دیجئے اور مجھے ایسی سلطنت

عطا کیجئے جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو۔ بے شک آپ بہت زیادہ دینے والے ہیں۔ (اللہ نے فرمایا) تو ہم نے اس طرح ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے نرم اور خوش گوار رفتار سے چلتی تھی۔ اور اسی طرح ہم نے جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا۔ وہ جنات جو عمارت بنانے والے (سمندروں میں) غوطے لگانے والے اور وہ جنات جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ (اللہ نے فرمایا کہ) یہ تمہارے لئے ہمارا عطیہ ہے آپ جس پر چاہیں احسان کریں یا اپنے ہی پاس روک کر رکھیں۔ اس کا کوئی حساب (نہ لیا ہوگا) اور ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور بہترین انجام ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۴۰

| | |
|---|---|
| نِعْمَ | بہترین |
| اَلصّٰفِنٰتُ (صَافِنَةٌ) | اصل اور عمدہ گھوڑے |
| اَلْجِیَادُ | نہایت عمدہ۔ بہترین |
| اَلْخَیْرُ | مال۔ دولت۔ بھلائی |
| تَوَارَتْ | چھپ گئی۔ (چھپ گیا) |
| رُدُّوْا | لوٹادو |
| طَفِقَ | وہ شروع ہو گیا |
| مَسْحٌ | ہاتھ پھیرنا۔ ہاتھ صاف کرنا |
| اَلسُّوْقُ | پنڈلیاں |
| اَلْاَعْنَاقُ (عُنُقٌ) | گردنیں |
| جَسَدٌ | جسم۔ دھڑ |
| لَا یَنْبَغِیْ | سزاوار نہ ہو۔ میسر نہ ہو |

| | |
|---|---|
| رُخَاءً | نرمی |
| بَنَّاءٍ | معمار، تعمیر کرنے والا |
| غَوَّاصٍ | (پانی میں) غوطہ لگانے والا |
| مُقَرَّنِيْنَ | جکڑے ہوئے |
| اَلْاَصْفَادِ | زنجیریں |
| اُمْنُنْ | تو احسان کر |
| اَمْسِكْ | روک لے |
| زُلْفٰى | قرب۔ قریب ہونا |
| حُسْنَ مَاٰبٍ | بہترین ٹھکانا |

## تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۴۰

حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کے وہ پیغمبر ہیں جنہیں اللہ نے ایک عظیم الشان حکومت و سلطنت سے نوازا تھا۔ جس کا مقصد ساری دنیا میں اللہ کے دین کو پہنچانا تھا۔ اللہ نے ان کے خلوص کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر انہیں حضرت سلیمانؑ جیسا نیک، پارسا بیٹا عطا فرمایا جو اللہ کے نبی، حسن انتظام کے مالک حکمران، ہر بات میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے اور جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ ایک دن جہاد کے لئے تیار کئے گئے بہترین پلے ہوئے اصیل، رفتار اصیل گھوڑوں کی پریڈ کا معائنہ کر رہے تھے تو آپ نے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ان گھوڑوں سے جو تعلق، انسیت اور محبت ہے وہ دنیا کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنے پروردگار کی وجہ سے ہے۔ اس ارشاد کے درمیان جب وہ گھوڑے نظروں سے اوجھل ہوگئے تو آپ نے ان کو دوبارہ دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب وہ گھوڑے دوبارہ قریب آگئے تو آپ نے آگے بڑھ کر ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر پیار سے ہاتھ پھیر کر چمکارنا شروع کردیا۔ (ابن جریر طبری۔ امام رازی)

حضرت سلیمانؑ نے اللہ کی بارگاہ میں نہایت عاجزی کے ساتھ یہ درخواست پیش کی۔ الٰہی مجھے ایک ایسی حکومت و سلطنت عطا فرما جو اس سے پہلے کسی کو نہ دی گئی ہو اور نہ آئندہ دی جائے گی۔ چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر کے ایسی سلطنت

عطا کی جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھی اور آئندہ بھی نہ دی جائے گی۔ ہوا کو ان کے حکم کے تابع کر دیا۔ طوفانی ہوا جب ان کے تخت کو لے کر اڑتی تو اس تخت پر بیٹھے والوں کے لئے ایسی نرم اور خوش گوار رفتار سے چلنے والی ہوا ہوتی تھی کہ بیٹھنے والوں کو اس کی برق رفتاری کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام جنات کو ان کے حکم کے تابع کر دیا تھا جو ان کے حکم سے بڑی سے بڑی عمارتیں تعمیر کرتے تھے چنانچہ بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمانؑ کی نگرانی میں ان جنات ہی نے کی تھی۔ وہ جنات بھی آپ کے تابع تھے جو سمندروں میں غوطے لگا کر قیمتی موتی اور جواہرات نکالتے تھے۔ اگر ان جنات میں سے کسی سے کوئی غلطی اور کوتاہی ہو جاتی تو وہ ان کو قید کر لیا کرتے تھے اور پھر جب چاہتے ان سے کام لے لیتے تھے۔ غرضیکہ اللہ نے حضرت سلیمان بن داؤدؑ کو بے شمار نعمتوں سے نواز کر فرما دیا تھا کہ جو نعمتیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں ان میں تمہیں پورا پورا اختیار ہے جس کو جتنا دینا چاہیں دے دیں یا روکنا چاہیں روک لیں ان سے اس کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا کیونکہ اللہ نے ان کو اپنا قرب اور ہر کام کے بہترین انجام سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ حضرت داؤدؑ کو حضرت سلیمانؑ جیسا بیٹا عطا کیا لیکن حضرت سلیمانؑ کا بیٹا ان کی جانشینی کا حق ادا نہ کر سکا بلکہ وہ تخت سلیمانی پر ایک بے جان لاش کی طرح سے تھا۔ تاریخ بھی اس بات پر گواہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا بیٹا ان کی جانشینی کا حق ادا نہ کر سکا اور اتنی عظیم سلطنت چند برسوں میں بکھر کر رہ گئی۔

☆ حضرت سلیمانؑ کے واقعات زندگی بیان کرنے کے لئے اسرائیلی روایات کو جس طرح پیش کیا گیا ہے ان کو اس لئے یہاں نقل نہیں کیا گیا کہ جب ان واقعات کے پیچھے قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ ﷺ کی کوئی وضاحت نہیں ہے تو ان اسرائیلی روایات کو نقل کرنا ذہنوں کو منتشر کرنا ہے۔

☆ ان آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں کا ہر کام محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوتا ہے۔ اس میں ان کی اپنی ذاتی غرض نہیں ہوتی۔

☆ جہاد ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جہاد کے لئے اس کے اسباب کی تیاری اور اس میں دلچسپی کا اظہار حضرت سلیمانؑ اور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ نے جہاد کے لئے تیار کئے گئے گھوڑوں کو ایک دفعہ دیکھنے کے بعد دوبارہ طلب کیا درحقیقت عام لوگوں کو یہ بتانا تھا کہ وہ بھی جذبہ جہاد زندہ و تابندہ رکھیں۔ بالکل اسی طرح نبی کریم ﷺ گھنٹوں کھڑے ہو کر نیزہ بازی اور جہاد کے لئے تیار کئے گئے گھوڑوں کی دوڑ دیکھا کرتے تھے۔ اصل میں جس چیز میں بڑے اور بزرگ دلچسپی لیتے ہیں اس میں ان کے بچے اور نوجوان بھی دلچسپی لیتے ہیں۔ ہمارے دین نے یہ بتایا ہے کہ ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہنا اور اس کی تیاری کرتے رہنا بہت بڑی عبادت ہے۔ جو قوم جہاد کا راستہ چھوڑ دیتی ہے وہ درحقیقت اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیتی ہے۔ جہاد کے جذبوں کو زندہ رکھنے سے ہی اس امت کی زندگی ہے۔ آج کفار و مشرکین اس خوف سے سخت پریشان ہیں کہ کہیں ان میں پھر سے کوئی خالد بن ولید اور طارق بن زیاد پیدا نہ ہو جائے جو ان کی صفوں کو

طلب رہے اور یہی کشتیوں کو جلا کر جذبہ جہاد کو زندہ اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آگے بڑھتے چلے جانے کا ہی خوف ہے انہوں نے جہاد و دہشت گردی کا نام دے کر مسلمانوں کو بدنام کرنے کی مہم پوری شدومد سے شروع کر رکھی ہے تاکہ اقتدار سے چمٹی ہوئی طاقتیں خوف کے مارے دین فروشی، ضمیر فروشی پر راضی ہو جائیں اور ہر اس طاقت کو کچل ڈالیں جن میں جذبہ جہاد کا شائبہ بھی موجود ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ فکری بیداری پیدا ہو گی اور اس کے جذبے کو تو ماند نہیں کر سکیں گی بلکہ خود ہی مٹ جائیں گی۔ اور اسلام کا دین ہر مذہب پر غالب آ کر رہے گا انشاء اللہ۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ

أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّى مَسَّنِىَ ٱلشَّيْطَٰنُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ﴿٤١﴾ ٱرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۖ هَٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهُۥٓ أَهْلَهُۥ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَٱضْرِب بِّهِۦ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنَٰهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ ٱلْعَبْدُ ۖ إِنَّهُۥٓ أَوَّابٌ ﴿٤٤﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴**

(اے نبی ﷺ!) ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجئے جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ (میرے پروردگار) مجھے شیطان نے (وسوسوں کے ذریعہ) ایذا اور دکھ پہنچا رکھا ہے۔ (ہم نے کہا کہ) اپنا پاؤں زور سے زمین پر مارو غسل کرنے اور پینے کے لئے ٹھنڈا پانی (نکل آئے گا) اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی (اور بھی اہل خانہ) عطا کئے۔ یہ ہماری طرف سے خاص رحمت اور عقل و فہم رکھنے والوں کے لئے نصیحت تھی۔ اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا مٹھا (یا کھجور کی ایک شاخ جس میں سو شاخیں ہوں) لے کر اس سے مارو اور اپنی قسم نہ توڑو۔ بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا بہت اچھا اور رجوع کرنے والا بندہ پایا۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

| | |
|---|---|
| نُصُبٌ | بیماری۔ تکلیف۔ مشقت |
| اُرْكُضْ | پاؤں زور سے مار |
| رِجْلٌ | پاؤں |
| مُغْتَسَلٌ | نہانے کا پانی |
| شَرَابٌ | پینے کی چیز۔ مشروب |
| اُولُو الْاَلْبَابِ | عقل و فہم والے |
| ضِغْثًا | تنکوں یا سینکوں کا مٹھا |
| لَا تَحْنَثْ | قسم نہ توڑ |

## تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ "وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ" یعنی جو کچھ لوگ باتیں بناتے ہیں ان پر صبر کیجئے۔ حضرت ایوبؑ جو بنی اسرائیل کے ایک نبی تھے ان کی مثال بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے خوش حالی کے زمانہ میں شکر اور شدید مشکلات اور بیماریوں میں صبر کا دامن تھامے رکھا۔ شیطان نے ہر طرح وسوسے ڈالنے اور ان کی خدمت گذار بیوی کو گمراہ کرنے کی کوششیں کیں لیکن اللہ نے اپنی رحمت خاص سے ان کو شیطان کی گمراہیوں سے محفوظ رکھا۔

اسرائیلی روایات سے قطع نظر قرآن کریم میں اس جگہ کے علاوہ تین اور مقامات پر حضرت ایوبؑ اور ان کے صبر و شکر کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ایوبؑ کو اللہ نے خوش حالی، گھر کا سکون، بچوں کی رونق اور مال و دولت سے نوازر کھا تھا لیکن اچانک حالات میں ایک زبردست تبدیلی آئی کہ ان کا گھر بار، مال و دولت (اور ان کی بیوی کے سوا) ساری اولاد ختم ہو گئی۔ اس کے بعد وہ شدید بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ تمام رشتہ داروں اور دوستوں نے ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور وہ شہر سے باہر کسی جھونپڑی میں رہنے پر مجبور ہو گئے سوائے ان کی بیوی جن کا نام رحمت تھا وہ ان کے ساتھ رہ گئیں اور انہوں نے دن رات بے مثال خدمات سرانجام دیں۔ ایک دن شیطان نے انسانی شکل میں آ کر ان کی بیوی سے یہ کہا کہ میں ایک طبیب ہوں تمہارے شوہر کو شفا حاصل کرنے کی دوا دے سکتا ہوں اس پر میں تم سے کوئی اجرت نہیں لیتا بس اتنا چاہتا ہوں کہ جب تمہارے شوہر کو شفا مل جائے تو

یوں کہہ دیا کہ تو نے اس کو شفا دی۔ چونکہ سخت تنگی اور بدحالی کے زمانہ میں آدمی کے ذہن میں صرف ایک ہی بات رہتی ہے کہ بیماری کو
شفا مل جائے۔ جب اس بات کا تذکرہ انہوں نے حضرت ایوبؑ سے کیا تو آپ کو اس سے سخت رنج اور تکلیف پہنچی اور انہوں نے اپنی
بیوی سے کہا کہ جب مجھے شفا مل جائے گی تو تمہاری اس حرکت پر تمہیں سو لکڑیاں ماروں گا۔ ادھر شیطان نے حضرت ایوبؑ کے دل
میں طرح طرح کے وسوسے پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ اگرچہ حضرت ایوبؑ صبر و شکر کے پیکر تھے مگر ان تمام حالات کے بعد
انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ الٰہی اب تو شیطان نے بھی مجھے تکلیف اور رنج و غم دینا شروع کر دیا ہے مجھے ان حالات
سے نکالئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاں آپ موجود ہیں وہاں زمین پر زور سے پاؤں ماریئے آپ دیکھیں گے کہ وہاں سے پانی کا
ایک چشمہ ابلنے لگے گا وہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہوگا اس سے غسل کیجئے اور پیجئے۔

چنانچہ حضرت ایوبؑ نے ایسا ہی کیا جب ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ نکلا تو آپ نے اس سے پیا اور غسل کیا جس سے
تمام بیماریاں ختم ہو گئیں اور وہ مکمل طور پر صحت مند ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرا کرم یہ کیا کہ صحت و شفا مکمل ہونے کے بعد ان کے تمام گھر والے جو مر گئے تھے نہ صرف ان کو زندہ
کر دیا بلکہ اس سے زیادہ ان کو اولاد اور دولت و حشمت عطا فرما دی۔ جس سے پہلے جیسی چہل پہل شروع ہو گئی۔

بیماری کے دوران حضرت ایوبؑ نے جو اپنی بیوی کو سو لکڑیوں سے مارنے کی قسم کھائی تھی اس کے لئے فرمایا کہ آپ اپنی
قسم پوری کریں اور اپنی قسم کو نہ توڑیں لیکن ان کی بیوی کی عظیم خدمات تھیں اس لئے فرمایا کہ سو سینکوں کا ایک گٹھا لیں یا کھجور کی
ایک ایسی شاخ لے لیں جس میں سو لکڑیاں ہوں ان کو ایک ہی دفعہ ماریں تو اس سے تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں
نے ایسا ہی کیا اور ان کی قسم پوری ہو گئی۔

اس مرحلہ پر فقہاء کرامؒ نے فرمایا ہے کہ اب ہر شخص کو اس طرح کرنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ یہ حضرت ایوبؑ کے
ساتھ خصوصی طور پر معاملہ کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان تمام حالات میں حضرت ایوبؑ نے جس طرح صبر اور برداشت کا دامن تھامے رکھا وہ اپنی جگہ
ایک بہترین مثال ہے۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ دیکھو حضرت ایوبؑ نے شدید حالات میں بھی صبر برداشت اور
اللہ کا شکر ادا کیا اور اللہ کی بارگاہ میں جھک کر رہے تو ان کو پہلے سے زیادہ عطا کیا گیا۔ ہر شخص جو اللہ کے دین کی سربلندی اور اللہ کی
رضا و خوشنودی کے لئے صبر و شکر کرتا رہے گا اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی کامیابی اور عظمتوں سے
ہمکنار کرتا جائے گا لیکن جو بے صبری اور ناشکری کا طریقہ اختیار کرے گا اور شیطان کے بہکانے میں آ کر غلط سلط راستہ اختیار
کرے گا اس کو دنیا میں اور آخرت میں تو خاص طور پر ذلتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى
الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ
وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ
لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾
مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾
وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ
الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ۭ وَاِنَّ
لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ
فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا
فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا
بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾
قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾
وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾
اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ
تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۶۴

(اے نبی ﷺ) آپ ہمارے بندے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو قوت والے اور بصارت رکھنے والے تھے۔ ہم نے ان کو ایک خاص صفت کے ساتھ مخصوص کیا تھا اور وہ (صفت) آخرت کے گھر کو یاد کرنا تھا۔ اور بے شک وہ سب ہمارے نزدیک بہت اچھے اور چنے ہوئے منتخب لوگوں میں سے تھے۔ اور آپ اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل کا ذکر بھی کیجئے جو بہترین منتخب لوگوں میں سے تھے۔ یہ (ان کا ذکر) ایک نصیحت ہے۔ اور پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے۔ ہمیشہ رہنے والی جنتیں جن کے دروازے ان کے لئے ہمیشہ کھلے ہوئے ہوں گے۔ ان میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے اور وہاں کھانے کے لئے کثرت سے میوے اور پینے کی چیزیں (مشروبات) طلب کر رہے ہوں گے۔ اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی (شرمیلی نیک) ہم عمر عورتیں ہوں گی۔ یہ ہیں وہ نعمتیں جن کا حساب والے دن میں دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ بے شک یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ (اس کے برخلاف) وہ لوگ جنہوں نے سرکشی (ضد، ہٹ دھرمی) اختیار کی تھی ان کا بدترین ٹھکانا ہوگا۔ وہ ٹھکانا جہنم ہوگا جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہاں ان کے لئے بہت گھٹیا (بہت بری) آرام کی جگہ ہوگی۔ یہ ہے جہنم جس میں کھولتا ہوا پانی اور پیپ اور سڑی ہوئی چیزیں ہوں گی اور کہا جائے گا کہ اس کو چکھو۔ اور اس کے علاوہ عذاب کی اور مختلف شکلیں ہوں گی۔ ایک اور جماعت تمہارے ساتھ عذاب میں شریک اوپر تلے گھستی چلی آرہی ہوگی۔ ان کے لئے کوئی خوش خبری نہ ہوگی۔ اور بے شک یہ لوگ بھی جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ جواب دیں گے کہ تمہارا استقبال نہ ہو کیونکہ تم ہی یہ مصیبت ہمارے آگے لے کر آئے تو وہ بدترین ٹھکانا ہے۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار جو بھی ہمارے آگے مصیبت کو لایا ہے آپ جہنم میں اس کو دوگنا عذاب دیجئے۔ اور وہ کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم (اس جہنم میں) ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں جنہیں ہم برا سمجھتے تھے۔ کیا ہم نے ان کا مذاق بنا رکھا تھا (یہ سب یہاں کیوں نہیں ہیں) یا ہماری آنکھیں خطا کر رہی ہیں۔ بے شک جہنم والوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا بالکل برحق ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۴۵ تا ۶۴

**اُولِی الْاَیْدِیْ** ہاتھوں والے (طاقت ور)

**اُولِی الْاَبْصَارِ** آنکھوں والے (صاحب بصیرت لوگ)

| | |
|---|---|
| اَخْلَصْنَا | ہم نے منتخب کیا۔ ہم نے چن لیا |
| اَلْاَخْیَارُ (خَیْرٌ) | اچھائی نیک لوگ |
| اَلدَّارُ | گھر |
| مَاٰبٌ | ٹھکانا |
| مُفَتَّحَۃٌ | کھولی گئی۔ کھلی ہوئی |
| اَتْرَابٌ | ہم عمر (عورتیں) |
| نَفَادٌ | ختم ہونے والا |
| اَلْمِھَادُ | بستر۔ ٹھکانا |
| حَمِیْمٌ | گرم پانی۔ کھولتا پانی |
| غَسَّاقٌ | سڑی ہوئی بدبودار چیز |
| مُقْتَحِمٌ | بے سوچے سمجھے بولنا |
| لَا مَرْحَبًا | خوش خبری نہیں ہے |
| سِخْرِیٌّ | مذاق بنانا۔ مذاق اڑانا |
| زَاغَتْ (زَیْغٌ) | خطا ہوگئی۔ جھک گئی |

## تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۶۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو دی گئی نعمتوں اور کفار و مشرکین کو دی جانے والی سزاؤں کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کے سامنے حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کا ذکر خیر کیجیے جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ نے جسمانی قوت و طاقت اور فہم و فراست اور ذہنی بصیرت کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ نہایت اعلیٰ درجے کے لوگ تھے۔ اللہ نے ان کو جو صلاحیتیں اور عظمتیں عطا کی تھیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ تو دنیا کی حقیر اور عارضی لذتوں کی طرف مائل تھے نہ وہ دنیا کی راحتوں کو زیادہ اہمیت دیتے تھے بلکہ ان کا ہر عمل، کوشش اور جدوجہد اللہ کی رضا و خوشنودی اور ان کی ساری بھاگ دوڑ صرف آخرت کے اس گھر کی طرف تھی جس کی ہر نعمت ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ فرمایا کہ اسی طرح حضرت اسماعیل، حضرت الیسع اور ذوالکفل کا ذکر کیجیے جو سب کے سب اللہ کے منتخب بندے تھے جو ہر بات کا حق

نظر سے دیکھ کر فیصلے کیا کرتے تھے جو بالکل صحیح تھے۔ فرمایا کہ اللہ سے ڈرنے والے ایسے لوگوں کے لئے جنت کو بہترین ٹھکانا بنایا گیا ہے۔ وہ ایسی راحتوں سے بھرپور جنتیں ہوں گی جن کے دروازے ان کے لئے ہمیشہ کھلے ہوں گے۔ وہ تکیہ لگائے بہترین مسہریوں پر بیٹھے ہوئے مشروبات اور طرح طرح کے مزیدار میوے اور پھلوں سے دل کو بہلا رہے ہوں گے ان کے چاروں طرف شرم و حیا کی پیکر نیچی نگاہیں رکھنے والی ہم عمر نہایت حسین و جمیل حوریں ہوں گی۔ اس حساب والے دن ان کو ہر وہ چیز دی جائے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ نعمتیں دنیا کی وقتی اور عارضی نعمتیں نہیں ہوں گی جن کے ختم ہو جانے کا ڈر اور خوف لگا رہتا ہے بلکہ جو چیز بھی دی جائے گی وہ ہمیشہ کے لئے ہوگی جس میں کبھی کسی طرح کی کمی نہیں آئے گی۔ نہ ان کو وہاں کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے کفر و شرک اور گناہوں میں زندگی گذاری ہوگی، جنہوں نے سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی کرتے ہوئے انبیاء کرام کی تعلیمات کو جھٹلایا ہوگا ان کو جہنم جیسی بدترین جگہ کی طرف دھکیل دیا جائے گا جس میں کھولتا ہوا گرم پانی اور لہو پیپ ان کی غذا ہوگی بلکہ اس جیسی بہت سے عذاب کی شکلیں ہوں گی جن میں انہیں جھونک دیا جائے گا۔

جب یہ اہل جہنم دیکھیں گے کہ کچھ لوگوں کی جماعتیں جہنم کی طرف آرہی ہیں تو وہ ان کو پہچان کر کہیں گے کہ یہ تو یہاں بھی پہنچ گئے۔ اور وہ اوپر سے گھستے ہی چلے آرہے ہیں۔ وہ آنے والوں کا استقبال کرنے کے بجائے ان پر لعنتیں بھیجتے ہوئے کہیں گے کہ تمہارا ستیاناس ہو جائے تم نے دنیا میں ہمیں گمراہ کیا اور ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ آج ہمیں جو بھی عذاب دیا جا رہا ہے اس میں مبتلا کرنے والے تم لوگ ہو جنہوں نے ہمیں جہنم جیسی بدترین جگہ تک پہنچا دیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے الٰہی! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں غلط راستے پر ڈال دیا تھا ان کو جہنم کی دوگنی سزا دیجئے۔ قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر فرمایا گیا ہے کہ جب وہ دوگنی سزا کا مطالبہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جو لوگ راستے سے بھٹک گئے ہیں اور جنہوں نے بھٹکایا تھا دونوں کو برابر سزا ملے گی۔

اسی دوران انہیں ان اہل ایمان کا خیال آ جائے گا جنہیں وہ دنیا میں ان کے ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے گھٹیا اور حقیر شمار کر کے دن رات ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ کہیں گے کہ وہ کہاں ہیں؟ بعد میں انہیں معلوم ہوگا کہ وہ تو جنت کی ابدی راحتوں میں مگن اور خوش ہیں اور اللہ نے ان کو ان کے نیک اعمال کا اجر عظیم عطا فرما دیا ہے۔ اس طرح وہ کفار حسرتوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لڑتے اور جھگڑتے رہیں گے۔ فرمایا کہ ان دونوں کا ذکر ہوا ہے کہ آپس میں لڑنا برحق ہے اور ایسا ہی ہوگا۔ اور اہل جنت ابدی راحتوں میں ہوں گے۔

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ مُنذِرٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا ٱللَّهُ
ٱلْوَٰحِدُ ٱلْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ٱلْعَزِيزُ
ٱلْغَفَّٰرُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا۟ عَظِيمٌ ﴿٦٧﴾ أَنتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾ مَا
كَانَ لِىَ مِنْ عِلْمٍۭ بِٱلْمَلَإِ ٱلْأَعْلَىٰٓ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِن يُوحَىٰٓ

اِلَیَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۷۰ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ
خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝۷۱ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ
فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝۷۲ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝۷۳ اِلَّآ
اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝۷۴ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ
اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ
الْعَالِیْنَ ۝۷۵ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ
مِنْ طِیْنٍ ۝۷۶ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۝۷۷ وَّاِنَّ عَلَیْكَ
لَعْنَتِیْۤ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۷۸ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ
یُبْعَثُوْنَ ۝۷۹ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝۸۰ اِلٰی یَوْمِ
الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝۸۱ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝۸۲
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۝۸۳ قَالَ فَالْحَقُّ ؗ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۝۸۴
لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝۸۵ قُلْ
مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ ۝۸۶ اِنْ
هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝۸۷ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ ۝۸۸

ع ۵ ۱۴

**ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۸۸**

(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف (برے انجام سے) ڈرانے والا ہوں۔

اللہ جو ایک ہے اور ہر چیز پر غالب ہے اس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے وہ اس کا پروردگار ہے۔ زبردست اور بخشنے والا ہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک بہت بڑی خبر ہے جس سے تم غفلت برت رہے ہو۔ مجھے عالم بالا کی کچھ خبر نہ تھی جب وہ فرشتے تخلیق آدم پر جھگڑ رہے تھے۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں اللہ کی طرف سے صاف صاف آگاہ کرنے والا ہوں۔

جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے (گارے سے) ایک بشر یعنی آدمی کو پیدا کرنے والا ہوں۔ جب میں اس کو پوری طرح بنا کر اور اپنی طرف سے اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ پھر سب فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے غرور و تکبر کی وجہ سے سجدہ نہیں کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس (شیطان) جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے (اپنی قدرت سے) بنایا ہے اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا؟ کیا تو غرور و تکبر میں آ گیا (یا تو یہ سمجھنے لگا کہ) میں بڑے درجے والوں میں سے ہوں۔ کہنے لگا کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور انسان کو مٹی سے۔ اللہ نے فرمایا کہ (اے ابلیس) تو یہاں سے دفع ہو جا کیونکہ تو مردود ہو گیا۔ اور بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت مسلط رہے گی۔ کہنے لگا تو پھر مجھے قیامت تک مہلت دے دیجئے۔ ارشاد ہوگا کہ تجھے ایک متعین وقت تک (قیامت کے دن تک) مہلت دے دی گئی۔ شیطان نے کہا مجھے آپ کی عزت کی قسم کہ میں انہیں گمراہ کر کے رہوں گا سوائے آپ کے منتخب بندوں کے (جن پر میں قابو نہ پا سکوں گا)۔ ارشاد ہوگا کہ میں سچا ہوں اور سچی بات ہی کہتا ہوں۔ میں تجھ سے اور جو لوگ تیرا ساتھ دیں گے ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے کہ میں اس قرآن (کا پیغام پہنچانے میں) نہ تو کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔ یہ قرآن تو (اللہ کا کلام ہے) دنیا بھر کے لوگوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔ (اگر اس سچائی کے باوجود تم نہیں مانتے تو) تھوڑے دن بعد تمہیں ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

لغات القرآن　آیت نمبر ۶۵ تا ۸۸

| | |
|---|---|
| نَبَؤٌ | خبر |
| يَخْتَصِمُوْنَ | وہ جھگڑتے ہیں۔ وہ گفتگو کرتے ہیں |
| طِيْنٌ | مٹی۔ گارا |
| سَوَّيْتُ | میں نے درست کردیا |
| نَفَخْتُ | میں نے پھونک دیا |
| رُوْحٌ | جان |
| اَلْعَالِيْنَ | بلند رتبہ |
| اَنْظِرْنِيْ | مجھے مہلت دیدے۔ ڈھیل دے دے |
| يُبْعَثُوْنَ | وہ اٹھائے جائیں گے |
| اُغْوِيَنَّ | میں ضرور گمراہ کروں گا |
| اَلْمُخْلَصِيْنَ | خاص لوگ |
| اَمْلَئَنَّ | میں ضرور بھردوں گا |
| اَلْمُتَكَلِّفِيْنَ | بناوٹ کرنے والے |
| تَعْلَمُنَّ | تم ضرور جان لوگے |

## تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۸۸

سورۃ ص میں نبی کریم ﷺ کی رسالت اور اللہ کی توحید کو ثابت کرتے ہوئے کفر و شرک کی سختی سے تردید کی گئی ہے۔ کفار عرب سے کہا گیا ہے کہ آج تمہارے درمیان اللہ کے محبوب رسول اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دین کی تمام سچائیاں لے کر آچکے ہیں ان کی بات سن کر مکمل اطاعت و فرماں برداری کریں۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیوں کے راز پوشیدہ ہیں۔

قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون، قوم لوط اور قوم ایکہ جن کو برے اعمال اور بدکرداریوں کی وجہ سے تباہ و برباد کیا گیا تھا اس کا سبب یہی تھا کہ انہوں نے اللہ کے نبیوں اور رسولوں کو اور ان کی تعلیمات کو جھٹلایا، منہ پھیرا اور ان کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ جس کا نتیجہ سامنے ہے کہ آج ان کی بلند و بالا عمارتوں کے کھنڈرات اس بات پر گواہی پیش کر رہے ہیں کہ اگر وہ اللہ و رسول کی نافرمانیاں نہ کرتے تو وہ اس طرح دنیا سے مٹا نہ دیئے جاتے۔

فرمایا کہ تم نے ابھی عذاب الٰہی کا مزہ نہیں چکھا ورنہ اپنی چھوٹی چھوٹی سرداریوں اور مال و دولت پر اتنا غرور و تکبر نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور ان کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے ان دونوں کو عظیم سلطنتیں، مال و دولت کے ڈھیر اور راحت و سکون کی ہر چیز عطا کی تھی۔ انسان، جنات، ہوا، پرندے ہر چیز کو ان کے تابع کر دیا گیا تھا لیکن انہوں نے اتنا کچھ ہونے کے باوجود تکبر، غرور اور بڑائی سے کام نہیں لیا بلکہ عاجزی و انکساری، توبہ اور استغفار کی کثرت سے ہمیشہ اللہ کی طرف رجوع کیا۔

حضرت ایوبؑ کی عبادات، صبر و شکر کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ انہیں امتحان میں ڈالا گیا۔ ان کو سب کچھ دے کر سب کچھ چھین لیا گیا مگر انہوں نے صبر و شکر کا دامن نہیں چھوڑا اور آخر کار ان کو توبہ و استغفار کی وجہ سے پہلے سے بھی زیادہ مال و دولت اور گھر بار عطا کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یسعؑ اور حضرت ذوالکفلؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے دین اسلام کی سربلندی کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور اللہ کو راضی کرنے کیلئے عاجزی و انکساری کو اختیار کیا تو اللہ نے ان کو اور ان کے ماننے والوں کو نجات عطا فرما دی اور جن لوگوں

نے بے جا ہٹ دھرمی، ضد اور غرور و تکبر، نافرمانی اور کفر و شرک کا راستہ اختیار کیا ان کو دنیا میں ہر طرح کی ذلت و خواری اور آخرت کی ابدی تکلیفوں کو ان کا مقدر بنا دیا۔

مذکورہ آیات میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے ہمارے پیارے نبی ﷺ! آپ واضح اعلان فرما دیجئے کہ میں تمہیں برے انجام اور عذاب الٰہی سے ڈرانے اور آگاہ کرنے کے لئے آیا ہوں اور اللہ تعالیٰ جو ہر چیز پر غالب ہیں زمین و آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے وہ اس کے مالک ہیں۔ زبردست قوت و طاقت اور بخشنے والے ہیں ان کی طرف بلانے آیا ہوں۔ یہ ایک بہت زبردست خبر اور اطلاع ہے جس کو تم مسلسل نظر انداز کر رہے ہو۔

فرمایا کہ یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس رب العالمین کی طرف سے بیان کر رہا ہوں جس نے مجھے وحی کے ذریعہ ان تمام باتوں کا علم عطا فرمایا ہے۔

جب فرشتے اللہ سے پوچھ رہے تھے اور شیطان جھگڑ رہا تھا اس وقت میں وہاں موجود نہیں تھا لیکن مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں بہت جلد مٹی اور گارے سے ایک "بشر" کو پیدا کرنے والا ہوں جب میں اس کو اپنے دست قدرت سے تیار کر کے اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا پھر جب اللہ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کر کے ان میں جان ڈال دی تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ جب میں نے اپنے دست قدرت سے انسان کو پیدا کر کے سجدے کا حکم دیا تھا تو وہ کون سی چیز تھی جس نے تجھے سجدہ کرنے سے روک دیا تھا۔

ایسا لگتا ہے کہ تو یا تو غرور و تکبر کا شکار ہو گیا ہے یا تو یہ سمجھنے لگا ہے کہ تیرا درجہ سب سے بلند تر ہے۔ کہنے لگا کہ اصل بات یہ ہے کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور انسان کو مٹی گارے سے بنایا گیا ہے۔ یعنی انسان کو میرے سامنے جھکنا چاہیے تھا میں اس کے سامنے جھکوں گا تو یہ میری توہین ہوگی۔

اللہ نے فرمایا تو اس تکبر اور غرور کی وجہ سے میری نظر سے دور ہو جا۔ دفع ہو جا کیونکہ تو مردود ہو گیا ہے تو ایک لعنتی ہے قیامت تک تیرے اوپر اس غرور و تکبر کی پھٹکار اور لعنت برستی رہے گی۔ کہنے لگا کہ الٰہی میں نے جو کچھ کہا ہے اس کو میں ثابت کر کے دکھا دوں گا لیکن مجھے اس کی مہلت چاہیے۔

اللہ نے فرمایا کہ تجھے قیامت تک مہلت دی جاتی ہے۔ ابلیس نے کہا اے پروردگار مجھے آپ کی عزت کی قسم میں آپ کے نیک اور مخلص بندوں کو چھوڑ کر ہر ایک کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ اور پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جس انسان کے سر پر آپ

خلافت و زسرداری کا تاج رکھ رہے ہیں وہ نہایت نافرمان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں بھی سچا ہوں، میری ہر بات سچی ہے اور میں سچ ہی کہتا ہوں کہ جو لوگ تیرے بہکائے اور فریب میں آئیں گے میں ان سے جہنم کو بھر دوں گا۔

آخر میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ برملا کہہ دیجئے کہ میرا کام یہ تھا کہ میں اللہ کا پیغام تم لوگوں تک پہنچا دوں۔ نہ تو مجھے تم سے کسی صلے اور بدلے کی توقع ہے نہ میری زندگی کا کوئی انداز بناوٹی ہے بلکہ میں تو اس قرآن کو پہنچانے آیا ہوں جو ساری دنیا کے لوگوں کے لئے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ اگر تم اس کھلی سچائی کے باوجود میری بات نہیں مانتے تو کچھ دن انتظار کر لو پھر ساری حقیقت تمہارے سامنے کھل کر آ جائے گی۔

الحمدللہ سورۃ ص کی ان آیات کا ترجمہ اور اس کی تفسیر و تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# پارہ نمبر ۲۳ تا ۲۴

• ومالی • فمن اظلم

## سورۃ نمبر ۳۹

# الزُّمَر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورۃ الزمر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

| سورۃ نمبر | 39 |
| --- | --- |
| کل رکوع | 8 |
| آیات | 75 |
| الفاظ و کلمات | 1184 |
| حروف | 4965 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل کی گئی جب کفار و مشرکین نے تشدد اور ظلم و زیادتی کی انتہا کر دی تھی۔ اہل ایمان اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے مکہ کی سرزمین چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی تھی۔

☆ سورۃ الزمر ہجرت حبشہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں نازل کی گئی۔

☆ یہ سورت مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل کی گئی جب کفار مکہ کے ظلم و زیادتی اور تشدد کی انتہا ہو چکی تھی۔ اہل ایمان پر چاروں طرف سے ہر طرح کے حملے کیے جا رہے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے بعض صحابہ کرامؓ بیت اللہ کی سرزمین چھوڑ کر ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ انہوں نے ہجرت اپنی جان کی حفاظت کے لیے نہیں بلکہ ایمان کی حفاظت کے لیے کی تھی۔

☆ اس سورۃ میں قریش مکہ سے کہا گیا ہے کہ وہ گذری ہوئی قوموں کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کریں اور نقصان پہنچنے سے پہلے ایمان لا کر اپنی اصلاح کر لیں۔ اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر سوائے شرمندگی، پچھتاوے اور دین و دنیا کے نقصان کے اور کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ اس سورۃ میں اہل ایمان سے کہا گیا ہے کہ وہ صبر سے کام لے کر اللہ کے دین پر مضبوطی سے جمے رہیں۔ دین و دنیا کی ساری بھلائیوں سے ان کا دامن بھر دیا جائے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان سے فرمایا گیا ہے کہ وہ کسی کی پرواہ نہ کریں۔ اللہ کی عبادت و بندگی اس طرح کریں کہ اس میں کسی دوسرے کی عبادت و بندگی کا شائبہ تک نہ ہو۔

اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں۔ اسی سے ڈریں اور ساری دنیا سے بے پرواہ ہو کر اللہ کا دین ساری دنیا میں پھیلانے کی جدوجہد کو اور تیز تر کر دیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے توحید کی حقانیت کو بیان کر کے اس کے بہتر نتائج اور شرک کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو لوگ اپنے کفر و شرک پر ڈٹے بیٹھے ہیں ان کے لیے یہ بہترین موقع ہے کہ اللہ کے آخری نبی و رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر اور عمل

> نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیں کہ کفار کا ظلم و ستم ان کو اپنے نیک مقصد سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹا سکے گا۔

صالح اختیار کر کے صراط مستقیم پر چل پڑیں۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے طرز عمل سے کفار پر یہ ثابت کر دیں کہ وہ کتنا بھی ظلم و تشدد کر لیں لیکن اہل ایمان ایک قدم بھی تو حید خالص سے پیچھے نہ ہٹیں گے اور جو مقصد اور مشن لے کر چلے ہیں اس سے دنیا کے اندھیروں کو دور کر کے رہیں گے۔

☆ فرمایا کہ یہ کفار و مشرکین جن معبودوں پر بھروسہ کر کے ان کی عبادت و بندگی کرتے اور ان کو اپنا مشکل کشا مانتے ہیں جب وہ کسی طوفان مصیبت یا کسی سمندری بھنور میں پھنس جاتے ہیں تو اس وقت صرف ایک اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور جب وہ اس مصیبت سے نکل جاتے ہیں تو پھر سے اللہ کو بھول کر اپنے کفر و شرک میں لگ جاتے ہیں۔

یہ ان کی زندگیوں کا تضاد ثابت کرتا ہے کہ ان کو بھی اپنے جھوٹے معبودوں پر کسی طرح کا اطمینان اور یقین نہیں ہے بلکہ وہ اپنے باپ دادا کی پیروی میں ان بتوں کو اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں۔

فرمایا کہ ان کفار و مشرکین میں سے وہ لوگ جن کے دل اسلام کی عظمت کے لئے کھول دیئے گئے ہیں جن کا ہر قدم اللہ کی عطا کی ہوئی روشنی میں اٹھتا ہے وہ کامیاب و بامراد لوگ ہیں۔

ان کے برخلاف وہ لوگ جو زندگی کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں اور کفر و شرک میں مبتلا ہونے کی وجہ سے پتھر دل ہو چکے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ناکام ترین لوگ ہیں اور وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو نور ایمانی سے اپنے دلوں کو روشن و منور کر چکے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر طرح کی مثالوں کو بار بار بیان کیا ہے تاکہ ہر شخص اپنی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اتار کر مرنے سے پہلے سچے دل سے کفر و شرک سے توبہ کر لے۔ فرمایا کہ اس کے باوجود اگر یہ کفر و شرک کی وادیوں میں بھٹکنے والے توبہ نہیں کرتے تو اس انجام کو سامنے رکھیں کہ ان کے مال و اسباب ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور آخرت کے شدید نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی کو اختیار کرتے ہیں اللہ خود ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ لہٰذا دین حق پر چلنے والوں کو کسی سے ڈرنے یا کسی سے دبنے کی ضرورت نہیں ہے انہیں اللہ پر مکمل بھروسہ کر کے دین اسلام کی عظمت کو ساری دنیا تک پھیلانے کی جدوجہد کو اور تیز کر دینا چاہیے۔

جب اللہ خود محافظ ہے تو پھر کسی نقصان کا اندیشہ نہیں کرنا چاہیے اگر اس راستے میں مشکلات آئیں یا کوئی نقصان پہنچ جائے تو

وہ بھی ان کے درجات کی بلندی کا سبب بن جائے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان کفار و مشرکین کے مسلسل انکار، مذاق اڑانے اور دین کی سچائیوں کو جھٹلانے سے رنجیدہ نہ ہوں نہ کسی کی پرواہ کریں کیونکہ آپ ﷺ کسی کے برے اعمال کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو شخص بھی ایمان اور صالح زندگی کو اپنائے گا اس کا طرز عمل اس کو فائدہ دے گا لیکن جو کفر و شرک پر اصرار کرے گا اور ایمان و عمل صالح کی طرف نہیں آئے گا وہ برے انجام سے نہیں بچ سکتا اور اس کا وبال اس پر ہی پڑے گا۔

☆ فرمایا کہ زندگی اور موت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی قادر مطلق ہے جو ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے وہی قیامت کے دن کا مالک و مختار ہے۔

فرمایا کہ ان کفار و مشرکین کا وہ حال دیکھنے کے قابل ہوگا جب عذاب ان کے سامنے آجائے گا تو وہ لوگ جو دنیا کی معمولی دولت کو اپنا سب کچھ سمجھ کر کفر و شرک میں مبتلا تھے وہ تمنا کریں گے کہ کاش ساری دنیا اور اس سے بھی زیادہ دنیاؤں کی دولت اگر ان کے پاس ہوتی تو وہ اس کو دے کر اس شدید عذاب سے بچ جاتے لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہ ہوگی اور ان کو شدید عذاب دیا جائے گا۔

☆ فرمایا کہ اہل ایمان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے یا زمانہ کفر و جہالت میں ان سے کوئی بڑا گناہ ہو گیا ہوگا تو اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ سارے گناہ معاف کر دے گا لیکن اگر کوئی شخص اپنے گناہوں اور کفر و شرک پر جما رہے گا تو آخرت میں اس کو سوائے شرمندگی اور پچھتاوے کے کچھ بھی حاصل نہ ہو سکے گا۔

☆ فرمایا کہ قیامت کے دن ساری حاکمیت اور حکومت اللہ کے ہاتھ میں ہوگی۔ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو جتنے بھی لوگ ہوں گے ان کے ہوش و حواس اڑ جائیں گے اور سب چیزوں پر موت چھا جائے گی لیکن دوسرا صور پھونکے جانے کے بعد سب کے سب لوگ زندہ ہو کر حیران و پریشان چاروں طرف دیکھیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی تجلی فرمائیں گے تو اس کے نور و تجلی سے ساری کائنات جگمگا اٹھے گی۔ پھر انبیاء کرام اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا۔ سب کے نامہ اعمال ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور ہر ایک کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لیا جائے گا۔ اللہ کسی پر ظلم و زیادتی نہ فرمائیں گے بلکہ ان کے کیے ہوئے اعمال کے مطابق ہر ایک کے درمیان صحیح صحیح فیصلے فرما دیں گے۔

☆ آخر میں فرمایا کہ آخرت میں دو گروہ بن جائیں گے ایک اہل ایمان جنت والوں کا اور ایک اہل کفر جہنم والوں کا۔ سب سے پہلے کفار کو (جانوروں کی طرح) فرشتے جہنم کی طرف گروہ در گروہ گھسیٹ کر لے جائیں گے اور ان پر طنز کرتے ہوئے پوچھیں گے کہ

☆ کیا تمہارے پاس اللہ کے نبی اور رسول نہیں آئے تھے؟

☆ کیا وہ اللہ کا پیغام نہیں لائے تھے؟

☆ کیا تمہیں راہ ہدایت کی طرف انہوں نے متوجہ نہیں کیا تھا؟

وہ کہیں گے کہ بے شک وہ پیغمبر آئے تھے انہوں نے ہمیں راہ ہدایت کی تلقین کی تھی مگر ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم نے ان کی بات نہیں مانی۔ اس اقرار کے بعد فرشتے ان کفار کی جماعتوں کو لے کر چلیں گے۔ جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ وہ اس جہنم میں داخل ہو جائیں جہاں ان کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔

فرمایا کہ دوسری طرف اہل تقویٰ مومنین کے گروہ ہوں گے فرشتے ان کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ بہترین سواریوں پر سوار کر کے لے کر چلیں گے تو جنت کے دروازے ان پر کھول دیئے جائیں گے فرشتے ان کو سلام کریں گے اور مبارک باد پیش کریں گے اور کہیں گے کہ اب تم سب اس جنت میں داخل ہو جاؤ جہاں تم سب کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ اس پر وہ اہل جنت اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ الحمد للہ ہمارے پروردگار نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا۔ اب ہمیں وہ تمام نعمتیں حاصل ہو گئی ہیں جن کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اس دن تمام فرشتے حلقہ باندھے ہوئے اللہ کی اور تسبیح و حمد کرتے ہوں گے اور اس دن اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلے فرما دیں گے اور ہر طرف سے ایک ہی صدا بلند ہو رہی ہوگی الحمد للہ رب العالمین۔

## سُوْرَةُ الزُّمَر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ
الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا
لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوْ اَرَادَ
اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ
هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ
يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾
خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ
بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۶﴾

وقف لازم

## ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

اللہ جو زبردست اور غالب حکمت والا ہے اسی نے اس کتاب (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے۔
اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف "حق" کے ساتھ نازل کی ہے تو آپ اسی اللہ کی عبادت و بندگی۔ دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے کیجئے۔
یاد رکھو! عبادت خالص اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ان (غیر اللہ) کی عبادت و بندگی صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔
بے شک اللہ ہی ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں اختلاف کر رہے ہیں۔ جا شبہ اللہ تعالیٰ کسی جھوٹے اور ناشکرے کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا۔
اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب کر لیتا (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) اس اللہ کی ذات ان عیبوں سے پاک ہے۔ وہ اللہ ایک ہے اور زبردست (طاقتوں کا مالک) ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے (گھٹاتا بڑھاتا ہے)۔ اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے جو ہر ایک اپنی مقرر مدت تک چلتا رہے گا۔
سنو! کہ وہی غالب ہے اور معاف کرنے والا ہے۔ اسی نے تمہیں ایک جان (آدمؑ) سے پیدا کیا ہے پھر اسی نے اس جان سے اس کا جوڑا بنایا۔ اس نے چوپائے جانوروں میں سے آٹھ جوڑے (نر اور مادہ) پیدا کئے وہی تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تخلیق کرتا ہے۔ تین اندھیروں کے اندر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لے جاتا ہے۔ (لوگو!) یہ ہے تمہارا رب اسی کی بادشاہت ہے۔ اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر تم کہاں پھرے جا رہے ہو (یعنی بھٹک رہے ہو)۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

**تنزیل** آہستہ آہستہ اتارتا ہے

| | |
|---|---|
| اَعْبُدُ | عبادت و بندگی کر |
| خَالِصٌ | جس میں کوئی ملاوٹ نہ ہو |
| يُقَرِّبُ | وہ قریب کرتا ہے |
| زُلْفٰى | قریب ہونا |
| اِصْطَفٰى | اس نے چن لیا۔ منتخب کرلیا |
| ثَمٰنِيَةٌ | آٹھ |
| اَزْوَاجٌ (زَوْجٌ) | جوڑے۔ نر اور مادہ |
| بُطُوْنٌ (بَطْنٌ) | پیٹ |
| ظُلُمٰتٌ (ظُلْمَةٌ) | اندھیرے |
| ذٰلِكُمْ | یہی ہے |
| اَنّٰى | کہاں |
| تُصْرَفُوْنَ | تم پلٹتے ہو۔ بھٹکتے ہو |

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہر رات کو سورۃ زمر اور سورۃ بنی اسرائیل کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی) مذکورہ حدیث سے سورۃ زمر کی اہمیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ اس سورت میں ان مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے جو دین اسلام کی وجہ سے کفار کے ہاتھوں شدید تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور کفار مکہ کے ظلم و ستم نے انہیں بیت اللہ کی سرزمین چھوڑ کر حبش اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت پر مجبور کردیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے پوری امت کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جس قرآن حکیم کو نازل کیا ہے وہ اس اللہ کی طرف سے ہے جو ہر طرح کی طاقتیں اور قوتیں رکھتا ہے اور ہر بات اور ہر چیز کی مصلحت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ پوری انسانیت سے اس قرآن مجید کا مطالبہ ہے کہ

۱۔ اس ذات کی عبادت و بندگی اس طرح کی جائے کہ اس میں کسی دوسرے کی عبادت کا شائبہ یا ملاوٹ تک نہ ہو۔

عبادت میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی مقصود ہو۔

۲۔ اہل ایمان کا طرز عمل یہ ہونا چاہیے کہ وہ اللہ ہی کو طاقت و قوت مان کر اسی کی عبادت کریں اور ان کفار عرب کی طرح نہ ہو جائیں جو اس بات کو تو مانتے ہیں کہ ساری قوت و طاقت کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے لیکن وہ عبادت و بندگی میں دوسروں کو شریک کر کے ان بے حقیقت بتوں کو اپنا سفارشی سمجھتے ہیں جو کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کی کوئی اہلیت نہیں رکھتے۔ وہ ان بتوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور جو اہل ایمان اللہ کی عبادت کرتے ہیں ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ اس دنیا میں شاید اس کا فیصلہ نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا فیصلہ فرما دیں گے۔ بہر حال اللہ ایسے لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا جو کفر و انکار کی روش اختیار کیے ہوئے ہیں۔

۳۔ اسی طرح وہ لوگ بھی راہ ہدایت سے بہت دور ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا سمجھ رکھا ہے۔ یہ اللہ کی ذات پر ایک بہت بڑا الزام ہے کیونکہ وہ اس کائنات کا نظام چلانے میں قادر مطلق ہے وہ اس کو چلانے کے لئے کسی بیٹے، بیٹی یا بیوی کا محتاج نہیں ہے۔

۴۔ زمین و آسمان اور چاند، سورج، ستارے یہ سب اسی نے برحق پیدا کیے ہیں۔ وہی رات اور دن اور ان کے الٹ پھیر کو پیدا کرنے والا ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم کے تابع ہے وہ جس طرح چاہتا ہے ان سے کام لیتا ہے۔ وہی زبردست قوتوں کا مالک ہے اور لوگوں کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا ہے۔

۵۔ انسان اگر ذرا بھی غور و فکر سے کام لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور ان کے وجود ہی سے ان کی بیوی حضرت حوا کو پیدا کر کے تمام انسانوں کو دنیا میں پھیلایا۔

۶۔ وہی ایک ذات ہے جس نے مویشیوں یعنی بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے میں نر اور مادہ پیدا کیے تاکہ ان کی نسلیں چلیں اور وہ انسانوں کی غذائی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔

۷۔ یہ اسی کی قدرت ہے کہ اس نے انسان کو تین اندھیروں میں رکھ کر پرورش کیا۔ ماں کے پیٹ کا اندھیرا، رحم مادر کا اندھیرا اور تیسرے اس جھلی کا اندھیرا جس جھلی میں انسانی بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

آخر میں فرمایا کہ یہ ہے وہ تمہارا پروردگار جس کی حکمرانی ہر چیز پر غالب ہے۔ وہی ایک معبود ہے اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے لیکن وہ لوگ جو اس سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھے میڑھے راستوں پر چل رہے ہیں وہ کبھی منزل تک نہ پہنچ سکیں گے۔

خوش نصیب وہی لوگ ہیں جو صراط مستقیم پر چل کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارتے اور بناتے ہیں اور جنت کے مستحق بن جاتے ہیں۔

إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ ۖ وَلَا
يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ
إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٧﴾ وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ
مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ
مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ
بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨﴾ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ
اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا
يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ
لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ
وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾

اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک اللہ تم سے بے نیاز ہے۔ وہ اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا۔ اسے یہی پسند ہے کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہیں اسی رب کی طرف لوٹنا ہے۔ تب وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔ بے شک وہ دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ اور جب انسان کو کوئی سختی یا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب

کی طرف جھک کر (عاجزی اور بے بسی کے ساتھ) پکارتا ہے۔ پھر جب وہ اس کو نعمت دے دیتا ہے تو وہ (اپنے اس پروردگار کو) بھول جاتا ہے جسے وہ پکارتا رہا تھا۔ اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنالیتا ہے تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کرے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے کفر (اور ناشکری) سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالو پھر بے شک تم جہنم والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام میں راتوں کو عبادت کرتا ہے۔ آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت سے امید رکھتا ہے (کیا وہ اس ناشکرے آدمی کے برابر ہے)۔

آپ کہہ دیجئے کہ جو علم رکھنے والے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے کیا ایک دوسرے کے برابر ہو سکتے ہیں؟ البتہ عقل سلیم رکھنے والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ!) آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو ایمان لے آئے ہیں کہ وہ صرف مجھ سے ہی ڈریں کیونکہ جنہوں نے اس دنیا میں بہترین کام کئے ہیں ان کے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا اجر و ثواب بے حساب دیا جائے گا۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۰

| | |
|---|---|
| غَنِیٌّ | بے نیاز |
| وَازِرَةٌ | بوجھ |
| ذَاتُ الصُّدُوْرِ | سینوں والے۔ دلوں کا حال (جاننے والا) |
| مُنِیْبٌ | لوٹنے والا۔ رجوع کرنے والا |
| خَوَّلَ | دیا |
| نَسِیَ | وہ بھول گیا |
| قَانِتٌ | ادب سے کھڑے ہونے والا |
| اٰنَآءَ | اوقات۔ گھڑی |
| اُولُوا الْاَلْبَابِ | عقل والے |

## تشریح آیات نمبر ۷ تا ۱۰

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو شمار کرانے کے بعد زیر مطالعہ آیات میں آٹھ باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔(۱) فرمایا کہ ان تمام نعمتوں کے باوجود اگر کوئی شخص ناشکری کرتا ہے تو اللہ کی شان بے نیازی میں نہ تو کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ اس کی شان میں کسی طرح کی کوئی کمی آتی ہے البتہ اگر کوئی اللہ کا احسان مان کر شکر کرتا ہے تو اس انسان کی شان تو بڑھ جاتی ہے لیکن اگر ساری دنیا مل کر بھی اس کا شکر ادا نہ کرے تو اللہ کی عظمت و شان میں کوئی فرق نہیں پڑے گا فرمایا کہ اللہ کو اپنے ان بندوں میں سے وہ لوگ بہت پسند ہیں جو اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی طرح کی ناشکری نہیں کرتے۔(۲) دوسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ بعض لوگ دوسروں کی خوشی کی خاطر گناہ کر بیٹھتے ہیں اور اسے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں ایسے لوگ اس سے ناواقف ہیں کہ کل قیامت میں جب یہ گناہوں کے بوجھ لاد کر اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو کوئی کسی کا نہ تو بوجھ اٹھائے گا اور نہ ان میں سے کوئی ان کے کام آسکے گا۔(۳) تیسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ ہر شخص کو آخر کار اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ اللہ جو دلوں کے چھپے ہوئے جذبوں سے بھی واقف ہے ان کے سامنے ان کی زندگی کے اعمال نامے رکھ کر ان سے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا۔(۴) چوتھی بات یہ فرمائی کہ جھوٹے معبودوں کو اپنا مشکل کشا ماننے والے اور زندگی بھر جھوٹے سہاروں کے ساتھ چپٹنے والے جب کسی مصیبت یا مشکل میں پھنس جاتے ہیں تو وہاں ان کو مٹی، پتھر اور لکڑی سے بنائے گئے معبود یاد نہیں آتے بلکہ وہ دل کی گہرائیوں سے اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور جب وہ مشکلات کے بھنور سے نکل آتے ہیں تو پھر سے کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسے ناشکرے لوگ کچھ دن دنیا کے مزے اڑالیں پھر وہ وقت دور نہیں ہے جب ان کو جہنم کی ابدی آگ میں جھونک دیا جائے گا اور وہاں بھی ان کے جھوٹے معبود ان کو جہنم کی آگ سے نہ بچا سکیں گے۔(۵) پانچویں بات یہ ارشاد فرمائی کہ ایک طرف تو یہ ناشکرے لوگ ہیں جو کفر و شرک کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں دوسری طرف اللہ کے وہ نیک بندے ہیں جو دن رات اللہ کے سامنے سجدے کر رہے ہیں اور ادب سے کھڑے رہتے ہیں آخرت کے برے انجام سے ڈرتے اور اللہ کی رحمت سے امید رکھنے والے ہیں۔ اللہ انہیں دنیا اور آخرت کی ہر کامیابی عطا فرمائے گا۔(۶) اللہ نے چھٹی بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اس بات پر ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ اللہ کی ناشکری کرنے والے اور اس کا احسان مان کر دن رات اسی کی عبادت و بندگی کرنے والے یکساں اور برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ یقیناً دونوں کا انجام ایک جیسا نہیں ہے۔ اللہ ان لوگوں کو ہر طرح کی کامیابیاں عطا فرمائے گا جو اس کے اطاعت گذار اور شکر گذار بندے ہیں لیکن ان کے لئے ابدی جہنم ہے جو اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور کفر و شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔(۷) اللہ نے ساتویں بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ میرے ان صاحبان ایمان بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ صرف مجھ سے ہی ڈریں کیونکہ اللہ اپنے نیکوکاروں کو ان کے حسن عمل پر بہترین صلہ اور بدلہ عطا فرمائے گا۔ (۸) آٹھویں بات یہ ارشاد فرمائی کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اس کی رضا کے لئے ہجرت کر جائیں گے تا کہ اپنا ایمان بچا سکیں تو ایسے لوگ اپنے لئے زمین کو تنگ نہیں بلکہ وسیع تر پائیں گے۔ ایسے لوگ عظیم اجر کے مستحق ہیں کیونکہ حق و صداقت پر جم جانے والے بے

حساب اجر عظیم کے مستحق ہیں۔

قُلْ إِنِّىٓ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾ قُلْ إِنِّىٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّى عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ ٱللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُۥ دِينِى ﴿١٤﴾ فَٱعْبُدُوا۟ مَا شِئْتُم مِّن دُونِهِۦ ۗ قُلْ إِنَّ ٱلْخَٰسِرِينَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْخُسْرَانُ ٱلْمُبِينُ ﴿١٥﴾ لَهُم مِّن فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ ٱلنَّارِ وَمِن تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ ٱللَّهُ بِهِۦ عِبَادَهُۥ ۚ يَٰعِبَادِ فَٱتَّقُونِ ﴿١٦﴾ وَٱلَّذِينَ ٱجْتَنَبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ ٱلَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُۥٓ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَىٰهُمُ ٱللَّهُ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمْ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿١٨﴾ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ ٱلْعَذَابِ أَفَأَنتَ تُنقِذُ مَن فِى ٱلنَّارِ ﴿١٩﴾ لَٰكِنِ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْا۟ رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّن فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ ۖ وَعْدَ ٱللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ ٱللَّهُ ٱلْمِيعَادَ ﴿٢٠﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰**

(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو خالص اللہ کے لئے کر کے اسی کی عبادت و بندگی کروں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلم (اللہ کا فرماں

برادار) بنوں۔

آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں تو دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اسی کی بندگی کرتا ہوں۔ تم اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہے بندگی کرتے پھرو۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ بے شک نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں۔ سنو کہ یہی وہ لوگ ہیں جو کھلا ہوا نقصان اٹھانے والے ہیں۔

ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے آگ کی چادریں۔ یہ وہ انجام ہے جس سے اللہ نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے۔ اے میرے بندو! تم مجھ سے ہی ڈرو۔

جو لوگ شیطان کی عبادت کرنے سے بچتے رہے اور انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا تو ان کے لئے خوش خبری ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ میرے بندوں کو خوش خبری سنا دیجئے۔

جو لوگ پوری توجہ سے سنتے ہیں پھر اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔

(اے نبی ﷺ) جسے عذاب دینے کا فیصلہ کر دیا گیا ہے کیا آپ اس کو آگ سے (جہنم سے) بچا لیں گے؟ البتہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بالا خانے ہیں اور ان کے اوپر بھی بلند و بالا عمارتیں ہوں گی۔ ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

| | |
|---|---|
| اُمِرْتُ | مجھے حکم دیا گیا ہے |
| عَصَيْتُ | میں نے نافرمانی کی |
| ظُلَلٌ (ظِلٌّ) | سائے۔ سائبان |
| اِجْتَنَبُوْا | جنہوں نے اجتناب کیا۔ جو لوگ بچتے رہے |

| | |
|---|---|
| الطَّاغُوْتَ | شیطان۔ شیطانی طاقتیں |
| اَنَابُوْا | وہ پلٹے۔ انہوں نے رجوع کیا |
| اَلْبُشْرٰی | خوش خبری |
| حَقَّ | ثابت ہو گیا۔ طے ہو گیا |
| تُنْقِذُ | تو بچائے گا |
| غُرَفٌ (غُرْفَةٌ) | بالا خانہ۔ بلند عمارات |
| مَبْنِيَّةٌ | تعمیر |
| لَا يُخْلِفُ | وہ خلاف نہ کرے گا |
| اَلْمِيْعَادُ | وعدہ |

## تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

پچھلی آیات میں مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم نے اپنی روش زندگی کو تبدیل نہ کیا اور اسی طرح اپنے ارادوں اور ضد پر قائم رہے تو وہ صرف اپنا نقصان نہیں کریں گے بلکہ اپنے گھر والوں کے لئے بھی وبال جان بن جائیں گے۔ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت و بندگی اس طرح کروں کہ اس میں کسی طرح کی ملاوٹ کا شائبہ تک موجود نہ ہو۔ مجھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس دین کی میں تبلیغ کر رہا ہوں اس پر سب سے پہلے میں ہی ایمان لا کر اللہ کی فرماں برداری اختیار کروں۔ بتانا یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ جیسی پاکیزہ معصوم اور عظمت والی ہستی سے بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے فرماں بردار بن کر زندگی گذاریں تو عام آدمی اس سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ ہر ایک کو سب سے پہلے اللہ کی فرماں برداری اختیار کر کے خلوص سے اسی کی عبادت و بندگی کرنا ہوگی تب آخرت میں نجات نصیب ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اس بات کو واضح الفاظ میں کہہ دیجئے کہ اگر میں نے عبادت و بندگی میں اس اخلاص کو چھوڑ دیا اور تمہاری طرح کفر و شرک اور برے اعمال کی طرف مائل ہو گیا تو پھر مجھے اللہ کے عذاب کا خوف ہے۔ فرمایا کہ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر تم میری اس بات کی اطاعت نہیں کرتے اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہو تو پھر تم جس کی چاہو بندگی کرو۔ اس کے نتیجے میں تم پر جو عذاب آئے گا تم اس کو خود دیکھ لو گے۔ یہ

عذاب نہ صرف تم پر ایک وبال بن جائے گا بلکہ اس کا شدید ترین نقصان تمہارے گھر والوں کو بھی بھگتنا پڑے گا جو بہت زبردست ہوگا۔ فرمایا کہ ان کفار و مشرکین کی سزا یہ ہوگی کہ ان کے سروں کے اوپر آگ کی چادریں ہوں گی جو ان پر اس طرح چھا جائیں گی جس طرح کالے سیاہ بادل آسمان پر چھا جاتے ہیں اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ فرمایا کہ یہی وہ عذاب ہے جس سے اللہ تمہیں پہلے ہی سے آگاہ کر رہا ہے۔ فرمایا کہ اے میرے بندو! اب بھی وقت ہے کہ تم عذاب الٰہی سے بچ نکلنے کی کوشش کر لو۔ اگر یہ وقت نکل گیا تو دوبارہ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو شیطان اور اس کے مکر و فریب سے بچ کر اللہ کی طرف آ گئے تو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں خوش خبری ہے۔ فرمایا کہ جو لوگ پوری توجہ سے بات کو سنتے ہیں اور ہر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہدایت و رہنمائی بخشی جاتی ہے اور درحقیقت یہی عقل و دانش والے لوگ ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! کچھ وہ لوگ ہیں جو اپنی بداعمالیوں اور کفر و شرک میں اس قدر پختہ ہو چکے ہیں کہ ان کا ایمان کی طرف پلٹ کر آنا ممکن نہیں ہے اور ان کے لئے اللہ نے جہنم کا فیصلہ کر لیا ہے جس سے اگر آپ بھی بچانا چاہیں تو نہیں بچا سکتے۔ ہاں وہ لوگ جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لئے نہ صرف جنت میں بالا خانے ہوں گے بلکہ ان کے اوپر بھی بلند و بالا عمارتیں ہوں گی جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ پوری طرح عیش و آرام میں ہوں گے۔ ایسے تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے یہ ان کے رب کا وعدہ ہے جو کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾ أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٢﴾ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾

ع ۲

## ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۳

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا۔ اس نے اس (پانی کو) چشمے بنا کر زمین پر چلایا۔ پھر ان سے مختلف رنگوں کی کھیتیاں اگائیں۔ پھر جب وہ کھیتیاں پک کر خشک ہو جاتی ہیں پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ گئی ہیں اور پھر وہ ان کو چورہ چورہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔ وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی (حاصل کر لیتا) ہے۔ کیا وہ اس کے برابر ہو سکتا ہے جس کا دل اللہ کی یاد سے سخت ہو چکا ہے؟ یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ نے بہترین کلام نازل کیا۔ یعنی ایک کتاب نازل کی جس کی آیتیں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی جانے والی ہیں۔ ان سے ان لوگوں کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی جلدیں (کھالیں) اور دل نرم پڑ جاتے ہیں اور اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ ہدایت ہے جسے اللہ جس کو دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اور جسے اللہ ہی بھٹکا دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہوتا۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۳

| | |
|---|---|
| سَلَکَ | وہ چلا |
| یَنَابِیْعُ | چشمے |
| زَرْعٌ | کھیتی |
| اَلْوَانٌ (لَوْنٌ) | رنگ |
| یَهِیْجُ | وہ خشک کرتا ہے |
| مُصْفَرٌّ | زرد |

| | |
|---|---|
| حُطَامٌ | چورا چورا |
| شَرَحَ | اس نے کھول دیا |
| صَدْرٌ | سینہ |
| قَسِيَةٌ | سخت |
| اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ | بہترین کلام |
| مَثَانِيْ | بار بار |
| تَقْشَعِرُّ | رونگٹے کھڑے کرتا ہے |
| جُلُوْدٌ (جِلْدٌ) | کھالیں |
| تَلِيْنُ | نرم پڑ جانا |
| هَادٍ | ہدایت دینے والا۔ رہنما |

## تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۳

ان آیات میں خاص طور پر تین باتوں کو بیان کیا گیا ہے ☆ دنیا کی بے ثباتی اور اس میں دن رات کے انقلابات ☆ شرح صدر کی حقیقت ☆ کلام اللہ کی عظمت اور اس کی صفات

☆ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے ثباتی اور آئے دن کے انقلابات کو اس مثال سے ذہن نشین فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم دن رات دیکھتے ہو کہ بلندیوں سے پانی برستا ہے پھر اس میں سے کچھ تو زمین کے اندر چلا جاتا ہے اور کچھ ندی نالوں اور چشموں کی شکل میں بہہ کر خشک زمین کو سیراب کرتا اور جان داروں کی پیاس کو بجھاتا ہے۔ جب یہ پانی کھیتوں اور باغات میں پہنچتا ہے تو اس سے طرح طرح کا غلہ اور پھل پھول پیدا ہوتا ہے۔ جب کھیتیاں پک جاتی ہیں اور ان کے رنگ زرد ہو جاتے ہیں تو پھر ان کھیتیوں کا کاٹ لیا جاتا ہے۔ اور پھر وہی سرسبز و شاداب کھیتیاں زرد اور خشک ہو کر چورا چورا ہو جاتی ہیں۔ دانہ گندم اور اس کے غلے کو نکال کر

انسانوں کی غذا بنا دی جاتی ہے اور بھوسہ جانوروں کی غذا بن جاتا ہے۔ یہی حال انسان کا بھی ہے کہ وہ نو مہینے تک ماں کے پیٹ میں رہنے کے بعد بچپن، جوانی اور بڑھاپے تک پہنچ جاتا ہے اور پھر وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کائنات میں کسی چیز کو قرار نہیں ہے۔ یہ انقلابات اس بات کی علامت ہیں کہ اس پورے نظام کائنات کو کوئی ہستی کنٹرول کر کے چلا رہی ہے اور وہ اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔ اب یہ انسان کی بے عقلی ہے کہ وہ وقتی چمک دمک اور رونق کو حقیقی سمجھ کر اپنے خالق و مالک اللہ سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ اس کے ہاتھ میں جو بھی چیزیں ہیں ایک وقت آنے پر ختم ہو جائیں گی۔ حالانکہ اگر وہ پانی کے برسنے، کھیتیوں کے بارونق ہو کر کٹنے تک کی تمام تفصیلات کو ذہن میں رکھ کر سوچے تو اس کی عقل خود فیصلہ کر دے گی کہ وقتی اور عارضی چیزوں پر مرمٹنا اور ان تمام چیزوں کے مالک اللہ رب العالمین کو بھول جانا سب سے بڑی غلطی ہے جو اس کو آخرت میں رسوا اور ذلیل کر کے رکھ دے گی۔

☆ فرمایا کہ جن لوگوں کو صحیح رہنمائی اور شرح قلب نصیب ہو جاتا ہے اور ان کے دل نور ایمانی سے جگمگا اٹھتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ہر طرح کے فائدے حاصل کرتے ہیں۔ شرح قلب کیا ہے اس کی صحیح وضاحت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی یہ روایت ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت "اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ" تلاوت فرمائی تو ہم نے آپ سے شرح صدر کا مطلب پوچھا آپ نے فرمایا کہ جب ایمان کا نور قلب میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کا قلب بڑا وسیع ہو جاتا ہے (جس سے احکامات الٰہی کو قبول کرنے کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے)۔ پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس شرح صدر کی علامت کیا ہے تو آپ نے فرمایا ہمیشہ رہنے والے گھر (جنت، آخرت) کی طرف پوری طرح رغبت پیدا ہو جانا اور دھوکے کے گھر (دنیا) سے دور رہنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو یہ شرح صدر حاصل ہو گیا وہ اور جن لوگوں نے اپنے دلوں کو پتھر دل بنا لیا ہے وہ ایک جیسے کیسے ہو سکتے ہیں اللہ سے ڈرنے والوں اور نادانوں کا انجام یکساں کیسے ہو سکتا ہے؟

☆ درحقیقت وہی لوگ خوش نصیب ہیں جو اللہ کے نازل کئے ہوئے قانون اور احکامات کی پابندی کرتے ہیں یعنی اللہ کے اس کلام (قرآن مجید) پر عمل کرتے ہیں جو کلاموں میں سب سے بہتر کلام ہے جسے اللہ نے احسن الحدیث (یعنی جس سے بہتر کوئی کلام نہیں ہے) فرمایا۔ جس کے مضامین میں کوئی اختلاف نہیں ہے ایک مضمون دوسرے مضمون کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔ بار بار بیان کئے جانے کے باوجود مضامین قرآن میں دلچسپی اور دلکشی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ یہ وہ کلام ہے جس کی تلاوت سے اور اس کلام کی عظمت کی وجہ سے مومنوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان

پر رعب اور خوف طاری ہو جاتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کے قلب اور ان کا ظاہر و باطن دونوں اللہ کے سامنے جھک جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے لوگوں کی ہدایت کے نور کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اس کلام کی عظمت اور شان کے باوجود اگر کوئی پھر بھی آنکھیں بند کر کے چلتا ہے تو اس کو ہدایت کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ اور سچ ہے کہ جس کو اللہ ہی راہ سے بھٹکا دے اسے کوئی راستہ نہیں دکھا سکتا۔

أَفَمَن يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوٓءَ ٱلْعَذَابِ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۚ وَقِيلَ لِلظَّٰلِمِينَ ذُوقُوا۟ مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ۝ كَذَّبَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَىٰهُمُ ٱلْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَأَذَاقَهُمُ ٱللَّهُ ٱلْخِزْىَ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ ٱلْءَاخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِى هَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ مِن كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِى عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَآءُ مُتَشَٰكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ۝

**ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۳۱**

کیا پھر وہ لوگ قیامت کے دن اپنے چہروں کو اس عذاب سے بچا سکیں گے۔ ایسے ظالموں سے (قیامت کے دن) کہا جائے گا کہ تم جو کچھ کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔ اس سے پہلے انہوں

نے (رسولوں کو) جھٹلایا تھا تو ان پر ہمارا عذاب ایسی جگہ سے آیا تھا جہاں ان کا خیال و گمان بھی نہ گیا تھا۔ پھر اللہ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھا دیا۔ اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ کاش وہ (اس حقیقت کو) پہلے سے جان لیتے۔

اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تا کہ وہ ان پر دھیان دیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی (ٹیڑھا پن) نہیں ہے انہیں چاہیے کہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔

اللہ نے ایک ایسے غلام کی مثال بیان کی ہے جس کے کئی بد اخلاق آقا ہیں ان میں سے ہر ایک اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور ایک دوسرا غلام ہے جس کا ایک ہی آقا ہے کیا وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ اکثر وہ لوگ ہیں جو جانتے نہیں ہیں۔ اے نبی ﷺ! بے شک آپ بھی انتقال کریں گے اور (کفار بھی) مریں گے۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۳۱

| | |
|---|---|
| ذُوْقُوْا | چکھو |
| اَذَاقَ | اس نے چکھایا |
| اَلْخِزْیُ | رسوائی۔ ذلت |
| عِوَجٌ | کجی۔ ٹیڑھا پن |
| مُتَشٰکِسُوْنَ | بد اخلاق لوگ |
| مَیِّتٌ | مرنا |
| تَخْتَصِمُوْنَ | تم جھگڑو گے |

## تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۳۱

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین جن کے ہاتھ پاؤں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں جھونک دیا جائے گا فرمایا ہے کیا وہ قیامت کے دن اپنے چہروں کو اس آگ سے بچائیں گے جو ان کو جھلس کر رکھ دے گی جب ان ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب وہ اپنے کئے ہوئے برے اعمال کا مزہ چکھیں۔ فرمایا جائے گا کہ ان سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں انہوں نے بھی اسی طرح اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر اس طرح اچانک عذاب مسلط کیا گیا کہ وہ دیکھتے ہی رہ گئے اور ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اس طرح اللہ نے انہیں دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کیا اور آخرت میں تو ان کو تا شدید عذاب دیا جائے گا جس کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کاش وہ دنیا اور آخرت کا عذاب آنے سے پہلے ہی کچھ سوچ لیتے اور توحید خالص کو اختیار کر لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم واضح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جس میں نہ کوئی فلسفیانہ انداز ہے اور نہ کوئی ٹیڑھا پن ہے بلکہ روز مرہ کی صاف صاف مثالوں کے ذریعہ بتا دیا گیا ہے کہ توحید خالص پر نہ چلنے والوں کو دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی رسوائی، ذلت، اور عذاب کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کو توبہ اور توحید خالص پر عمل کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو لوگ ایک اللہ کو چھوڑ کر ہر ایک کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں اور ان سے اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کی توقع رکھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں انہیں کبھی سکون قلبی حاصل نہ ہو سکے گا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص بہت سے ضدی، بداخلاق آقاؤں کا غلام ہو ہر آقا اس کو اس طرح اپنی طرف کھینچتا ہو، مصروف رکھتا ہو کہ وہ دوسروں کا حق ادا نہ کر سکتا ہو اور ہر وقت ان کی خوشامد میں لگا رہتا ہو کیا یہ غلام اس غلام کی طرح ہو سکتا ہے جس کا ایک ہی مہربان آقا ہو اور وہ ایک ہی آقا کی خدمت میں لگا رہتا ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ فرمایا اسی طرح جو آدمی ایک اللہ کا غلام بن گیا وہی سکون و اطمینان سے رہے گا اس کو ہر طرح کی نعمتیں حاصل ہوں گی لیکن جو بہت سے آقاؤں کا غلام ہوگا اس کو کبھی سکون و اطمینان حاصل نہ ہو سکے گا۔

آخر میں فرمایا کہ مکہ کے وہ کفار جو اس بات کی تمنا رکھتے ہیں کہ آپ پر موت طاری ہو جائے تا کہ وہ آئے روز کی نصیحتوں سے بچ جائیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر مجھ پر موت طاری ہو جائے تو کیا تم ہمیشہ اسی دنیا میں رہو گے؟ یقیناً موت کے اس دروازے سے سب کو گذرنا ہے البتہ ہر ایک آدمی اپنا اپنا نامہ اعمال ساتھ لے کر جائے گا۔ سب اللہ کے سامنے پیش ہو کر اپنے اپنے حق کے لئے لڑیں گے اور اللہ سب کے درمیان انصاف کر کے نہ صرف فیصلہ فرمائیں گے بلکہ ہر

شخص نے جو کچھ بھی کیا ہوگا اس کو پورا پورا بدلہ عطا فرمائیں گے۔

حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ جب آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ" تو میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا ہمارے وہ جھگڑے جو دنیا میں تھے وہ قیامت میں بھی دہرائے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ ضرور دہرائے جائیں گے اور ہر شخص کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے ذمے کسی کا حق ہے اس کو چاہیے کہ وہ اسی دنیا میں ادا کر دے یا معاف کرائے کیونکہ آخرت میں درہم و دینار نہ ہوں گے۔ اگر ظالم اور زیادتی کرنے والے کے پاس کچھ اعمال صالح ہوں گے تو اس ظلم و زیادتی کے بدلے میں اس کے اعمال مظلوم کو دیدیئے جائیں گے۔ اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اور برائیاں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری شریف)

صحیح بخاری میں حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کیا تم جانتے ہو مفلس و غریب کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم تو غریب و مفلس اس شخص کو سمجھتے ہیں جس کے پاس نہ تو نقد رقم ہو اور نہ اس کی ضروریات کا سامان۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اصل میں غریب و مفلس میری امت کا وہ شخص ہوگا جو قیامت میں بہت سے نیک اعمال نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ لے کر آئے گا مگر اس کا حال یہ ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال ناجائز طریقے سے کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو ستایا ہوگا یہ سب مظلوم اللہ کی بارگاہ میں اپنے مظالم اور زیادتیوں کا مطالبہ کریں گے۔ اس طرح اس شخص کی نیکیاں ان مظلوموں میں بانٹ دی جائیں گی۔ پھر جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور مظلوموں کے حق باقی ہوں گے تو مظلوموں کے گناہ اس زیادتی کرنے والے پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس شخص کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اور اس طرح یہ شخص نیکیوں کا بہت سا سامان ہونے کے باوجود قیامت کے دن خالی ہاتھ رہ جائے گا۔

یوں تو ہر ایک ظلم کا دعویٰ کیا جائے گا اور مظلوموں کی فریاد سنی جائے گی لیکن جس نے کسی مظلوم کا ناحق خون بہایا ہوگا سب سے پہلے اس کا حساب لیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کے باہمی معاملات میں سب سے پہلے جو (ناحق) خون بہائے گئے ہوں گے ان کا حساب ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ۝ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ۝ لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ۝

**ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۷**

پھر اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور جب سچائی (پوری طرح) اس کے سامنے آگئی تو اس نے اسے بھی جھٹلا دیا۔ کیا ایسے منکرین کے لئے جہنم کے سوا کوئی ٹھکانا ہے؟ (ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے) اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جن لوگوں نے اس کو تسلیم کیا یہی وہ لوگ ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہے جس کی وہ خواہش کریں گے۔ یہی نیکوکاروں کا بدلہ ہوگا۔ تاکہ اللہ ان سے ان تمام ناپسندیدہ کاموں کو ان سے دور کر دے جو وہ کرتے رہے تھے۔ اور جو کچھ انہوں نے بہترین اعمال کئے تھے انہیں ان سے بہتر اجر عطا کر دیا جائے۔ کیا اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے؟ یہ لوگ اللہ کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہیں حالانکہ جسے اللہ ہی نے بھٹکا دیا ہو اسے کوئی راہ ہدایت دکھانے والا

نہیں ہے۔ اور جسے وہی ہدایت دے دے اس کو (راہ ہدایت سے) بھٹکانے والا کوئی نہیں ہے۔ کیا اللہ زبردست اور انتقام لینے والا نہیں ہے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۳۲ تا ۳۷

| | |
|---|---|
| اَظْلَمُ | بڑا ظالم |
| مَثْوًی | ٹھکانا |
| اَسْوَاُ | برا کیا |
| ذِی انْتِقَامٍ | بدلہ لینے والا |

## تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۷

توحید خالص اور کفر و شرک پر عمل کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ واقعی وہ شخص بڑا ظالم اور بے انصاف ہے جس کے پاس قرآن کریم جیسی سچائی اور پیغام پہنچ گیا ہو اور اس نے بغیر سوچے سمجھے محض اپنی جہالت، ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس کا انکار کر دیا ہو۔ یقیناً ایسے لوگوں کا ٹھکانا تو جہنم ہی ہو سکتا ہے۔

لیکن وہ لوگ جن کے پاس اللہ کا سچا پیغام پہنچا اور انہوں نے اس کی تصدیق کی تو یہ اہل تقویٰ ہیں انہیں آخرت میں وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے اور اگر ان سے کوئی کوتاہی یا غلطی ہو گئی ہو گی تو اللہ تعالیٰ نہ صرف ان کی غلطیوں کو معاف فرما دے گا بلکہ ان کی ہر نیکی کو قبول فرمائے گا۔

کفار و مشرکین نبی کریم ﷺ کو اس بات سے ڈراتے تھے کہ وہ ان کے بتوں کو برا بھلا نہ کہیں اور اپنی زبان کو اس سے روک لیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بت ناراض ہو کر انہیں بد حواس اور دیوانہ بنا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور حق و صداقت کے راستے پر چلنے والے صحابہ کرامؓ کو ایک خاص تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں آپ اس کا غم نہ کریں نہ ان سے انتقام کی فکر کریں کیونکہ ان کے لئے جہنم کی سزا ہی کافی ہے اور جس کی حفاظت اللہ کی طرف سے ہو رہی ہو اسے ویسے بھی کسی فکر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی خود حفاظت فرماتا ہے۔ کفار و مشرکین کو یہ معلوم نہ تھا کہ جو شخص اللہ کی پناہ میں ہوتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ فرمایا کہ یہ لوگ

راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھٹکا رکھا ہے ان کو راہ ہدایت دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور جسے اللہ ہدایت کے راستے پر چلاتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ لہٰذا اے نبی ﷺ! آپ تمام حالات پر صبر کیجئے انتقام اور بدلہ لینے کے لئے اللہ ہی کافی ہے وہ خود ان سے انتقام لے لے گا کیونکہ اہل ایمان کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص یہ چاہتا ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ طاقت ور ہوجائے تو اسے اللہ پر توکل کرنا چاہیے اور جو شخص چاہتا ہے کہ سب سے بڑھ کر غنی ہوجائے تو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس پر زیادہ بھروسہ رکھے بہ نسبت اس چیز کے جو اس کے ہاتھ میں ہے اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ بہت زیادہ عزت والا ہوجائے تو اس کو صرف اللہ ہی سے ڈرنا چاہیے۔" (ابن ابی حاتم)

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۚ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾

ع ۴

## ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

(اے نبی ﷺ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے (پیدا کیا ہے) آپ ان سے یہ بھی پوچھئے کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر میں اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاروں جنہیں تم پکارتے ہو اور اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا (تمہارے یہ بت اور معبود) مجھے نقصان سے بچا سکتے ہیں؟ یا مجھ پر اللہ رحم کرنا چاہے تو کیا یہ اس کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے میرا اللہ ہی کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے تو اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ کہئے کہ تم اپنی جگہ کام کئے جاؤ۔ میں اپنا کام کئے جا رہا ہوں۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر وہ عذاب آئے گا جو کسی کے ٹالنے سے ٹل نہ سکے گی۔ (اے نبی ﷺ) ہم نے تمام انسانوں کے لئے یہ برحق کتاب نازل کی ہے (اس کے بعد) جو بھی سیدھا راستہ اختیار کرے گا وہ اس کے اپنے (فائدے) کے لئے ہوگا اور جو بھٹکے گا اس کا (وبال) اسی پر پڑے گا۔ آپ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

سَاَلْتَ — تو نے پوچھا

کٰشِفٰتُ — کھولنے والے

مُمْسِکٰتُ — روکنے والے

حَسْبِیَ — مجھے کافی ہے

یُخْزِیْ — ذلیل و رسوا کرتا ہے

یَحِلُّ — حلال ہوتا ہے

عَذَابٌ مُّقِیْمٌ — نہ ٹلنے والا عذاب

وَکِیْلٌ — کام بنانے والا

## خلاصہ آیات نمبر ۳۸ تا ۴۱

جیسا کہ اس سے پہلی آیات میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ کفار و مشرکین نبی کریم ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہا کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے یہ معبود ناراض ہو کر آپ کو کوئی شدید نقصان پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ ان کفار سے یہ پوچھئے کہ یہ زمین و آسمان اور اس کے اس نظام کو کس نے پیدا کیا ہے؟ کیا اس اللہ نے پیدا نہیں کیا جس کے ہاتھ میں ہر طرح کے نفع اور نقصانات کے مکمل اختیارات ہیں؟ اگر اللہ ہی کسی کو نقصان پہنچانا چاہے یا کسی مصیبت میں مبتلا کر دے تو اس کے سوا کوئی اور ہے جو اس مصیبت کو دور کر سکے؟۔ لہٰذا اگر میں اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاروں گا جنہیں تم پکارتے ہو اور اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ تمہارے معبود مجھے اس نقصان سے بچا سکتے ہیں؟ یا اگر اللہ مجھ پر رحم و کرم کرنا چاہے تو کیا دنیا کی کوئی طاقت ہے جو اس رحمت کو مجھ سے روک سکے گی؟ نبی کریم ﷺ سے کہا گیا کہ آپ وضاحت سے کہہ دیجئے کہ مجھے میرا اللہ ہی کافی ہے۔ میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں جس پر ہر ایک کو بھروسہ کرنا چاہیے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اتنا سمجھانے کے باوجود بھی اپنی روش زندگی میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے تو تم اپنی جگہ اپنی جہالتوں میں مبتلا رہو۔ مجھے میرے پروردگار کا جو حکم ہے میں تو اسی پر چلتا رہوں گا۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب آ کر رہے گا اور کسے وہ سزا ملے گی جس کو اگر کوئی اپنے اوپر سے ٹالنا چاہے گا تو ٹال نہ سکے گا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے تمام لوگوں کے لئے اس کتاب برحق کو نازل کیا ہے اس کے بعد اگر کوئی سیدھا راستہ اختیار کرے گا تو اس سے اسی کو فائدہ پہنچے گا لیکن اگر کسی نے گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا تو اس کا وبال خود اسی پر پڑے گا آپ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۴۲

وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت جان نکالتا ہے۔ اور جو شخص ابھی مرا نہیں ہے اس کی روح نیند میں بھی قبض کر لیتا ہے۔ پھر جس پر وہ موت طاری کرتا ہے تو اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک مقرر وقت تک کے لئے واپس بھیج دیتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے (عبرت و نصیحت کے لئے) بڑی نشانیاں موجود ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲

| | |
|---|---|
| يَتَوَفّٰى | وہ موت دیتا ہے |
| حِيْنَ | اس وقت۔ جس وقت |
| لَمْ تَمُتْ | نہیں مرا |
| مَنَام | نیند۔ خواب |
| قَضٰى | فیصلہ کر دیا |
| يُرْسِلُ | وہ بھیجتا ہے |
| يَتَفَكَّرُوْنَ | وہ غور و فکر کرتے ہیں |

## تشریح: آیت نمبر ۴۲

یہ تو ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد آدمی نیند کی طرف مائل ہوتا ہے تاکہ وہ ایک نیند لے کر تازہ دم ہو جائے اور اگلے دن کام کاج کے قابل ہو سکے لیکن اس جگہ اللہ نے نیند کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔ یہ نیند درحقیقت موت ہی کا ایک حصہ ہے جو انسان پر ہر روز طاری کی جاتی ہے۔ جس طرح کوئی شخص اس سے ناواقف ہے کہ اس کی

موت کب اور کہاں آئے گی اسی طرح ایک آدمی سو جانے کے بعد اس سے قطعاً بے خبر ہے کہ وہ جس نیند کے مزے لے رہا ہے وہ اس نیند سے بیدار ہوگا یا ہمیشہ کی نیند سو جائے گا۔

دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ سوتے ہوئے ہی اس دنیا سے گذر جاتے ہیں اور ان کو اس کا اندازہ تک نہیں ہوتا کہ ان کی زندگی کی یہ آخری نیند ہے۔ اصل میں انسان زندگی اور موت کے بارے میں قطعاً بے بس اور عاجز ہے۔ یہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے جس انسان کی جتنی زندگی کا فیصلہ کیا ہے وہ اس سے ایک لمحہ بھی زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ جب انسان سو جاتا ہے تو اس کا فہم و ادراک اور ارادہ و اختیار سب معطل ہو کر رہ جاتے ہیں لیکن اس کا شعور اور لاشعور دونوں جاگ پڑتے ہیں اور انسان جس ماحول میں زندگی گذارتا ہے اسی کے تجربات کی روشنی میں وہ خواب دیکھتا ہے یہ خواب کبھی تو سچے ہوتے ہیں اور کبھی فضول اور بیکار خواب ہوتے ہیں انبیاء کرام کے خواب تو وحی کا ایک حصہ ہوتے ہیں اس لئے ان کے خواب تو بالکل صحیح اور سچے ہوتے ہیں لیکن عام آدمی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے سارے خواب سچے ہوں۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تعجب ہے کچھ لوگ سوتے ہوئے خواب میں کچھ ایسی چیزیں دیکھ لیتے ہیں جو ان کے تصور میں بھی نہیں ہوتیں (اور پھر بیدار ہوتے ہی سامنے آجاتی ہیں) ان کا خواب اس قدر صحیح اور واقعی ہوتا ہے جیسے ہاتھ سے کسی چیز کو پکڑ لیا ہے۔ اور بعض لوگوں کے خواب کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے کہا اے امیر المومنین میں آپ کو اس کی وجہ بتاتا ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا الخ" یعنی اللہ روحوں کو قبض کر لیتا ہے۔ جب یہ روحیں اللہ کے قرب میں آسمان پر ہوتی ہیں تو جو کچھ دیکھتی ہیں وہ سچا خواب ہوتا ہے اور جب ان کو جسموں کی طرف چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس میں ان کا سامنا شیطانوں سے ہوتا ہے تو شیطان ان سے کچھ جھوٹی باتیں کہہ دیتے ہیں بس یہ جھوٹا خواب کہلاتا ہے۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کی یہ بات سن کر تعجب ہوا۔

ایک جگہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ سونے کے وقت انسانی جسم سے روح نکل جاتی ہے صرف اس کی ایک شعاع جسم کے اندر باقی رہتی ہے اس وجہ سے وہ خواب دیکھتا ہے پھر جب وہ بیدار ہوتا ہے تو روح ایک پل بھر سے بھی پہلے بدن کی طرف لوٹ آتی ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت انسانوں کی جان کو نکالتا ہے اور جو شخص ابھی زندہ ہے اس کی روح کو وہ نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر جس پر وہ موت طاری کرتا ہے تو اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک مقرر وقت تک کے لئے واپس بھیج دیتا ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت کا سامان موجود ہے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ ۚ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٣﴾ قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۖ لَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٤٤﴾ وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٥﴾ قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٤٦﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۴۶**

کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا سفارشی بنا رکھا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ کیا وہ سفارش کریں گے جن کے ہاتھ میں نہ تو کوئی چیز (کوئی اختیار) ہے اور نہ وہ عقل و سمجھ رکھتے ہیں۔

آپ کہہ دیجئے کہ شفاعت و سفارش سب کی سب اللہ کے اختیار (قدرت) میں ہے۔ اسی کے لئے زمین و آسمان کی ملکیت ہے۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جب آخرت پر یقین نہ رکھنے والوں کے سامنے اللہ واحد کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اپنے دلوں میں کڑھنے لگتے ہیں اور جب دوسروں (غیر اللہ) کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے آسمانوں اور زمین کے خالق، حاضر اور غائب کے جاننے والے میرے اللہ آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے کہ جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۳ تا ۴۶

| | |
|---|---|
| شُفَعَاءُ (شَفِيعٌ) | سفارش کرنے والے۔ شفاعت کرنے والے |
| اِشْمَأَزَّتْ | دو کڑھتے اور جلتے گئے |
| فَاطِرٌ | پیدا کرنے والا |
| تَحْكُمُ | تو فیصلہ کرے گا |
| عِبَادٌ | بندے |

## تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۴۶

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے ارشاد فرمادیا ہے کہ زندگی اور موت یہ سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی زندگی دیتا ہے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو موت آتی ہے۔ کفار و مشرکین بھی اس بات کو سمجھتے تھے مگر زبان سے نہیں کہتے تھے بلکہ اپنے بے حقیقت بتوں کے متعلق ان کا گمان یہ تھا کہ وہ کل قیامت کے دن ان کی سفارش کر کے اللہ کے عذاب سے انہیں بچالیں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ اس کی بارگاہ میں اس وقت تک کسی کو سفارش کرنے یا لب ہلانے کی اجازت نہیں ہوگی جب تک اجازت نہ دے دی جائے۔ پتھر لکڑی اور مٹی سے بنائے گئے ان بتوں کی کیا مجال ہے کہ یہ اللہ کی بارگاہ میں کسی کی سفارش بھی کر سکیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو تو پہلے ہی جہنم کا ایندھن بنادیں گے لیکن ان بدعقیدہ لوگوں کے نزدیک سب کچھ یہی بت ہیں حالانکہ اس کائنات میں ساری کی ساری سلطنت صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ ہر جگہ اللہ کا حکم چلتا ہے۔ تمام انسانوں کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ عدل و انصاف کے ساتھ ہر ایک کے درمیان سارے فیصلے فرمادے گا۔ فرمایا کہ وہ زبان سے تو اللہ کا نام لیتے ہیں مگر انہوں نے بتوں کو اس طرح سب کچھ بنا رکھا ہے کہ اگر ان کے سامنے ایک اللہ کا ذکر کیا جائے جو سب کا معبود، خالق اور مالک ہے تو غم و غصے سے ان کے چہرے سکڑ جاتے ہیں اور پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ اور جب ان کے جھوٹے معبودوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے چہرے کھل اٹھتے ہیں اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب یہ کفار و مشرکین اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے اور غیر اللہ کی بندگی میں لگے رہتے ہیں وہ اسی میں مگن ہیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں بلکہ اپنے رب سے یہ دعا کیجیے کہ اے آسمان و زمین کے رب اور کھلے چھپے کے جاننے والے پروردگار آپ ہی قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں میں فیصلے فرمائیں گے جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِن سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ ۚ وَبَدَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ﴿٤٧﴾
وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ
يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤٨﴾ فَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا
خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۚ بَلْ هِيَ
فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِن
قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ
مَا كَسَبُوا ۚ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ
مَا كَسَبُوا وَمَا هُم بِمُعْجِزِينَ ﴿٥١﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾

**ترجمہ آیت نمبر ۴۷ تا ۵۲**

اگر ان ظالموں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی ہی اور بھی تو وہ قیامت کے بد
ترین عذاب سے نجات کے لئے سب کا سب بدلے میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ وہاں
ان کے سامنے اللہ کی طرف سے ان کے کئے ہوئے وہ برے اعمال ظاہر ہوں گے جن کا وہ تصور بھی
نہیں کر سکتے تھے۔ وہاں ان کے کئے ہوئے سارے بدترین اعمال ان کے سامنے آجائیں گے اور
جس بات کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی چیز ان کو گھیر لے گی۔

پھر جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ہمیں ہی پکارتا ہے۔ اور جب ہم اس کو اپنی نعمت سے نواز دیتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو مجھے علم کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ (اللہ نے فرمایا) بلکہ یہ آزمائش ہے مگر اکثر لوگ وہ ہیں جو جانتے نہیں۔ اسی طرح کی باتیں ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں نے بھی کی تھیں مگر ان کی کمائی ان کے کام نہ آسکی۔ پھر انہوں نے اپنے کئے ہوئے (برے اعمال) کی سزا پائی۔ اور ان لوگوں میں سے جو ظالم ہیں وہ بہت جلد اپنی کمائی تک پہنچیں گے۔ اور وہ سب (مل کر بھی اللہ کو) عاجز اور بے بس نہ کرسکیں گے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔ وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے ان (باتوں میں) نشانیاں موجود ہیں۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۴۸ تا ۵۲

| | |
|---|---|
| بَدَا | ظاہر ہوا |
| يَحْتَسِبُوْنَ | وہ گمان کرتے ہیں |
| كَسَبُوْا | انہوں نے کمایا |
| حَاقَ | چھا گیا |
| مَا اَغْنٰى | کام نہ آیا |
| يُصِيْبُ | پہنچے گا |
| مُعْجِزِيْنَ | عاجز اور بے بس کرنے والے |
| يَبْسُطُ | وہ کشادہ کرتا ہے، کھولتا ہے |
| يَقْدِرُ | وہ تنگ کرتا ہے |

۱۰

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰي مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۸**

(اے نبی ﷺ) آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دے گا۔ بے شک وہ تو بہت مغفرت کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

(لوگو!) اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ۔ اور اس کے فرماں بردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے اور کہیں سے تمہاری مدد نہ کی جا سکے۔ اور اپنے رب کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلوؤں کی پیروی اختیار کرو اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ اور پھر بعد میں کوئی شخص بڑی حسرت سے یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ میں اللہ کے حضور زیادتیاں کرتا رہا اور میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ (یا وہ کہنے لگے کہ) کاش اللہ مجھے ہدایت دے دیتا تو

وہ تقویٰ اختیار کرنے والوں میں سے ہو جاتا۔ یا وہ عذاب دیکھنے کے بعد یہ کہنے لگے کہ کاش مجھے دوبارہ (دنیا میں جانے کا) موقع مل جاتا تو میں نیک عمل کرنے والوں میں سے ہو جاتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۳ تا ۵۸

لَا تَقْنَطُوْا — تم مایوس نہ ہو

اَنِيْبُوْا — تم پلٹ آؤ

اَسْلِمُوْا — تم فرماں بردار بن جاؤ

لَا تُنْصَرُوْنَ — تم مدد نہ کئے جاؤ گے

اَحْسَنُ — بہترین

بَغْتَةً — اچانک

لَا تَشْعُرُوْنَ — تم سمجھتے نہیں ہو

فَرَّطْتُ — میں نے زیادتی کی

جَنْبٌ — پہلو

اَلسّٰخِرِيْنَ — مذاق اڑانے والے

كَرَّةٌ — دوبارہ

اَلْمُحْسِنِيْنَ — نیکوکار۔ نیکیاں کرنے والے

## تشریح: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۸

علم دین کی روشنی نہ ہونے کی وجہ سے آدمی سے بعض مرتبہ وہ غلطیاں ہو جاتی ہیں جن پر وہ زندگی بھر شرمندہ رہتا ہے۔

سوائے انبیاء کرام کے جو ہر خطا سے معصوم ہوتے ہیں کوئی آدمی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس سے کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہے کہ اگر آدمی موت کے فرشتے سامنے آنے سے پہلے پہلے توبہ کر لے تو اس کے برسوں کے گناہ بھی معاف ہو سکتے ہیں۔

اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ جنہوں نے دور جہالت میں بعض کبیرہ گناہ کر لئے تھے جیسے بتوں کی پرستش، قتل، زنا وغیرہ وہ اس تصور سے سخت پریشان تھے کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد کیا ان کے یہ بڑے بڑے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! میرے ان بندوں سے جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے (گناہ کئے ہیں) کہہ دیجئے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بلاشبہ اللہ ان کے سارے گناہ معاف فرما دے گا وہ بہت معاف کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر مجھے ساری دنیا کی ہر چیز مل جاتی تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حاصل ہوئی ہے (مسند احمد) یعنی جس میں گناہ گاروں کے سارے گناہ معاف کرنے کی خوش خبری دی گئی ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کا یہ قول بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ یہ آیت گناہ گاروں کے لئے قرآن کریم کی سب آیتوں سے بڑھ کر امید افزا ہے۔

اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

۱۔ لوگو! اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ، اس کے فرماں بردار بندے بن جاؤ۔ اس سے پہلے کہ تم پر وہ عذاب آ جائے جس میں کوئی کسی کی مدد اور حمایت نہ کر سکے گا۔

۲۔ تمہارے اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجی گئی کتاب (قرآن مجید) کے تمام حسین اور بہترین پہلوؤں کی پیروی اختیار کرو اس سے پہلے کہ وہ عذاب آ جائے جس کی تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

۳۔ ابھی وقت ہے کہ تم اپنی زیادتیوں اور دین اسلام کا مذاق اڑانے سے باز آ جاؤ ورنہ کل تم یہ کہنے پر اپنے آپ کو مجبور اور بے بس پاؤ گے کہ واقعی ہم اللہ کے حضور بہت زیادتیاں کرتے رہے تھے اور دین اسلام کا مذاق اڑانے میں سب سے آگے تھے۔

۴۔ یا تم اپنی شرمندگی اور ندامت سے بچنے کے لئے یہ کہنے لگو کہ اگر ہمیں اللہ کی طرف سے بروقت رہبری و رہنمائی مل جاتی تو ہم حسن عمل میں سب سے آگے ہوتے۔

۵۔ یا تم قیامت کے دن یہ کہنے پر مجبور ہو جاؤ کہ اگر ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تو ہم نیک عمل اختیار کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے صاف صاف فرمادیا ہے کہ ابھی وقت ہے کہ یہ تمام گناہ و شرکیں ورنہ وہ کر اللہ سے معافی مانگ کر صراط مستقیم پر چلنا شروع کردیں لیکن اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر سوائے ندامت، شرمندگی اور پچھتاوے کے کچھ بھی حاصل نہ ہو سکے گا۔

بَلٰی قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۹﴾ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۶۰﴾ وَ یُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ؗ لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ؗ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۳

(اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) کیوں نہیں۔ میری آیتیں تیرے پاس آئیں۔ تو نے ان کو جھٹلایا۔ غرور و تکبر کیا اور تو کافروں میں سے ہو گیا۔

(اے نبی ﷺ) آپ قیامت کے دن انکار کرنے والوں کے چہرے تاریک اور سیاہ دیکھیں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کے لئے کافی جگہ موجود نہیں ہے؟

(اس کے برخلاف) وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کی ہوگی ان کو نجات دے دی جائے گی۔ نہ ان کو عذاب چھوئے گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

(یاد رکھو) اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کی نگرانی رکھنے والا ہے۔ اور

آسمانوں اور زمین کے (خزانوں کی) چابیاں اسی کے پاس ہیں۔
جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے ہیں وہی سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے
ہیں۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۵۹ تا ۶۳

| | |
|---|---|
| **بلیٰ** | کیوں نہیں۔ جی ہاں |
| **مسودۃ** | سیاہ |
| **مثویٰ** | ٹھکانا |
| **وکیل** | نگراں۔ خبر رکھنے والا |
| **مقالید** | چابیاں۔ کنجیاں |

## تشریح: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۳

بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو حقیقت کا سامنا کرنے کے بجائے اپنی کمزوریوں کو یا تو حالات پر ڈال دیتے ہیں یا مختلف بہانوں کو ڈھال بنا کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں۔ فرمایا کہ کفار کا بھی یہی حال ہوگا جس کو اس سے پہلی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر ہمیں واقعی ہدایت و رہنمائی دی جاتی تو ہم تقویٰ اختیار کر کے نیک لوگوں میں شامل ہو جاتے۔
اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا کہ کیا ہم نے اپنی آیتیں اپنے پیغمبروں کے ذریعہ تم تک نہیں پہنچائی تھیں۔ مگر تم نے کیا کیا؟ تم نے تکبر کرتے ہوئے ہماری آیات کا انکار کر دیا۔
نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ایسے جھوٹے لوگوں کو سیاہ اور تاریک چہرہ والا پائیں گے۔ کیا ایسے تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم کے سوا کہیں اور ہو سکتا ہے؟
اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کی ہوگی ان کی زبردست کامیابی یہ ہوگی کہ ان کو آخرت

میں نہ تو کسی طرح کی تکلیف ہوگی اور نہ وہ کسی طرح بھی رنجیدہ ہوں گے۔

فرمایا کہ اللہ ہی تو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی اپنی کائنات کی نگرانی کر رہا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانوں یعنی رزق، رحمت اور کرم کی چابیاں اسی کے قبضہ اختیار میں ہیں۔ وہ ان میں سے جس کو جتنا دینا چاہے گا دے دے گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے غرور و تکبر اور انکار کا طریقہ اختیار کیا ہوگا وہ زبردست نقصان اٹھانے والے ہوں گے یعنی ان کو دنیا اور آخرت میں اللہ کی رحمت سے مایوسی ہوگی اور یہی ان کا سب سے بڑا خسارہ اور نقصان ہوگا۔

قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ۝ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ۝ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝

## ترجمہ آیات نمبر ۶۴ تا ۷۰

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہئے کہ اے جاہلو! مجھے تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت و بندگی کے لئے کہتے ہو؟

(آپ اس اصول کو بیان کر دیجئے کہ) جس طرح آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور آپ سے پہلے جن (انبیاء کرام) پر وحی نازل کی گئی تھی (ان سے صاف صاف کہہ دیا گیا تھا کہ) اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا ہر عمل ضائع ہو جائے گا اور تم نقصان اٹھانے والے بن جاؤ گے۔

(اے نبی ﷺ) آپ اللہ ہی کی عبادت و بندگی کیجئے اور شکر گذار بندوں میں سے ہو جایئے۔ اور انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اور سارے آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں (کاغذ کی طرح) لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اس کی پاک اور بے عیب ذات اس شرک سے بلند و برتر ہے جس کو وہ کرتے ہیں۔

اور وہ دن جب کہ صور پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب کے سب مر کر ڈھیر ہو جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ (زندہ رکھنا) چاہے گا۔

پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو اچانک سب اٹھ کر (حیران و پریشان نظروں سے چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے۔

اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ نامہ اعمال (لوگوں کے) سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور تمام انبیاء اور گواہ حاضر کیے جائیں گے۔

اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم و زیادتی نہ کی جائے گی اور ہر شخص کو اس کے ہر عمل پر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا ہوگا۔

اللہ اسے خوب جانتا ہے جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٤ تا ٧٠

تَأْمُرُوْنِّيْ — تم مجھے حکم دیتے ہو۔ سکھاتے ہو

مَاقَدَرُوْا — انہوں نے قدر نہ کی

مَطْوِيّٰتٌ — لپیٹ دی گئی

نُفِخَ — پھونک ماری گئی

صَعِقَ — دو گر پڑا

اَشْرَقَتْ — روشن ہوگئی۔ جگمگا اٹھی

وُفِّيَتْ — پورا دیا گیا

## تشریح: آیت نمبر ٦٤ تا ٧٠

کفار قریش نبی کریم ﷺ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے باپ دادا کے مذہب پر واپس آجائیں۔ کبھی کہتے تھے کہ آپ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیجئے کہ جس سے ہمارے یہ اختلافات دور ہوجائیں ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کیجئے اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت و بندگی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو جاہل، ناواقف اور بے علم قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اے جاہلو! تم مجھے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی کے لئے کہتے ہو؟ جو ایک نہایت جاہلانہ اور احمقانہ بات ہے کیونکہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے قابل نہیں ہے وہی ایک پروردگار سب کا خالق و مالک ہے اسی نے میری طرف وحی کرکے یہ حکم دیا ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کروں۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ سے پہلے جن پیغمبروں پر وحی نازل کی گئی تھی ان سے بالکل واضح اور دوٹوک لفظوں میں کہہ دیا گیا تھا کہ اگر (فرض کرلیا جائے کہ) تم نے اللہ کو چھوڑ کر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا تو تمہارے سارے اعمال ضائع کردیئے جائیں گے اور تمہیں شدید نقصان پہنچے گا۔

فرمایا گیا کہ آپ صرف اسی ایک اللہ کی عبادت و بندگی کیجئے اور اس کے شکر گذار بندوں میں سے ہو جائیے۔

دراصل اللہ کے پیغمبر ہر طرح کے گناہوں اور کفر و شرک کے ہر طریقے سے معصوم اور محفوظ ہوتے ہیں۔ نہ وہ کسی طرح کا گناہ کرتے ہیں اور نہ کسی گناہ کی نسبت ان کی طرف کی جاسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان آیات میں انبیاء کرام کے واسطے سے پوری امت سے خطاب کرکے بتایا گیا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں اور اللہ کی وہ عظمت کریں جس کے وہ لائق ہے۔

لوگوں کا یہ حال ہے کہ انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جیسا کہ اس کی عظمت کا حق تھا یعنی انہوں نے دوسروں کو اس کے ساتھ شریک کیا۔ غیر اللہ میں ایسی صفات کو مانا جو صرف اللہ ہی کی صفات ہوسکتی ہیں۔ نہ اس کی عبادت اس طرح کی جیسا کہ اس کا حق تھا نہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جیسا کرنا لازم تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن یہ ساری زمین اور سارے آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں ایک کاغذ کی طرح لپٹے ہوئے ہوں گے۔ یعنی ساری طاقت و قوت ایک اللہ کے ہاتھ میں ہوگی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ لوگ جن غیر اللہ کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں وہ غیر اللہ بے حقیقت چیز تھے۔

فرمایا کہ قیامت کا وہ ہولناک دن جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو سوائے ان لوگوں کے جنہیں وہ زندہ رکھنا چاہے گا کائنات کی ساری مخلوق مر کر ڈھیر ہو جائے گی۔ لیکن جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سارے مردے زندہ ہو کر حیران و پریشان اٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگیں گے۔

اس دن زمین اپنے پروردگار کے نور تجلی سے جگمگا اٹھے گی۔ سب کے نامہ اعمال ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ تمام پیغمبروں کو گواہ کے طور پر بلایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان اس طرح فیصلہ کر دیا جائے گا کہ کسی کے ساتھ کوئی ظلم اور زیادتی نہیں ہوگی۔ ہر ایک کو اس کے کئے کا پھل پوری طرح دیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں چند احادیث سے ان آیات کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ایک دن ایک یہودی عالم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد (ﷺ) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر روک لے گا۔ایک انگلی پر زمینوں کو، ایک انگلی پر پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر پانی اور زمین کی تہہ کو اور باقی مخلوق کو ایک انگلی پر روک لے گا اور پھر وہ (ان پانچوں انگلیوں کو) حرکت دے کر گھمائے گا (جس طرح گیند یا لٹو کو گھمایا جاتا ہے) اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں اور میں ہی تمہارا معبود واللہ ہوں۔(مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ)

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے داہنے ہاتھ میں (کاغذ کی طرح) لے لے گا اور فرمائے گا کہ آج میں بادشاہ ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو اپنی مٹھی میں لے کر فرمائے گا۔میں ہوں اللہ رحمٰن ورحیم۔میں (ایسا) بادشاہ ہوں کہ (تمام عیبوں سے) پاک ہوں۔میں امن دینے والا ہوں،میں نگرانی کرنے والا ہوں،میں غالب ہوں،میں بڑی طاقتوں والا ہوں،میں بڑائی والا ہوں،میں نے ہی دنیا کو ابتداء میں پیدا کیا تھا جب کہ وہ کچھ نہ تھی اور میں ہی اس کو دوبارہ پیدا کر رہا ہوں۔آج دنیا بھر کے بادشاہ کہاں ہیں؟ اور بڑی طاقتوں والے کہاں ہیں؟ (بخاری و مسلم)

☆ قیامت میں پہلے صور کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا بعض روایات کے مطابق ان کے درمیان چالیس دن کا فصل ہوگا۔

☆ جب اللہ تعالیٰ دنیا کو دوبارہ پیدا فرمادیں گے تو اللہ جلوہ گر ہوں گے۔جس طرح کھلے آسمان پر چمکتے سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی اسی طرح وہ نور رب کو کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

☆ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال پر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔اللہ کو ہر انسان کے ایک ایک عمل کی خبر ہے وہ لوگوں کے بتانے سے نہیں بلکہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے کیونکہ اللہ سے کوئی بات اور انسانوں کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں ہے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ
كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ
أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ
يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ
هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧١﴾
قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى
الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٢﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ
حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿٧٣﴾ وَقَالُوا
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ
نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٧٤﴾
وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ
رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٥﴾

ع ٨

وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کی جماعتوں کو جہنم کی طرف کھینچا جائے گا۔ یہاں تک کہ

جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔
اور وہ (فرشتہ) جو اس جہنم پر متعین ہوگا وہ کہے گا کہ کیا تمہارے پاس تمہارے اندر سے ایسے پیغمبر نہیں آئے تھے جنہوں نے تمہارے سامنے تمہارے رب کی آیات تلاوت کر کے تمہیں اس سے ڈرایا تھا کہ تمہیں یہ (بدترین) دن دیکھنا پڑے گا؟ وہ کہیں گے کہ ہاں وہ پیغمبر آئے تھے۔
اور اس طرح ان کافروں پر عذاب ثابت ہو کر رہے گا۔
پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ۔ اب تمہیں یہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ تکبر کرنے والوں کا یہ بدترین ٹھکانا ہے۔
اور جن لوگوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا ہوگا ان کی جماعتوں کو جنت کی طرف (عزت و احترام سے) لے جایا جائے گا۔
جب وہ وہاں پہنچیں گے تو ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ان جنتوں پر مقرر فرشتہ کہے گا "تم پر سلامتی ہو، تمہیں مبارک ہو، اب تم ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ"۔
اہل جنت کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا اور ہمیں (جنت کی زمین کا) مالک بنا دیا۔
اب ہم جنت میں جہاں چاہیں گے وہاں اپنا ٹھکانا بنالیں گے۔ (دیکھو) ایسے نیکوکاروں کا کتنا بہترین بدلہ ہے۔
اور آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش الٰہی کو گھیرے ہوئے حمد و تسبیح کر رہے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا۔
اور کہا جائے گا کہ ساری حمد و ثنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۱ تا ۷۵

وَسِيقَ اس نے کھینچا۔ گھسیٹا

| | |
|---|---|
| زُمَرًا | جماعت۔ گروہ |
| خَزَنَةٌ | نگران۔ دیکھ بھال کرنے والا |
| حَقَّتْ | ثابت ہوگئی |
| طِبْتُمْ | تمہیں مبارک ہو |
| اَوْرَثَنَا | ہمیں مالک بنادیا |
| نِعْمَ | بہترین |
| حَافِّيْنَ | گھیرنے والے |
| حَوْلَ الْعَرْشِ | عرش کے اردگرد |

## تشریح: آیت نمبر ا کا ۵ ٧

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے میدان حشر کا نقشہ کھینچ کر بتادیا تھا کہ یہ وہ انصاف کا دن ہوگا جس میں ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ کفار و مشرکین کو اس دن ذلت و رسوائی اور اہل ایمان کو عزت و عظمت نصیب ہوگی چنانچہ مشرکین، کفار اور منافقین کو نہایت ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر جہنم کے دروازوں تک پہنچادیا جائے گا اور اہل ایمان کو نہایت عزت و احترام سے ہمیشہ کے لئے رہنے والی جنتوں تک پہنچایا جائے گا۔

قیامت کے دن کفار و مشرکین اور منافقین کو جانوروں کی طرح گھسیٹ کر لایا جائے گا۔ وہ اس دن بھوکے، پیاسے، بہرے، گونگے اور فرشتوں کی جھڑکیاں کھاتے ہوئے منہ کے بل گھسیٹ کر لائے جائیں گے۔

داروغہ جہنم ان سے پوچھے گا کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ کیا تمہیں اللہ کی آیات پڑھ کر نہیں سنائی گئی تھیں جن میں اس دن کے برے انجام سے آگاہ کیا گیا تھا؟ وہ نہایت شرمندگی کے ساتھ اس بات کا اقرار کریں گے کہ ہاں ہاں وہ پیغمبر آئے تھے مگر یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم نے ان کی باتوں پر دھیان نہیں دیا۔

اس اعتراف واقرار کرنے کے بعد ان پر کفر وانکار کی فرد جرم عائد کردی جائے گی۔ ان کو جہنم کے اس جیل خانہ میں داخل کرنے کے لئے دروازے کھلوا دیئے جائیں گے جس میں ان سے کہا جائے گا کہ اب تم اس جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ اللہ کے مقابلے میں تکبر اور بڑائی اختیار کرنے والوں کا یہ بدترین ٹھکانا ہے۔

دوسری طرف وہ صاحبان ایمان وتقویٰ ہوں گے جنہوں نے اللہ کی فرماں برداری میں زندگی گذاری ہوگی، جنہوں نے اللہ کے خوف اور اس کی رضا کے لئے ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کی ہوگی ان کو نہایت خوبصورت اور بہترین سواریوں پر بٹھا کر نہایت عزت واحترام کے ساتھ جنت کی طرف لایا جائے گا۔

اس وقت جنت میں داخل ہونے والوں کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے دمکتے ہوں گے۔ ان کے لئے جنت کے دروازے پہلے سے ہی کھول دیئے ہوں گے اور وہ حسب مراتب جنت کے ان دروازوں سے داخل ہوں گے۔ جنت کے آٹھ دروازے ہوں گے جن میں فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور اہل جنت کی آمد پر ان کو مبارک باد دیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں جس جماعت کا داخلہ سب سے پہلے ہوگا وہ ستر ہزار افراد ہوں گے۔ جنت کا ہر دروازہ اہل جنت کو آوازیں دے گا۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو ہر دروازہ اپنی طرف آنے کے لئے پکارے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ایک ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر مجھے وہ دروازہ دکھایا گیا جس سے میری امت کے (خاص خاص لوگ) داخل ہوں گے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کاش میں بھی اس وقت آپ کے ساتھ ہوتا (تاکہ اس دروازے کو دیکھ لیتا)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میری امت میں سب سے پہلا شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ تم ہو گے۔

جب داروغہ جنت اہل جنت کو مبارک باد دے کر یہ کہیں گے کہ اب تم اس جنت میں داخل ہو جاؤ جس میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے اس وقت یہ اہل جنت اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ الحمد للہ ہم سے اللہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دکھایا اور ہمیں ان جنتوں کا مالک بنا دیا کہ ان میں ہم جس طرح چاہیں گے رہیں گے اور نیک کام کرنے والوں کا بھی بہتر انجام اور اجر ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اس وقت آپ دیکھیں گے کہ عرش کے چاروں طرف فرشتے حلقہ بنائے اپنے پروردگار کی تسبیح اور

حمد وثنا کر رہے ہوں گے۔ تمام لوگوں میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور ہر ایک کی زبان پر یہی ایک ترانہ ہوگا۔ الحمد للہ رب العالمین

جنت کیا ہے؟ اس کے لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا اور نہ اس کا تصور کسی دل پر گذرا ہے۔

مراد یہ ہے کہ جنت اتنی خوبصورت اور حسین وجمیل ہوگی کہ دنیا میں اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ تاہم قرآن کریم کی آیات اور احادیث میں جنت کی خوبصورتی کے لئے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

☆ جب اہل جنت اپنی اپنی جنتوں میں داخل ہوں گے تو وہ جنت میں خوبصورت بلند و بالا عمارتیں دیکھیں گے جن کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں کی ہوں گی جو مشک اور زعفران کے گارے سے چنی گئی ہوں گی۔

☆ اس کی روشیں اور راستے زمرد، یاقوت اور بلور کی ہوں گی۔

☆ ان جنتوں میں ایسی صاف شفاف نہریں بہہ رہی ہوں گی جن کے کنارے جواہرات سے مزین ہوں گے کوئی نہر شہد کی ہوگی کوئی دودھ اور خوش ذائقہ شراب کی۔

☆ جنت کے فرش نہایت خوبصورت اور حسین وجمیل ہوں گے۔

☆ ایسی حوریں ہوں گی جو ان کی ہم عمر اور خوبصورت ہوں گی۔ ان کے لباس ایسے نازک اور باریک تاروں سے بنے ہوئے ہوں گے کہ ستر تہوں میں بھی بدن جھلکتے ہوں گے۔

☆ نہ وہاں سردی ہوگی نہ گرمی، نہ سورج کی تیز و تند شعاعیں ہوں گی نہ تاریکی بلکہ ایسا وقت لگے گا جیسے صبح کو سورج نکلنے سے پہلے کا سہانا وقت ہوتا ہے۔

☆ وہاں نہ کوئی بیمار ہوگا، نہ گندگی ہوگی نہ محنت اور نہ مشقت

☆ سیر و تفریح کے لئے ایسی تیز رفتار سواریاں ہوں گی، ایسے تخت ہوں گے جو ہواؤں پر اتنی تیزی سے اڑیں گے کہ ایک مہینے کا سفر ایک گھنٹے میں طے کریں گے۔

☆ جنتی جس چیز کی خواہش کریں گے تو وہ ان کو اسی وقت مل جائے گی اگر ان کو کسی درخت کا پھل پسند آئے گا تو اس کی شاخیں خود بخود اس کی طرف جھک جائیں گی اور وہ بغیر کسی محنت مشقت کے اس کا پھل توڑ سکے گا۔

☆ بہترین اور خوبصورت تکیے لگائے ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوں گے۔

☆ اہل جنت کے لئے مشک وعنبر کے ٹیلے ہوں گے۔

☆ جب ہوا چلے گی تو درخت طوبیٰ کے ہر پتے سے بہترین نغمے سنائی دیں گے جس سے سننے والوں پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جائے گی۔ جنت کی حوریں بھی اپنی خوش الحانی سے اپنے شوہروں کا دل لبھائیں گی۔

☆ وہاں سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہوگا۔ دیدار الٰہی کے وقت بعض خوش الحان بندوں حضرت اسرافیل اور حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کریں۔ اس وقت ایسا عجیب سماں ہوگا کہ سننے والوں پر وجد طاری ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جنت کی یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔ آمین

ان آیات کے ساتھ ہی الحمد للہ سورۂ زمر کی آیات کا ترجمہ اور ان کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# پارہ نمبر ۲۴

# فمن اظلم

# سورۃ نمبر ۴۰

# اَلْمُؤْمِن

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورۃ المؤمن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 40 |
| کل رکوع | 9 |
| آیات | 85 |
| الفاظ و کلمات | 1242 |
| حروف | 5213 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

اس سورۃ کا نام المؤمن اس لیے رکھا گیا ہے کہ فرعون جیسے ظالم شخص کے گھرانے ہی میں سے ایک ایسا مرد مجاہد بھی نکلا کہ فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا جس نے ان کو بتایا کہ اللہ بڑی قدرت والا ہے۔ اسی پر ایمان لاؤ اور سیدھا راستہ اختیار کرو۔ اس مرد مومن پر تمام لوگوں نے یلغار کر دی لیکن جب اللہ نے فرعون اور اس کے ماننے والوں کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کر دیا تو حضرت موسیٰؑ، ان کے ماننے والوں اور اس مرد مومن کو نجات عطا فرما دی۔ اللہ نے اس مرد مومن کی یہ قدر فرمائی کہ اس کے نام پر ایک سورت نازل فرمائی۔

سورۃ المؤمن کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار مکہ جس قرآن کا مذاق اڑا رہے ہیں وہ کوئی معمولی کلام نہیں ہے کیونکہ اس کو اللہ نے نازل کیا ہے جو زبردست غلبہ و اقتدار کا مالک ہے جو ہر چیز کا جاننے والا، گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، گناہوں پر سخت سزا دینے والا اور ہر طرح کی قدرت رکھنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب ہر ایک کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ اللہ و رسول کا انکار کرنے والے جو آج آپ ﷺ سے جھگڑ رہے ہیں اور دنیا کمانے میں دن رات تگ و دو کر رہے ہیں کہیں ان کی بھاگ دوڑ اور چلت پھرت اس دھوکے میں نہ ڈال دے کہ یہ لوگ تو بڑے کامیاب و بامراد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب لوگ انتہائی ناکام ہیں اور ان کا انجام بہت برا ہے۔ حضرت نوحؑ کی قوم کے نافرمان لوگ بھی دنیا کمانے میں بہت آگے تھے لیکن جب ان پر اللہ کے قانون کا کوڑا برسا تو وہ ناکام و نامراد ہو گئے اور ان سب کو پانی کے طوفان میں ڈبو دیا گیا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کے لیے عرش اٹھانے والے فرشتے جو بہت مقرب ہیں وہ ہر وقت دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ وہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ جو لوگ توبہ کر کے آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چل رہے ہیں ان کی توبہ کو قبول کر لیجیے۔ ان کو جہنم کی تکلیفوں سے محفوظ فرما دیجیے گا اور ان کے باپ دادا اور ماؤں اور بیویاں جو صاحب ایمان ہیں ان کو بھی ان کے ساتھ جنت کی راحتیں اور ہر طرح کی کامیابیاں عطا فرما دیجیے گا۔

☆ کفار و مشرکین کے لیے فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن وہ رسوا اور ذلیل

ہوں گے انہیں اپنے وجود سے بھی نفرت ہو جائے گی۔ اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے پچھتا رہیں گے۔ حسرت و ندامت کے ساتھ درخواست کریں گے کہ انہیں کسی طرح یہاں سے نکلنے کا موقع دے دیا جائے تاکہ دنیا میں جا کر بہتر اعمال کر سکیں لیکن ان کی یہ درخواست ان کے منہ پر دے کر ماردی جائے گی اور قبول نہ کی جائے گی۔

☆ حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون، ہامان اور قارون کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے غرور و تکبر، حکومت و سلطنت، اقتدار اور مال و دولت کی چمک دمک میں اس طرح گم تھے کہ انہوں نے نہ صرف حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی بات ماننے سے انکار کر دیا بلکہ ان کو قتل تک کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔

☆ مگر قوم فرعون ہی میں سے ایک شخص جو حضرت موسیٰؑ کی سچائی اور نبوت کو جان چکا تھا اور ان کی باتوں پر ایمان لے آیا تھا مگر کسی مصلحت سے اس نے اپنے ایمان کا اظہار نہ کیا تھا جب اس نے یہ دیکھا کہ فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا فیصلہ کر لیا ہے تو اس مجاہد مرد مومن سے نہ رہا گیا اور اس نے بھرے دربار میں فرعون اور اس کے درباریوں کو للکارتے ہوئے کہا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ اللہ اس کا پروردگار ہے۔ اس نے تمہیں ہر طرح کے معجزات دکھا دیئے ہیں پھر بھی تم اس کی بات نہیں مانتے۔ اس مرد مومن نے کہا کہ بے شک آج تم سلطنت مصر کی وجہ سے اس سرزمین پر غلبہ و اقتدار رکھتے ہو مگر تم اس بات کو بھول رہے ہو کہ سب سے بڑی طاقت اللہ کی طاقت ہے۔

جب فرعونیوں نے ان کو اپنے مذہب کی طرف بلانے کی کوشش کی تو اس مرد مومن نے کہا تم کس قدر ناعاقبت اندیش بنے ہوئے ہو کہ میں تمہیں سیدھا راستہ دکھا رہا ہوں اور تم مجھے جہنم کی طرف دھکیل رہے ہو۔ تمہیں تو میری بات ماننی چاہیے تھی۔

☆ فرعون نے جب دیکھا کہ اس مرد مومن کی باتوں سے ہر شخص متاثر ہو رہا ہے تو اس نے انتہائی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور بات کو ٹالنے کے لیے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ تم میرے لیے آسمان تک بلند ایک عمارت بنا دو میں جس پر چڑھ کر اور جھانک کر دیکھوں گا کہ موسیٰؑ کا رب کیا کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ سب باتیں جو موسیٰؑ کر رہے ہیں سب جھوٹ اور غلط ہیں۔

☆ فرعون اور آل فرعون کی نافرمانیاں جب حد سے بڑھ گئیں تو اللہ نے ان سب کو پانی میں ڈبو کر ختم کر دیا۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ، ان کے ماننے والوں اور اس مرد مومن کو بچا لیا۔ اللہ نے فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم کے ڈوب جانے اور مرنے کے بعد ہر صبح و شام جہنم کو ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہی وہ ٹھکانا ہے جس میں تمہیں قیامت کے دن ڈالا جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ صبر و برداشت سے کام لیجیے۔ اللہ نے جو وعدہ آپ ﷺ سے کیا ہے وہ سچا وعدہ ہے اور بہت جلد پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی اور آپ پر ایمان ماننے والوں کی پوری طرح مدد کرے گا اور کفار و مشرکین کو سخت سزا دے گا۔

☆ فرمایا اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا۔ نطفہ سے نسل انسانی کو دنیا میں پھیلنے اور بڑھنے کا ذریعہ بنایا۔ اسی نے زمین و آسمان کو بنایا۔ اس نے جس طرح اور جیسی شکل انسان کو دینا چاہی بنا دیا۔ اس نے انسان کے لیے بہترین غذاؤں کو پیدا کیا لیکن یہ سب کچھ ایک مدت تک ہے پھر ان کو فنا کر دیا جائے گا صرف اللہ کی ذات رہ جائے گی۔ فرمایا کہ وہ رب العالمین ہے اور نرالی شان والا ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

☆ فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی آیات کو سننے کے باوجود ان میں جھگڑے نکالتے ہیں، رسولوں کو اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں جب وہ قیامت میں پہنچیں گے تو ان کے گلے اور گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے ان کے پاؤں زنجیروں سے جکڑے جائیں گے۔ ان کو پینے کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی ملے گا۔ وہ ہر طرح ذلیل و رسوا ہوں گے جب ان کو گھسیٹ کر جہنم میں پھینکا جائے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ صبر و تحمل سے دیکھتے رہیے کہ دنیا اور آخرت میں ان کفار و مشرکین کا انجام کس قدر بھیانک اور قابل عبرت ہوگا۔ اس دن انہیں اللہ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور کوئی ایسا نہ ہوگا جو اللہ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو۔ سب کو حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔

## سورۃ المؤمن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۲ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳

### ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

ح۔م (اللہ ہی ان حروف کی مراد کو جانتا ہے)

اللہ (وہ ہے) جو ہر بات کا جاننے والا اور غالب ہے اسی کی طرف سے یہ کتاب (قرآن مجید) نازل ہوئی ہے۔ وہ اللہ گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، بڑے فضل و کرم والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

عَزِيْزٌ — زبردست۔ سب پر غالب۔ قوت والا

عَلِيْمٌ — بہت کچھ جاننے والا۔ سب کچھ جاننے والا

غَافِرِ الذَّنْبِ — گناہوں کو بخشنے والا

قَابِلُ التَّوْبِ — توبہ قبول کرنے والا

| | |
|---|---|
| شَدِيْدُ الْعِقَابِ | سخت سزا دینے والا |
| ذِی الطَّوْلِ | بڑے فضل والا |
| اَلْمَصِيْرُ | ٹھکانا |

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

سورۃ المومن ان سات سورتوں میں سے ایک ہے جس کی ابتداء ''حٰم'' سے کی گئی ہے۔ ''حٰم'' حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔

''حٰم'' سے شروع کی گئیں سات سورتوں کی بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کا ایک مغز ہوتا ہے اور قرآن کریم کا مغز حٰم والی سورتیں ہیں۔ ان ہی کا قول ہے کہ حٰم والی سورتیں قرآن کی زینت ہیں۔

''حٰم'' اللہ کا اسم اعظم ہے۔ (سدی)

''حٰم'' سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

''حٰم'' والی سورتیں سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازے ہیں۔ گویا جو شخص ان کی تلاوت کرنے والا ہے اس کے لئے جہنم کے ہر دروازے پر یہ سورتیں رکاوٹ بن جائیں گی اور وہ جہنم سے محفوظ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا نزول قرآن سے فرمائی ہے۔ ارشاد ہے کہ اس قرآن کریم کو اس اللہ نے نازل کیا ہے جو زبردست ہے، سب کچھ جاننے والا ہے، گناہوں کو معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب وہ کسی قوم یا افراد کی گرفت کرتا اور ان کو سزا دیتا ہے تو وہ بھی سخت ہوتی ہے کیونکہ وہ زبردست قوتوں کا مالک ہے۔

سورۃ المومن میں بیان کی گئیں چھ صفات وہ ہیں جو اس سورت میں آنے والے مضامین سے گہری مناسبت رکھتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس قرآن کے پڑھنے والوں سے کہا جا رہا ہے کہ وہ جس قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں وہ اس اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو علیم ہے جس کی زبردست قوت و طاقت ہے۔ وہ جب معاف اور فضل و کرم کرنا چاہتا ہے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور اگر وہ کسی قوم یا فرد کی گرفت کرنا چاہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس سے چھڑا نہیں سکتی۔ لہٰذا اسی کی عبادت و بندگی کی جائے اور اسی سے مانگا جائے۔ وہی دینے والا ہے اور اسی سے ہر انصاف کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی اور معبود ہے اور نہ کسی سے انصاف کی امید کی جا سکتی ہے۔

مَا يُجَادِلُ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝

**ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۶**

جنہوں نے کفر و انکار کیا وہی آیات الٰہی میں جھگڑتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) ان کا ملکوں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ ان سے پہلے قوم نوح اور (ان کے بعد دوسرے) گروہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا اور ہر امت نے اپنے رسولوں کے متعلق یہ ارادہ کیا کہ وہ انہیں پکڑ لیں اور ناحق جھگڑے کریں تاکہ وہ حق کو بے حقیقت ثابت کر دکھائیں۔ پھر میں نے انہیں پکڑ لیا۔ (دیکھو) اس کا عذاب کیسا (بھیانک) ہے۔ اور اسی طرح (اے نبی ﷺ) آپ کے رب کی بات کافروں پر ثابت ہو کر رہی کہ وہ جہنم والے ہیں۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۴ تا ۶

| | |
|---|---|
| مَا يُجَادِلُ | وہ جھگڑتا نہیں ہے |
| لَا يَغْرُرْ | دھوکا نہیں دیتا |
| تَقَلُّبٌ | الٹ پلٹ۔ آنا جانا |
| اَلْبِلَادُ (بَلَدٌ) | شہر۔ ملک |

**هَمَّتْ** — ارادہ کیا

**يُدْحِضُوْا** — وہ پھسلاتے ہیں۔ ڈگمگا دیتے ہیں۔

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۲

قریش مکہ بے تکی باتوں، غیر متعلق جھگڑوں اور الٹے سیدھے اعتراضات کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں شک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ ہر شخص یہ سمجھنے لگے کہ نبی کریم ﷺ جس سچے پیغام اور دعوت حق کی طرف بلا رہے ہیں اس میں ان کی ذاتی غرض اور سارے عرب پر برتری قائم کرنے کے جذبے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ چونکہ بنو قریش بیت اللہ کے رکھوالے اور محافظ کہلاتے تھے اس لئے اس بدامنی کے دور میں جہاں کسی کی جان اور اس کا مال محفوظ نہ تھا وہ ہر شہر میں اپنے کاروباری فائدوں کے لئے دندناتے پھرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ قریش میں بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آج جو بنو قریش سردی اور گرمی میں اپنے تجارتی مفادات کے لئے سرگرم ہیں اور ان کو کوئی شخص یا قبیلہ نقصان نہیں پہنچاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان کو بیت اللہ کا متولی اور نگراں سمجھتے ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو قریش سردی میں یمن اور گرمی کے دنوں میں شام اور فلسطین میں اپنا مال تجارت لے جایا کرتے تھے۔ ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارت گری اور چوری و ڈکیتی کا عام رواج تھا لیکن بیت اللہ کی نسبت کی وجہ سے قریشیوں کو سارے عرب میں نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اس لئے وہ دوسروں کے مقابلے میں نہایت امن و سکون سے اپنا کاروبار کرتے اور ہر ملک میں آنے جانے میں کوئی دشواری محسوس نہ کرتے تھے۔ حالانکہ یہ عزت و احترام اور امن و سکون بیت اللہ کی وجہ سے تھا لیکن ان میں ایسا احساس برتری پیدا ہو چکا تھا کہ وہ اپنے غرور و تکبر میں ہر ایک کو اپنے سے حقیر اور کم تر سمجھا کرتے تھے۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم بیت اللہ کے خدمت گذار ہیں اگر ہم مجرم یا گناہ گار ہوتے تو ہمیں یہ نعمتیں اور سہولتیں نصیب نہ ہوتیں۔ ان کی چرب زبانی اتنی بڑھ چکی تھی کہ بعض کمزور ایمان کے لوگوں میں کچھ شبہات پیدا ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کی آیات میں جھگڑے پیدا کرتے والے اور شہر شہر گھوم کر اپنے مفادات حاصل کرنے والوں کی بھاگ دوڑ سے اہل ایمان اس دھوکے میں نہ پڑ جائیں کہ واقعی اللہ ان کفار و مشرکین سے خوش ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ دنیاوی زندگی کی یہ چند روزہ بہار ہے جو موت کے ساتھ ساری حقیقت کھول کر رکھ دے گی۔ فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو ان کو اسی وقت سخت سے سخت سزا دے کر معاملہ ختم کر دیتا لیکن یہ بات اس کی مصلحت کے خلاف ہے کیونکہ وہ ہر شخص کو اس کی قیامت شروع ہونے تک مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔ اگر وہ اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر توبہ کر لیتا ہے تو اس کی نجات ہے اور اگر وہ اسی روش پر قائم رہتا ہے تو اس کو دنیا اور آخرت میں سخت سزا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور قوم عاد و قوم ثمود کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت نوح اور ان کے بعد بہت سے پیغمبر آئے جن کی تعلیمات کا لوگوں نے انکار کیا۔ ان کو جھٹلایا اور آخرت کا انکار کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے ان کو

پکڑ کر عبرت ناک سزا دی۔ ان کے اونچے اونچے محل، مال و دولت کے ڈھیر اور ان کے خدام ان کے کسی کام نہ آ سکے۔ وہ اپنی نافرمانیوں کے سمندر میں اس طرح ڈوب گئے کہ آج ان کی عالی شان بلڈنگوں کے کھنڈرات بھی مٹ چکے ہیں اور جو باقی ہیں وہ ہر شخص کے لئے نشانِ عبرت و نصیحت بن چکے ہیں اور اس طرح اللہ کا یہ فیصلہ ثابت ہو کر رہ گیا کہ جو لوگ اللہ و رسول کی نافرمانی کرتے ہیں اور بدکاریوں کی انتہاؤں تک پہنچ جاتے ہیں ان کو آخر اپنے برے انجام سے اس دنیا میں بھی دوچار ہونا پڑتا ہے اور آخرت کی سزا کا تو اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝٧ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٨ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٩

ع

**ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۹**

جو فرشتے عرشِ الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ سب اپنے پروردگار کی پاکیزگی اور حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کے لئے وہ دعائے مغفرت مانگتے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب آپ کی رحمت اور علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے جنہوں نے توبہ کر لی ہے ان کو بخش دیجئے۔ اور جنہوں نے آپ کے راستے کی پیروی کی انہیں جہنم سے نجات عطا فرما دیجئے۔ اے ہمارے پروردگار انہیں ہمیشہ کے باغوں میں داخل فرمائیے۔ جس کا آپ نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ ان کے صالح باپ، دادا، ان کی صالح

بیویوں اور ان کی اولاد وصالح کو بھی (نواز دیجئے) بے شک آپ ہی غالب اور حکمت والے ہیں۔ اور انہیں ہر طرح کی برائیوں سے بچا لیجئے۔ (اور حقیقت یہ ہے کہ) اس دن جو بھی برائیوں سے بچ گیا تو یقیناً آپ نے اس پر رحم و کرم کیا۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۹

| | |
|---|---|
| یَحْمِلُوْنَ | وہ اٹھاتے ہیں |
| وَسِعْتَ | تو نے وسیع کیا۔ تو نے پھیلا دیا |
| اَدْخِلْ | داخل کر دے |
| صَلَحَ | اس نے اصلاح کر لی۔ درست کر لیا |
| اَلْفَوْزُ | کامیابی |

## تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۹

جو لوگ حق و صداقت کا راستہ اختیار کر کے اس پر چلتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی روشنی دکھانے کی جدوجہد کرتے ہیں تو دنیا اور اس کے مفادات سے چمٹے ہوئے باطل پرست شدید مخالفت کر کے ان کو معاشرہ میں حقیر بنانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا نظام یہ ہے کہ وہ حق و صداقت کے راستے پر چلنے والوں کو سربلند فرماتا ہے۔ کائنات کی ساری قوتیں اور فرشتے ان کے لئے خیر خواہی کے جذبے سے دعائے رحمت و مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو کچھ لوگوں نے حق و صداقت کی آواز پر لبیک کہا اور وہ ابدی سعادت سے ہم کنار ہو کر صحابی رسول کہلائے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو کفار و مشرکین نے حق و صداقت کے راستے سے ہٹانے کے لئے مصائب اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔ ایک طویل عرصے تک کفار کے ظلم و ستم سے صحابہ کرامؓ دل شکستہ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس سچائی پر ڈٹے رہیں اور حالات سے نہ گھبرائیں کیونکہ اللہ کے فرشتے اور خاص طور پر عرش الٰہی کو اٹھانے والے مقرب فرشتے بھی دن رات ان کے لئے دعائے رحمت و مغفرت کر رہے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ آخر کار اہل ایمان ہی کامیاب و بامراد ہو کر رہیں گے۔

عرش الٰہی کو اٹھانے والے چار فرشتے اور عرش کے اردگرد جمع ہونے والے فرشتے جن کی تعداد کا علم اللہ ہی کو ہے وہ ہر وقت دل اور زبان سے اہل ایمان کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

احادیث و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش کو اٹھانے والے چار فرشتے ہیں جن کی تعداد قیامت میں آٹھ ہو جائے گی وہ ہر وقت اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ عرش الٰہی کا طواف کرتے ہوئے "لا الہ الا اللہ" کا ورد کرتے رہتے ہیں ان میں سے دو کی تسبیح یہ ہوتی ہے "**سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ**" دوسرے دو فرشتوں کی تسبیح یہ ہوتی ہے "**سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ**"

اس حمد و ثنا کے ساتھ وہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں۔ (۱)۔ الٰہی! جن لوگوں نے دنیا میں آپ پر ایمان لا کر آپ کے احکامات کی پابندی کی ہے وہ آپ ہی کی طرف جھک کر انہوں نے کفر و شرک سے توبہ کر لی ہے ان سے اگر کچھ غلطیاں یا لغزشیں ہو جائیں تو ان کو معاف کر دیجئے گا۔ آپ کائنات کے ذرے ذرے کی کیفیت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ کوئی چیز آپ کے علم اور رحمت سے باہر نہیں ہے آپ کی رحمت ہر چیز پر غالب ہے، چھائی ہوئی ہے۔ کوئی آپ کے رحم و کرم سے محروم نہیں ہے۔ آپ ان سب اہل ایمان کو جہنم کی آگ سے بچا لیجئے گا۔ (۲) الٰہی! ان اہل ایمان کو ہمیشگی کی جنت اور ہرے بھرے باغوں میں داخل فرما دیجئے گا جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ اور ان کے وہ ماں باپ، بیویاں اور اولاد جن میں جنت میں داخل ہونے کی صلاحیت ہے ان کو بھی ان کے ساتھ جنت میں داخل فرما دیجئے گا۔ بے شک آپ ہی قادر مطلق ہیں اور ہر بات کی حکمت سے واقف ہیں۔ (۳) وہ یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ الٰہی! ان اہل ایمان کو آخرت کی ہر طرح کی تکلیفوں اور رسوائیوں سے بچا لیجئے گا۔ اگر اس ہولناک دن میں آپ نے ان کو تکلیفوں اور مصیبتوں سے بچا لیا تو بے شک آپ کی ان پر بے انتہا مہربانی ہوگی اور وہ ایک بہت بڑی کامیابی سے ہم کنار ہو جائیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ

كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ أَكْبَرُ مِن مَّقْتِكُمْ أَنفُسَكُمْ

إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا

اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ

خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ﴿١١﴾ ذَٰلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهُ

كَفَرْتُمْ وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿١٢﴾

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا

وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَن يُنِيبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ

الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۗ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۗ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۗ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۲۰**

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ آج تمہیں اپنے اوپر جو غصہ آ رہا ہے (ذرا سوچو کہ) اللہ اس وقت تم سے شدید ناراض ہوتا تھا جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے اور تم انکار کرتے تھے۔

وہ کہیں گے اے ہمارے رب آپ نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور آپ نے ہمیں دو مرتبہ زندہ کیا تو ہم اپنے گناہوں پر (شرمندگی کے ساتھ) اقرار کرتے ہیں۔ تو کیا اب یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟

(ان سے کہا جائے گا کہ) تمہاری یہ حالت اس وجہ سے ہے کہ جب تمہیں ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر کسی کو اس کے ساتھ شریک کیا جاتا تو تم اس کو مان لیا

کرتے تھے۔اب فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ اللہ جو بلند و برتر ہے۔

وہی تو ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔ اور تمہارے لئے آسمان سے رزق اتارتا ہے۔ مگر اس سے وہی شخص نصیحت حاصل کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (اے لوگو!) تم عبادت کو صرف اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارو۔ اگرچہ وہ کافروں کو نا گوار ہی کیوں نہ ہو۔

وہ اللہ بلند درجوں والا اور عرش کا مالک ہے۔ وہ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے روح (وحی) نازل کرتا ہے تا کہ وہ ان کو (قیامت کے دن اللہ کی) ملاقات سے ڈرائے۔

جس دن وہ ظاہر (بے پردہ) ہوں گے اور ان کی کوئی بات اللہ سے پوشیدہ نہ ہوگی (اس دن آواز دی جائے گی کہ) آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ (سب کہیں گے) اللہ کے لئے جو ایک ہے اور زبردست (قوت و طاقت والا ہے)۔ (فرمایا جائے گا کہ) آج ہر شخص کو اس کے (اچھے یا برے) اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو قیامت کے اس دن سے ڈرایئے جو قریب آ گیا ہے جب کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے اور دل رنج و غم سے بھرے ہوں گے۔ (اس دن) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے۔ وہ آنکھوں کی خیانت اور جو کچھ تم اپنے سینوں میں چھپائے ہو اس سے اچھی طرح واقف ہے اور (اس کے مطابق) اللہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا۔ اور وہ اللہ کے سوا جنہیں (اپنی حاجات کے لئے) پکارتے ہیں وہ کسی فیصلہ کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں۔ بے شک اللہ ہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۲۰

| | |
|---|---|
| یُنَادَوْنَ (نِدَاءٌ) | آواز دیں گے |
| مَقْتُ اللّٰہِ | اللہ کا غصہ |
| تُدْعَوْنَ | تم پکارے جاؤ گے |
| اَمَتَّنَا | تو نے ہمیں موت دی |
| اَحْیَیْتَنَا | تو نے ہمیں زندگی دی |

۱۰

| | |
|---|---|
| يُنِيْبُ | وہ لوٹتا ہے۔ رجوع کرتا ہے |
| رَفِيْعُ | بلند |
| اَلرُّوْحُ | روح۔ وحی |
| اَلتَّلَاقِ | ملاقات۔ ملنا |
| بٰرِزُوْنَ | ظاہر ہونے والے۔ بے پردہ |
| اَلْقَهَّارُ | زبردست۔ قوت والا |
| اَلْاٰزِفَةُ | قریب آنے والی۔ نزدیک آنے والی |
| اَلْحَنَاجِرُ (حَنْجَرَةٌ) | گلے۔ کلیجے |
| كٰظِمِيْنَ | غصہ پی جانے والے |
| حَمِيْمٌ | قریبی دوست |
| خَآئِنَةٌ (خِيَانَةٌ) | چوری کرنے والی۔ خیانت کرنے والی |
| لَا يَقْضُوْنَ | وہ فیصلہ نہیں کرتے |

## تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۲۰

دنیا میں کفر و شرک اور گناہ کرنے والے لوگ مختلف باتوں اور تاویلوں کے ذریعہ اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے برے انجام کا احساس ہی نہیں ہوتا لیکن جب قیامت کے دن وہ اپنے برے اعمال اور عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تو وہ خود اپنے آپ کو ملامت کریں گے۔ اس وقت ان کفار و مشرکین کو پکار کر کہا جائے گا کہ آج جس طرح تمہیں اپنے آپ پر غصہ آ رہا ہے اور تم اپنی بوٹیاں نوچ رہے ہو اسی طرح جب دنیا میں اللہ کے پیغمبر تمہیں راہ ہدایت کی طرف دعوت دے رہے تھے اور تم ان کی دعوت کو ٹھکرا کر دنیا کے عیش و آرام میں پڑے ہوئے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ کا غضب اس سے زیادہ تمہارے اوپر بھڑکا کرتا تھا۔ اللہ نے تمہیں سنبھلنے اور سمجھنے کا موقع دیا مگر تم نے کبھی حقیقت سے آنکھیں نہیں ملائیں اب آج تمہیں اپنے کئے ہوئے اعمال کو بھگتنا ہے۔ اب اس عذاب سے چھٹکارے کی کوئی شکل موجود نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

بے شک جن لوگوں نے کفر و شرک کیا تھا ان سے قیامت کے دن پکار کر کہا جائے گا کہ آج تمہیں اپنے اوپر جو غصہ

آ رہا ہے اللہ اس وقت تم سے شدید ناراض ہوا کرتا تھا جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا اور تم مسلسل اس سے انکار کرتے رہتے تھے۔ کفار و مشرکین کہیں گے الٰہی! آپ نے ہمیں دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی دی یعنی ہم کچھ نہ تھے مردہ تھے آپ نے ہمیں زندگی دی پھر مر جانے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کیا اس طرح دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی دی۔ ہم اپنے گناہوں اور خطاؤں پر شرمندہ ہیں اور ہم احساس ندامت کے ساتھ اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ الٰہی! کیا ہمیں ایک موقع اور عطا کر سکتے ہیں کہ ہم دوبارہ دنیا میں جائیں اور عمل صالح کر کے پھر آپ کی جناب میں حاضر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج تمہاری یہ بدترین حالت اس لئے ہے کہ جب تمہیں ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر کسی کو اللہ کی ذات اور صفات میں شریک کیا جاتا تھا تو تم اسے خوشی کے ساتھ مان لیا کرتے تھے۔ اب فیصلہ کا وقت ہے دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کا وقت نہیں ہے اور یہ فیصلہ بھی اس ذات کے ہاتھ میں ہے جو ہر طرح بلند و برتر ہے۔

اگر دیکھنا چاہتے تو کائنات میں اللہ کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں ان کو دیکھ کر بھی ایمان لا سکتے تھے مگر تم نے نہ تو اللہ کے پیغمبروں کی بات کو مانا اور نہ کائنات کی نشانیوں کو دیکھ کر۔

حالانکہ سامنے کی بات تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ اللہ نے بلندیوں سے پانی کو برسایا جس نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا اور وہ سرسبز و شاداب ہو گئی۔ اس سے ان کا رزق پیدا کیا گیا اور وہ اس رزق کا استعمال کرتے تھے مگر انہوں نے اس بات پر بھی غور و فکر نہیں کیا کہ اتنے بڑے جہان کو کون ذات چلا رہی ہے۔ البتہ خوش نصیب لوگ ان تمام باتوں کو دیکھ کر ہی اللہ پر ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

فرمایا کہ وہ اللہ جو اس پوری کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے وہ نہایت بلند درجوں والا اور عرش عظیم کا مالک ہے۔ وہی اللہ وحی نازل کر کے انسانوں کی ہدایت کا سامان کرتا ہے تاکہ ان کو قیامت کے ہولناک دن اور برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ اور خبردار کر دے لیکن وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں اس کی کسی کو خبر نہیں ہے حالانکہ اللہ انسانوں کے دلوں کا حال اور انسان آنکھوں سے جو خیانت کرتا ہے جس کا بے پردہ لوگوں کو بھی اندازہ نہیں ہوتا اللہ انسان کی اس کیفیت سے بھی خوب واقف ہے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان کفار و مشرکین کو قیامت کے اس دن سے ڈراتے رہیے جب کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے اور گناہ گاروں کے دل رنج و غم سے بھر چکے ہوں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ اعلان فرمائیں گے کہ آج دنیا کے بادشاہ اور فرماں روا کہاں ہیں؟ آج کس کی سلطنت ہے؟ چونکہ اس وقت سب فنا ہو چکے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ خود ہی جواب عنایت فرمائیں گے کہ صرف ایک اللہ کی بادشاہت اور سلطنت و حکومت ہے۔ آج فیصلے کا دن ہے آج ہر شخص کو اس کے اچھے یا برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کی جائے گی ہر ایک کو پورا پورا انصاف ملے گا۔

مذکورہ آیات سے متعلق چند باتیں

(۱)۔ قیامت کا ہولناک دن ہوگا جس میں ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ خوف اور دہشت کی وجہ سے جو گھٹن ہوگی ہر شخص کو ایسا محسوس ہوگا کہ جیسے اس کا دل اس کے حلق میں اٹک رہا ہے اسی کو محاورہ میں کلیجہ منہ کو آ جانا کہا جاتا ہے۔ اللہ کے مقرب

فرشتے اہل ایمان کے لئے دعا کریں گے کہ وہ قیامت کے دن ہر طرح کی تکلیفوں سے محفوظ رہیں۔ لیکن کفار و مشرکین کا برا حال ہوگا۔ مگر کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ارشاد ہے

اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کرنے کو حرام کیا ہوا ہے اور تمہارے اوپر بھی حرام قرار دے دیا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ فرمایا کہ اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اعمال ہیں جن کو میں اپنی نظروں میں رکھتا ہوں اور ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا لہٰذا جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد و ثنا کرے اور جو اس کے سوا پائے وہ اپنے آپ کو ملامت کرے (یعنی گناہوں سے باز آجائے) (حدیث قدسی)۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ گناہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ☆ ایک وہ جو بخش دیئے جائیں گے۔ ☆ دوسرے وہ گناہ جو بخشے نہیں جائیں گے۔ ☆ تیسری قسم کے گناہ وہ ہیں جن میں سے کچھ بھی چھوڑا نہیں جائے گا۔ جن گناہوں کی بخشش اور معافی ہوگی وہ گناہ ہیں جن کو کرنے کے بعد توبہ کرلی گئی ہوگی۔ جو گناہ نہیں بخشا جائے گا وہ شرک ہے جسے اللہ بھی معاف نہ کرے گا۔ اور جو چھوڑا نہیں جائے گا وہ حقوق کا گناہ ہے جو پورا پورا دلوایا جائے گا ظالم سے مظلوم کو غصب کا۔ اگر کسی نے کسی کو طمانچہ مارا ہوگا، گالی دی ہوگی تو اس کا پورا پورا بدلہ دلوایا جائے گا۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ تاکید فرماتے تھے کہ جس پر کسی کا حق ہو وہ اس کو اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرالے جس دن درہم و دینار نہ ہوں گے حقوق کے بدلے اعمال ادا کئے جائیں گے۔

(۴)۔ انسان جو بھی عمل کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں اچھا کر رہا ہوں یا برا کوئی مجھے دیکھ رہا ہے اور نہ اس کا حساب کتاب ہوگا لیکن اللہ نے فرمایا کہ انسان وہ گناہ جو آنکھوں سے کرتا ہے یا سینے کے اندر چھپے ہوئے دل میں کرتا ہے اس کا علم دنیا میں کسی کو نہیں ہوتا لیکن اللہ آنکھوں کی خیانت اور دلی جذبوں سے بھی پوری طرح واقف ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ یہ دعا فرماتے تھے جو آپ نے امت کو تعلیم فرمائی ہے کہ

اے میرے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریاکاری اور دکھاوے سے میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک و صاف رکھئے گا کیونکہ بے شک آپ تو آنکھوں کی خیانت اور دل میں چھپے ہوئے خیالات تک سے واقف ہیں۔

(۵)۔ اللہ کی نشانیوں میں سے بارش کی بھی ایک نشانی ہے۔ بارش کی وجہ سے کھیت لہلہاتے ہیں اور انسانوں کی غذا کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اگر انسان صرف اتنی بات پر غور کرلے کہ وہ ایک لقمہ جو اس کے حلق کے نیچے اتر رہا ہے اس میں کائنات کی اور اس میں رہنے والے کتنے انسانوں کی محنت و مشقت شامل ہے۔ اگر اللہ یہ نظام قائم نہ فرماتا تو صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانور بھی اپنا وجود قائم نہ رکھ سکتے۔

جس طرح اللہ نے بارش کے ذریعہ انسانوں کا رزق عطا کیا ہے اسی طرح اس نے انسان کی روحانی زندگی کے لئے وحی

نازل ہوتی ہے۔ جس طرح بارش سے مردہ زمین میں تروتازگی اور زندگی کے آثار پیدا ہوجاتے ہیں اسی طرح وحی کے ذریعہ مردہ دلوں کو ایک نئی روحانی زندگی نصیب ہوتی ہے۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ﴿٢١﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٢٣﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ۚ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۖ إِنِّي أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَن يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷**

کیا وہ زمین میں چلتے پھرتے نہیں ہیں؟ (اگر چلتے تو) دیکھتے کہ جو لوگ ان سے

پہلے (نافرمان) تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ وہ قوت و طاقت میں ان سے بھی زیادہ تھے اور زمین میں (اپنے آثار، کھنڈرات) نشانیوں کے اعتبار سے بھی (بہت کچھ چھوڑ کر گئے ہیں) پھر اللہ نے ان کو ان کے گناہوں (کفر و شرک) کے سبب پکڑ لیا اور اس وقت ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ اس لئے کہ ان کے پاس ان کی طرف (بھیجے گئے) رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ انہوں نے ان نشانیوں کا انکار کیا تو اللہ نے ان کو پکڑ لیا کیونکہ بلاشبہ وہ سخت سزا دینے والا ہے۔

ہم نے موسیٰ کو فرعون، ہامان اور قارون کی طرف اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا تھا جنہوں نے کہا تھا کہ موسیٰ تو (نعوذ باللہ) جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ گیا تو کہنے لگے کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالو جو اس کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں۔ اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو حالانکہ کافروں کا داؤ گمراہی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

فرعون کہنے لگا چھوڑو میں موسیٰ ہی کو قتل کر ڈالتا ہوں۔ وہ اپنے رب کو پکار کر تو دیکھے۔ (لوگو!) مجھے ڈر ہے کہ (اگر موسیٰ کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو) وہ تمہارا دین بدل ڈالے گا یا وہ فساد پھیلائے گا۔

موسیٰ نے کہا میں نے ہر مغرور و متکبر اور یوم حساب پر ایمان نہ لانے والوں کے مقابلے میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ حاصل کر لی ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

| | |
|---|---|
| لَمْ يَسِيْرُوْا | وہ چلے پھرے نہیں |
| عَاقِبَةٌ | انجام |
| اٰثَارٌ | نشانات، کھنڈرات |
| وَاقٍ (وَقِیٌ) | بچانے والا |
| ضَلٰلٌ | گمراہی |
| ذَرُوْنِیْ | مجھے چھوڑ دو (میری بات چھوڑ دو) |
| عُذْتُ | میں نے پناہ حاصل کر لی |

## تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۲

دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ یہاں بہت سی قومیں ابھریں۔ ان کی تہذیب ان کا تمدن ساری دنیا پر چھا گیا۔ ان کی تجارت مال و دولت کی کثرت، بلند و بالا عمارتیں اور قلعے اس کثرت سے تھے کہ ان پر ناز کرتے ہوئے انہوں نے اپنے علاوہ سب کو حقیر سمجھنا شروع کر دیا۔ غرور و تکبر کے ساتھ ساتھ انہوں نے کفر و شرک کی انتہا کر دی۔ ان کی نافرمانیوں کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ اللہ نے اپنی کتابوں کو بھیجا تا کہ وہ راہ ہدایت حاصل کر سکیں مگر ان پر دنیا داری اس قدر غالب آ چکی تھی کہ انہوں نے اللہ کے رسولوں اور اس کے پیغام کو جھٹلانا شروع کر دیا۔ وہ لوگ ضد، ہٹ دھرمی اور نافرمانی کی اس انتہا تک پہنچ گئے تھے جہاں سے ان کی واپسی ناممکن تھی تب اللہ نے ان کو صفحہ ہستی سے اس طرح مٹا دیا کہ آج وہ ایک تاریخی واقعہ اور افسانہ بن کر رہ گئے ہیں۔ کفار قریش جو سردی اور گرمی کے زمانے میں بغیر کسی ڈر اور خوف کے ملک یمن اور ملک شام جا کر وندناتے پھرتے تھے اور تجارت کرتے تھے ان کے راستے میں قوم عاد، قوم ثمود اور قوم فرعون کی تہذیب کے وہ آثار اور کھنڈرات بھی پڑتے تھے جو کبھی ساری دنیا پر دھاک بٹھائے ہوئے تھے لیکن آج ان کی نافرمانیوں کے سبب وہ نشان عبرت بن کر رہ گئے ہیں۔

ان ہی لوگوں سے خاص طور پر اور ساری دنیا کے لوگوں سے عام طور پر کہا جا رہا ہے کہ کیا وہ زمین پر چل پھر کر ان نافرمان قوموں کا بدترین انجام اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے جو طاقت و قوت میں ان کفار قریش سے بڑھ کر تھے اور انہوں نے اپنے آثار اور کھنڈرات بھی کثرت سے چھوڑے ہیں۔ جب انہوں نے نافرمانی اور گناہوں کی انتہا کر دی تب اللہ نے ان کو پکڑا اور سخت سزا دی ان کا مال ان کی دولت اور تہذیب و تمدن کوئی چیز بھی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ انتہائی کھلے کھلے اور واضح معجزات اور دلیلوں کے ساتھ تشریف لائے تو فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ کی نبوت اور پیغام حق کا انکار کیا اور عام لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ موسیٰ ایک جادوگر ہیں اور یہ جس معجزہ کی بات کرتے ہیں وہ جادو کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ فرعون اور اس کے ہم نوا شروع سے بنی اسرائیل کو ذلیل و خوار کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے چنانچہ حضرت موسیٰ جب پیدا ہوئے تو اس وقت فرعونی قوم اسی ظلم پر قائم تھی لیکن معجزاتی طور پر حضرت موسیٰ کو اللہ نے فرعون کے محل میں پہنچا دیا جہاں ان کی پرورش ہوئی۔ جب حضرت موسیٰ کو نبوت و رسالت دے کر فرعون کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا گیا تو اس نے ایک مرتبہ پھر قوم بنی اسرائیل پر خوف و دہشت طاری کرنے کیلئے یہ حکم جاری کیا کہ جو بھی حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رکھا جائے۔

تاریخی اعتبار سے تو یقینی علم نہیں ہے کہ فرعون نے اس دوسرے حکم پر عمل کیا یا نہیں بہرحال قوم بنی اسرائیل اس حکم سے شدید دباؤ میں آ گئی۔ لیکن فرعون اور اس کے درباریوں کی ساری تدبیریں غارت ہو کر رہ گئیں۔ فرعون کے درباری اور مشیر سخت پریشان تھے اور فرعون کو شاید یہی مشورے دیتے رہے ہوں گے کہ موسیٰ پر سوچ سمجھ کر ہاتھ ڈالیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل جو بالکل ناکارہ ہو چکے ہیں وہ اٹھ کھڑے ہوں اور فرعون کی حکومت کا تختہ الٹ دیں۔ ایک دن فرعون نے کہا کہ ان سب باتوں کو چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر دیتا ہوں۔ پھر وہ اپنے رب کو پکارے یا نہ پکارے میں اس کا کام تمام کر دیتا ہوں کیونکہ اگر موسیٰ کو اسی طرح کی آزادی سے گھومنے اور تبلیغ کرنے کی آزادی رہی تو وہ تمہارے مذہب کو بدل ڈالے گا یا وہ فساد بپا کر کے رکھ دے گا۔ جب حضرت موسیٰ نے یہ سب کچھ سنا تو فرمایا کہ میں فرعون کی دھمکیوں میں آنے والا نہیں ہوں کیونکہ میں تمہارے اور اپنے پروردگار کی پناہ اور حفاظت میں ہوں کوئی میرا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فرعون اور اس کے درباریوں کی ساری کوششیں، سازشیں اور ظلم و ستم حضرت موسیٰ اور ان پر ایمان لانے والے بنی اسرائیل کا تو کچھ نہ بگاڑ سکے البتہ وہ خود اس طرح پانی میں غرق کر دیئے گئے کہ آج دنیا میں ان کا کوئی نام لیوا تک موجود نہیں ہے۔ آج فرعون کا تاج و تخت مصر کے میوزیم میں موجود ہے جو زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ تاج و تخت پر فخر کرنے والے نافرمان مت کر رہے ہیں اور اللہ جو حی و قیوم ہے وہی ساری کائنات کا مالک و مختار ہے ساری قدرت و طاقت صرف اسی کی ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ ۖ وَإِن يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۖ وَإِن يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَن يَنصُرُنَا مِن بَأْسِ اللَّهِ إِن جَاءَنَا ۚ قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۲۹**

اور فرعون کی قوم میں سے ایک مرد مومن نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کہ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی کھلی نشانیوں کے ساتھ آیا ہے۔ اگر وہ (موسیٰ) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا (وبال) اس پر پڑے گا۔ لیکن اگر وہ سچا ہے تو وہ جو تم سے وعدہ کر رہا ہے اس کا کچھ تمہیں ضرور پہنچے گا بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں اور جھوٹے لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اے میری قوم آج تمہاری بادشاہت ہے۔ تم زمین میں غالب ہو لیکن اگر تم پر اللہ کا قہر ٹوٹ پڑا تو اس سے بچانے والا اور ہماری مدد کرنے والا کون ہوگا؟

فرعون نے کہا (لوگو!) میں تو تمہیں وہی رائے دیتا ہوں جس کو میں (تمہارے حق میں) بہتر سمجھتا ہوں اور میں تمہیں بھلائی اور ہدایت کا راستہ دکھا رہا ہوں۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۲۸ تا ۲۹

| | |
|---|---|
| یَکْتُمُ | وہ چھپاتا ہے |
| یُصِبْ | وہ پہنچے گا |
| مُسْرِفٌ | حد سے بڑھنے والا |
| کَذَّابٌ | بہت جھوٹ بولنے والا |
| ظٰھِرِیْنَ | چھا جانے والے۔ غالب ہونے والے |
| بَاْسٌ | عذاب۔ تکلیف |
| اُرِیْ | میں دیکھتا ہوں |
| اَلرَّشَادُ | ہدایت۔ رہنمائی |

## تشریح آیت نمبر ۲۸ تا ۲۹

یہاں ایک مرد مومن کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام المومن رکھا گیا ہے۔ وہ مرد مومن فرعون کے شاہی خاندان کے ایک فرد تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ دربار کے کوئی اعلیٰ عہدیدار تھے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ فرعون کے چچا زاد بھائی اور آل فرعون میں سے تھے۔

یہ مرد مومن جن کے تین نام نقل کئے گئے ہیں شمعان، حزقیل اور جبر۔ یہ مرد مومن جو حضرت موسیٰ کی دعوت اور معجزات کو دیکھ کر ایمان لا چکے تھے مگر فرعون کے ظلم و ستم اور کسی مصلحت سے اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ کے قتل کا فیصلہ کر لیا ہے تو وہ کھل کر حضرت موسیٰ کی حمایت پر آ گئے۔ انہوں نے نہایت موثر اور حکیمانہ انداز سے بھرے دربار میں حضرت موسیٰ کے قتل کی مذمت اور ان کی عظمت پر تقریر فرمائی اور کہا کہ تم کتنے ظالم لوگ ہو کہ ایک شخص کو تم صرف اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا رب مانتا ہے۔ اس مرد مومن کی نبی کریم ﷺ نے بھی تعریف فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آل فرعون میں سے تین لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا (۱) ایک تو یہ مرد مومن تھے (۲) دوسرے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ (۳) اور تیسرا وہ شخص کہ جب حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے ایک قبطی غلطی سے مارا گیا تھا اور فرعون وقت نے حضرت موسیٰ کے قتل کا فیصلہ کر لیا تھا تو وہ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے حضرت موسیٰ کو صورت حال بتاتے ہوئے مصر سے چلے جانے کا مشورہ دیا تھا۔ بعض مفسرین نے پہلے اور تیسرے شخص کو ایک شمار کیا ہے۔ یعنی یہی شخصیات تھیں جنہوں نے فرعون کے ظلم سے بچنے کے لئے اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ بتاؤ آدمیوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے بہادر اور طاقتور حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ جو قریش کے کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ پر حملہ کر دیا۔ اللہ کی قسم ہم میں سے کسی کو حوصلہ نہ تھا کہ جو قریش کے قریب بھی جاتے مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ قریش پر جھپٹے۔ کسی کا گلا پکڑتے کسی کے کاندھے ہلاتے اور فرماتے جاتے "وَيْلَكُم اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ" تمہاری تباہی ہو کہ تم ایک شخص کو محض اس لئے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتا ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے اپنے منہ پر چادر ڈال لی اور رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسوؤں سے آپ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ بتاؤ آل فرعون کا مرد مومن بہتر ہے یا ابوبکر صدیقؓ۔ سب خاموش رہے تب حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم مجھے جواب نہیں دیتے۔ لیکن اللہ کی قسم آل فرعون کے مرد مومن کے مقابلے میں

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایک ایک ساعت بہتر ہے کیونکہ اس مرد مومن نے تو اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا اور ابوبکر صدیقؓ ایسے شخص تھے جنہوں نے اپنے ایمان کو سب کے سامنے ظاہر کر رکھا تھا۔

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صدیقین چند ہیں (۱) ایک حبیب نجار ہیں (جن کا قصہ سورۃ یاسین میں آیا ہے)۔ (۲) دوسرے آل فرعون میں سے یہ مرد مومن (۳) اور تیسرے ابوبکر صدیقؓ ہیں جو ان سب سے افضل ہیں (قرطبی)

اس مرد مومن نے فرعون، آل فرعون اور درباریوں کو مختلف طریقوں سے ایمان کی طرف دعوت دی جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔

اس مرد مومن نے کہا کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس کھلے ہوئے معجزات اور نشانیاں لے کر آیا ہے۔ اگر وہ شخص (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال خود اسی شخص پر پڑے گا۔ لیکن اگر وہ سچا ہے تو پھر وہ جو کچھ کہہ رہا ہے تو کیا تم اس عذاب سے بچ سکو گے؟ اللہ کا نظام ہے کہ جو لوگ حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں یا جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں ان کو راہ ہدایت کبھی نصیب نہیں ہوتی۔ اس مرد مومن نے کہا کہ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ آج تمہیں حکومت و سلطنت اور ہر طرح کی طاقتیں حاصل ہیں تم زمین پر غالب ہو لیکن اگر اللہ کا قہر اور عذاب ہم پر ٹوٹ پڑا تو ہمیں اس سے بچانے والا کون ہوگا؟ اس وقت ہماری مدد کون کرے گا؟

مرد مومن کی تقریر کا سلسلہ جاری تھا کہ فرعون نے لوگوں کو اس مرد مومن سے متاثر ہوتے دیکھا تو درمیان درمیان میں مداخلت کرتا رہا۔ کہنے لگا لوگو! میں تمہیں وہی بات بتا رہا ہوں جسے میں تمہارے حق میں بہتر سمجھتا ہوں اور میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھا رہا ہوں اس کی مراد یہ ہوگی کہ یہ مرد مومن جس بات کو کہہ رہا ہے اس میں تمہاری کوئی بھلائی اور خیر نہیں ہے اور جو راستہ میں تمہیں دکھا رہا ہوں وہی تمہاری نجات کا ذریعہ ہے۔

اس کے بعد کی آیات میں اس مرد مومن کی باقی نصیحتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿٣١﴾ وَیٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ۙ

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ
اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ
بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ
لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ
مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ
اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ
اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ
لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ
اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ
عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۷**

اور وہ شخص جو ایمان لے آیا تھا اس نے کہا اے میری قوم! میں تمہارے اوپر تم سے پہلے
گذرے ہوئے گروہوں کے جیسے عذاب سے ڈرتا ہوں (جو ان پر آیا تھا) جیسا حال قوم نوح،
قوم عاد اور قوم ثمود کا ہوا اور وہ جو ان کے بعد آئے۔ اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اور
اے میری قوم! میں تم پر چیخ و پکار کے اس دن سے ڈرتا ہوں جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے لیکن
تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور جسے اللہ بھٹکا دے اسے راہ ہدایت دکھانے والا کوئی
نہیں۔ اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ مگر تم اس چیز سے شک
میں ہی پڑے رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے۔ اور انتقال کر گئے تو تم نے کہنا شروع کر دیا

کہ اب ان کے بعد اللہ کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ اس کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے گذرنے والا اور شک میں پڑا رہنے والا ہے۔

اور وہ لوگ جو بغیر کسی دلیل کے جو انہیں دی گئی تھی ان آیات میں جھگڑے پیدا کرتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک بیہودہ بات جو (ٹیڑھی میڑھی ہو) سخت ناپسندیدہ ہے۔ اسی طرح اللہ ہر مغرور اور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ فرعون نے (ایک دن) ہامان سے کہا کہ اے ہامان میرے لئے ایک بلند عمارت تعمیر کر دے۔ شاید کہ میں (آسمان کے) راستوں تک پہنچ جاؤں۔ تاکہ میں موسیٰ کے رب کو جھانک کر دیکھوں۔ اور بے شک میں اس کو جھوٹا (آدمی) سمجھتا ہوں۔ اور اسی طرح فرعون کے بدترین اعمال (اس کی نظروں میں) اسے خوبصورت بنا کر دکھا دیئے گئے۔ اور اس کو سیدھے راستے سے روک دیا گیا۔ اور فرعون کی ہر تدبیر (ہر کوشش) اس کو تباہی (کے کنارے تک پہنچانے کا سبب) تھی۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۳۰ تا ۳۷

| | |
|---|---|
| دَأْبٌ | دستور۔ قاعدہ۔ قانون |
| اَلتَّنَادُ | چیخ و پکار |
| عَاصِمٌ | بچانے والا |
| هَادٌ | ہدایت دینے والا۔ رہبر و رہنما |
| مَازِلْتُمْ | تم ہمیشہ رہے |
| مُرْتَابٌ | شک کرنے والا |
| يَطْبَعُ | وہ مہر لگاتا ہے |
| جَبَّارٌ | بہت سختی کرنے والا |

| | |
|---|---|
| ابْنِ (ابْنَاءٌ) | تعمیر کر دے |
| صَرْحًا | عمارت، محل |
| اَطَّلِعُ | میں جھانکوں گا |
| زُيِّنَ | خوبصورت بنا دیا گیا |
| صُدَّ | اس نے روک دیا |
| كَيْدُ | تدبیر، فریب |
| تَبَابٌ | تباہی، بربادی |

## تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۷

اس سے پہلی آیت میں آپ نے پڑھا ہے کہ آل فرعون میں سے ایک مرد مومن نے بھرے دربار میں حضرت موسیٰؑ کی تائید کرتے ہوئے آل فرعون کو حضرت موسیٰؑ کے قتل سے منع کیا تھا اور ان کو متعدد نصیحتیں کی تھیں۔ اس مرد مومن نے مزید کہا کہ لوگو! اگر تم موسیٰؑ کو اسی طرح جھٹلاتے رہے اور ان کی مخالفت و دشمنی پر اسی طرح اڑے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تمہیں وہ دن دیکھنا نہ پڑے جو تم سے پہلی قوموں قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود اور ان کے بعد آنے والی نافرمان قوموں نے دیکھا تھا۔ اللہ نے ان لوگوں پر اپنی رحمتیں نازل کیں۔ ہر طرح کی نعمتوں اور صلاحیتوں سے نوازا لیکن وہ اپنی ضد، ہٹ دھرمی، سرکشی اور نافرمانیوں پر اڑے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ قومیں مختلف عذابوں میں تباہ و برباد کر دی گئیں۔ اللہ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ کر لیتے ہیں۔ اس مرد مومن نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ عذاب تمہارے اوپر بھی آ گیا جو گذشتہ قوموں پر آیا تھا تو پھر تمہیں اللہ کے عذاب سے کوئی بچا نہ سکے گا کیونکہ جو خود ہی راستے سے بھٹک جائے اور ہدایت سے منہ پھیر لے تو ایسے آدمی کو راہ ہدایت نصیب نہیں ہوا کرتی۔ اس مرد مومن نے کہا کہ یہی وقت ہے کہ سچائی کا راستہ اختیار کر لیا جائے اور حضرت موسیٰؑ کی قدر کی جائے کیونکہ اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر بعد میں سوائے شرمندگی اور پچھتانے کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ جس طرح لوگ حضرت یوسفؑ کی زندگی میں تو بڑے اعتراض کرتے رہے لیکن ان کے جانے کے بعد قوم کو احساس ہوا کہ حضرت یوسفؑ کا وجود کس قدر رحمت اور برکت کا سبب تھا۔ ان کی قوم حضرت یوسفؑ کے وصال

کے بعد اس قدر مایوس ہو گئی اور کہنے لگی کہ اب ان کے بعد کوئی رسول نہ آئے گا یعنی ان جیسا رسول تو اب آ ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو حد سے بڑھ جانے والے اور جھوٹ اور شک کے سہارے زندہ رہتے ہیں۔ جن کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ بغیر کسی دلیل کے اللہ کی آیات میں جھگڑے نکالتے ہیں۔ اللہ ایسے جابر و ظالم لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور ایسے لوگ اللہ کے غصے اور غضب کا شکار ہو کر رہتے ہیں۔

جب فرعون نے دیکھا کہ مرد مومن کی باتوں سے لوگ متاثر ہو رہے ہیں تو اس نے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے ایک نہایت غیر سنجیدہ اور غیر معقول بات کرتے ہوئے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک ایسی اونچی بلڈنگ تعمیر کرا دے جہاں سے میں موسیٰ کے رب کو جھانک کر دیکھ سکوں کیونکہ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ موسیٰ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سب غلط اور جھوٹ ہے۔

تاریخی اور معتبر روایات سے یہ تو ثابت نہیں ہے کہ فرعون یا اس کے وزیر نے کوئی ایسی اونچی بلڈنگ بنوائی ہو۔ بلکہ ایسا لگتا ہے کہ فرعون نے اس طرح لوگوں کی توجہ ہٹانے اور بات کو مذاق میں اڑانے کی کوشش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح اللہ نے فرعون کے غیر سنجیدہ اور بدترین اعمال کو اس کی نظروں میں خوبصورت بنا دیا تھا جس سے اس کی عقل ماری گئی تھی۔ اور اس طرح فرعون کی ہر سازش اور ہر تدبیر اس کو تباہی کے کنارے تک پہنچانے کا سبب بنتی چلی گئی۔ اور آخر کار وہ اور اس کے ساتھی اپنی گمراہیوں کے سمندر میں غرق ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔

وَقَالَ الَّذِيٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿٣٩﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿٤١﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ

النصف

إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ ۚ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا ۖ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۶**

اور وہ شخص جو ایمان لا چکا تھا اس نے کہا کہ اے میری قوم! تم میرا کہا مانو۔ میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھانا چاہتا ہوں۔ اے میری قوم (کے لوگو!) اس دنیا کے سامان میں بہت تھوڑا سا فائدہ ہے۔ اور بے شک آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ جس نے کوئی برا عمل کیا اسے اسی جیسا بدلہ ملے گا۔ اور جس نے عمل صالح کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو یہ وہ لوگ ہیں جو ایسی جنتوں میں داخل ہوں گے جن میں بے حساب رزق دیا جائے گا۔

اے میری قوم (کے لوگو!) کیسی عجیب بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے جہنم کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اس طرف بلا رہے ہو کہ میں اللہ کا انکار کر دوں اور انہیں شریک ٹھہراؤں جن کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ جب کہ میں تمہیں اس اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں جو زبردست اور معاف کرنے والا ہے۔ یقیناً جس چیز کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں۔ اور بے شک ہم سب کو اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ اور بے شک حد سے بڑھنے والے ہی سب کے سب اہل جہنم ہیں۔

پھر جو کچھ میں کہتا ہوں (آئندہ) تم اس کو یاد کرو گے۔ اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور بے شک اللہ اپنے بندوں (کے حالات سے) خوب واقف ہے۔

پھر اللہ نے اس مومن بندے کو ان کی سازشوں سے بچا لیا۔ اور پھر قوم فرعون کو بدترین عذاب نے گھیر لیا۔ پھر صبح و شام ان پر (قیامت تک) عذاب پیش کیا جاتا رہے گا۔ اور قیامت کے دن قوم فرعون سے کہا جائے گا کہ وہ (جہنم کے) سخت عذاب میں داخل ہو جائیں۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۳۸ تا ۴۶

| | |
|---|---|
| دَارُ الْقَرَارِ | ہمیشہ رہنے والا۔ سکون والا گھر |
| مَالِیْ | (تعجب کے لئے) مجھے کیا ہوا؟ |
| لَا جَرَمَ | (شک نہیں) یقیناً |
| اُفَوِّضُ | میں سپرد کرتا ہوں |
| مَکَرُوْا | انہوں نے تدبیر کی |
| حَاقَ | چھا گیا |
| یُعْرَضُوْنَ | پیش کیا جاتا ہے |
| غُدُوًّا | صبح |
| عَشِیٌّ | شام (رات) |
| اَشَدُّ | سخت۔ شدید |

## تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۶

آل فرعون میں سے جو مرد مومن ایمان لا چکا تھا اس نے فرعون کے دربار میں فرعون اور درباریوں کے دباؤ، دھمکی اور لالچ دیئے جانے کے باوجود اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم میری باتوں کو غور سے سنو اور میں

تمہیں جس راستے پر چلنے کی دعوت دے رہا ہوں اس پر چلو کیونکہ میں تمہیں سیدھا راستہ بتا رہا ہوں جس میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کا راز پوشیدہ ہے۔ مرد مومن نے کہا کہ دنیا تو فانی ہے جو ایک وقت آنے پر ختم ہو جائے گی۔ یہاں کا عیش و آرام یہ سب عارضی، وقتی اور چند روزہ ہے۔ یہاں کے عیش و آرام کی وجہ سے اپنے آخرت کے حقیقی فائدے کا نقصان نہ کرو تم اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی ابدی راحتوں کی فکر کرو کیونکہ آخرت کی زندگی کو قرار ہے۔

اللہ کا دستور ہے کہ جو آدمی جیسا کرے گا اس کو ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص صاحب ایمان اور عمل صالح کا پیکر ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو اللہ ایسے لوگوں کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن میں بے حساب رزق عطا کیا جائے گا۔

اس تقریر کے بعد فرعون اور اس کے درباریوں نے اس مرد مومن کو نصیحت کی ہوگی کہ وہ حضرت موسیٰ کی باتوں میں نہ آئے اور اپنے قدیم مذہب کی طرف لوٹ جائے۔ اس پر اس مرد مومن نے کہا کتنے افسوس کا مقام ہے کہ میں تو تمہیں ہدایت اور نجات کا راستہ دکھا رہا ہوں اور تم مجھے اللہ کی نافرمانی پر اکسا رہے ہو اور تم چاہتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کروں جو اپنی ذات میں واحد و یکتا ہے۔ یہ شرک ایسی بدترین چیز ہے جس کا فائدہ نہ تو دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں۔ سچی بات یہ ہے کہ ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ لوگ جو حد سے گذر جائیں گے اور کفر و شرک سے توبہ نہ کریں گے وہ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس مرد مومن نے کہا کہ ابھی تم لوگوں کو میری ان باتوں کی پرواہ نہیں ہے لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب تم میری ان باتوں کو یاد کرو گے۔ اس مرد مومن نے کہا کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ وہی اپنے بندوں کا نگہبان اور محافظ ہے۔ فرعون اور اس کے درباریوں نے ایسی سچی باتوں پر اس مرد مومن کو ہر طرح سے دھمکایا ہوگا مگر اس مرد مومن پر اس کی دھمکیوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور اللہ نے اس مرد مومن کو آل فرعون کی سازشوں اور فریب سے محفوظ فرما دیا اور اللہ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں پر زبردست عذاب نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ صرف فرعون اور آل فرعون کو پانی میں غرق کر دیا گیا اور اس طرح ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو گیا بلکہ اس سے بڑا عذاب یہ ہے کہ ان فرعونیوں پر قیامت کے دن تک ہر روز صبح و شام اسی عذاب کو پیش کیا جاتا رہے گا اور قیامت میں فرعون اور آل فرعون سے کہا جائے گا کہ وہ سخت ترین عذاب میں داخل ہو جائیں۔

ان آیات کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ آل فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں ہوں گی۔ ہر روز صبح و شام دو مرتبہ جہنم ان کے سامنے لائی جاتی ہے اور جہنم دکھا کر کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تمہارا ٹھکانا (ابن ابی حاتم)۔

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے بھی ایک روایت نقل کی گئی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو عالم برزخ میں صبح و شام اس کو وہ مقام دکھایا جاتا ہے جہاں قیامت کے دن حساب کتاب کے لئے پہنچنا ہے یہ مقام دکھا کر روزانہ کہا جاتا ہے کہ تجھے آخر کار اسی جگہ پہنچنا ہے اگر یہ شخص اہل جنت میں سے ہے تو اس کو مقام جنت دکھایا جاتا ہے اور اگر وہ اہل جہنم میں سے ہے تو اس کو مقام جہنم دکھایا جاتا ہے (معارف)۔

وَاِذْ يَتَحَاۗجُّوْنَ فِي النَّارِ

فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ

تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ

بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ

ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾

قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ

قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

ع ۵
۱۰

**ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰**

اور جب (وہ سب کفار) جہنم میں آپس میں جھگڑیں گے تو جو لوگ کمزور تھے وہ تکبر اور بڑائی اختیار کرنے والوں سے کہیں گے کہ ہم نے (دنیا میں) تمہاری تابع داری کی تو کیا تم ہمیں جہنم کی تکلیف سے کچھ بھی بچا سکتے ہو؟ وہ متکبرین کہیں گے ہم سب ہی جہنم میں ہیں۔ اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا۔ اور اس کے بعد جتنے لوگ جہنم میں ہوں گے وہ جہنم کے فرشتوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہم سے عذاب میں کمی کر دے۔ (فرشتے) کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ جی ہاں (آئے تھے)۔ (فرشتے) کہیں گے کہ تم ہی دعا کرو۔ لیکن ان کفار کی دعا اور پکار فضول ہی رہے گی۔ (کوئی فائدہ نہ دے گی)۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

يَتَحَاۗجُّوْنَ وہ جھگڑتے ہیں

| | |
|---|---|
| مُغْنُوْنَ | بے نیازی کرنے والے (بچانے والے) |
| حَکَمَ | اس نے فیصلہ کر دیا |
| خَزَنَةٌ | جہنم پر مقرر (فرشتے) |
| یُخَفِّفُ | وہ کمی کرتا ہے |
| دُعَآءٌ | پکارنا، پکار |

## تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ حق و باطل کا فیصلہ فرما دیں گے۔ اہل جنت اللہ کی رحمتوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جن لوگوں پر ان کا جرم ثابت ہو جائے گا ان کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا تب وہ لوگ جو دنیا میں اپنے پیشواؤں کی تابع داری کرتے تھے اور ان کے کہنے پر چلتے تھے عذاب کی شدت سے بوکھلا کر اپنے بڑوں سے یہ کہیں گے کہ ہم نے زندگی بھر وہی کیا جو تم نے ہمیں حکم دیا تھا۔ ہم ہر جگہ تمہارے کام آتے آج ہماری یہ مدد کرو کہ ہم سے اس عذاب کی شدت کو کم کرا دو۔ وہ باطل پرست لوگ جو دنیا میں کمزوروں پر مسلط تھے اور اپنی بڑائی کو قائم رکھنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کیا کرتے تھے وہ اس وقت اپنی بڑائی کو بھول جائیں گے اور کہیں گے کہ اب تو خدا کا فیصلہ آچکا ہے اب ہم کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ تمہارا جتنا برا حال ہے اتنا ہی ہمارا بھی ہے تم اور ہم دونوں ہی اس عذاب کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ گویا آج ہم تمہارے کام نہیں آسکتے۔ کمزور لوگ اپنے پیشواؤں سے مایوس ہو کر جہنم کے نگران فرشتوں سے کہیں گے کہ کیا تم ہماری سفارش کر سکتے ہو کہ ہم سے کم از کم کسی ایک دن تو عذاب ہلکا ہو جایا کرے۔ فرشتے ان سے یہ پوچھیں گے کہ یہ بتاؤ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر واضح دلائل، روشن نشانیوں اور معجزات کے ساتھ نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ وہ آئے تھے مگر زندگی بھر ہم ان کو جھٹلاتے رہے۔ فرشتے کہیں گے کہ پھر ہم کیا کر سکتے ہیں (تم نے خود ہی اپنے لئے گڑھا کھودا تھا)۔ ہم تو اللہ کے سامنے بے بس ہیں تم خود ہی اپنے پروردگار کو پکار کر دیکھ لو۔ جب وہ اللہ کو پکاریں گے تو ان کی پکار اور دعا سب بے اثر اور بے نتیجہ رہے گی کیونکہ اس دن کفار کا رونا چلانا اور اللہ کو پکارنا سب بیکار ہوگا۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ

مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ
اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾
هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ
اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ
بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ
مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ
خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ
مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْۗءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾
اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ
اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ
دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

۶۰ ـ

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

بے شک ہم اپنے رسولوں اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ہیں دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں۔ اور اس دن بھی (مدد کریں گے) جب گواہی دینے والے (فرشتے) کھڑے ہوں گے۔

اس دن جب کہ ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے بدترین ٹھکانا ہوگا۔ اور ہم نے موسیٰ کی رہنمائی (توریت کے ذریعہ) کی تھی۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا تھا جو ہدایت اور اہل عقل و فہم لوگوں کے لئے نصیحت تھی۔ آپ صبر کیجئے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اپنی کوتاہی پر معافی مانگتے رہیے اور صبح و شام اپنے رب کی حمد و ثنا کیجئے۔ بے شک جو لوگ بغیر کسی مضبوط دلیل کے اللہ کی آیات میں جھگڑے پیدا کرتے ہیں دراصل ان کے دلوں میں تکبر اور بڑائی کا (جذبہ) ہے جس کا انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ بس آپ اللہ کی پناہ مانگئے۔ بے شک وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ساری مخلوق کو پیدا کرنے سے بڑا کام تھا۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ ایک اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتا اسی طرح وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے اور وہ لوگ جنہوں نے برے کام کئے وہ دونوں بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ تم میں سے بہت کم لوگ اس پر دھیان دیتے ہیں۔ قیامت تو آکر رہے گی جس میں کسی طرح شک (کی گنجائش) نہیں ہے۔ لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو یقین نہیں رکھتے ہیں۔ اور تمہارے رب نے فرما دیا ہے کہ مجھے پکارو تو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت و بندگی سے سرکشی کرتے ہیں۔ بے شک وہ ذلیل کر دینے والی جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

یَوْمُ الْاَشْهَادِ گواہی کا دن

| | |
|---|---|
| معذرۃ | معذرت۔ شرمندگی |
| سوء الدار | بدترین گھر۔ برا ٹھکانا |
| اورثنا | ہم نے وارث بنایا۔ وارث بنا دیا |
| داخرین (داخر) | ذلیل اور رسوا ہونے والے |

## تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ صبر کرنے والے پیغمبروں اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں اور آخرت کے اس دن میں بھی مدد فرمائے گا جب فرشتے اللہ کے سامنے حاضر ہو کر لوگوں کے اعمال پر گواہی پیش کریں گے۔ فرمایا کہ اللہ کا یہ سچا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ کو توریت جیسی پر نور کتاب دی تھی اس کا مقصد بنی اسرائیل کی اخلاقی و اصلاحی تربیت تھی کہ وہ اللہ کے احکامات کی روشنی میں اپنی بے ترتیب زندگی کی اصلاح کر سکیں مگر قوم بنی اسرائیل نے اللہ کی اس نعمت کی ناقدری کی اور ایسی بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت موسیٰ کی ہر بات سے اختلاف شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰ اپنی قوم کو نافرمانیوں سے روکتے رہے اور ان کی بے حسی پر صبر کرتے رہے۔ تب اللہ نے اس قوم پر اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ فرعون، اس کی قوم اور اس کی سلطنت کو سمندر میں غرق کر دیا اور قوم بنی اسرائیل کے صاحبان ایمان کو فرعون کے ظلم و ستم اور زیادتیوں سے نجات عطا فرما دی۔

نبی کریم ﷺ کے سامنے حضرت موسیٰ اور قوم بنی اسرائیل کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ بھی صبر اور برداشت سے کام لیجئے اور اس کی تبلیغ اپنے حسن کردار سے کرتے رہیے وہ وقت دور نہیں ہے جب اللہ کا سچا وعدہ پورا ہوگا۔ بے عمل اور نافرمان قوموں کے کفر کا زور توڑ دیا جائے گا۔ فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! اگر اس سچائی کے راستے میں کہیں بھی کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو اس پر اللہ کی بارگاہ میں معافی مانگتے رہیے۔ صبح و شام اللہ کی حمد و ثنا کیجئے۔ وہ ہر حال میں آپ پر اور اہل ایمان پر اپنی رحمتوں کو نازل کرے گا۔ رہے وہ لوگ جو اپنے غرور و تکبر اور بڑائی کی تحسین

کے لیے بے دلیل مخالفت اور جاہلانہ کج بحثیوں میں لگے رہتے ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ اللہ کے سچے پیغام کو ہر شخص تک پہنچاتے رہیے جو کہ فرمان ہیں ان کو یہ باتیں نہ دنیا میں فائدہ دیں گی اور نہ آخرت میں ان کے کام آئیں گی۔ آپ کو ہر جگہ اللہ کی پناہ حاصل ہے اسی سے پناہ کی درخواست کرتے رہیے وہ تو ہر ایک کی سنتا اور ہر شخص کے حال سے پوری طرح باخبر ہے۔

فرمایا کہ کفار کا یہ اعتراض کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہمارے جسم کے تمام اعضاء کائنات میں بکھر جائیں گے تو ہم دوبارہ کیسے پیدا کئے جائیں گے؟ فرمایا کہ ایسے لوگ ذرا بھی عقل اور سمجھ سے کام لیں تو وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ جس اللہ نے اتنی زبردست اور عظیم الشان کائنات کو بنایا ہے۔ زمین و آسمان کے نظام کو ترتیب و تخلیق کیا ہے جو کائنات کے ذرے ذرے کا مالک اور خالق ہے وہی اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے اس کائنات کے مقابلے میں جسمانی طور پر تو انسان بہت چھوٹی سی مخلوق ہے اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل کام ہے۔

فرمایا کہ جس طرح آنکھوں والا اور اندھا برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح جو لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں وہ ان کفار کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں جن کا بھیانک اور بدترین انجام ہے؟ اس سامنے کی حقیقت پر اکثر لوگ دھیان نہیں دیتے۔

فرمایا کہ جو لوگ قیامت کے آنے میں شک کرتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت بہت جلد آنے والی ہے جس کے واقع ہونے میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے ہی پکارو، مجھ سے دعائیں کرو میں تمہاری دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہوں لیکن وہ لوگ جو ہماری رحمت سے مایوس ہیں اور ہر سچائی کا انکار کرنے والے ہیں وہ قیامت کے دن نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم کی آگ میں اس طرح جھونک دیئے جائیں گے کہ وہاں ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ
وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦١﴾ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ
كُلِّ شَيْءٍ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٦٢﴾ كَذَٰلِكَ
يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٦٣﴾ اللَّهُ
الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ
فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ ذَٰلِكُمُ
اللَّهُ رَبُّكُمْ ۖ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٤﴾ هُوَ
الْحَيُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٥﴾ قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ
الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِيَ الْبَيِّنَاتُ
مِن رَّبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٦﴾
هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ
ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا ۚ
وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ مِن قَبْلُ ۖ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا
يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٦٨﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۸

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو۔ اور اسی نے دن کو دیکھنے بھالنے کے لئے روشن کیا۔ بے شک لوگوں پر اللہ کا بے فضل و کرم ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ یہ ہے اللہ جو تمہارا پروردگار ہے۔ ہر چیز کو پیدا کرنے والا۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ پھر تم کہاں الٹے پھرے جا رہے ہو؟ اسی طرح وہ لوگ بھی الٹا چلا کرتے تھے جو اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ اللہ تو وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار و سکون (کی جگہ بنایا) ہے۔ اور آسمان کو (محفوظ) چھت کی طرح۔ پھر اسی نے تمہارا خوبصورت ناک نقشہ بنایا اسی نے تمہیں کھانے کے لئے بہترین رزق عطا کیا۔ یہ ہے تمہارا رب اللہ جو بڑی شان والا ہے۔ وہ سارے جہانوں کو پالنے والا ہے۔ وہ زندہ رہنے والا ہے۔ جس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ تم خالص اعتقاد کے ساتھ اسی اللہ کو پکارو۔ درحقیقت تمام خوبیاں اسی اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ جب کہ میرے پاس میرے رب کی کھلی نشانیاں آچکی ہیں۔ اور (آپ کہہ دیجئے کہ) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ صرف اللہ رب العالمین کے سامنے اپنی گردن کو جھکاؤں۔

وہی تو ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے اور پھر وہ تمہیں ایک بچے کی حیثیت میں (اس دنیا میں) نکال کر لے آیا۔ پھر تم اپنی جوانی کی طاقت کو پہنچتے ہو۔ پھر تم بوڑھے ہو جاتے ہو۔ بعض تم میں سے پہلے ہی مر جاتے ہیں تاکہ تم اپنے مقرر وقت تک پہنچ جاؤ۔ اور شاید کہ تم اس بات کو سمجھو۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے پھر جب وہ فیصلہ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے "ہو جا" اور پھر وہ ہو جاتا ہے۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۸

لِتَسْكُنُوْا تاکہ تم سکون حاصل کرو

مُبْصِرٌ دیکھنے والا۔ روشن

نُهِيْتُ — مجھے منع کیا گیا ہے۔ میں منع کیا گیا ہوں

اُمِرْتُ — میں حکم دیا گیا ہوں

تُرَابٌ — مٹی

نُطْفَةٌ — نطفہ (گندہ اور حقیر پانی کا قطرہ)

عَلَقَةٌ — خون کا لوتھڑا

طِفْلٌ — بچہ

## تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۸

رات دن کے الٹ پھیر اور آنے جانے میں اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ اس کائنات میں زندگی، اس کے اسباب اور ہر چیز ایک باقاعدہ نظام کے تحت رواں دواں ہے۔ جس سے انسانی تہذیب و تمدن، معاشرت اور معیشت کے لئے نئے انداز پیدا ہو رہے ہیں۔ اور کوئی ہستی ہے جو کائنات کی اس مشینری کو چلا رہی ہے۔ اگر دیانت داری سے غور و فکر کی صلاحیتوں کو کام میں لایا جائے تو انسانی فطرت چلا اٹھے گی کہ اس پوری کائنات کا خالق و مالک صرف ایک اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے جو ہر ایک کی ضرورت اور مراد کو پورا کرنے والا ہے۔ اس کائنات میں اللہ کے فضل و کرم کی بے شمار نشانیاں بکھری ہوئی ہیں جو غور و فکر کرنے والوں کو اس کی ہر نعمت کا شکر ادا کرنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ اسی اللہ نے اپنی ساری مخلوق میں جسمانی اور ذہنی طور پر انسان کو بہترین مخلوق بنا کر اس کو ہزاروں صلاحیتوں کا مالک بنا دیا ہے۔ لہٰذا ایسے خالق و مالک کے سوا دوسری چیزوں کو معبود اور اس کے سوا کسی اور سے دینی و مذہبی تعلق کی نسبت قائم کرنا انسان کی سب سے بڑی بھول اور ناشکری ہے۔ اللہ نے اپنی نعمتوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے دن کے بعد رات کو بنایا تا کہ دن بھر محنت و مشقت سے تھکا ماندہ انسان جسمانی اور ذہنی راحت و سکون حاصل کر سکے اور صبح کو تر و تازہ ہو کر دن کے اجالے میں اپنا رزق تلاش کر کے زندگی کی ذمہ داریوں کو پورا کر سکے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے انسانوں کے سروں پر آسمان کو ایک چھت کی طرح بنا دیا ہے۔ جس طرح ایک گھر کی چھت گرمی، سردی، بارش، دھوپ اور گرد و غبار سے بچنے کا ذریعہ ہے اسی طرح آسمان کی چھت سے انسان اور اس کی تہذیب و تمدن کا تحفظ کیا جاتا ہے کیونکہ کائنات میں ہر آن ایک انقلاب برپا رہتا ہے جس سے کروڑوں اربوں خطرناک جراثیم اور

شعاعیں پھیلتی رہتی ہیں اگر یہ چھت نہ ہوتی تو زہریلے اور خطرناک جراثیم انسان اور اس کے تہذیب و تمدن کو چاٹ جاتے لیکن اللہ نے انسان کو پیدا کر کے اس کی حفاظت کے اسباب بھی پیدا کئے ہیں اور آسمان کو ایک چھت کی طرح بنا کر ہر طرح کے خطرناک جراثیم سے محفوظ بنا دیا ہے۔

زمین جو اس پوری کائنات میں ایک ذرہ اور بھرتی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اس کو اس طرح چلا دیا ہے کہ وہ اپنے مرکز کے گرد اٹھارہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کرتی ہے جس سے دن رات اور ماہ و سال پیدا ہوتے ہیں لیکن دنیا بھر میں رہنے والوں کو ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ ان کی دنیا اس قدر تیزی سے دوڑ رہی ہے۔ اللہ نے زمین پر پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا ہے جس سے نہ صرف زمین ایک طرف ڈھلکنے سے محفوظ ہے بلکہ زمین میں آنے والے زلزلے بھی پہاڑوں سے کنٹرول کئے جاتے ہیں۔ اگر یہ پہاڑ نہ ہوتے تو اس دنیا میں بسنے والی مخلوق ایک لمحہ بھی سکون سے نہ رہ پاتی۔ غرضیکہ دن اور رات کا آنا اور جانا، آسمان اور زمین اور اس کے درمیان مخلوق کو اللہ نے انسان کا خادم بنا دیا ہے۔

چونکہ سارا نظام کائنات انسان کے لئے ترتیب دیا گیا ہے تو اللہ نے اپنی ساری مخلوق میں انسان کو بہترین سانچوں میں ڈھال کر بنایا ہے اور اس کے لئے ہر طرح کے رزق کے اسباب پیدا کر دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان اگر ذرا بھی غور و فکر سے کام لے کر اپنی پیدائش پر ہی غور کر لے تو اس کا سر شکر نعمت کے طور پر اللہ کے سامنے ہی جھکا رہے گا۔ اللہ نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا جو ابتدا میں ایک حقیر سا نطفہ تھا جو رحم مادر میں جما ہوا خون تھا پھر وہ گوشت کا لوتھڑا بن گیا پھر اللہ نے اس میں روح کو پھونکا تو وہ چلتا پھرتا گوشت پوست کا انسان بن گیا پھر زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے تو کوئی بچپن میں مر جاتا ہے اور کوئی عمر طبعی پوری کرتا ہے اور کوئی بڑی عمر تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ سب کا سب دست قدرت کا کمال ہے وہ جس کو جیسا بنانا چاہتا ہے اور جب تک زندہ رکھنا چاہتا ہے رکھتا ہے۔ وہ انسانوں کی طرح اسباب کا محتاج نہیں ہے اس کے ایک لفظ اور اشارہ پر ہر کام ہو جاتا ہے۔ جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کو "کن" (ہو جا) کہتا ہے اور وہ کام اسی وقت وجود اختیار کر لیتا ہے وہی ایک اللہ ہے جس کی قدرت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔

نبی کریم ﷺ اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق و مالک صرف ایک اللہ ہے وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ کسی طرح کی عبادت کے لائق ہے۔ وہی اللہ کی ذات ہے جو سب کی محتاج ہے اسی کا یہ حق ہے کہ ہر حال میں اسے ہی پکارا جائے۔

فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ نہایت واضح الفاظ میں ساری دنیا کو بتا دیجئے کہ اللہ نے مجھے ہر طرح کی کھلی کھلی نشانیاں عطا فرمائی ہیں۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے سوا کسی کو نہ پکاروں۔ وہی خالق و مالک ہے اور وہی رب العالمین ہے وہی عبادت کے لائق ہے جو لوگ اس ایک ہستی کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں وہ زندگی بھر در در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں اور سچائیوں سے منہ موڑ کر دوزخ کی آگ کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي
آيَاتِ اللَّهِ أَنَّىٰ يُصْرَفُونَ ﴿٦٩﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا
أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٧٠﴾ إِذِ الْأَغْلَالُ فِي
أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي
النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾
مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُو مِن
قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾ ذَٰلِكُم بِمَا كُنتُمْ
تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿٧٥﴾
ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى
الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ
بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾
وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ
وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ
بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ
هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٧٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۹ تا ۷۸

کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں وہ کہاں الٹے جارہے ہیں؟ وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب (قرآن مجید) کو اور ان چیزوں کو جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا ہے جھٹلایا ہے تو بہت جلد انہیں معلوم ہو جائے گا جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہوں گی اور ان کو کھولتے پانی کی طرف گھسیٹا جا رہا ہوگا۔ اور پھر یہ لوگ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ (بتاؤ) وہ جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر اس کا شریک ٹھہرایا کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ وہ (نہایت بے بسی سے) کہیں گے وہ تو ہم سے غائب ہی ہو گئے (اور ایسا لگتا ہے جیسے) اس سے پہلے ہم ان کو پکارتے ہی نہیں تھے۔ اس طرح اللہ کافروں کو بھٹکا کر رہے گا۔

(فرمایا جائے گا کہ) یہ سب کچھ اسی لئے ہے کہ تم ناحق خوشیاں مناتے اور اترایا کرتے تھے۔ اب تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ جس میں تم ہمیشہ رہو گے۔ وہ تکبر کرنے والوں کا بدترین ٹھکانا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ صبر کیجئے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پھر جس عذاب کا ان سے وعدہ کر رکھا ہے اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو (اسی دنیا میں) دکھا دیں گے۔ یا ہم آپ کو وفات دیدیں گے (اور آخرت میں) آپ (ان پر عذاب) کو دیکھیں گے۔ پھر ہماری ہی طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جن میں بعض (انبیاء کرام) کے واقعات کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اور بعض واقعات کو ہم نے بیان نہیں کیا۔ (لیکن یہ بات آپ دیکھیں گے کہ) کوئی بھی رسول اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا۔ پھر جب فیصلہ ہوگا تو ٹھیک ٹھیک ہی فیصلہ ہوگا۔ اور اس وقت یہ باطل پرست سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۹ تا ۷۸

اَلْاَغْلٰلُ زنجیریں

| | |
|---|---|
| اَعْنَاقِ (عُنُقٌ) | گردنیں |
| اَلسَّلٰسِلُ | طوق (گردن میں ڈالے جانے والے) |
| يُسْحَبُوْنَ (سَحْبٌ) | کھینچے جائیں گے |
| يُسْجَرُوْنَ (سَجْرٌ) | جھونکے جائیں گے |
| اَلْحَمِيْمُ | کھولتا گرم پانی |
| عَنَّا | ہم سے |
| تَفْرَحُوْنَ | تم خوش ہوتے ہو |
| تَمْرَحُوْنَ (مَرَحٌ) | تم اتراتے ہو |
| مَثْوٰى | ٹھکانا |
| نُرِيَنَّ | ہم ضرور دکھائیں گے |
| نَتَوَفَّيَنَّ | ہم ضرور وفات دیں گے |
| خَسِرَ | اس نے نقصان اٹھایا |
| اَلْمُبْطِلُوْنَ | باطل پر چلنے والے |

## تشریح: آیت نمبر ۶۹ تا ۷۸

راہ حق سے بھٹک کر ٹیڑھے میڑھے راستوں پر چلنے والوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کی آیات کو سنجیدگی سے سن کر اس کے رسولوں کی مکمل اطاعت وفرماں برداری اختیار کریں اور اس برے انجام سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں جو انہیں

ایک ایسی جہنم کی طرف لے جارہا ہے جہاں سوائے تکلیفوں اور رسوائی کے اور کچھ نہیں ہے۔

قیامت کے دن جب ان کے گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوں گی اور فرشتے انہیں جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جارہے ہوں گے تو ان کے جھوٹے معبودان کی کوئی مدد نہ کرسکیں گے۔ جب وہ میدان حشر کی گرمی کی وجہ سے پیاس سے بے حال ہو کر پانی مانگیں گے تو جہنم پر متعین فرشتے ان کو گھسیٹتے ہوئے پانی کے ایسے چشموں کی طرف لے جائیں گے جن میں ٹھنڈے پانی کے بجائے کھولتا ہوا گرم پانی نکل رہا ہوگا جسے وہ پینے پر مجبور ہوں گے۔ گرم اور کھولتے ہوئے پانی پینے کے بعد ان کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

جب ان سے پوچھا جائے گا کہ تم لوگ اللہ کے سوا جن معبودوں کی عبادت و بندگی کرتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ وہ بڑی بے بسی اور شرمندگی کے ساتھ کہیں گے کہ آج تو وہ ہمارے کے سارے غائب ہو گئے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ آج ہم پر یہ کھل گیا ہے کہ ہم دنیا میں جن معبودوں کو بڑی اہمیت دیتے تھے وہ تو بالکل بیکار اور گئے گذرے تھے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ ان پر ان کی گمراہی کی حقیقت کو کھول کر رکھ دے گا اور ان کو آگاہ کر دے گا کہ وہ جن معبودوں کو اپنا سب کچھ سمجھ کر ان کی عبادت میں مگن رہا کرتے تھے اور حق و صداقت کی کسی بات پر توجہ نہ کرتے تھے آج انہیں ان کے تمام اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ وہ ان تمام باطل پرستوں کو اس جہنم میں داخل کریں جس میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور اس طرح انہیں اپنے تکبر اور غرور کا بدلہ مل جائے گا اور جہنم کا بدترین ٹھکانا ان کا مقدر ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار کی باتوں پر صبر کیجئے کیونکہ اللہ نے جو وعدہ کر رکھا ہے وہ ایک سچا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا اور ان متکبرین کو سخت سے سخت سزا مل کر رہے گی۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ ہو سکتا ہے ان کا برا انجام اسی دنیا کی زندگی میں آپ کو دکھا دیا جائے یا آپ کی وفات کے بعد ان کو سخت ترین سزا دی جائے۔ اور آخرت میں تو رسوائی اور ذلت سے یہ لوگ بچ ہی نہیں سکتے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے تھے جنہوں نے حق و صداقت کی راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی رہنمائی کی۔ ان میں سے بعض رسولوں کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے اور بعضوں کا حال بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ ان رسولوں میں سے کسی کو اس بات کا اختیار نہیں دیا گیا تھا کہ وہ امت کی ہر بات اور ہر

فرمائش کو پورا کریں۔ یا اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ دکھا سکیں۔ اور جب اللہ کا فیصلہ آجاتا ہے تو باطل پرستوں کو سوائے نقصان کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا۔ بہتر تھا ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ اس وقت آنے سے پہلے ہی اپنے حق میں کوئی بہتر فیصلہ کرلیں ورنہ اللہ کا فیصلہ آنے کے بعد ان کو مہلت نہ دی جائے گی۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۵

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے مویشی (جانور) بنائے تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کر سکو اور ان میں سے (بعض کا گوشت) کھاؤ۔

اور تمہارے لئے ان میں اور بہت سے نفع ہیں تاکہ تم ان مقاصد (جگہوں) تک پہنچ سکو جو تمہارے دلوں میں ہیں۔ ان پر بھی اور کشتی (جہازوں) پر بھی تم سواری کرتے ہو۔

وہی تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔

پھر تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے؟ کیا پھر وہ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ جو ان سے پہلے مشرک گذرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا؟ حالانکہ ان میں سے اکثر تعداد اور قوت میں (تم سے) بڑھ کر تھے۔

جو زمین پر بہت سے آثار (کھنڈرات، نشانیاں) چھوڑ کر گئے ہیں۔

لیکن ان کا کیا کرایا ان کے کسی کام نہ آسکا۔

اور جب ان کے رسول (ان کے پاس) کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ اس علم پر اترانے لگے جو انہیں حاصل تھا۔

پھر ان کو اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ پر ایمان لے آئے۔

اور ہم ان (تمام چیزوں) کا انکار کرتے ہیں جنہیں ہم (اللہ کا) شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔

لیکن جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کے ایمان لانے سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا۔

یہی اللہ کا (لگا بندھا) دستور ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور اس وقت کافر نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

## لغات القرآن  آیت نمبر ۷۹ تا ۸۵

| | |
|---|---|
| اَلْاَنْعَامُ | مویشی۔ جانور |
| لِتَرْكَبُوْا | تاکہ تم سواری کرو |
| حَاجَةً | ضرورت |
| تُنْكِرُوْنَ | تم انکار کرو گے |
| مَا اَغْنٰى | کام نہ آیا |
| خَلَتْ | گذر گئی |
| سُنَّتَ اللّٰهِ | اللہ کا قانون۔ اللہ کا دستور |

## تشریح: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۵

سورۃ مومن کی آخری آیات میں انسانی زندگی گذارنے کی بہت سی چیزوں کا ذکر کیا ہے مثلاً سواری، منتقلی، سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے اسباب وغیرہ۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو انسان کو اپنی زندگی و تہذیب و تمدن کے تقاضوں کو پورا کرنا مشکل ہو جائے۔

اللہ نے انسان کو ان بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے جس پر ہر انسان کو ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے لیکن انسان اللہ کی ان نعمتوں پر شکر کے بجائے نافرمانی اور غرور و تکبر کرنے لگتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ پھر اللہ ایسی قوموں کو مٹا کر نشان عبرت بنا دیتا ہے۔

اللہ کی بہت سی نعمتوں میں سے طرح طرح کی سواریاں بھی ہیں جو زمانہ کی تبدیلیوں اور تقاضوں کے تحت بدلتی رہتی ہیں مثلاً آج کل کاریں، ریلیں، ہوائی جہاز، ویگن، گھوڑے وغیرہ ہیں جن کے ذریعہ خود انسان اور اس کی بہت سی ضرورت کو ان

کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے جو ان کی تہذیبی اور تمدنی ترقی کا ذریعہ ہیں لیکن اس سے پہلے دور میں مویشی ہوا کرتے تھے جن پر لوگ سواری بھی کرتے تھے اور وقت ضرورت ان کو کھایا بھی کرتے تھے اور آج بھی جہاں تک یہ ترقیات نہیں پہنچیں وہاں ان مویشیوں کا استعمال کیا جاتا ہے لیکن نئی نئی سواریوں کی ایجاد اور سہولتوں نے انسان کی چلت پھرت کو بہت سہل بنا دیا ہے جس سے انسان ساری دنیا میں بڑی سہولتوں سے سفر کرتا ہے۔

بہر حال سواری، غذا اور مختلف صنعتیں اور نئی نئی ایجادات انسان کے لئے اللہ کی نعمتیں ہیں جن پر انسان ان نعمتوں کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔

دین اسلام بھی یہی چاہتا ہے کہ اہل ایمان اسلام کے ہدایات کی روشنی میں خوب ترقی کریں۔ پھلیں پھولیں لیکن ناشکری نہ کریں کیونکہ یہ چیزیں انسانی ضروریات کی ہیں جن کو استعمال کرنا اور برتنا ممنوع نہیں ہے۔

لیکن اسلام جن چیزوں سے منع کرتا ہے وہ انسان کی یہ سوچ ہے کہ یہ دنیا اور اس کی راحتیں اس کے پاس ہمیشہ کے لئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ زمین پر چل پھر کر گذری ہوئی قوموں کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ وہ قومیں تہذیب، تمدن، معاشرت اور معیشت میں بہت مضبوط تھیں لیکن جب انہوں نے مال و دولت کی کثرت پر اترانا اور غرور کرنا شروع کر دیا اور اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک بنا لیا انبیاء کرامؑ میں سے جس نے بھی ان کو سمجھانے کی کوشش کی انہوں نے نافرمانی کی تب اللہ کا فیصلہ آ گیا جس کے سامنے کسی کی طاقت و قوت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور اس طرح نافرمان قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر ان کی زندگیوں کو دوسروں کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔

اللہ نے ان قوموں کی قوتوں اور شاندار ترقیات کے باوجود ان کو تباہ و برباد کر دیا اب ان قوموں کے آثار یا تو کھنڈرات کی شکل میں ہیں یا زمین کے نیچے یا سمندر کی گہرائیوں میں دبے ہوئے ہیں۔

ان آیات میں اس طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے کہ جب بھی انبیاء کرامؑ تشریف لائے اور انہوں نے اپنی قوموں کو ان کی نافرمانی پر برے انجام سے آگاہ کیا تو انہوں نے انبیاء کرامؑ کی ہر بات کو حقیر سمجھ کر اس کو ٹھکرا دیا اور غرور و تکبر کا طریقہ اختیار کرتے چلے گئے لیکن جب انہوں نے عذاب الٰہی کو آتے دیکھا تو پھر وہ کہنے لگے کہ اب ہم ایمان لاتے ہیں۔ ایک اللہ کو مانتے اور ہر طرح کے شرک سے توبہ کرتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اب ان کا ایمان لانا یا توبہ کرنا اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے کیونکہ اللہ کا دستور اور قانون یہ ہے کہ جب عذاب الٰہی سامنے آ جائے یا اس کے فرشتے سامنے آ جائیں تو پھر یہ مہلت ختم ہونے کا اعلان ہوتا ہے نہ کہ عمل شروع کرنے کا۔

درحقیقت ان آیات میں کفار مکہ سے خاص طور پر اور قیامت تک آنے والی نسلوں سے کہا جا رہا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی اور اس کی سہولتوں میں اس طرح گم نہ ہو جائیں کہ دنیا ہی کو اپنا سب کچھ سمجھنے لگیں بلکہ اس عذاب سے بچنے کی ابھی سے تدبیر کریں جو ان کے برے اعمال کے نتیجے میں ان سے دور نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت نکل جائے اور پھر مہلت عمل نہ ملے۔

ان آیات کے ساتھ ہی الحمد للہ سورۃ المومن کا ترجمہ اور اس کی تشریح تکمیل کو پہنچ گئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۴ تا ۲۵

• فمن اظلم • الیہ یرد

سورۃ نمبر ۴۱

# حٰمٓ السّجدۃ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ حٰمٓ السجدۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

| سورۃ نمبر | 41 |
| --- | --- |
| کل رکوع | 6 |
| آیات | 54 |
| الفاظ و کلمات | 809 |
| حروف | 3406 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

☆ نہایت رحم و کرم کرنے والے اللہ نے قرآن کریم کو عربی میں اس لیے نازل کیا ہے تاکہ جو لوگ قرآن کے مخاطب اول (مکہ والے۔ عرب والے) ہیں وہ اس کو اچھی طرح سمجھ کر ساری دنیا کے لوگوں کو سمجھائیں اور انہیں کوئی دشواری نہ ہو۔

☆ یہ قرآن ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کے لیے خوش خبری اور اس کو نہ ماننے والوں کو ان کے برے انجام سے آگاہ اور خبردار کرنے کا ذریعہ ہے۔

☆ کفار و مشرکین کہتے تھے کہ اے محمد ﷺ! آپ جو باتیں ہم سے کرتے ہیں وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتیں کیونکہ ہمارے بیچ پردہ و رکاوٹ ہے۔ لہٰذا آپ اپنی جدوجہد کیجئے اور ہمیں اپنے کام دھندے میں لگا رہنے دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا ہی ایک بشر ہوں میری طرف جو بھی وحی کی جاتی ہے وہ میں تمہیں بتا رہا ہوں پھر بھی تم میری بات کو نہیں سمجھتے۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ہمارا اور تمہارا معبود صرف ایک اللہ ہی ہے وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے۔ تمہیں اسی سیدھے راستے کی طرف چل کر اپنے گناہوں سے معافی مانگنا چاہیے۔

☆ فرمایا کہ یہ مشرکین کس قدر بدنصیب لوگ ہیں نہ تو انسانیت کے بھلے کے لیے کوئی کام کرتے ہیں نہ انہیں آخرت کی زندگی پر یقین ہے۔ حالانکہ اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح کی زندگی گزاریں گے ان کو ہمیشہ بہترین اجر و ثواب دیا جائے گا جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔

فرمایا کہ قوم عاد اور قوم ثمود کی تاریخ گواہ ہے کہ یہ دونوں زبردست اور طاقت ور قومیں تھیں جنہیں اپنی قوت و طاقت پر غرور کی حد تک ناز تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم سے بڑھ کر طاقت و قوت میں کوئی ہے تو وہ سامنے آئے۔ ان کی اصلاح کے لیے انبیاء کرام تشریف لائے انہیں ہر طرح سمجھایا۔ جب انہوں نے مسلسل نافرمانیاں کیں تو ان کو اس طرح تہ و بالا کر دیا گیا کہ آج ان کے کھنڈرات ان کفر و انکار کرنے والوں کی بے بسی کا تماشا دکھا رہے ہیں جن کی تباہی ایک عبرت کی مثال بن کر رہ گئی ہے۔

☆ فرمایا کہ اگر یہ کفار صرف زمین و آسمان کی پیدائش پر ہی ذرا غور کر لیتے تو وہ اللہ کی توحید اور عظمت کا انکار کر ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے چھ دنوں میں اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ اس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کر کے اس پر

☆ فرمایا کہ جو لوگ زندگی بھر یقین پر قائم رہتے ہوئے دوسروں کو راہ ہدایت دکھاتے ہیں وہ "داعی الی اللہ" یعنی اللہ کی طرف بلانے والے وہ ہر معاملے میں نرمی اختیار کریں۔ برائی کا جواب بھلائی سے دیں اور اس راستے میں جو حق و صداقت کا راستہ ہے اس پر ڈٹے رہیں، صبر اور برداشت سے کام لیں۔

☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ منکرین جو آپ ﷺ کا مذاق اڑا رہے ہیں آپ ﷺ کی ہر بات کا انکار کر رہے ہیں آپ ﷺ اس سے پریشان نہ ہوں کیونکہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر آئے ہیں ان کے ساتھ بھی لوگوں نے یہی معاملہ کیا مگر انہوں نے اس پر صبر کیا۔ آپ ﷺ بھی صبر سے کام لیجیے۔ ہر کامیابی آپ ﷺ کے قدم چومے گی۔

☆ فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کریم کو عربی زبان میں اس لیے نازل کیا ہے تاکہ وہ لوگ اس کو سمجھ سکیں۔ اگر یہ قرآن عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں نازل کیا جاتا تو یہ پھر بھی مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ رسول تو عربی ہے اور اس کی کتاب عجمی زبان میں ہے۔ فرمایا کہ آپ ﷺ ان کو باتیں کرنے دیجیے کیونکہ یہ ان اندھوں کی طرح ہیں جو ہر جگہ ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آج اگر یہ لوگ آپ ﷺ سے اختلاف کر رہے ہیں تو یہ کوئی ایسی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس سے پہلے جب حضرت موسیٰ توریت جیسی کتاب لے کر آئے تو انہوں نے ان سے بھی اختلاف کیا تھا اور ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

☆ فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ وہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا بلکہ خود ہی یہ لوگ اپنے نفسوں اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے عادی ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا کہ قیامت تو ضرور آئے گی لیکن وہ دن ان جیسے ظالموں کے لیے کوئی اچھا دن نہ ہوگا۔ اس سے بچنے کی فکر آج ہی کرنا چاہیے۔

☆ فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ عجیب حال ہے کہ ویسے تو یہ بہت بڑھ بڑھ کے پھرتے ہیں لیکن ان پر ذرا بھی مصیبت آجائے تو مایوسی کی انتہاؤں پر پہنچ جاتے ہیں اور اگر کچھ مل جائے تو اس پر اترانے اور غرور کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ ہماری محنت سے حاصل ہوا ہے اور ہم پر کسی کا احسان نہیں ہے۔

☆ اللہ نے آخر میں فرمایا کہ اگر انہوں نے نبی کریم ﷺ کے دامن اطاعت و محبت سے وابستگی اختیار نہ کی تو وہ وقت دور نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ ان کے اردگرد اور خود ان کی اپنی جانوں میں نشانیاں دکھائے گا۔

علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ ایک پیشین گوئی تھی جو غزوہ بدر کے دن پوری ہوئی جب کفار کے بڑے بڑے لوگ اس جنگ میں مارے گئے۔ ساری دنیا میں کفار ذلیل و رسوا ہو گئے اور ایک بدترین انجام سے دوچار ہوئے۔

## سورۃ حٰمٓ السجدۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

### ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

حٰ۔ م (ان حروف کی مراد کا علم اللہ کو ہے)

یہ کلام بہت رحم کرنے والے مہربان اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ ایسا قرآن ہے جو عربی زبان میں ہے اور علم و عقل رکھنے والوں کے لئے (نصیحت) ہے۔ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ ان (کفار میں سے) اکثر نے منہ پھیر لیا ہے اور وہ سنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تم ہمیں جس طرف بلا رہے ہو اس سے ہمارے دل پردے (غلاف) میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی (ڈاٹ) ہے اور ہمارے تمہارے درمیان ایک پردہ ہے۔ پس تم اپنا کام کئے جاؤ۔ بے شک ہم تو اپنا کام کئے جا رہے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف تم جیسا ہی بشر ہوں البتہ میری طرف وحی کی جاتی ہے تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے۔ پس تم اسی کی طرف سیدھے سیدھے چلو اسی سے مغفرت مانگو۔ ان مشرکین کے لئے بڑی خرابی ہے جو زکوۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ لیکن بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے لئے ایسا اجر و ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱تا۸

فُصِّلَتْ کھول دی گئی

اَعْرَضَ منہ پھیر لے

اَكِنَّةٌ (كِنَانٌ) پردے

وَقْرٌ بوجھ۔ گرانی۔ ڈاٹ

حِجَابٌ پردہ

اِسْتَقِيْمُوْا سیدھے رہو

غَيْرُ مَمْنُوْنٍ نہ ختم ہونے والا

## تشریح: آیت نمبر ۱تا۸

اس سورت کو "حم" سے شروع کیا گیا ہے یہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ اس سے پہلے یہ بتا دیا گیا ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ رب العالمین کو ہے۔ سورۃ مومن اور سورۃ احقاف تک سات سورتیں "حم" سے شروع کی گئی ہیں جن کے بہت سے فضائل ہیں جس کی کچھ تفصیل آپ نے سورۃ مومن میں بھی پڑھ لی ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی ایک صداقت و حقانیت یہ ہے کہ یہ نہایت رحم و کرم کرنے والے اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا قرآن ہے جس کی آیتیں بالکل واضح اور صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ چونکہ عربی زبان میں ہیں اس لئے ان آیات کے مخاطب اول اہل مکہ کو ان آیات کے سمجھنے میں کوئی دشواری بھی نہیں ہے لیکن اگر ان آیات پر دھیان نہ دیا جائے تو مشکل نظر آتی ہیں۔ ہر وہ شخص جس میں ذرا بھی علم و دانش یا عقل و فہم ہے وہ ذرا سی توجہ سے ان کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور اس کے

لئے نہ سمجھنے کا کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ فرمایا کہ اس قرآن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ جہاں جنت اور بہترین اعمال کے بہترین نتائج کے لئے خوش خبری دیتا ہے وہیں لوگوں کو جہنم کی بھڑکتی آگ اور برے انجام سے بھی ڈراتا ہے لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

وہ قرآن کریم کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ اے نبی ﷺ! آپ ہمیں جس طرف دعوت دے رہے ہیں وہ باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ ہمارے کانوں اور مزاجوں پر گراں گذرتی ہیں ایسا لگتا ہے کہ آپ کے درمیان اور ہمارے درمیان ایک پردہ اور رکاوٹ ہے نہ تو آپ ہماری بات سمجھتے ہیں اور نہ ہم آپ کی لہٰذا بہتر یہی ہے کہ آپ اپنا کام کئے جائیے اور ہمیں اپنے کام میں لگا رہنے دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں میری طرف اس بات کی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا اور ہمارا معبود ایک ہی ہے تمہاری ساری توجہ، عبادت اور دعا صرف اللہ کی ذات کے لئے ہونی چاہیے جس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا چاہیے کیونکہ اگر تم کفر و شرک پر قائم رہے تو اس کا انجام نہایت بھیانک ہے۔ کیونکہ مشرکین نہ تو کسی بھلے اور نیک کام میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور نہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں بلکہ ہر سچائی کا انکار کرتے ہیں۔ یہی چیز ان کو بربادی کی طرف لے جارہی ہے۔ اس کے برخلاف جو لوگ ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کریں گے ان کو اتنا عظیم اجر اور بدلہ دیا جائے گا جو ہمیشہ ان کے کام آئے گا اور اس کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

قُلْ أَئِنَّكُمْ

لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٩﴾ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ﴿١٠﴾ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿١١﴾ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ
الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ
عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ
خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۖ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً
فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى
الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ
الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ
عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ
لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى
فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ
نَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾

۲ ع ۱۶

**ترجمہ آیات نمبر ۹ تا ۱۸**

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور تم (دوسروں کو) اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ (حالانکہ) وہی سارے جہانوں کا رب ہے جس نے اس (زمین کے اوپر پہاڑوں کے) بوجھ رکھ دیئے اور اس میں برکت رکھ دی۔ اس نے چار دنوں میں فائدے کی چیزیں مقرر کر دیں۔ اور تمام پوچھنے والوں کے لئے

(ان کی طلب وخواہش کے مطابق) ہر طرح کا رزق عطا کیا۔ پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی جو ایک دھواں سا تھا پھر اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی (آنا تو پڑے گا) دونوں نے کہا کہ ہم خوشی خوشی حاضر ہیں۔ پھر اس نے دو دنوں میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان (کے فرشتوں) کو اس کے کام کی وحی کر دی۔ اور ہم نے ہی آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دے کر اس کی حفاظت (کا انتظام) کیا۔ یہ غالب حکمت والے اللہ کا فیصلہ تھا۔

(اے نبی ﷺ) اگر وہ (ان تمام سچائیوں کے ہوتے ہوئے بھی) منہ پھیر لیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایک ایسی زبردست آفت (چنگھاڑ) سے آگاہ کر رہا ہوں جیسی آفت و مصیبت قوم عاد اور قوم ثمود پر آئی تھی (عذاب آیا تھا) جب کہ ان کے پاس (لگاتار) آگے اور پیچھے رسول آتے رہے (اور سمجھاتے رہے کہ) تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی مت کرنا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو وہ فرشتوں کو نازل کرتا لہٰذا تم جس (پیغام حق) کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

(اس طرح) قوم عاد نے ناحق غرور و تکبر کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟ (جو ہمیں عذاب دے گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ بے شک اللہ وہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا جو قوت و طاقت میں ان سے بڑھ کر ہے اور وہ ہماری نشانیوں (پر ایمان لانے کے بجائے) انکار کرتے رہے۔ پھر ہم نے ان پر ایسی زبردست ہوا (کا طوفان) بھیجا (جو عذاب کی وجہ سے ان کے حق میں) منحوس دن تھا تاکہ ہم انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب چکھا دیں۔ اور آخرت کا عذاب تو اور بھی زیادہ ذلیل و رسوا کرنے والا ہوگا جس میں (انہیں کسی طرف سے بھی) مدد نہ پہنچے گی۔

رہے قوم ثمود تو ہم نے انہیں راستہ دکھایا تھا لیکن انہوں نے ہدایت (کے مقابلے) میں اندھا بنا رہنے کو پسند کیا۔ (نتیجہ یہ ہوا کہ) ان کو ذلیل و رسوا کر دینے والے عذاب میں ایک زبردست چنگھاڑ نے آ پکڑا۔ یہ اس کی سزا تھی جو وہ کرتے تھے۔

(اس کے برخلاف) ہم نے انہیں بچا لیا (نجات دی) جو لوگ ایمان لے آئے تھے اور جو

لوگ پرہیزگار تھے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۹ تا ۱۸

زَوَاسِیَ بھاری پہاڑ۔ بوجھ

اَقْوَاتٌ (قُوْتٌ) کھانے کی چیزیں

قَدَّرَ اس نے مقرر کیا۔ اندازہ کیا

دُخَانٌ دھواں

طَوْعًا خوشی خوشی

کَرْهًا زبردستی

طَآئِعِیْنَ کہنا ماننے والے

قَضٰی اس نے فیصلہ کیا

زَيَّنَّا ہم نے زینت دی۔ خوبصورت بنایا

مَصَابِیْحُ چراغ

صٰعِقَةٌ کڑک

اَشَدُّ زیادہ طاقت والا

یَجْحَدُوْنَ وہ انکار کرتے ہیں

رِیْحٌ ہوا

صَرْصَرٌ سخت۔ تند و تیز

نَحِسَاتٌ آفتوں والا

اَخْزٰی زیادہ ذلیل کرنے والا

اِسْتَحَبُّوْا انہوں نے پسند کیا

**الْهُونِ** (ذلیل و رسوا کرنا)

## تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۸

ان آیات میں کفار و مشرکین کو ان کے کفر و شرک پر آگاہ کرتے ہوئے زمین آسمان اور ان کے درمیان جتنی بھی بے شمار مخلوقات ہیں ان کی تفصیل ارشاد فرماتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ انسان کی انتہائی بے عقلی اور نا سمجھی کی بات ہے کہ جس اللہ نے اتنے عظیم الشان آسمان اور زمین کو پیدا کر کے انسان کی تمام ضروریات کو ان میں رکھ دیا ہے وہ اس کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک کر کے ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں حالانکہ ہر طرح کی عبادت اور بندگی کا حق دار صرف وہی ایک خالق حقیقی ہے جس نے چھ دن میں اس پورے نظام کائنات کو بنایا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مدینہ کے یہودیوں نے حضور اکرم ﷺ سے زمین و آسمان کی پیدائش کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ (۱) اللہ تعالیٰ نے زمین کو اتوار اور پیر کے دن پیدا کیا (۲) پہاڑوں اور ان میں جو بھی معدنیات اور ذخائر ہیں ان کو منگل کے دن میں (۳) درخت، پانی کے چشمے، شہر اس کی عمارتیں اور ویران میدانوں کو بدھ کے دن پیدا کیا (۴) جمعرات کے دن آسمان بنائے (۵) اور جمعہ کے دن ستارے، چاند، سورج اور فرشتے اس وقت پیدا کئے کہ جب جمعہ کے دن میں تین ساعتیں باقی تھیں۔ ان میں سے دوسری ساعت میں تمام آفتوں اور مصیبتوں کو پیدا کیا جو ہر چیز پر آنے والی ہیں۔ اور تیسری ساعت میں حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ ان کو جنت میں ٹھہرایا۔ ابلیس کو سجدہ کا حکم دیا اور انکار پر اس کو جنت سے نکال دیا گیا۔ یہ سب تیسری ساعت کے ختم ہونے تک ہوا۔ (ابن کثیر)

یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے چھ دن میں دنیا بنائی لیکن ساتویں دن آرام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ "بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا اور ان کے بنانے میں ہمیں کوئی تکان نہیں ہوئی" یعنی ساتویں دن اللہ نے تھکن کی وجہ سے آرام نہیں کیا کیونکہ کسی کام کے کرنے کے بعد تھک جانا یہ انسان کی عادت تو ہے لیکن اللہ کے تھک جانے کا تصور انتہائی غلط اور باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو چھ دن میں بنانے کے متعلق جن آیات کو نازل کیا ہے ان کا مقصد یہودیوں کے غلط عقیدہ کی اصلاح ہے۔ اب اس بات پر بحث کرنا کہ پہلے زمین پیدا ہوئی یا آسمان تو یہ وقت کو ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم کسی جگہ بھی کائنات کی تخلیق کا ذکر کسی طبعیاتی ذکر یا کچھ علوم سکھانے کے لئے نہیں کرتا بلکہ توحید و رسالت اور فکر آخرت پیدا کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح ہو سکے اور وہ غور و فکر سے کام لے کر اللہ کی ذات و صفات کو پہچان سکیں اور تکبر و غرور سے بچ سکیں جیسے قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کی ان ترقی یافتہ قوموں نے فکر آخرت کے بجائے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا تھا اور اپنے اچھے اعمال ادا کرنے کے

ہوئے اپنی بڑائی کا اظہار کرتے رہے اور جان بوجھ کر سچائیوں سے وہ اندھے بنے رہے آخر کار ان پر وہ عذاب آیا جو ان کی ترقیات اور مال و دولت کو تباہ و برباد کر کے چٹ کر گیا اور ان کی زندگیوں کو ایک فسانہ بنا کر رکھ دیا۔

ان تمام باتوں کو اللہ نے ارشاد فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہیے کہ کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں ہے وہ جہانوں کا پروردگار ہے۔ یہ اسی کا کرم ہے کہ اس نے زمین پر پہاڑوں کے بوجھ رکھ دیئے تاکہ زمین اپنی جگہ ٹھہری رہے۔ اللہ ہی نے اس زمین میں برکت عطا فرمائی اور چار دنوں میں اس نے برکت کی تمام چیزیں اس سرزمین میں رکھ دیں اور تمام ان لوگوں کی طلب و خواہش کے مطابق ہر طرح کا رزق مہیا کر دیا جو وہ مانگ سکتے تھے۔

فرمایا کہ جب اللہ نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی تو وہ ایک دھواں سا تھا پھر اس نے اس دھوئیں اور زمین سے کہا کہ تم دونوں خوشی سے یا زبردستی آ جاؤ یعنی تمہیں آنا تو پڑے گا۔ دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ پھر اس نے دو دنوں میں سات آسمان بنا دیئے۔ پھر اس نے ہر آسمان کے فرشتوں اور مصلحتوں کو ان کے کاموں کی وحی کر دی۔ فرمایا کہ ہم نے ہی آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت و خوبصورتی عطا کر کے اس کی حفاظت کا سامان کر دیا۔ یہ سارے فیصلے غالب حکمت والے اللہ کی طرف سے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ کفار ان تمام سچائیوں کے باوجود ان حقائق سے منہ پھیر لیتے ہیں تو آپ اعلان کر دیجئے کہ میں تمہیں ایسی زبردست چنگھاڑ (عذاب الٰہی) سے آگاہ کر رہا ہوں جیسی قوم عاد اور قوم ثمود پر آئی تھی۔ حالانکہ ان کو سمجھانے کے لئے اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا اور بتایا تھا کہ اللہ کے سوا عبادت و بندگی کے لائق کوئی نہیں ہے مگر ان کی بات ماننے کے بجائے انہوں نے اعتراض کرنا شروع کر دیئے کہ اگر اللہ کو ہماری ہدایت کے لئے بھیجنا تھا تو فرشتوں کو بھیج دیا ہوتا۔ ہم جیسے بشر کے ذریعہ ہمیں یہ پیغام کیوں دیا گیا لہٰذا ہم اس (دعوت حق) کا انکار کرتے ہیں۔ قوم عاد نے ناحق غرور و تکبر کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے زیادہ قوت و طاقت والا کون ہے جو ہمیں عذاب دے گا؟ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس بات کو بھول گئے کہ اللہ وہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا جو طاقت و قوت میں ان سے بڑھ کر ہے۔ لیکن وہ لوگ اللہ کی نشانیوں پر ایمان لانے کے بجائے ان کا انکار کرتے رہے۔ اللہ نے فرمایا کہ پھر ہم نے ان پر ایسی زبردست طوفانی ہواؤں کو بھیجا کہ جس سے ان کے حق میں ان کے دن منحوس دن ثابت ہوئے۔ یہ اس لئے تھا کہ ان جیسے لوگوں کو دنیا کے عذاب کا مزا چکھا دیا جائے اور انہیں بتا دیا جائے کہ آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ وہاں تو آخرت میں ذلیل و رسوا کر کے رکھ دے گا۔ رہے قوم ثمود تو اگرچہ ہم نے ہی انہیں راہ ہدایت دکھائی تھی مگر وہ ہدایت کے مقابلے میں اندھے بنے رہے۔ آخر کار ان کو بھی ایک زبردست چنگھاڑ نے تباہ کر دیا اور اللہ نے اہل ایمان کو اور اللہ سے ڈرنے والوں کو پوری طرح نجات عطا فرما دی تھی۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَآءُ

اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتّٰىٓ إِذَا مَا جَآءُوهَا شَهِدَ
عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾
وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوٓا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ
الَّذِيٓ أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّإِلَيْهِ
تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ
سَمْعُكُمْ وَلَآ أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ
لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٢﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي
ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدٰىكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِنْ
يَّصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۖ وَإِنْ يَّسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِّنَ
الْمُعْتَبِينَ ﴿٢٤﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ
أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيٓ أُمَمٍ
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا
خٰسِرِينَ ﴿٢٥﴾

٣ ع ١٧

**ترجمہ: آیت نمبر ١٩ تا ٢٥**

اور جس دن اللہ کے دشمن (کفار و مشرکین) جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے تو وہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو ان پر ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھال اور چمڑے بھی گواہی دیں گے کہ وہ کیا کرتے رہے تھے۔

(حیرت و تعجب سے) اپنی کھالوں (گوشت پوست) سے پوچھیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ (اور یہ بولنے کی طاقت تمہارے اندر کہاں سے آئی؟) جواب دیں گے کہ ہمیں اس اللہ نے بولنے کی طاقت دی ہے جس نے ہر ایک کو بولنے کی طاقت عطا کی ہے۔ اسی نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور تم اسی کی طرف لوٹائے گئے ہو۔ (اس وقت فرمایا جائے گا کہ) جب تم چھپ چھپ کر گناہ کیا کرتے تھے تمہیں اس وقت اس کا خیال و گمان تک نہ تھا کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہارے جسموں کی کھالیں بھی تم پر گواہی دیں گی۔ تم نے تو یہ سمجھ رکھا تھا کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر بھی نہیں ہے۔ تمہارے اسی جھوٹے گمان نے جو تم نے اپنے رب کے متعلق قائم کر رکھا تھا ہلاک و برباد کر ڈالا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ (قیامت میں کہا جائے گا کہ) اگر وہ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور اگر اب وہ معافی بھی مانگیں تو وہ ان لوگوں میں سے نہ ہوں گے جن کو معاف کیا جاتا ہے۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) ہم نے ان پر ایسے ہم نشین (ساتھی) مسلط کر دیئے تھے جو انہیں آگے اور پیچھے کی ہر چیز کو خوبصورت بنا کر دکھاتے تھے۔ بہرحال ان پر بھی وہی عذاب آکر رہے گا جو ان سے پہلے گذرے ہوئے جنات اور انسانوں کے گروہوں پر مسلط کیا گیا تھا۔ یقیناً وہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵

| | |
|---|---|
| یُحْشَرُ | اکٹھے کئے جائیں گے |
| یُوْزَعُوْنَ | گروہوں میں تقسیم ہوں گے |
| شَھِدَ | اس نے گواہی دی |
| جُلُوْدٌ (جِلْدٌ) | کھالیں۔ گوشت پوست۔ چمڑے |
| لِمَ شَھِدْتُّمْ | تم نے گواہی کیوں دی |
| اَنْطَقَنَا | ہمیں بولنے کی طاقت دی |
| مَرَّۃٌ | مرتبہ۔ بار بار |
| تَسْتَتِرُوْنَ | تم پردہ کرتے ہو۔ چھپاتے ہو |

| | |
|---|---|
| اَرْدٰی (اِرْدَاءٌ) | ہلاک کیا۔ تباہ کیا |
| یَسْتَعْتِبُوْا | راضی کریں گے |
| قَیَّضْنَا | ہم نے مقرر کردیا |

## تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵

انسان راز داری کے ہزاروں پردوں کے اندر چھپ کر کوئی کام کرے یا اعلانیہ کھلم کھلا۔ اللہ کو اس کی ایک ایک حرکت کا علم ہوتا ہے۔ جس بات کو دنیا کا کوئی آدمی نہیں جانتا اور ہر ایک سے پوشیدہ ہے اللہ کو اس کا بھی علم ہے لیکن جس طرح شتر مرغ ریت میں منہ چھپا کر یہ سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کی نظروں سے چھپ گیا ہے اسی طرح گناہ گار اور خطا کار آدمی بھی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ہر حرکت دوسروں سے پوشیدہ ہے حالانکہ اللہ اس کو جانتا ہے اور اس کے پاس ہر بات کا ریکارڈ موجود ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار مکہ میں سے اکثر لوگوں کا یہ گمان تھا کہ اگر کوئی کام چھپ کر کیا جائے تو اس کا علم کسی کو نہیں ہوتا یہاں تک کہ (نعوذ باللہ) اللہ کو بھی اس کے متعلق کچھ علم نہیں ہوتا۔ اس غلط اور بے بنیاد گمان نے ان کو تباہی کے کنارے تک پہنچا دیا تھا۔ اگر انہیں اس بات کا ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ وہ زندگی بھر جن اعضاء کے بنانے سنوارنے اور خدمت کرنے میں لگے رہتے تھے وہی ہاتھ، پاؤں، زبان، گوشت، پوست، ہڈیاں اور کھالیں ان کے خلاف گواہی دینے کھڑے ہو جائیں گے تو ان کا انداز فکر اور طرز عمل بڑا مختلف ہوتا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ایک دن بیت اللہ شریف کے پردے سے چپٹے ہوئے دعا کر رہے تھے کہ آپ نے دو آدمیوں کی گفتگو سنی جو آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جو بات کھلم کھلا اعلانیہ کی جائے اللہ کو صرف اسی کا علم ہوتا ہے یعنی جو بات پوشیدہ ہوتی ہے اس کا علم اللہ کو نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق حضرت عبداللہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں تین باتوں کو بتایا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ قیامت کے دن جب اللہ کے دشمنوں یعنی کفار و مشرکین کو اللہ کے فرشتے جہنم کی طرف ہنکا کر لے جا رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو مختلف گروہوں میں تقسیم فرما دیں گے جو ایک ایک کر کے جہنم کے قریب جمع ہوتے جائیں گے۔ سب لوگوں کے جمع ہونے کے بعد حساب کتاب شروع ہوگا۔ جب کفار و مشرکین کے سامنے ان کے گناہوں اور خطاؤں کی فہرست رکھی جائے گی تو وہ ان گناہوں کا صاف انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تو یاد نہیں ہے کہ ہم نے کبھی اس طرح کے گناہ کئے ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان جیسے لوگوں کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے تمام اعضاء کو بولنے کی طاقت عطا کر دی جائے گی اور انسان کے تمام اعضاء اس کے تمام اعمال کو بیان کرنا شروع کر دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ان لوگوں کے منہ پر مہریں لگا دی جائیں گی وہ سب سے پہلے اس کی ران سے سوال کیا جائے گا کہ تو یہ بتا کہ اس نے کیا کیا حرکتیں کی تھیں۔ اس پر اس کی ران، گوشت پوست ہڈیاں اور کھالیں تک اس کے اعمال کی

گواہی دیں گی (مسلم) اس پر انسان اپنے اعضاء سے شکوہ کرے گا کہ تمہارا ستیاناس ہو جائے میں نے تو زندگی بھر تمہیں آرام و سکون پہنچایا اور تمہاری خدمت کرتا رہا آج تم میرے ہی خلاف گواہی دینے کھڑے ہو گئے ہو؟ یہ بولنے کی طاقت تمہارے اندر کہاں سے آگئی؟ وہ جواب دیں گے کہ اسی اللہ نے جس نے ہر ایک کو بولنے کی طاقت دی ہے اسی نے ہمیں بولنے کی زبان اور ہمت دی ہے۔ انسان کی کھالیں بھی گواہی دیں گی کہ اس آدمی نے فلاں فلاں گناہ کئے تھے (مسلم)

کھالوں کی گواہی پر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں اور زبان کی گواہی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن کھالیں گواہی دیں گی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ موجودہ دور جو علم و تحقیق کا دور ہے اس میں سائنس نے اس مسئلہ کو کتنا آسان کر دیا ہے اور (Skin Speech) کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ آدمی جو بھی گفتگو یا عمل کرتا ہے تو وہ اس کی کھال پر ریکارڈ ہوتا چلا جاتا ہے جس کو دوبارہ اسی طرح سنا جا سکتا ہے جس طرح ایک ٹیپ ریکارڈر میں ریکارڈ کی گئی آواز کو دوبارہ سنا جا سکتا ہے۔

ان آیات میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اللہ نے کفار و مشرکین کو اس دنیا کی زندگی میں بہت زیادہ مہلت عطا کی تھی جس سے انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا تھا اور وہ زندگی بھر بے عملی کا شکار رہے تھے۔ قیامت کے دن جب وہ عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو وہ گڑگڑا کر معافی مانگنے لگیں گے۔ اس وقت اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ اب معافی مانگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ معافی کی قبولیت کا وقت گذر چکا اور اس طرح کفار و مشرکین اور ان کے راستوں پر چلنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔

ان آیات میں تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ جب انسان کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور ہر اصلاح کی بات کو قبول کرنے کی صلاحیت کو وہ کھو بیٹھتا ہے تو اس کو ایسے ساتھی مل جاتے ہیں یا اللہ ان پر عذاب کے طور پر ایسے ساتھیوں کو مسلط کر دیتا ہے جو اس کو ہرے ہرے باغ دکھاتے ہیں اور گمراہی کی باتوں کو خوبصورت بنا کر دکھاتے ہیں اور یہی چیز آدمی کو جہنم کے کناروں تک پہنچا دیتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے لئے بری صحبت صرف بدترین عادت ہی نہیں بلکہ عذاب الٰہی بھی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ جب آدمی کا مزاج برے راستوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے تو اس کو ایسے دوست ملنا شروع ہو جاتے ہیں جو اسی کی طرح بگڑے ہوئے مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔ مشہور بات ہے کہ اگر کسی کی عادتوں، مزاج اور خصلتوں کو جانچنا اور پرکھنا ہو تو اس کے آس پاس اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے اور ساتھ رہنے والوں کو دیکھ جائے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے ہی لوگ جنہوں نے اپنا مزاج ضد، ہٹ دھرمی اور منافقت والا بنا لیا ہو تو اس کو دنیا اور آخرت میں سخت سزا دی جائے گی اور اس کی دنیا اور آخرت برباد ہو کر رہ جائے گی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ
وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ

كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ﴿٣٢﴾

ع ۱۸

**ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۲**

اور کافر کہتے تھے کہ تم اس قرآن کو نہ سنو۔ شوروغل مچاؤ تا کہ تم ان پر غالب آجاؤ۔ (فرمایا کہ) ہم ان کافروں کو سخت ترین عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے۔ اور یقیناً ہم ان کو ان کے بد ترین اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے جنہیں وہ کیا کرتے تھے۔ یہ ہے اللہ کے دشمنوں کا بدلہ (جہنم کی) آگ جس میں وہ رہیں گے جو ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ وہ جو ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے یہ اس کی سزا ہوگی۔

(وہاں یہ) کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں جنات اور انسان دونوں گروہوں میں سے ان گروہوں کو دکھا دیجئے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تا کہ ہم انہیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں وہ ذلیل و خوار ہو کر رہ جائیں۔

بے شک جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر انہوں نے استقامت اختیار کی (جمے اور ڈٹے رہے) تو یقیناً ان پر فرشتے اتریں گے (اور ان سے کہیں گے کہ) تم نہ تو خوف کھاؤ اور نہ رنجیدہ ہو۔ تم اس جنت (کے دیئے جانے) کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی وہاں تم جو کچھ چاہو گے وہ ملے گا اور اس میں ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کی تم تمنا کیا کرتے تھے (کیونکہ) یہ بہت معاف کرنے والے اور رحم و کرم کرنے والے اللہ کی طرف سے (تمہاری) مہمان داری ہوگی۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۲۶ تا ۳۲

| | |
|---|---|
| لَا تَسْمَعُوْا | تم نہ سنو |
| اِلْغَوْا | شور مچاؤ |
| تَغْلِبُوْنَ | تم غالب ہو جاؤ گے |
| نُذِيْقَنَّ | ہم ضرور چکھائیں گے |
| اَسَاءُوْا | برا کیا |
| دَارُ الْخُلْدِ | ہمیشہ کا گھر |
| اِسْتَقَامُوْا | وہ جمے رہے |
| يُلْحِدُوْنَ (اَلْحَادٌ) | ٹیڑھا چلتے ہیں |

## تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۲

ہمیشہ سے ایسے لوگوں کی اکثریت رہی ہے جو حق و صداقت، نصیحت اور تنقید کو کھلے ذہن سے سننے کے بجائے اس سے منہ پھیر کر چلتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ جس چیز کو وہ حقیقت سمجھ رہے ہیں سارا حق اس کے مطابق ہو کر چلے وہ اپنے گھڑے ہوئے خیالات کی دنیا سے باہر آنا گوارا ہی نہیں کرتے اور ہر تنقید اور نصیحت کو نہایت تلخ اور کڑوا سمجھتے ہیں۔ وہ بغیر کسی ثبوت کے محض جذباتی

اندازے ہیں اس کلام میں عیب کا تاثر پیدا کر دیتے ہیں جو ان کے خیالات سے مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ مکہ کے کفار و مشرکین جب قرآن کریم کی سچائی اور اس کے گہرے اثرات اور نبی کریم ﷺ کی مقناطیسی شخصیت کے سامنے عاجز اور بے بس ہو گئے تو انہوں نے قرآن کی تاثیر اور نبی کریم ﷺ کی عظمت کو کم کرنے کے لئے انتہائی غیر سنجیدہ حرکتیں کرنا شروع کر دیں۔ انہوں نے کچھ لوگوں کو اس مقصد کے لئے تیار کر لیا کہ جب بھی قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو نہ تو خود سنیں اور نہ کسی دوسرے کو سننے دیں اس قدر شور و غل مچایا جائے، دخل اندازی کی جائے اور عیب لگائے جائیں کہ جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے وہ پلٹ کر پھر سے ان کی طرف آ جائیں اور اس طرح وہ غالب آ جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ابو جہل نے لوگوں سے کہا کہ یہ شخص (حضرت محمد مصطفی ﷺ) جب قرآن پڑھے تو خوب شور کرو، تالیاں پیٹو، سیٹیاں بجاؤ تاکہ انہیں یہ پتہ نہ چلے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور چیخ چیخ کر طرح طرح کی آوازیں نکالو اور قرآن سننے سے لوگوں کو روکو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو قرآن کریم کا یہ ادب سکھایا ہے کہ جب بھی قرآن پڑھا جائے تو خاموش اور غور سے سنا جائے تاکہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اس طرح کی غیر سنجیدہ اور اوچھی حرکتیں کر رہے ہیں وہ اپنے بدترین انجام سے بے خبر ہیں ورنہ وہ کبھی ایسی باتیں نہ کرتے۔ جب قیامت کے دن ان کو ان کے برے اعمال کی سزا میں شدید ترین عذاب دیا جائے گا، فرشتے ان کو جہنم کی آگ میں جھونکنے کے لئے گھسیٹتے ہوئے لا رہے ہوں گے تو اس وقت وہ نہ صرف شرمندہ ہوں گے بلکہ اپنے ان پیشواؤں کو ان لوگوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیں گے جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا اور سیدھے راستے سے روک دیا تھا۔ وہ بارگاہ الٰہی میں درخواست پیش کریں گے کہ الٰہی! انسانوں اور جنات میں سے ان لوگوں کو ہمارے سامنے لے آئیے جو ہمارے اس انجام اور تباہی کا سبب بنے ہیں۔ وہ اگر آج ہمارے سامنے آ جائیں تو ہم ان کو پاؤں سے روند ڈالیں گے اور رسوا و ذلیل کر کے رکھ دیں گے۔

فرمایا کہ ایک طرف تو یہ کفار و مشرکین اپنی ذلت اور شرمندگی میں اپنی ہی بوٹیاں نوچ رہے ہوں گے اور دوسری طرف وہ خوش نصیب صاحبان ایمان ہوں گے جنہوں نے حق و صداقت کی تعلیم کو پوری طرح مان کر یہ کہا ہوگا کہ ہمارا رب تو صرف اللہ ہے اور وہ اس پر ثابت قدم بھی رہے ہوں گے تو ان پر اللہ کے فرشتے اور اس کی رحمتیں نازل ہو رہی ہوں گی۔ فرشتے کہیں گے کہ تم کسی طرح کا رنج و غم نہ کرو اور جنت کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے اس پر خوشیاں مناؤ۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ تمہیں آئندہ جو حالات پیش آئیں گے ان کا خوف نہ کرو اور جو چیزیں (مال، اولاد، رشتہ دار وغیرہ) تم دنیا میں چھوڑ آئے ہو ان کا غم نہ کرو اور اللہ نے جس جنت کا وعدہ فرمایا تھا اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے اب تم خوش ہو جاؤ۔

وہ فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ ہم جس طرح دنیا میں تمہارے ساتھ تھے اسی طرح ہم یہاں بھی تمہارے ساتھی رہیں گے۔ وہ اس بات کی خوش خبری بھی دیں گے کہ اہل جنت کے لئے ان جنتوں میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش یا طلب کریں گے۔ یہ درحقیقت نہایت بخشنے والے مہربان پروردگار کی طرف سے مہمان داری ہوگی جو اہل جنت کا ایک بڑا اعزاز ہوگا۔

ان آیات میں فرمایا گیا کہ "ربنا اللہ ثم استقاموا" یعنی جو لوگ یہ کہیں گے کہ ہمارا پروردگار صرف اللہ ہے اور پھر اس

پر وہ قائم بھی رہے ہوں گے یہ دین اسلام کی اصل بنیاد اور دین کی تعلیمات کا خلاصہ ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے دین اسلام کی ایک ایسی جامع بات بتا دیجئے جس کے بعد مجھے کسی اور سے نہ پوچھنا پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہو "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ" (صحیح مسلم) یعنی تم کہو کہ میں اللہ پر ایمان لے آیا اور پھر اسی پر جمے رہو مراد یہ ہے کہ ایمان پر اس قدر مضبوطی سے ڈٹ جاؤ کہ ایمان کے ہر تقاضے اور عمل صالح کو اختیار کرنا تمہارا مزاج بن جائے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ تم "ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" کا کیا مطلب سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ توحید کا اقرار کرنے کے بعد کوئی گناہ نہ کرے۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ تم نے دین کو ایک مشکل بات بنا دیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہی اس کا مطلب بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ توحید کا اقرار کرنے کے بعد پھر بت پرستی اور شرک کو اختیار نہ کرنا۔

سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ "ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" یہ ہے کہ توحید کے اقرار کے بعد منافقت نہ کی جائے۔ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکامات اور امر و نواہی پر سیدھے جمے رہو۔ ادھر ادھر لومڑیوں کی طرح بھاگنے کے راستے تلاش نہ کرو۔

حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ استقامت کے معنی اخلاص عمل کے ہیں۔ یعنی اپنے ہر عمل کو خالص اللہ کے لئے کرنا۔

حضرت حسن بصریؒ نے "ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" کا مطلب یہ بتایا ہے کہ اللہ کے حکم پر قائم رہو کہ اس کی اطاعت کرنا اور اس کی ہر طرح کی نافرمانی سے بچنا۔ (تفسیر بصری)

تفسیر کشاف میں ہے کہ انسان کا "رَبُّنَا اللّٰہُ" کہنا جب ہی درست ہو سکتا ہے جب وہ دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال اور ہر قدم پر اللہ کی زیر نگرانی تربیت حاصل کر رہا ہوں۔ جیسے ایک سانس بھی اس کی رحمت کے بغیر نہیں لے سکتا۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی عبادت و بندگی کے طریقوں پر اس طرح استقامت کے ساتھ جما رہے کہ اس کا قلب اور قالب (بدن) دونوں اس کی عبادت و بندگی سے بال برابر بھی ادھر ادھر نہ بھٹکیں۔

ان تمام ارشادات سے معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور ایمان خالص جس میں شرک و کفر اور بدعات کی ملاوٹ نہ ہو۔ اللہ کے احکامات پر پوری طرح عمل کرنا اور ہر سچائی پر ڈٹ جانا۔ وہی کام کرنا جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہو۔

اللہ کے فرشتے اہل ایمان پر نازل ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ مرتے وقت قبروں میں اور قبروں سے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے میں یہ فرشتے اترتے ہیں۔ ابو حیان نے بحر محیط میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں کہ مومنوں پر فرشتے ہر روز نازل ہوتے ہیں جن کے آثار و برکات ان کے اعمال میں پائے جاتے ہیں۔

حضرت ثابت بنانی سے نعیم نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے "حٰم السجدہ" کی اس آیت کی تلاوت فرمائی جب وہ "تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ" پر پہنچے تو فرمایا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ مومن جس وقت قبر سے اٹھے گا تو وہ فرشتے جو دنیا میں اس کے

ساتھ رہتے تھے وہاں سے ملیں گے اور ان سے کہیں گے کہ تم خوف اور غم نہ کرو بلکہ جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ان فرشتوں کا کلام سن کر اہل ایمان کو اطمینان و سکون مل جائے گا۔

اس آیت کا ٹکڑا ''**وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي**'' یعنی جو بھی تمہاری خواہش اور طلب ہوگی وہ جنت میں اہل جنت کو دی جائے گی۔ اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ جب تم جنت میں کسی پرندے کو اڑتے دیکھو گے اور تمہارے دل میں اس کے کھانے کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ پرندہ اسی وقت بھنا بھنایا تمہارے سامنے آ گرے گا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ نہ تو آگ سے پکا ہوگا اور نہ دھوئیں سے بلکہ خود بخود پک کر تمہارے سامنے آ جائے گا (بیہقی)

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٣٥﴾ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٦﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۳۶

اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور اس نے عمل صالح کئے اور یہ کہا کہ بے شک میں (اللہ تعالیٰ کے) فرماں برداروں میں سے ہوں۔

(اے نبی ﷺ) نیکی اور برائی برابر و یکساں نہیں ہو سکتے لہٰذا تم برائی کو بہترین انداز سے دور کرو پھر تم دیکھو گے کہ وہ شخص جس سے تمہاری دشمنی تھی وہ تمہارا گہرا اور جگری دوست بن گیا ہے۔ مگر یہ بات ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جنہوں نے صبر کیا اور یہ بڑے نصیب والوں کو ملتی ہے۔ اور اگر تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آ جائے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ بے شک وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

## تشریح آیت نمبر ۳۳ تا ۳۶

قرآن کریم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی جائے اور ان کو رب سے جوڑ کر اس کی یاد میں جینے کا طریقہ سکھا دیا جائے۔ اور اس بات کا گہرا شعور بیدار کر دیا جائے کہ وہ صرف اس ایک اللہ کا بندہ ہے جو اس کا خالق، رازق اور مالک ہے وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ ایک اتنا عظیم مقصد ہے جس کی طرف بلانے والے سے بہتر شخص اور کون ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ اس شخص سے بہتر اور کس کی بات ہو سکتی ہے جو ☆ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے ☆ اسی کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہوئے عمل صالح اختیار کرے اور ☆ یہ کہے کہ میں اللہ کا فرماں بردار اور اطاعت گذار بندہ ہوں۔ بعد کی آنے والی آیات سے ظاہر ہے کہ اس سے مراد خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں کیونکہ آپ کی سیرت پاک اس بات کی گواہ ہے کہ آپ سے زیادہ کسی کا قول اور عمل اور دعوت الی اللہ احسن اور بہتر نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ آپ نیکی اور بھلائی کے اسی طریقے پر چلتے رہیے آپ دیکھیں گے کہ دنیا سے ہر برائی ختم ہو جائے گی کیونکہ نیکی اور برائی برابر نہیں ہو سکتیں۔ نیکی ایک طاقت ہے جو آہستہ آہستہ دلوں کو مسخر کرتی چلی جاتی ہے اور ہر برائی کے مٹنے کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ نیکی اور بھلائی کو پھیلانے میں دشواریاں بہت آتی ہیں لیکن اگر عزم و ہمت اور بلند ترین حوصلے کے ساتھ ہر تکلیف کو برداشت کر لیا جائے تو برائی اور بد کرداری کی کمزوریاں ظاہر ہو کر رہتی ہیں۔ وہی لوگ جو مخالفتوں کا طوفان برپا کئے ہوئے ہیں اگر ان کے ساتھ بہتر سلوک، حسن اخلاق، ہر برائی کے مقابلے میں بھلائی، اشتعال کے جواب میں درگذر اور صبر و تحمل سے کام لیا جائے تو جو لوگ آج جانی دشمن بنے ہوئے ہیں وہ گہرے جگری دوست بن جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جن کے دلوں میں اللہ و رسول اور دین اسلام سے بغض اور دشمنی بھری ہوئی ہے وہ ہر موقع پر اشتعال دلانے کی کوشش کرتے ہیں اور کسی زیادتی سے باز نہیں آتے۔ ان کے طرز عمل کے مقابلے میں صبر و استقلال، عزم و ہمت اور تحمل و برداشت اس قدر آسان نہیں ہے لیکن جن کی زندگیوں کا مقصد راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو ہدایت کے راستے پر گامزن کرنا ہے ان کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ شیطان کے دھوکے اور فریب کی طرف سے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں کیونکہ شیطان نہایت دردمند مخلص اور خیر خواہ کے روپ میں آپ کو اور اہل ایمان کو اشتعال اور غصہ دلانے کی کوشش کرے گا کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے لیکن ایسے موقعوں پر آپ اور اہل ایمان برداشت سے کام لے کر اللہ سے پناہ مانگ لیا کریں وہ اللہ سب کی سنتا اور ہر ایک کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ
الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ
عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔـمُوْنَ ۝
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ
اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ
اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا
شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

**ترجمہ: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰**

رات اور دن سورج اور چاند یہ سب اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اگر تم واقعی اس کی (ہی) عبادت و بندگی کرنے والے ہو۔

پھر اگر انہوں نے تکبر کیا تو (اللہ کو کسی کی پروا نہیں ہے) وہ فرشتے جو تمہارے رب کے پاس ہیں وہ دن رات اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور وہ اکتاتے بھی نہیں۔

اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ایک زمین ہے جو بالکل ویران پڑی ہوئی تھی۔ پھر جیسے ہی ہم نے اس پر پانی برسایا تو وہ لہلہانے اور ابھرنے لگی۔ بے شک وہ جس نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا وہی مردوں کو زندہ کرے گا بے شک وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ بلا شبہ جو لوگ ہماری نشانیوں میں الحاد کرتے ہیں (معنی کو الٹ دیتے ہیں) وہ ہم سے چھپے ہوئے

نہیں ہیں۔ (بتاؤ) وہ شخص جو آگ میں جھونک دیا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت میں (نجات) امن و سکون کے ساتھ آئے گا۔ تم جو چاہو کرو لیکن یہ یاد رکھو کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

## تشریح: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

اللہ تعالیٰ نے غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس کائنات میں بے شمار نشانیاں بنائی ہیں لیکن غور و فکر نہ کرنے والے بڑی سے بڑی حقیقت سے اس طرح گذر جاتے ہیں کہ انہیں اس کی حقیقت اور عظمت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ ہر آدمی رات، دن، سورج، چاند اور ستاروں کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک نظام میں بندھے ہوئے ہیں دنیا کی گھڑیاں اور اندازے مختلف ہو سکتے ہیں لیکن ان کا نکلنا، چھپنا اور ڈوب جانا مختلف نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے جب لوگوں کو ستاروں، چاند اور سورج کی عبادت کرتے دیکھا تو یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ان میں سے ہر چیز کا سامنے آنا اور چھپ جانا ان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے لہٰذا یہ کائنات کے خالق و مالک یا مشکل کشا نہیں ہو سکتے بلکہ وہی ایک ذات ان تمام چیزوں کی مالک ہے جو ان کو اپنی رفتار سے چلنے پر مجبور کر رہی ہے۔ اور وہ ایک اللہ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اسی حقیقت کو کھول کر رکھ دیا ہے کہ رات، دن، سورج اور چاند یہ اللہ کو پہچاننے اور عبادت کرنے کی نشانیاں ہیں لہٰذا تم ان کو سجدے نہ کرو بلکہ جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے اسی کی عبادت و بندگی کرو۔ اللہ مخلوق میں سے کسی کی عبادت کا بھی محتاج نہیں ہے کہ اس کی بندگی کی جائے کیونکہ ساری مخلوق بھی اگر اس کی عبادت و بندگی چھوڑ دے تو اس کی سلطنت میں ایک ذرے کی کمی نہیں آ سکتی۔ اللہ کے وہ فرشتے جو اس کے پاس ہیں یا کائنات کی ہر چیز اس کی حمد و ثنا اور عبادت میں مشغول ہے۔ وہ اللہ کی اس طرح عبادت و بندگی کرتے ہیں کہ اس سے کبھی نہیں تھکتے بلکہ ہمیشہ اسی کی رضا و خوشنودی کے لئے اس کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ چاند، سورج، ستاروں کی طرح بارش کا برسنا بھی ایک نشانی ہے۔ اس کو بھی ہر شخص دیکھتا ہے کہ اگر کسی جگہ بارش نہ برسی ہو اور اس کی مٹی ریت بن کر اڑ رہی ہو تو اس کی ویرانی دیکھ کر اندازہ کرنا مشکل ہے کہ یہ خشک زمین بھی کبھی سرسبز و شاداب ہوگی لیکن جیسے ہی اس خشک اور مردہ زمین پر بارش پڑتی ہے تو سوکھی اور ویران پڑی ہوئی زمین میں ایک نئی زندگی محسوس ہوتی ہے اور اس طرح خشک زمین میں سے سبزہ نکل کر اپنی بہار دکھانے لگتا ہے۔ آہستہ آہستہ کھیت لہلہانے لگتے ہیں اور ہر طرف ایک رونق سی آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جو اللہ اتنی بڑی زمین کو خشک اور ویران ہونے کے بعد دوبارہ زندہ اور تر و تازہ کر دیتا ہے اسی اللہ کی قدرت ہے کہ وہ انسان کے مر جانے اور اس کے اعضا بکھر جانے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اور میدان حشر میں جمع کر کے ان سے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بعض لوگ اللہ کی آیات کو اس طرح الٹ کر یا ان کو اس کے مفہوم اور مضمون سے کاٹ کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سننے والے گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگ اللہ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں وہ ہر شخص کے تمام احوال سے پوری طرح واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ رات، دن، سورج، چاند اور بارش پر غور و فکر کرنے کے ساتھ ساتھ ذرا اس بات پر بھی غور و فکر

کر لیا جائے کہ ایک شخص اپنے برے اعمال کے سبب جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا اور وہ اس شدید تکلیف اور عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہے گا۔ وہ بہتر ہے یا وہ شخص بہتر ہے جو قیامت کے ہولناک دن بھی نہایت امن وسکون اور خوشیوں کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا یقینا عقل سلیم کا فیصلہ یہی ہوگا کہ وہ شخص سب سے بہتر ہوگا جو انجام کے اعتبار سے اچھا ہوگا۔

ان آیات میں یہ بات بھی بالکل واضح طریقے پر بتا دی گئی ہے کہ اللہ نے کائنات میں ہزاروں نشانیاں بنائی ہیں جو انسان کو غوروفکر کی دعوت دیتی ہیں جو لوگ ان پر غوروفکر اور تدبر کرتے ہیں وہ دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں لیکن جو ان نشانیوں میں الجھ کر ان چیزوں کو ہی اپنا معبود بنا لیتے ہیں ان کی دنیا بھی خراب ہو جاتی ہے اور آخرت بھی۔ لہٰذا صرف اسی ایک اللہ کی عبادت و بندگی کی جائے اور اس کے سوا کسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔ دراصل سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے اس کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ سجدہ عبادت کے لئے ہو یا تعظیم و تکریم کے لئے دونوں صورتوں میں اجماع امت کے مطابق غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا
جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا
قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ
أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ
أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَ
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ
يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ
فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ
بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

وہ لوگ جنہوں نے قرآن (کا سچا پیغام) آنے کے باوجود اس کا انکار کیا (وہ اپنا انجام بہت جلد دیکھ لیں گے) بے شک (قرآن) ایک زبردست کتاب ہے جس کے سامنے اور پیچھے سے باطل نہیں آسکتا۔ کیونکہ یہ حکمت والے ہر طرح کی تعریفوں کے مستحق اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ سے یہ کفار (مشرکین) جو کچھ کہہ رہے ہیں ان میں سے ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جو آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں سے نہ کہی گئی ہو۔ (پھر بھی) بے شک آپ کا رب بہت معاف کرنے والا ہے لیکن جب وہ (کسی فرد یا قوم کو) پکڑنے پر آجاتا ہے تو پھر) وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔

اور اگر اس قرآن کو عجمی زبان میں نازل کیا جاتا تو وہ کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہ نازل کی گئیں (وہ یہی کہتے کیسی عجیب بات ہے کہ) کتاب عجمی اور (اس کے مخاطب) عربی ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ جو لوگ ایمان لائے یہ ان کے لئے ہدایت و شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے کانوں کی ڈاٹ ہے۔ یہ ان پر اندھا پن مسلط ہے۔ انہیں ایسا لگتا ہے جیسے انہیں بہت دور سے پکارا جا رہا ہے۔

بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی لیکن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے نہ کی گئی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ (یاد رکھو) جس نے حسن عمل کیا وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جس نے برا عمل کیا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ (اور اے نبی ﷺ) آپ کا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم و زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

| | |
|---|---|
| ذُوْعِقَابٍ | سزا دینے والا |
| اَعْجَمِیٌّ | جو عربی نہ ہو۔ عجمی ہو |
| ظَلَّامٌ | بہت زیادہ ظلم کرنے والا |

## تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

اصل میں جو لوگ زندگی کے معاملات میں سنجیدہ اور سمجھدار ہوتے ہیں وہ بات کو سمجھنے کی صلاحیت اور اہلیت رکھتے ہیں لیکن غیر سنجیدہ لوگ جن میں تدبر کی کمی ہوتی ہے وہ ہمیشہ حق و صداقت کی بات کو بے اثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ گھٹیا اور غیر سنجیدہ بات اور کیا ہوگی کہ وہ نبی کریم ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ کی زبان عربی ہے اس میں کسی کلام کو گھڑ لینے میں کیا دیر لگتی ہے (نعوذ باللہ) اگر یہ کتاب اور کلام کسی عجمی زبان میں ہوتا تو ہم سمجھتے کہ واقعی آپ اللہ کے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ ان لوگوں کی باتوں کو زیادہ اہمیت نہ دیں کیونکہ یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ آپ سے پہلے جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں یہ ان سے بھی ایسی ہی غیر سنجیدہ باتیں کر چکے ہیں۔ فرمایا کہ آپ اللہ کے اس کلام کو جو بڑی عزت اور شان والا ہے جس کے آگے اور پیچھے جھوٹ پھٹک نہیں سکتا آپ لوگوں تک حق و صداقت کی باتیں پہنچاتے رہیے۔ اس راستے میں آپ کو شدید ذہنی اذیتیں پہنچیں گی مگر آپ ان کی باتوں کی طرف دھیان نہ دیجئے کیونکہ اگر یہ لوگ آپ کو ایذا اور تکلیفیں دینے سے باز رہے تو پروردگار ان کی خطاؤں اور لغزشوں کو معاف کر دے گا کیونکہ وہ اللہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے لیکن اگر یہ اسی روش پر قائم رہے تو وہ ان کو دنیا اور آخرت میں شدید ترین سزائیں دے گا جن سے بچنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ وہ اللہ صرف مغفرت کرنے والا ہی نہیں بلکہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔

فرمایا کہ اگر یہ قرآن کسی عجمی زبان میں نازل کر دیا جاتا جس کو عرب کے لوگ نہ سمجھتے تو کہتے کہ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ رسول تو عربوں میں آیا ہے اور اپنی تعلیمات عجمی زبان میں لے کر آیا ہے۔ پھر یہ اس کو نہ سمجھنے کا عذر کرنے لگتے۔ فرمایا کہ آپ ان لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ ان کا کام پہلے بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے کہ وہ اللہ کے دین سے بھاگنے کے راستے تلاش کرتے ہیں اس لئے اللہ کا کلام ان کے کانوں پر ایک بوجھ سا ہے اور انہوں نے سچائی کی روشنی سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور حق وصداقت سے اندھے بنے ہوئے ہیں جب ان سے بات کی جاتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی کسی کو دور سے پکار رہا ہے جس کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ فرمایا کہ اللہ نے حضرت موسیٰ کو بھی کتاب ہدایت عطا کی تھی اس وقت کے لوگوں نے اس میں بھی اختلافات پیدا کر دیئے تھے۔ یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ اس نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا ہے کہ وہ لوگوں کی خطاؤں پر سارے فیصلے اسی دنیا میں نہیں کرتا بلکہ ان کو آخرت تک مہلت اور ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے۔ فرمایا کہ یاد رکھو جس نے بھی کوئی عمل صالح کیا اس کا فائدہ اسی کو ہوگا لیکن جس نے بدعملی کی زندگی گذاری اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا بلکہ خود انسان ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے پر تیار بیٹھا رہتا ہے۔

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِن ثَمَرَاتٍ
مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَيَوْمَ
يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾
وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن
مَّحِيصٍ ﴿٤٨﴾ لَّا يَسْأَمُ الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ
فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ
مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن
رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِندَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ
كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٠﴾ وَ
إِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ
فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ﴿٥١﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ
ثُمَّ كَفَرْتُم بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾
سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ
الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٥٣﴾ أَلَا
إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ﴿٥٤﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

قیامت کب (واقع ہوگی) اس کا علم اللہ کو ہے (اسی کی طرف) اس علم کو لوٹایا جاسکتا ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کون سا پھل اپنے غلاف سے باہر نکلتا ہے، کون سی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور کون سی مادہ (بچہ) جنتی ہے۔

اور وہ دن جب اللہ لوگوں کو پکار کر کہے گا کہ وہ میرے شریک کہاں ہیں؟

جنہیں تم میرے سوا پکارا کرتے تھے وہ جواب دیں گے کہ ہم نے آپ کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ہم میں سے کوئی (ان کی عبادت کا) دعویٰ نہیں کرتا۔ اور وہ جن معبودوں کو وہ اس سے پہلے (دنیا میں) پکارا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گے۔

اور کافر اس کو (اچھی طرح) جان جائیں گے کہ اب فرار ہونے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

انسان (کا یہ حال ہے کہ) وہ بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا۔

اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ناامید ہو کر آس توڑ بیٹھتا ہے۔

اور اگر اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ میں اس کا مستحق تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ کبھی قیامت آئے گی۔

اور اگر میں اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو وہاں بھی میری عیش ہوگی۔

حالانکہ ہم کفار کو ان کے کیے ہوئے اعمال کے سبب پوری طرح آگاہ کر دیں گے۔

اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ہم اس کے بدلے میں بدترین عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

اور جب ہم کسی آدمی پر انعام و کرم کر دیتے ہیں تو وہ منہ موڑ کر اپنا پہلو پھیرنے لگتا ہے۔

اور جب اس پر کوئی مصیبت پڑ جاتی ہے تو پھر وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کہ بتاؤ تو سہی اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے (نازل کیا گیا) ہے اور پھر بھی تم اس کا انکار کرتے ہو تو اس سے بڑا گمراہ اور کون ہو سکتا ہے جو (اللہ اور اس کے رسول) کی مخالفت میں بہت دور نکل گیا ہے؟ بہت جلد ان کفار کو آفاق میں اور خود ان کے وجود

میں بہت سی نشانیاں دکھائیں گے۔

یہاں تک کہ ان پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ بے شک یہ (قرآن) پیغام حق و صداقت ہے۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ کے رب کی یہ بات (ان کے لئے) کافی نہیں ہے کہ اللہ ہر چیز پر شاہد و گواہ ہے۔

سنو! کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

حالانکہ اللہ نے ہر چیز کو (اپنے دامن قدرت میں) سمیٹ رکھا ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

**یُرَدُّ** لوٹایا جاتا ہے

**عِلْمُ السَّاعَةِ** قیامت کا علم

**اَكْمَامٌ** غلاف

**تَحْمِلُ** حاملہ ہوتی ہے

**اٰذَنَّا** ہم نے بتایا۔ اطلاع کی

**مَحِيْصٌ** بھاگ کر بچ جانے کا ٹھکانا

**قَنُوْطٌ** ناامید

**نَاٰ بِجَانِبِهٖ** اس نے اپنا پہلو بچایا

**دُعَآءٌ عَرِيْضٌ** لمبی چوڑی دعا

| | |
|---|---|
| مِرْيَةٍ | شک |
| مُحِيْطٌ | گھیرنے والا |

## تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

جب کفار اور مشرکین سے یہ کہا جاتا تھا کہ قیامت کا ہولناک دن آنے ہی والا ہے جس میں سب کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ میدان حشر قائم ہوگا اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا تو وہ قیامت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ سن سن کر ہمارے تو کان پک گئے ہیں۔

اللہ نے ایسے ہی منکرین کی ان باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا البتہ وہ دن ساری چیزوں کی حقیقت کو کھول کر رکھ دے گا اور وہ لوگ جنہوں نے جھوٹی بنیادوں پر اپنی تمناؤں کے محل تعمیر کر رکھے ہیں وہ سب کے سب ڈھے جائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کے کوئی کام نہ آسکیں گے۔ ان لوگوں کو قیامت کے آنے کی باتیں کرنے سے بہتر ہے کہ وہ اس دن کی ہولناکی سے بچنے کی تدبیریں کریں۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کہیں سفر میں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک شخص نے پکار کر کہا اے محمد ﷺ! آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قیامت تو آکر رہے گی۔ یہ بتاؤ تم نے اس کی کیا تیاری کر رکھی ہے؟ (بخاری مسلم)۔

نبی کریم ﷺ نے دو جملوں میں ساری بات ارشاد فرما دی کہ قیامت تو آکر رہے گی اس کو کوئی نہ روک سکے گا لیکن کب آئے گی اس کا علم تو اللہ کو ہے مگر قیامت کے دن جو مشکلات پیش آئیں گی ان کے لئے جس نے تیاری کر رکھی ہے وہی کامیاب و با مراد ہوگا اور جو اس میں لگ رہا کہ قیامت کب اور کیسے آئے گی تو اس کو اس کی بے عقلی اور بے عملی کی سخت سزا مل کر رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور وہی اس کی حقیقت اور صحیح کیفیت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ فرمایا کہ کوئی پھل اپنے خول سے، کوئی دانہ اپنے خوشے سے، کوئی میوہ اپنے وجود سے باہر ظاہر نہیں ہوتا لیکن اس کے متعلق اس کو پورا علم ہوتا ہے۔

کسی عورت کا حمل اور کسی جانور کے پیٹ کا بچہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق اللہ کو علم نہ ہو غرضیکہ درختوں سے ایک پتہ بھی گرتا ہے تو اس کا علم اللہ کو ہوتا ہے جب کہ ساری دنیا کو اس کے متعلق اندازہ تک نہیں ہوتا۔ اسی طرح قیامت کب آئے گی اس کے متعلق اللہ کے سوا کسی کو کوئی علم نہیں دیا گیا۔ البتہ قیامت کے آنے کی کچھ نشانیاں انبیاء کرام کو بتائی گئی ہیں جو انہوں نے اپنی امت کو بتائی ہیں۔

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو قیامت کی سب سے زیادہ نشانیاں بتا دی گئی تھیں جن کی تفصیلات احادیث میں موجود ہیں۔

فرمایا کہ جب وہ دن آئے گا اور میدان حشر قائم ہوگا تو اس دن مشرکین جنہیں اپنے ان معبودوں پر بڑا ناز تھا کہ وہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچا لیں گے وہ سب کے سب ان سے غائب ہو جائیں گے اور پھر وہ مشرکین طرح طرح سے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کریں گے لیکن ان کی ان باتوں سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا اور وہ عذاب الٰہی سے نہ بچ سکیں گے۔

کفار و مشرکین کی اخلاقی کمزوریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ہر وقت ہر طرح کی بھلائی، خوشحالی، تندرستی، رزق میں کشادگی، اپنی اور اپنی اولاد کی سلامتی اور عافیت مانگنے سے نہیں تھکتے لیکن اگر ان کو کسی طرح کی تکلیف یا مصیبت پہنچ جائے تو وہ اس طرح مایوس ہو جاتے ہیں کہ امید کی ہر آس کو توڑ بیٹھتے ہیں۔

اس کے برخلاف اگر ان کو راحت و آرام کے اسباب مل جاتے ہیں تو ان پر شکر کرنے کے بجائے اترانا اور اکڑنا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب ہماری محنتوں اور تدبیروں کا نتیجہ ہے۔ غرضیکہ راحتوں میں تکبر اور غرور اور مصیبتوں میں ہاتھ پھیلا پھیلا کر لمبی چوڑی دعاؤں میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی بے وقوفی اور غلط فہمی کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ وہ قیامت ہی کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں امید نہیں ہے کہ قیامت کبھی آئے گی اور اگر آ بھی گئی تو جس طرح ہم یہاں عیش و آرام سے ہیں وہاں بھی عیش و آرام کے راستے نکال کر مزے اڑائیں گے۔

اللہ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی خوش فہمی ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ اللہ کے سخت ترین عذاب سے بچ نہ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کفار و مشرکین سے یہ سوال کیا ہے کہ یہ قرآن کریم جو ان کی اصلاح اور ان کی روحانیت کی تسکین کا سامان ہے اگر اللہ کی طرف سے ہے اور یقیناً اللہ ہی کی طرف سے ہے اور تم نے اس کا اقرار نہ کیا اور نہ اس کو قبول کیا تو کیا تمہیں اس کا کچھ اندازہ ہے کہ اس کا تمہیں کتنا شدید نقصان اٹھانا پڑے گا؟

اللہ نے فرمایا کہ ہم تمہیں "آفاق" اور "انفس" میں اپنی بہت سی نشانیاں دکھائیں گے۔ یعنی دنیا میں ہزاروں ان نعمتوں کی طرف توجہ دلائیں گے جو انسان کے چاروں طرف بکھری ہوئی ہیں اور خود اس کے اپنے وجود میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ اگر اس نے ان میں غور و فکر سے کام لیا تو اس کی کامیابی ہے ورنہ اللہ کی سخت ترین سزاؤں سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔

فرمایا کہ آخرت کے متعلق کفار و مشرکین جس شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کو اللہ سے ملاقات کا یقین نہیں ہے وہ ساری حقیقت بہت جلد ان پر کھل جائے گی۔

الحمد للہ سورۃ حٰم السجدہ کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# پارہ نمبر ۲۵

# الیہ یرد

## سورۃ نمبر ۴۲

# الشُّوریٰ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورۃ الشوریٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

| سورۃ نمبر | 42 |
| --- | --- |
| کل رکوع | 5 |
| آیات | 53 |
| الفاظ و کلمات | 889 |
| حروف | 3588 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

اللہ جو زبردست حکمت والا بلند و بالا شان والا ہے۔ آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے۔ اس کی عظمت و ہیبت سے بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں۔ تمام فرشتے اسی کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور زمین پر بسنے والے (نیک اور متقی لوگوں کے لیے) دعائے مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ اسی اللہ کی طرف سے نازل کی گئی کتاب کی تبلیغ و اشاعت کے فرض کو ادا کرتے رہیے اور ہر شخص تک اس پیغام کو پہنچانے کی جدوجہد اور کوشش کرتے رہیے۔ اور جو لوگ قیامت کا انکار کرتے یا مذاق اڑاتے ہیں ان سے کہہ دیجیے کہ ان کے انکار کرنے سے قیامت کا دہشت ناک دن ٹل نہیں سکتا وہ دن آ کر رہے گا۔ اس دن تمام اولین و آخرین کو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا جو بہتر جزا کے مستحق ہیں ان کو خیر عطا کی جائے گی لیکن جو سزا کے مستحق ہوں گے ان کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔

فرمایا کہ جن لوگوں کا کام ہی یہ ہے کہ وہ ہر چیز میں جھگڑے اور مسائل پیدا کرنے کے عادی ہیں ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجیے وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی کو کائنات میں ہر طرح کے اختیارات حاصل ہیں۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کے دروازے کھول دیتا ہے اور اپنی مصلحت کے مطابق جس کے لیے چاہتا ہے روزی اور رزق کو بامحدود دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ وہی کائنات کی ہر حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔

> اللہ نے سارا رزق اپنے ہاتھ میں رکھا ہے وہ جس کے لیے چاہتا ہے ہر راستہ کھول دیتا ہے اور خوب رزق دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے راستے تنگ کر دیتا ہے اور اس کو رزق بامحدود دیا جاتا ہے۔ رزق کی فراخی اور تنگی سب اللہ کی طرف سے ہے۔

> سمندر میں جو جہاز اور کشتیاں چلتی ہیں وہ اللہ کے حکم سے چلتی ہیں جس کے لیے اس نے ہواؤں کو چلا رکھا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہواؤں کو ٹھہرا دے یا ان کو طوفانی ہوائیں چلا دے اور وہ اپنی ترقیات کے باوجود بالکل بے بس ہو کر رہ جائیں۔ اگر اللہ ایسا کر دے تو وہ برباد ہو کر رہ جائیں گے۔ اس لیے ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ سب اسی کا کرم ہے۔

آخرت میں گناہ گار، کفار و مشرکین جب کھلی آنکھوں سے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کے متعلق اللہ کے پیغمبروں نے بتایا تھا تو وہ سخت شرمندہ ہو کر کہیں گے کیا اگر ہمیں دنیا میں جانے کا ایک موقع دیا جائے تو ہم حسن عمل کا پیکر بن جائیں گے مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوگی اور وہ اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے۔

فرمایا کہ یہ اختلافات لوگوں نے خود ہی پیدا کر رکھے ہیں۔ اس لیے اہل ایمان ان باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ دین اسلام کی پیروی کریں۔ اسی کی طرف لوگوں کو بلائیں، دعوت دیں۔ خود بھی اس پر قائم رہیں اور دوسروں کو بھی اسی راستے پر چلائیں کسی باطل کی پیروی نہ کریں۔ ایک دن سب کو اللہ کی بارگاہ میں جمع ہونا ہے جہاں ہر بات کا فیصلہ ہو جائے گا۔

فرمایا کہ جو لوگ ایمان والے ہیں جب ان کے سامنے قیامت کے ہیبت ناک دن کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ لرز اٹھتے ہیں کیونکہ انہیں اس دن کے واقع ہونے کا پوری طرح یقین ہوتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے وہ اس کا مذاق اڑانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو نجانے کب سے سنتے آرہے ہیں۔ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟

اللہ تعالیٰ نے انسانی اعمال کو کھیتی کی مثال دے کر بتایا ہے کہ جو شخص اس دنیا کی کھیتی کو مانگتا ہے اللہ اس کی کھیتی میں ترقی عطا فرما دیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ آخرت کی کھیتی کے طلب گار ہیں ان کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ خوب عطا کرتے ہیں۔ ان کے لیے جنت کے باغات ہوں گے اور ہر وہ چیز عطا کی جائے گی جس کی وہ خواہش کریں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب آپ ﷺ ان کفار کو اللہ کا دین پہنچاتے ہیں تو وہ اس سے بھڑک اٹھتے ہیں اور آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچانے میں کسر نہیں چھوڑتے آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے کہ میں یہ جتنی باتیں تمہیں بتا رہا ہوں اس میں صرف تمہاری خیر خواہی مقصود ہے اس سے نہ تو میں تم سے کسی طرح کی کوئی اجرت مانگ رہا ہوں اور نہ معاوضہ کہ جس کی وجہ سے تمہیں بہت بوجھ محسوس ہو رہا ہے۔ البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم قرابت داری کا کچھ تو خیال کرو۔ میری باتیں غور سے سنو اور مجھے ناحق تکلیفیں نہ پہنچاؤ۔

فرمایا کہ ان لوگوں کی یہ باتیں کہ آپ ﷺ نے اس قرآن کو خود ہی گھڑ لیا ہے تو آپ ﷺ ان کو کہنے دیں، پرواہ نہ کریں کیونکہ اللہ خود اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ یہ میرا کلام ہے اگر ان لوگوں نے ایسی باتوں سے توبہ کر لی تو اللہ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ لیکن اگر وہ اپنے کفر پر قائم رہے اور اسی پر اصرار کرتے رہے اور ایمان نہیں لائے تو وہ یاد رکھیں کہ ان کے لیے اللہ نے ایک عذاب مقرر کر دیا ہے۔ اللہ کی ذات پر کائنات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے۔

اللہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا بلکہ دنیا میں جو آفتیں اور مصیبتیں آتی ہیں وہ خود انسان کا کیا دھرا ہے وہ تو معاف کرتا اور

نظر انداز کرتا رہتا ہے اگر وہ انسان کی ہر خطا پر اس کو اسی وقت سزا دے دے تو پھر زمین پر کسی کا ٹھکانا نہ ہوگا۔

سمندر میں جہاز اور کشتیاں صرف اسی کے حکم سے چلتی ہیں۔ اگر وہ ہوا کو ٹھہرا دے یا تیز کر دے تو وہ لوگ تباہ و برباد ہو کر رہ جائیں۔ لیکن اللہ کا یہ کرم ہے کہ وہ انسانوں کے بہت سے گناہوں کو نظر انداز کرتا رہتا ہے البتہ کبھی کبھی گرفت بھی کر لیتا ہے۔ فرمایا کہ آدمی کو اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ دنیا کی زندگی بہت مختصر ہے جب موت آتی ہے تو اس سے سب کچھ چھن جاتا ہے۔ اس بات کو ہر شخص یاد رکھے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے جس میں اسے ہمیشہ رہنا ہے۔

اہل ایمان وہ لوگ ہیں جو

(۱) اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔

(۲) اس پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔

(۳) وہ چھوٹے بڑے ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

(۴) غصہ میں آجانے کے باوجود اس کو معاف بھی کر دیتے ہیں۔

(۵) اللہ کے تمام احکامات کی فرماں برداری کرتے ہیں۔

(۶) نمازوں کی پورے آداب کے ساتھ پابندی کرتے ہیں۔

(۷) وہ آپس کے کاموں میں مشورہ کر کے طے کرتے ہیں۔

(۸) اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے وہ اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے اللہ کے بندوں پر خرچ کرتے ہیں۔

(۹) جب ان پر کوئی ظلم کیا جاتا ہے تو وہ کسی پر زیادتی نہیں کرتے۔ اگر بدلہ لیتے ہیں تو برابری کا بدلہ لیتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر وہ معاف کر دیں تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے کیونکہ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ عفو و درگزر کو بہت پسند کرتا ہے۔

(۱۰) یہ زبردست حوصلے اور ہمت کی بات ہے کہ وہ ہر طرح کے حالات میں صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں۔

جب قیامت قائم ہوگی تو وہ لوگ جنہوں نے ظلم و زیادتی کی ہوگی وہ اپنے کیے ہوئے اعمال پر شرمندہ ہو کر کہیں گے کہ کاش ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع مل جائے تو پھر ہم بہتر عمل کر کے دکھائیں گے۔ ان کی یہ خواہش رد کر دی جائے گی جب وہ جہنم اور اس کے عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو ذلت و رسوائی اور شرمندگی سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور کن انکھیوں سے نظریں چرا چرا کر اس عذاب کو دیکھیں گے۔ اس وقت اہل ایمان کہیں گے کہ یہ کتنے بد

نصیب لوگ ہیں جو خود بھی جہنم کا ایندھن بن گئے اور اپنے گھر والوں کو بھی عذاب میں مبتلا کر گئے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ اللہ کا پیغام ان کفار تک پہنچا دیں اگر وہ مانتے ہیں تو ان کے حق میں بہتر ہے لیکن اگر وہ نہیں مانتے تو اس میں آپ ﷺ کا کوئی قصور نہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ مانتے ہیں یا نہیں مانتے یہ ان کا معاملہ ہے لیکن کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ ساری طاقت و قوت صرف ایک اللہ کی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے وہ جس کو چاہتا ہے بیٹے دے دیتا ہے، کسی کو بیٹیاں اور کسی کو اولاد ہی سے محروم کر دیتا ہے۔

کفار کا یہ کہنا کہ اللہ خود آ کر یہ کہہ دے کہ میں اللہ ہوں تو ہم اس کو مان لیں گے۔ فرمایا کہ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کے سامنے آ کر اس سے باتیں کرے گا۔ البتہ وہ اگر چاہے تو اپنے بندوں کی طرف الہام کر دیتا ہے یا پردے کے باہر سے یا کسی فرشتے کے ذریعہ اپنا کلام پہنچا دیتا ہے۔ جس طرح اے نبی ﷺ! آپ کی طرف اس نے اپنا کلام بھیجا ہے۔ فرمایا کہ یہ ایک نور ہے جس سے اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا کر دیتا ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ خود بھی سیدھے راستے پر ہیں اور آپ ﷺ دوسروں کو بھی صراط مستقیم کی طرف بلا رہے ہیں۔ آخر کار ایک دن سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں پر ہر بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمٰنِ ٱلرَّحِيمِ

حٰمٓ ۝١ عٓسٓقٓ ۝٢ كَذٰلِكَ يُوحِيٓ إِلَيۡكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكَ
ٱللَّهُ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ۝٣ لَهُۥ مَا فِي ٱلسَّمٰوٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِۖ وَهُوَ
ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡعَظِيمُ ۝٤ تَكَادُ ٱلسَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِن فَوۡقِهِنَّۚ وَٱلۡمَلٰٓئِكَةُ
يُسَبِّحُونَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيَسۡتَغۡفِرُونَ لِمَن فِي ٱلۡأَرۡضِۗ أَلَآ إِنَّ
ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ۝٥ وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِهِۦٓ أَوۡلِيَآءَ ٱللَّهُ
حَفِيظٌ عَلَيۡهِمۡ وَمَآ أَنتَ عَلَيۡهِم بِوَكِيلٖ ۝٦ وَكَذٰلِكَ أَوۡحَيۡنَآ
إِلَيۡكَ قُرۡءَانًا عَرَبِيّٗا لِّتُنذِرَ أُمَّ ٱلۡقُرَىٰ وَمَنۡ حَوۡلَهَا وَتُنذِرَ يَوۡمَ
ٱلۡجَمۡعِ لَا رَيۡبَ فِيهِۚ فَرِيقٞ فِي ٱلۡجَنَّةِ وَفَرِيقٞ فِي ٱلسَّعِيرِ ۝٧ وَلَوۡ
شَآءَ ٱللَّهُ لَجَعَلَهُمۡ أُمَّةٗ وَٰحِدَةٗ وَلَٰكِن يُدۡخِلُ مَن يَشَآءُ فِي
رَحۡمَتِهِۦۚ وَٱلظّٰلِمُونَ مَا لَهُم مِّن وَلِيّٖ وَلَا نَصِيرٍ ۝٨ أَمِ ٱتَّخَذُواْ
مِن دُونِهِۦٓ أَوۡلِيَآءَۖ فَٱللَّهُ هُوَ ٱلۡوَلِيُّ وَهُوَ يُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰ وَهُوَ
عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ۝٩

حا۔میم۔عین۔سین۔قاف۔ (ان حروف کے معنی کا علم اللہ کو ہے)

(اے نبی ﷺ) اللہ نے آپ کی طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح آپ سے پہلے (رسولوں پر) وحی بھیجتا رہا ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اسی کی ملکیت ہے اور وہی برتر و اعلیٰ ہے۔ آسمان قریب ہیں کہ وہ اوپر کی طرف سے پھٹ پڑیں۔ اور فرشتے اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کر رہے ہیں اور (زمین میں رہنے والے اہل ایمان) کے لئے اللہ سے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔ سنو! کہ اللہ ہی گناہوں کو معاف کرنے والا اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا دوست (مشکل کشا) بنا رکھا ہے۔ اللہ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور آپ ان پر کوئی نگران مقرر نہیں کئے گئے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ مکہ والوں اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو آگاہ اور خبردار کر دیں۔ اور اس دن کا خوف دلائیں جو سب کے جمع ہونے کا دن ہے اور جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ (اس دن) ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ جہنم میں (داخل کیا جائے گا) اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت (جماعت) بنا دیتا۔ لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور جو ظالم (نافرمان) ہیں (اس قیامت کے دن) ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔ کیا (ان ظالموں مشرکوں نے) اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مشکل کشا بنا رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ ہی سب (نیک لوگوں) کا حامی و مددگار ہے۔ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۹

| | |
|---|---|
| تَکَادُ | قریب ہے |
| یَتَفَطَّرْنَ | پھٹ پڑیں |
| اُمُّ الْقُرٰی | (مکہ مکرمہ) شہروں کی ماں |
| یَوْمُ الْجَمْعِ | جمع ہونے کا دن (قیامت کا دن) |
| اَلسَّعِیْرُ | دہکتی آگ |

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۹

اس سورت کا آغاز ان حروف سے کیا گیا ہے جو الگ الگ کر کے پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے۔ اس سے پہلے بھی اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ کو ہے۔ یہ آیات متشابہات میں سے ہیں۔ ان کے معنی کا علم ممکن ہے نبی کریم ﷺ کو دیا گیا ہو مگر آپ نے ان کے معنی کسی کو نہیں بتائے۔ اگر امت کے لئے ضروری ہوتا تو نبی کریم ﷺ ان حروف کے معنی ضرور ارشاد فرماتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ سورت بھی ان سات سورتوں میں سے ایک ہے جس کو ''حٰم'' سے شروع کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''حٰم'' سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازے ہیں جو آدمی ان کو پڑھنے کا عادی ہوگا تو یہ سورتیں جہنم کے ہر دروازے پر موجود ہوں گی اور اللہ سے ان کے پڑھنے والے کے لئے فریاد کرتے ہوئے کہیں گی کہ الٰہی! جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازے سے داخل نہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ جو باتیں لوگوں کو بتا رہے ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہیں جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہیں ان کو اسی طرح بیان فرما رہے ہیں۔ جس طرح آپ سے پہلے انبیاء کی طرف جو بھی وحی کی جاتی تھی تو وہ اپنی امت کے سامنے بیان فرماتے تھے۔ اور اپنی قوم کو راہ ہدایت پر لانے کی جدوجہد فرماتے تھے۔ فرمایا کہ یہ وحی اس برتر و اعلیٰ اللہ کی طرف سے بھیجی گئی ہے جس کی ذات و صفات، اختیارات اور حقوق میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ اس کی ہیبت اور جلال کا یہ عالم ہے کہ اس کے ڈر سے گویا آسمان پھٹے جا رہے ہیں یا اس کی حمد و ثنا جو ہر وقت فرشتے کر رہے ہیں ان کے بوجھ سے آسمان پھٹنے کے قریب ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آسمان میں ایک ایسی آواز پیدا ہونے لگی ہے جیسے کسی چیز پر زیادہ بوجھ پڑنے سے پیدا ہوا کرتی ہے۔ فرمایا اس کی آواز ایسی ہی ہونی چاہیے کیونکہ پورے آسمان میں چار انگلیوں کے برابر کی جگہ بھی ایسی نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی ٹیک کر سجدہ نہ کر رہا ہو (ترمذی، ابن ماجہ)۔ یہ فرشتے ہر وقت اللہ کی حمد و ثنا کرتے اور اہل زمین میں جو مومن ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرتے رہتے ہیں کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان اور ان کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ وہی اللہ اس لائق ہے جس کی عظمت و رحمت پر بھرپور اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ وہی عذاب سے بچانے والا اور دنیا کی ہر آفت و مصیبت سے بندے کی حفاظت کرنے والا ہے لیکن جو لوگ اللہ کو اپنا ولی اور حمایتی ماننے کے بجائے دوسروں کو اس کا شریک کرتے ہیں۔ ان سے اپنی لو لگاتے ہیں اور اپنی تمناؤں کے پورا ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ اس پیغام حق کو اللہ کے بندوں تک پہنچا دیجئے بے شک آپ لوگوں کی قسمت کے مالک و مختار بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں کیونکہ کسی کو اس کے اعمال پر جزا یا سزا دینا یہ اللہ رب العالمین کا کام ہے۔ البتہ حق و صداقت کو پہنچا دینا آپ کی ذمہ داری ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اس ابدی پیغام کو عربی زبان میں نازل کیا تاکہ اس قرآن کے پہلے مخاطب (اہل مکہ) یہ عذر پیش نہ کر دیں کہ ہم تو اس پیغام کو سمجھتے ہی نہیں ایمان کیسے لائیں؟ دوسری بات یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن کریم کو عربی میں اس لئے نازل کیا گیا ہے کیونکہ دنیا کی کسی اور زبان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ قرآن کریم کے عظیم تر مضامین کو سنبھال سکتی حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے معانی کے بوجھ کو صرف عربی زبان ہی اٹھا سکتی تھی۔

فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ "ام القریٰ" (بستیوں کی اصل جڑ اور بنیادی شہر مکہ مکرمہ) اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کو پیغام حق سے آگاہ کر دیا جائے۔ "ام القریٰ" سے مراد مکہ مکرمہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ساری دنیا کی بستیوں اور شہروں میں اور ساری دنیا کی زمین میں سب سے افضل و بہتر سرزمین صرف مکہ مکرمہ ہی کی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کو مکہ کی سرزمین سے بے انتہا محبت تھی۔ حضرت عدیؓ ابن عمر او زہری نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما رہے تھے تو میں نے سنا کہ آپ نے مکہ مکرمہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"(اے مکہ کی سرزمین) تو میرے نزدیک ساری دنیا کی زمین سے بہتر اور محبوب ہے۔ اگر مجھے اس سرزمین سے نکالا نہ جاتا تو میں اپنی مرضی سے کبھی اس سرزمین کو نہ چھوڑتا۔" (مسند احمد)

اس آیت سے مکہ مکرمہ کی عظمت اور شان بھی واضح ہے اور یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ مکہ مکرمہ جو دنیا کے تمام ملکوں اور شہروں کے درمیان میں ہے دنیا کے کسی کنارے پر نہیں ہے بلکہ اس کی مرکزی حیثیت ہے۔ جب یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ "ام القریٰ" اور اس کے آس پاس کے تمام علاقے والوں تک پیغام حق کو پہنچا دیجئے تو اس کا صاف مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن کریم کا پیغام کسی خاص سرزمین، خطے، علاقے اور کسی خاص قوم اور نسل کے لئے نہیں ہے بلکہ قیامت تک آنے والی تمام انسانیت کے لئے مینار نور اور مشعل راہ ہے۔

فرمایا کہ آپ ساری دنیا کے لوگوں کو یہ بتا دیجئے کہ قیامت وہ دن ہے جس کے واقع ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے وہ بہت جلد آنے والا ہے اور اس دن میں دو ہی گروہ ہوں گے ایک اللہ کا فرماں بردار اور دوسرا نافرمان۔ جو لوگ قرآن کریم کے پیغام حق کو مان لیں گے وہ جنت کی ابدی راحتوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر و انکار کی روش اختیار کی ہوگی وہ ایک ایسی آگ میں جھونکے جائیں گے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہر شخص کو ہدایت دے کر دنیا کے تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللہ کسی کو مجبور نہیں کرتا بلکہ اس کو اختیار دے کر آزماتا ہے کہ وہ راہ حق کو قبول کرتا ہے یا ظلم اور کفر و شرک کے راستے کو اختیار کرتا ہے۔ دونوں راستوں کا انجام بتا دیا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی نافرمانی اختیار کریں گے وہ ظالم ہیں اور قیامت کے دن ظالموں کا کوئی حامی اور مددگار نہ ہوگا۔ لیکن اللہ وہ ہے جو فرماں برداروں کا حامی اور مددگار ہے زندگی اور موت پر اسے پوری قدرت حاصل ہے اور وہی اپنے نیک بندوں کو قیامت کے دن نجات عطا فرمائے گا۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲**

(اے نبی ﷺ! جو لوگ آپ سے اختلاف رکھتے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ) تم جس چیز میں اختلاف رکھتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ وہی اللہ تو میرا رب ہے۔ میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور (ہر بات میں) اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

وہی تو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے تمہارے جوڑے بنائے ہیں۔ اور اسی نے چوپایوں میں (نر اور مادہ) جوڑے بنائے ہیں۔ وہ تمہیں ان کے ذریعہ پھیلاتا ہے اور بڑھاتا ہے۔ اور کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے وہی سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

آسمانوں اور زمین کی ساری کنجیاں اسی کے اختیار میں ہیں۔ وہ جس کا چاہتا ہے رزق بڑھا دیتا ہے اور (جس کا رزق چاہتا ہے) گھٹا دیتا ہے۔ بے شک وہی ہر بات کی پوری طرح خبر رکھنے والا ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲

| | |
|---|---|
| أُنِيبُ | میں رجوع کرتا ہوں۔ میں لوٹتا ہوں |
| فَاطِرٌ | پیدا کرنے والا۔ بنانے والا |

| | |
|---|---|
| اَلْاَنْعَامُ | جانور۔ مویشی |
| یَذْرَؤُ | وہ پھیلاتا ہے |
| مَقَالِیْدُ (مِقْلَدٌ) | چابیاں۔ کنجیاں |

**تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲**

ان آیات میں اس بنیادی عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے کہ جس بات میں بھی اختلاف پیدا ہو جائے اس کے فیصلے کا حق اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے خواہ وہ معاملہ اعتقاد و عمل کا ہو یا قانون اور اخلاق کا۔ وہ اختلاف کسی چیز کے جائز و ناجائز یا حلال و حرام کا ہو یا کسی بھی باہمی تنازعات کا اس کا آخری فیصلہ کائنات کے مالک حقیقی اللہ ہی کے ذمے ہے کیونکہ اصل حکم اللہ ہی کا ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ

☆ ہر حال میں اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور توکل اختیار کرنا اور اسی کی طرف رجوع کرنا انسان کی سب سے بڑی سعادت ہے۔

☆ زمین و آسمان ہوں یا کائنات کی مخلوقات ان سب کا پیدا کرنے والا اللہ کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔

☆ اسی نے انسانوں اور تمام جانداروں کی نسل میں نر اور مادہ کو پیدا کیا جو زمین میں مخلوق کے پھیلنے اور بڑھنے کا ذریعہ ہیں۔

☆ اللہ وہ ہے کہ اس کے جیسا اور کوئی نہیں ہے وہ اپنی ذات میں یکتا، بے نیاز اور بے مثل و بے مثال ہے۔

☆ اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر آن کائنات میں ہر ایک کی سن رہا ہے اور ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ اس سے کوئی چیز یا اس کی کیفیت اور خبر چھپی ہوئی نہیں ہے۔

☆ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ مخلوقات کی جیسی ضرورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں اللہ ان خزانوں کو زمین سے نکالتا چلا جاتا ہے۔ کروڑوں سال سے تیل اور گیس اور معدنیات زمین کے اندر موجود تھے لیکن جب انسانوں کو ان کی ضرورت ہوئی تو اللہ کے حکم سے زمین نے ان کو اگلنا شروع کر دیا۔ اور آئندہ انسان کی جو بھی ضروریات ہوں گی اللہ نے ان کے خزانے پہلے ہی سے تیار کر رکھے ہیں۔ ضرورتیں پیدا ہوتی رہیں گی اور زمین اپنے خزانے نکالتی چلی جائے گی۔

☆ تمام جان داروں کو وہی رزق عطا کرتا ہے۔ رزق زیادہ ہونا چاہیے یا کم یہ سب وہ اپنی حکمت اور مصلحت سے متعین کرتا ہے۔ کون کتنی عطا کا مستحق ہے اور اس کے لئے کس قدر دینا مصلحت کے مطابق ہے وہی جانتا ہے اور وہی عطا فرماتا ہے۔ وہ ہر چیز کی مصلحت اور حکمت سے اچھی طرح واقف ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا
وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ
لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ
يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا
تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا
كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ
الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾
فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ
وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ
بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا
حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۵

(اے مومنو!) اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس دین کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا۔ (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کے پاس جو وحی بھیجی ہے اور جن باتوں کا ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (ان میں ان کی امتوں) سے کہا گیا تھا کہ تم سب اسی دین پر قائم رہنا اور اس میں اختلاف (پھوٹ) پیدا مت کرنا۔ اور (اے نبی ﷺ) ان مشرکوں کو وہ بات گراں گذرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے لئے منتخب کر لیتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ خود اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

اور (ان اہل کتاب نے) صحیح علم آجانے کے باوجود محض آپس کی ضد بندی کی وجہ سے اختلاف پیدا کیا ہے۔ (اور اے نبی ﷺ) اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک مدت مقرر نہ کردی گئی ہوتی جو پہلے سے (اللہ نے) طے کردی ہے تو ان کے درمیان کبھی کا فیصلہ کردیا گیا ہوتا۔ اور وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب الٰہی کے ذمے دار بنائے گئے وہ اس (کتاب) کی طرف سے ایک سخت تردد اور شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

تو (اے نبی ﷺ) آپ ان کو اسی دین کی طرف بلاتے رہیے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور آپ بھی اسی پر قائم رہیے۔ اور ان (مشرکین و کفار) کی خواہشات پر نہ چلئے اور (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل کی ہے میں اسی پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل وانصاف کروں۔ اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا (بحث مباحثہ) نہیں ہے۔ اللہ ہی ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۱۵

| | |
|---|---|
| شَرَعَ | اس نے مقرر کیا |
| كَبُرَ | گراں گذرا۔ ناگوار لگا |
| وَصّٰى | وصیت کی |
| يَجْتَبِىْ | وہ چن لیتا ہے |
| بَغْيًا | ضد۔ ہٹ دھرمی |
| سَبَقَتْ | گذر گئی۔ (جو پہلے ہو چکا) |
| اُوْرِثُوْا | وارث بنائے گئے |
| مُرِيْبٌ | شک میں ڈالنے والا |

| | |
|---|---|
| اَعْدِلَ | میں انصاف کروں |
| حُجَّۃٌ | دلیل۔ حجت |

## تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۵

اس پوری کائنات اور اس کے ذرے ذرے کا خالق و مالک اللہ ہے جس نے اپنے پاکیزہ نفوس پیغمبروں کے ذریعہ دنیا میں زندگی گذارنے کے تمام طریقے، قاعدے، قانون اور ضابطے بھیجے ہیں تاکہ ہر ایک کی دنیا اور آخرت دونوں بہتر ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت آدمؑ سے لے کر نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک ہر زمانے کے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اس نے اپنا کلام بھیجا۔ جن لوگوں نے ان پیغمبروں کی اطاعت اور ان کے کلام کی تصدیق کی وہ کامیاب و بامراد ہوئے لیکن جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات، ضد، ہٹ دھرمی اور نافرمانی کی روش کو اختیار کیا وہ نہ صرف دنیا و آخرت میں ناکام ہوئے بلکہ سخت انتشار اور اختلافات کا شکار ہو گئے۔ حضرت آدمؑ کے زمانہ تک تو کوئی بڑا اختلاف نہ تھا لیکن بعد میں آنے والی نسلوں نے دنیاوی مفادات کی وجہ سے نافرمانی اور انبیاء کرامؑ کی مخالفت کا طریقہ اختیار کیا اور انہوں نے راہ ہدایت کو چھوڑ کر شیطان کو اپنے اوپر مسلط کر لیا جس کے نتیجے میں نافرمان قوموں کو مٹا دیا گیا۔ حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک نسل در نسل اللہ کا پیغام پہنچایا لیکن بہت تھوڑے سے لوگوں کے سوا سب نے ان کی نافرمانی کی اور مذاق اڑایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کشتی نوحؑ میں سوار آدمیوں اور سوار جانوروں کے سوا زبردست طوفان سے کوئی نہ بچ سکا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کا دین پہنچانے کی جدوجہد میں زندگی بھر تکلیفیں اٹھائیں اللہ نے ان کو ساری دنیا کے انسانوں کا پیشوا اور رہنما بنا دیا اور نعمت کے طور پر ان کی اولاد میں ہزاروں پیغمبر پیدا کئے۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور اللہ کے آخری نبی و رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی آپ ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ جنہوں نے زندگی بھر اللہ کے اس دین کو پہنچانے کی جدوجہد کی جس کے اصولی عقائد ایک ہی تھے توحید و رسالت، آخرت، قیامت، مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی عظمت اور اخلاقیات میں جھوٹ، بدکاری، زنا، دوسروں کو اذیت پہنچانا، بدسلوکی اور وعدہ خلافی وغیرہ کی مذمت اور برائی یہ انبیاء کرامؑ بیان فرماتے رہے۔ ان باتوں کو صرف ان لوگوں نے ہی قبول کیا جن کے حصے میں دنیا اور آخرت کی سعادت لکھ دی گئی تھی۔ ان ہی باتوں کو اللہ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔ کفار مکہ کو بتایا گیا ہے کہ آج جو باتیں نبی کریم ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں وہ کوئی ایسی انوکھی، نئی اور اجنبی باتیں نہیں ہیں جن کو سن کر حیرت یا بحث کی جائے بلکہ یہ وہی باتیں ہیں وہی احکامات ہیں جنہیں ان سے پہلے تمام انبیاء کرامؑ پیش کرتے رہے ہیں۔ یہ اسی دین کی طرف دعوت ہے جس کی دعوت حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ دیتے چلے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! ہم نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس دین

کا حکم اس نے حضرت نوح کو دیا تھا جس میں ان سے کہا گیا تھا کہ وہ سب ہمیشہ اسی دین پر قائم رہیں اور اس میں کسی طرح کا اختلاف پیدا کر کے پھوٹ نہ ڈالیں۔ چونکہ اللہ کا دین ایک ہی ہے اس لئے اسی بات کو حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے بھی اپنی اپنی امتوں تک پہنچایا اور نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی اسی دین پر ہیں اور اسی دین کی طرف دعوت دے رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہمیں معلوم ہے کہ ان مشرکوں کو آپ کی باتیں ناگوار گذرتی ہیں لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ کی دعوت واصلاح میں کوئی کمی ہے بلکہ نسل پرست یہود اور کفار و مشرکین اس لئے مخالفت کر رہے ہیں کہ آپ ان کے فرقے اور جماعت میں کیوں نہیں ہیں۔ یہ اختلاف محض ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے ہے ورنہ علم و حقیقت آنے کے بعد ان کو مخالفت کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ جس کو چاہے اپنے دین کی دعوت دینے کے لئے منتخب کرلے وہ اس سلسلہ میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ کی طرف رجوع رکھنے والے ہی اس سچائی کو جان سکتے ہیں۔ ان کی نافرمانی کی وجہ سے اگر اللہ چاہتا تو ان کو سخت عذاب میں مبتلا کر دیتا لیکن اس نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ہر شخص کو مہلت اور ڈھیل دی جائے۔ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں تو پھر اس دنیا میں یا آخرت میں وہ سخت سزا سے بچ نہیں سکتے۔

فرمایا کہ اے نبی! جن لوگوں کو آپ سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں وہ لوگ شک اور سخت الجھن میں ہیں۔ ان کے دل تو آپ کی لائی ہوئی سچائی کو مانتے ہیں مگر وہ اپنے فرقہ پرست ذہنیت کے خول سے وہ باہر نکلنا نہیں چاہتے لیکن آپ ان کو اس دین کی طرف بلاتے رہیے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اسی پر آپ قائم رہیے اور ان (کفار و مشرکین) کی خواہشات کی پرواہ نہ کیجئے۔ آپ صاف صاف اعلان کر دیجئے کہ میں تو اسی پر ایمان و یقین رکھتا ہوں جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ اور اگر تمہارا کوئی معاملہ میرے پاس آیا تو مجھے اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں گا کیونکہ اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا (بحث و مباحثہ) نہیں ہے۔ وہ دن دور نہیں ہے جب اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور ہم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ تب پھر وہی ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے گا کہ حق پر کون تھا اور کون اپنی ذاتی غرض اور ناحق میں پھنسا ہوا تھا۔

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿١٦﴾ اَللّٰهُ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ

لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِهَا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۗ
أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿١٨﴾
اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿١٩﴾

ع ۲

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹**

وہ لوگ جو اللہ کے دین میں اس کے بعد کہ وہ لوگوں میں مقبول ہو چکا (مان لیا گیا) پھر بھی جھگڑے نکالتے ہیں تو ایسے لوگوں کی کٹ حجتی اللہ کے نزدیک باطل ہے۔ ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لئے دردناک سزا ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور (عدل و انصاف کے لئے) ترازو کا حکم نازل کیا۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ کو کیا معلوم کہ قیامت قریب ہی ہو۔ قیامت کی جلدی وہی مچاتے ہیں جو اس کا یقین نہیں رکھتے۔ اور جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ بے شک (قیامت قائم ہونا) برحق ہے۔ سنو! جو لوگ قیامت کے قائم ہونے میں جھگڑتے ہیں وہ گمراہی میں دور جا پڑے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ وہ جس کو جتنا دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ وہی زبردست قوت والا ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

| | |
|---|---|
| اُسْتُجِیْبَ | قبول کیا گیا۔ مان لیا گیا |
| دَاحِضَةٌ | غلط۔ جھوٹ۔ باطل |
| اَلْمِیْزَانُ | تولنے کی چیز۔ ترازو |
| مَا یُدْرِیْ | وہ نہیں جانتا |

| | |
|---|---|
| یَسْتَعْجِلُ | وہ جلدی کرتا ہے |
| مُشْفِقُوْنَ | ڈرنے والے |
| یُمَارُوْنَ | وہ جھگڑتے ہیں |

## تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن حکیم ایک ایسی برحق کتاب ہے اور غلط اور صحیح بات کو چھانٹ کر رکھ دینے والی ایک ایسی کسوٹی ہے جس کی عظمت اور عدل و انصاف کی تعلیم کے سامنے ہر شخص جھکنے پر مجبور ہے۔ جس کی عظمت دلوں میں بیٹھ چکی ہے اس لئے تم میں سے بہت سے خوش نصیب لوگوں نے اس سچائی کو قبول کر لیا ہے اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے بعد فضول بحث و مباحثہ اور جھگڑا پیدا کرنا اور اپنی زبان اور طرز عمل سے لوگوں کو گمراہ کرنا بد نصیبی اور اللہ کے نزدیک غلط، بے بنیاد اور باطل حرکت ہے۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ یہ کہتے نہ تھکتے تھے کہ ہمارا نبی تمہارے نبی سے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے آئی ہے۔ ہم اولاد ابراہیم ہیں جن کی پیروی کی وجہ سے ہمیں ہر طرح کی برتری اور فضیلتیں حاصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بے بنیاد خیالات کو ان کی خوش گمانی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اب قیامت تک کے لئے وہ دین جسے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے وہی مقبول و محبوب دین ہے اس دین کے آجانے کے بعد طرح طرح کی باتیں بنانا اور جھگڑے کرنا اور فخر و غرور کی باتیں کرنا اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب اسی دین کے قبول کرنے میں نجات ہے۔ فرمایا کہ اگر اس سچے دین کے آنے کے بعد بھی وہ لوگ اپنی گمراہی اور جہالت پر قائم رہے تو پھر ان کے برے اعمال ان کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکیں گے۔

اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ایک ایسی کتاب عطا فرمائی ہے جو ہر اعتبار سے حق و صداقت کی روشنی اور حق و باطل کو چھانٹ کر رکھ دینے والی میزان ہے۔ جس کے ذریعہ زندگی کا حسابات اور معاملات میں عدل و انصاف مل سکے گا۔ یہ کتاب اس ترازو یا ناپنے کے کانٹے اور ترازو کی طرح ہے جو ہلکی اور بھاری چیز کو ناپ کر بتا دیتی ہے کہ کس چیز کا کتنا وزن ہے کون سی چیز ہلکی اور کون سی چیز بھاری ہے۔ جس طرح مادی چیزوں کو تولنے کے لئے ترازو ہوتی ہے اسی طرح معنوی اور روحانی حقیقتوں کو تولنے کے لئے اللہ نے اپنی کتاب کو نازل کر دیا ہے جو خالق اور مخلوق کے تمام حقوق کو ٹھیک ٹھیک متعین اور مقرر کر دیتی ہے۔ اسی لئے بعض مفسرین نے حق سے مراد حقوق اللہ اور میزان سے مراد حقوق العباد کو لیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف بھی اشارہ کر دیا

یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کے لئے آخری نبی پر آخری کتاب نازل کی جو رہی ہے اس کے بعد کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی۔ اس کے بعد صرف قیامت ہی آئے گی جو لوگوں سے زیادہ دور نہیں ہے بلکہ قریب ہی ہے۔ جس کے آنے میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو لوگ قیامت کے متعلق جلدی مچانے والے ہیں انہیں تو اس ہولناک دن سے ڈرنا چاہیے کیونکہ وہاں انسان کے نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔ فرمایا کہ قیامت کے آنے میں شک کرنے والے گمراہی میں دور جا پڑے ہیں۔ اگر وہ دین اسلام کی سچائیوں کو قبول کرلیں اور جس طرح اہل ایمان قیامت کے آنے پر پورا یقین رکھتے ہیں وہ بھی اس کا یقین کرلیں تو وہ اللہ کی رحمتوں کے مستحق بن جائیں گے۔ وہ اللہ جو اپنے بندوں پر نہایت مہربان اور شفیق ہے اور انسانوں کی تمام ضروریات سے باخبر ہے اور وہ کائنات میں ہر طرح کی قوتوں اور طاقتوں کا مالک ہے وہی سب کو رزق دیتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ کس کو کب اور کتنا کچھ دینا چاہیے۔ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اسی ذات سے تعلق انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ﴿٢٠﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢١﴾ تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ ۖ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿٢٢﴾ ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۗ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۗ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٢٣﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۳

اور جو شخص آخرت کی کھیتی کا طلب گار ہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی کو بڑھا دیتے ہیں اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا آرزو مند ہے تو ہم اس کو اسی دنیا میں (بہت کچھ) دے دیتے ہیں لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ کیا (ان کافروں کے) کچھ ایسے خود سے بنائے گئے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے کوئی ایسا دین مقرر کر دیا ہے کہ جس دین کی اللہ نے انہیں اجازت نہیں دی۔ اور ایک فیصلے والی بات مقرر نہ ہوتی تو ان (کافروں کے) درمیان کبھی کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔ اور بے شک ان ظالموں کے لئے دردناک عذاب (تیار) ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ یہ اپنے اعمال کے وبال سے ڈر رہے ہوں گے حالانکہ (ان کے گناہوں کا) وبال ان پر ضرور پڑ کر رہے گا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے۔ ان کے رب کے پاس ان کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔ یہی تو اس کا بڑا فضل و کرم ہوگا۔ یہی وہ (نعمت ہے) جس کی اللہ نے اپنے بندوں کو بشارت و خوش خبری دی ہے۔ وہ بندے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے (اس تبلیغ دین پر) سوائے قرابت داری کی محبت کے کوئی صلہ یا بدلہ تو نہیں مانگ رہا ہوں۔ اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا تو ہم اس شخص کے لئے اس کی نیکی میں ایک اور نیکی کو بڑھا دیں گے۔ بے شک اللہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا اور (نیک کاموں کا) بڑا قدر دان ہے۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۲۳

حَرْثٌ کھیتی

نَصِیْبٌ حصہ

یَأْذَنْ وہ اجازت دیتا ہے

کَلِمَةُ الْفَصْلِ فیصلے کی بات

کَسَبُوْا انہوں نے کمایا

| | |
|---|---|
| وَاقِعٌ | پڑنے والا۔ واقع ہونے والا |
| رَوْضٰتٌ (رَوْضَۃٌ) | باغ۔ کیاریاں |
| لَا اَسْئَلُ | میں سوال نہیں کرتا |
| اَلْمَوَدَّۃُ | محبت۔ لحاظ |
| یَقْتَرِفُ | وہ کماتا ہے |

## تشریح: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۲

یہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے آدمی کو دنیا کی مختصری زندگی گذارنے کے بہت سے اسباب اور وسائل عطا کئے ہیں تا کہ آدمی ان اسباب کو آخرت کی تعمیر میں استعمال کر کے اس کے رحم و کرم کا مستحق اور حق دار بن جائے۔

اللہ کا یہ نظام ہے کہ اگر کسی شخص کی جدوجہد، کوشش اور بھاگ دوڑ محض دنیا حاصل کرنے کے لئے ہے اور اس میں فکر آخرت شامل نہیں ہے تو اس کی کوشش کے مطابق یا زیادہ اس کو دنیاوی عیش و آرام دے دیا جاتا ہے لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا کیونکہ نہ تو اس کو آخرت کا یقین تھا اور نہ اس نے آخرت کو سامنے رکھ کر کوئی کام کیا اس لئے وہ جنت کی راحتوں سے محروم رہے گا۔ اس کے برخلاف ایک صاحب ایمان اور اعمال صالحہ کے پیکر شخص کو جنت کی وہ راحتیں عطا کی جائیں گی جن کا وہ اس دنیا میں رہ کر تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی زندگی اور جدوجہد آخرت کے لئے تھی اس لئے اس کی دنیا اگرچہ محدود تھی لیکن آخرت میں اس کو لا محدود جنتیں اور اس کی راحتیں عطا کی جائیں گی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ ایک مومن کے اعمال صالحہ کو کھیتی اور اس پر ملنے والے ثواب کو اس کا پھل قرار دیا ہے جس میں اسے ترقی بھی ملتی رہے گی۔ ایک نیکی کا صلہ اور بدلہ دس گنا یا اس سے بھی زیادہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص آخرت کی راحتوں کا طلب گار ہوگا ہم اس کی کھیتی کو بڑھاتے چلے جائیں گے اور جو دنیا ہی کی کھیتی اور اس کے پھل کا آرزو مند ہوگا اسے دنیاوی زندگی کا تھوڑا یا زیادہ سامان تو ضرور دیا جائے گا لیکن وہ آخرت کے بہتر نتائج اور راحتوں سے محروم رہے گا۔

فرمایا دنیا پرستوں نے اپنے ہاتھوں سے ایسے معبود گھڑ لئے جنہیں وہ اپنا سب سے بڑا سہارا سمجھتے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ ان کے یہ معبود دنیا اور آخرت میں ان کی نجات اور کامیابی کا ذریعہ بنیں گے حالانکہ اللہ نے ایسے ظالموں کے لئے شدید سزا اور عذاب مقرر کر رکھا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کی بدعملیوں کی سزا اسی دنیا میں دے سکتا تھا لیکن اس نے اس بات کا فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ ایسے ظالموں کو دنیا میں ڈھیل اور مہلت ضرور دے گا لیکن آخرت میں وہ سخت ترین سزا سے نہ بچ سکیں گے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ قیامت کے دن ان ظالموں کو اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ عذاب الٰہی کو دیکھ کر لرز رہے ہوں گے۔ ہر طرح اس عذاب سے بچنے کی کوشش کے باوجود وہ اپنے برے انجام سے نہ بچ سکیں گے۔ ان کے برخلاف وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد زندگی بھر نیک عمل کرتے رہے ان کو جنت کے ایسے ہرے بھرے باغات عطا کئے جائیں گے جہاں ان کی خواہش کی ہر چیز موجود ہوگی اور وہ جس چیز کی تمنا کریں گے وہ ان کو دی جائے گی۔ اللہ کے اس فضل وکرم سے دنیا پرست لوگ محروم رہیں گے۔

آخر میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ بھی تمام انبیاء کرام کی طرح یہ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں آخرت کی ہمیشہ کی فلاح و کامیابی کی باتیں بتا کر سیدھا راستہ دکھا رہا ہوں اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ مجھے تم سے کسی معاوضے یا بدلے کی خواہش ہے۔ میرا اجر و ثواب تو اللہ کے ذمے ہے میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جن لوگوں سے میرا خاندانی یا برادری کا تعلق ہے وہ میرے خلوص اور خیر خواہی کے جذبے کی قدر کریں کیونکہ میں تمہیں سیدھی بات بے لاگ بتا رہا ہوں تمہیں رشتہ داری کا کچھ تو پاس اور لحاظ ہونا چاہیے۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بات اس وقت فرمائی جب قبیلہ قریش کے لوگ دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں روڑے اٹکا رہے تھے اور آپ کی ہر بات کی مخالفت میں بیہودہ ضد کی حد سے بھی آگے نکل گئے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ میں جس دین اسلام کی بات کر رہا ہوں وہ ایک سچا دین اور نجات کا راستہ ہے اس کو قبول کرنے ہی میں کامیابی ہے لیکن اگر تم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں میرے لائے ہوئے پیغام کو سننا ہی نہیں چاہتے تو یہ تمہاری مرضی ہے لیکن کم از کم اس قرابت داری اور رشتوں کا تو لحاظ کرو جو مجھے حاصل ہے اخلاق اور شرافت کی تعلیم سے اس حد تک تو نہ گر جاؤ کہ اپنے اور غیر میں کوئی فرق ہی نہ کرو۔

اہل بیت رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور امت کے تمام مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے چنانچہ حضرت امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس آیت کی تفسیر کے متعلق پوچھا تو ہم نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو خط لکھ کر اس کی صحیح تفسیر وتعبیر پوچھی۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ قریش کے ایسے نسب سے تعلق رکھتے تھے کہ ان کے ہر چھوٹے بڑے قبیلے سے رشتہ داری کے تعلقات قائم تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان مشرکین قریش سے کہہ دیجئے کہ میں جو بھی اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ یا بدلہ اس کے سوا نہیں مانگتا کہ تم مجھ سے قرابت داری کی مروت ولحاظ کا معاملہ کرکے بغیر کسی تکلیف کے اپنے درمیان رہنے دو اور میری حفاظت کرو۔ (بیہقی)۔

رافضیوں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جو قریش سے کہہ رہے ہیں کہ میں اس تبلیغ دین پر کوئی معاوضہ تو نہیں چاہتا صرف اس کا صلہ یہ مانگتا ہوں کہ علیؓ اور فاطمہؓ سے محبت کی جائے۔ اس آیت کی یہ تفسیر کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیات مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی ہیں جب حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شادی تک نہیں ہوئی تھی۔ یہ دونوں تو بچے تھے عرب معاشرہ میں ان سے کوئی نفرت تھی نہ مخالفت۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ بات تو تقریباً ہر نبی نے کہی ہے کہ ہم دین کا جو بھی پیغام پہنچا رہے ہیں اس پر ہمارا اجر اللہ کے ذمے ہے ہم تم سے کسی معاوضے کا مطالبہ نہیں کرتے۔ نبی کریم ﷺ جن کی شان تمام

انبیاء کرام سے افضل و اعلیٰ ہے کیا آپ ایسی بات فرما سکتے تھے۔ لوگو! مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے صرف علی و فاطمہ سے محبت کی جائے۔ یہ کہنا نبی کریم ﷺ کے بے لوث اور بے غرض جذبے کی توہین ہے اور تفسیر میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ پورے عرب میں صرف حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ ہی آپ کے قرابت دار نہ تھے بلکہ اور سینکڑوں رشتہ دار تھے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۗ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۗ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۗ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾

ع ۳

**ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۹**

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے؟ اے محمد ﷺ! اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنی باتوں سے ثابت کرتا ہے بے شک وہ دلوں تک کی باتوں سے واقف ہے۔

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور (ان کے) قصور معاف فرماتا ہے اور جو تم کرتے ہو (سب) جانتا ہے۔

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے ان کے لئے سخت عذاب ہے جو کافر ہیں۔

اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔ وہ وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت (یعنی بارش کی برکت) کو پھیلاتا ہے اور وہ کام بنانے والا (اور) تعریف کے لائق ہے۔

اور آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اسی کی نشانیوں میں سے ہے اور ان جانوروں کا پیدا کرنا جو اس نے ان میں (زمین و آسمان میں) پھیلا رکھے ہیں اور وہ جب چاہے ان کے جمع کر لینے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۲۹

افتریٰ — اس نے گھڑ لیا۔ بنا لیا

یختم — وہ مہر لگا دیتا ہے

یمح — وہ مٹا دیتا ہے

السیّات — خطائیں۔ برائیاں

بسط — اس نے کھول دیا

بغوا — انہوں نے سرکشی کی۔ نافرمانی کی

الغیث — بارش

قنطوا — وہ مایوس ہو گئے

ینشر — وہ پھیلاتا ہے

بثّ — اس نے پھیلا دیا۔ اس نے بکھیر دیا

## تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۹

قرآن کریم کی عظیم تعلیم نبی کریم ﷺ کی اعلیٰ سیرت و کردار اور اس کے اثرات کو مشرکین اور کفار اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے مگر محض اپنے دلی بغض، حسد، ضد اور ہٹ دھرمی ان کو جہالت کے طوفان کی طرف دھکیل کر لے جاتی تھی وہ اپنی شرمندگی کو مٹانے کے لئے نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کا مذاق اڑاتے ہوئے طرح طرح کے بے تکے اعتراضات کرتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ قرآن آپ نے (نعوذ باللہ) خود ہی گھڑ کر اس کو اللہ کا کلام کہنا شروع کر دیا ہے۔ کفار و مشرکین کے اس اعتراض کو قرآن کریم نے کئی مقامات پر نقل کر کے اللہ نے اس کا ایک ہی جواب دیا ہے کہ یہ کلام صرف اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اس جگہ ان کی بے تکی باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نبی کا مقام اس قدر بلند ہوتا ہے کہ اس سے اس بات کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی کلام کو خود گھڑ کر اس کو اللہ کا کلام قرار دیدے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ ایسا کرتے تو اس وقت اللہ کی مشیت آپ کے دل پر ایک ایسی مہر لگا دیتی کہ آپ کی زبان پر وہ کلام جاری ہی نہ ہوتا کیونکہ اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ جھوٹ اور باطل کو مٹا کر رہتا ہے۔ اگر آپ نے اس کلام کو خود گھڑ لیا ہوتا تو اللہ اس کلام کو مٹا کر چھوڑتا کیونکہ وہ ہر بات کو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ وہ ہر شخص کی دلی کیفیات سے اچھی طرح واقف ہے اس سے کوئی بات اور کوئی دلی جذبہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ یہ کفار و مشرکین آپ پر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات کیوں لگا رہے ہیں۔ درحقیقت یہ مخالفانہ آواز ان کے دل کی آواز نہیں ہے بلکہ محض ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن کریم کے مخالف بن کر ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حق اور سچائی کے نظام کو ثابت کر کے رہے گا اور وہ ہر ایک جھوٹ اور باطل کو مٹا کر رہے گا۔ فرمایا کہ اس سے پہلے کہ اللہ کا فیصلہ آ جائے وہ تمام منکرین و مشرکین اللہ سے سچی توبہ کر لیں۔ موت کے فرشتے سامنے آنے سے پہلے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اگر انہوں نے سچے دل سے توبہ کر لی تو اللہ نہ صرف ان کی توبہ کو قبول کر لے گا بلکہ ان کو دنیا اور آخرت میں وہ بہت کچھ دے گا جس کا وہ اس دنیا کی زندگی میں تصور بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اس کائنات میں بھی ساری قدرت و طاقت اللہ ہی کی ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اس کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے جس کو جتنا رزق دینا چاہتا ہے وہ دیتا ہے۔ سخت مایوسی کے بعد جتنی بارش برسانا چاہتا ہے برساتا ہے وہ ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق دیتا ہے۔ اگر وہ کم ظرفوں کو خوب رزق دیتا چلا جائے تو ظالم اور کم ظرف لوگ دنیا میں دوسروں کا جینا حرام کر دیں گے اور ہر طرف فساد اور تباہی پھیلا کر رکھ دیں گے لہٰذا وہ اپنی مصلحت کے مطابق ہر ایک کو ایک اندازے کے مطابق عطا کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر انسان کے ساتھ ہوس اور دولت کا لالچ تو لگا ہوا ہے ہر ایک چاہتا ہے کہ اس کے چاروں طرف دولت کے ڈھیر اور راحت و آرام کے سارے وسائل جمع ہو جائیں لیکن اللہ اپنی مصلحت کے مطابق ہر ایک کو کم و زیادہ عطا کرتا ہے۔ حضرت خباب ابن الارتؓ سے روایت ہے کہ جب ہم نے بنو قریظہ، بنو نضیر

اور بنو قینقاع کے مال و دولت کو دیکھ کر ہمارے دلوں میں بھی مال و دولت کی تمنا پیدا ہوئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (امام بغوی)۔ حضرت عمرو ابن حریث فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ (جو انتہائی فقر و فاقہ اور غربت کی زندگی گذار رہے تھے) انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی مال و دولت عطا کردے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (روح المعانی)۔ جس میں صحابہ کرامؓ کے ذہنوں کی تربیت کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ہر شخص کو اللہ اپنے فضل و کرم سے جتنا دینا چاہتا ہے دیتا ہے۔ مایوسی کے بعد وہ جتنا پانی برسانا چاہتا ہے برساتا ہے۔ اس نے اپنی لاکھوں مخلوقات کو کائنات میں پھیلا رکھا ہے جن کی ہر ضرورت کو وہ پورا کرتا ہے وہ بکھرے ہوئے ہیں لیکن وہ جب بھی چاہے گا ان کو جمع کرلے گا یہ اس کی قدرت سے باہر نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان میں اور اس کے خالق میں فرق یہ ہے کہ ہر انسان اپنی معلومات اور ضروریات کے محدود دائرے میں رہ کر فیصلے کرتا ہے لیکن اللہ کے سامنے ساری مخلوقات کی مصلحتیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر آدمی کائنات کے انقلابات کی مصلحتوں تک کو نہیں سمجھتا لیکن اللہ ہر بات اور ہر چیز کی مصلحت سے واقف ہے اور فیصلے کرتا ہے۔

وَمَآ أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ

فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَآ أَنتُم بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٣١﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ إِن يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَىٰ ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٣٣﴾ أَوْ يُوبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَن كَثِيرٍ ﴿٣٤﴾ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ﴿٣٥﴾ فَمَآ أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾

ربع

**ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۴۳**

اور تمہیں جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ اور بہت سی خطاؤں کو تو وہ معاف کر دیتا ہے۔ اور تم زمین میں بھاگ کر اس کو بے بس نہیں کر سکتے اللہ کے سوا تو تمہارا کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار۔ اس کی نشانیوں میں سے وہ جہاز ہیں جو پہاڑ کی طرح بلند نظر آتے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ٹھہرا دے اور وہ جہاز سمندر کی پیٹھ پر کھڑے رہ جائیں۔ بے شک اس میں ہر صبر اور شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔ یا اگر وہ چاہے تو جہاز والوں کے اعمال کی وجہ سے ان جہازوں کو تباہ کر دے اور بہت سے آدمیوں سے درگزر کر دے۔ اور وہ لوگ جو ہماری آیات میں جھگڑے پیدا کرتے ہیں ان کے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ محض دنیاوی زندگی میں برتنے کا سامان ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کہیں بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آجاتا ہے تو وہ خطا کرنے والے

کو معاف کر دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے پروردگار کا حکم مانتے، نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا ہر کام باہمی مشورے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں برائی کا بدلہ اسی برائی جیسا ہے۔ پھر جس نے درگذر کیا اور آپس میں صلح صفائی کر لی تو اس کا اجر و ثواب اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک وہ ظالم (زیادتی کرنے والوں) کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو اپنے اوپر ظلم کیے جانے کے بعد مناسب بدلہ لیتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں ہے۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو ظلم کرتے اور ملک میں ناحق شرارتیں کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور بے شک جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یقیناً یہ بڑے عزم و حوصلے کی بات ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۳۰ تا ۴۳

| | |
|---|---|
| اَصَابَ | پہنچا |
| کَسَبَتْ | اس نے کمایا |
| مُعْجِزِیْنَ | عاجز۔ بے بس کرنے والے |
| اَلْجَوَارُ (جَارِیٌ) | چلنے والے |
| اَلْاَعْلَامُ (عَلَمٌ) | پہاڑ۔ اونچی چیز |
| یُسْکِنُ | وہ ٹھہراتا ہے |
| رَوَاکِدُ (رَاکِدٌ) | ٹھہرنے والے |
| ظَھْرٌ | پیٹھ |
| صَبَّارٌ | بہت صبر کرنے والا |
| یُوْبِقُ | وہ تباہ کرتا ہے |
| مَحِیْصٌ | چھٹکارا پانے کی جگہ |
| یَجْتَنِبُوْا | وہ بچتے ہیں۔ پرہیز کرتے ہیں |

| | |
|---|---|
| كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ | بڑے بڑے گناہ |
| شُوْرٰى | مشورہ کرنے کا راستہ۔ سمجھانا |
| يَنْتَصِرُوْنَ | دور وکتے ہیں |
| اِنْتَصَرَ | اس نے بدلہ لیا۔ انتقام لیا |
| عَزْمِ الْاُمُوْرِ | بڑی بات۔ بڑا کام |

## تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۴۳

دیکھا یہ گیا ہے کہ دنیا میں انسان جب عمل کرتا ہے اس کا اچھا یا برا نتیجہ ضرور نکلتا ہے۔ ہمیں جو بھی مشکل پریشانی یا مصیبت پہنچتی ہے اس کے پیچھے یا تو نیت کی خرابی، کوتاہی، غفلت، گناہ اور بے عملی ہوتی ہے یا دین اسلام کی سربلندی، اس کے فروغ کی جدوجہد اور پرخلوص ایثار و قربانی کا جذبہ ہوتا ہے۔ اگر ایمان، عمل صالح، تقویٰ، پرہیزگاری اور دیانت وامانت کی وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ ایک مومن کے گناہوں کا کفارہ، درجات کی بلندی اور آخرت کی کامیابی کا سبب بن جاتی ہیں لیکن اگر محض دنیاوی لالچ، خود غرضی، دنیا پسندی اور گناہوں کی وجہ سے مصائب آتے ہیں تو یہ ان کے اعمال کی سزا ہوتی ہے۔ کبھی تو اس کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے لیکن آخرت میں تو یقینی سزا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جس شخص کو کوئی لکڑی کی خراش لگتی ہے یا اس کی رگ پھڑکتی ہے یا اس کے قدموں میں لغزش پیدا ہوتی ہے تو یہ سب اس کے گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے (یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ) وہ ہر گناہ پر اسی وقت سزا نہیں دیتا بلکہ جو گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں وہ ان سے بہت زیادہ ہوتے ہیں جن پر سزا دی جاتی ہے۔

ہمارا دین ہمیں عمل، حسن عمل اور جدوجہد سے نہیں روکتا بلکہ اس بات کو ذہنوں میں بٹھانا چاہتا ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس کے لئے اللہ نے ایسے قوانین مرتب کر دیئے ہیں جن کو اپنانے سے کبھی کامیابی ملتی ہے اور کبھی سخت ناکامی مثلاً آدمی رزق تلاش کرنے کے لئے سمندر کے سینے کو چاک کرتا ہوا اس میں جہاز اور کشتیاں چلاتا ہے، سڑکوں پر دوڑتا اور ہواؤں کے دوش پر اڑا پھرتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ممکن ہوا ہے کہ اللہ نے قوانین فطرت کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے اور فضاؤں کو ہواؤں کو اس کا تابع بنا دیا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان ہواؤں اور فضاؤں کو روک دیتا جس سے آدمی کی ساری کوششیں اور بھاگ دوڑ دھری کی دھری رہ جاتیں اور وہ دو قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ پورا نظام کائنات اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جب اور جیسے چاہتا ہے اپنے نظام کو چلاتا ہے۔ اس دنیا میں بسنے والوں کو کبھی راحت و آرام ملتا ہے کبھی تکلیفیں اور مشکلات، کبھی صحت و تندرستی اور کبھی بیماری

آزاری، کبھی خوش حالی اور کبھی بدحالی اور فقر و فاقہ۔ پوری جدوجہد اور کوششوں کے باوجود کبھی کبھی نتیجہ بالکل الٹا نکلتا ہے کیونکہ ہر چیز کا نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور بہتر لوگ وہ ہیں جو ہر حال میں صبر و شکر کا دامن تھامے رہتے ہیں۔ انہیں اس بات پر پورا یقین و اطمینان ہوتا ہے کہ بے شک جدوجہد اور کوشش کرنا آدمی کا کام ہے لیکن اس کا بہتر یا بدتر نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ انہیں اس بات کا بھی یقین ہوتا ہے کہ دنیا کی یہ زندگی اور اس کے اسباب محض وقتی، عارضی اور زندگی گذارنے کا ذریعہ ہیں لیکن اصل زندگی اور کامیابی آخرت کی زندگی ہے۔ یہی وہ حقیقی جذبہ ہے جس سے اس کو سکون قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے اور اس انقلابی فکر سے اس کی صاف ستھری نکھری ہوئی شخصیت ابھر کر دنیا کے سامنے آتی ہے۔ تکبر، غرور، ظلم، ہٹ دھرمی، ضد اور ہٹ دھرمی کے بجائے اس میں تواضع، انکساری اور عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ وہ زندگی کے اجتماعی معاملات میں دوسروں کے مشوروں سے فائدے حاصل کرتا ہے اور وہ اپنی رائے اور شخصیت کے رعب کو دوسروں پر ٹھونسنے کے بجائے لوگوں سے بہتر سلوک کو رواج دیتا ہے۔ وہ دوسروں کے حقوق چھیننے کے بجائے دوسروں کے حقوق کا محافظ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ اس طرح کے لوگ پسندیدہ شخصیات ہیں اس لئے ان کی چند خصوصیات بتائی گئی ہیں مثلاً

(۱) وہ اللہ سے اپنی امیدوں کے پورا ہونے کی توقع کر کے صرف اس کی ذات پر مکمل بھروسہ، اعتماد اور توکل اختیار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ترقی، عزت اور سربلندی دینے والا اللہ ہوتا ہے اور وہی ان کی مشکل کشائی کرتا ہے۔

(۲) وہ صغیرہ، کبیرہ، ظاہری اور پوشیدہ ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور کسی بے حیائی اور گناہ کے کاموں کے قریب جانے سے گھبراتے ہیں۔

(۳) جب ان کو کسی بات پر غصہ اور طیش آجاتا ہے تو اپنے اوپر قابو رکھتے ہوئے اور اس کا بدلہ لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود وہ انتقام نہیں لیتے بلکہ اپنی عالی ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسروں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں۔

(۴) انہیں جب بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کوئی حکم پہنچتا ہے وہ ان کے مزاج اور حالات کے مطابق ہو یا نہ ہو تو وہ اس کے کرنے میں بے تابانہ آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں وہ حکم کی تعمیل میں کسی سستی، کاہلی یا بے عملی کو قریب نہیں آنے دیتے۔

(۵) وہ "قیام صلوٰۃ" کا حق ادا کرنے کے لئے نمازوں کے فرائض، واجبات، سنتوں اور مستحب باتوں کا پورا اہتمام کرتے ہیں۔

(۶) آپس کے اجتماعی معاملات میں وہ ہمیشہ "باہمی مشورہ" کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور مشورہ کے بعد جو بھی فیصلہ ہو جائے خواہ ان کی رائے کے برخلاف ہی کیوں نہ ہو تو وہ اس پر عمل کرنے کے لئے تن، من اور دھن سے پر خلوص جدوجہد کرتے ہیں۔ "مشاورت" دراصل اسلامی طرز زندگی کا ایک اہم ستون ہے جس کے احادیث میں بہت فضائل آئے ہیں اور جب تک اہل

مسلمان نے باہمی مشورے کا طریقہ اختیار کیا اس وقت تک وہ زندگی کے ہر میدان میں آگے بڑھتے چلے گئے اور کامیابیاں ان کے قدم چومتی رہیں لیکن جب ہم نے اس طرز زندگی کو چھوڑ دیا تو ہم میں سے ہر شخص اپنی رائے کو اجتماعی مفادات سے زیادہ بلند سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہو گیا اور ملت کا شیرازہ بکھر گیا۔ ورزندگی کے معاملات کا فیصلہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا جن کی زندگیاں تقویٰ اور تقویٰ سے خالی ہوتی ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بعض مرتبہ ایسے معاملات و واقعات پیش آجاتے ہیں کہ ان کا کوئی حکم قرآن کریم میں نہیں ہوتا (اس وقت ہم کیا کریں)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے تو میری امت میں سے عبادت گزار بندوں کو جمع کر کے مشورہ کر لینا اور اس پر عمل کرنا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی ایک اسی طرح کی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اہل عقل سے مشورہ کر لیا کرو تم راہ پا جاؤ گے اور مشورے سے جو بات طے پا جائے اس کی مخالفت نہ کرو ورنہ ندامت و شرمندگی اٹھاؤ گے۔

(۷) وہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے نیک اور بھلے کاموں میں اپنا مال خرچ کر کے دلی اور روحانی سکون حاصل کرتے ہیں۔

(۸) وہ لوگ اچھے یا برے حالات میں صبر و شکر کا دامن تھامے رہتے ہیں اور کسی موقع پر بے صبری اور ناشکری کے بجائے بڑے عزم و حوصلے اور جواں مردی کا اظہار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کے ان سچے اصولوں پر عمل کر کے دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۶

اور جسے اللہ ہی گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی حمایتی نہیں ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب وہ اپنی کھلی آنکھوں سے عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تب کہیں گے کہ کیا یہاں سے واپس جانے کا کوئی راستہ ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ دیکھیں گے کہ جب وہ جہنم کے سامنے لائے جائیں گے تو ذلت کے احساس سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور کن انکھیوں سے (آگ کو) دیکھتے ہوں گے۔ اس وقت اہل ایمان کہہ اٹھیں گے کہ بے شک حقیقی نقصان اٹھانے والے لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیا ہے۔ خبردار یہ ظالم ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اور وہاں اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ جسے اللہ ہی نے بھٹکا دیا اس کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۴۴ تا ۴۶

| | |
|---|---|
| **مَرَدٌّ** | لوٹ جانے کی جگہ |
| **طَرْفٌ خَفِیٌّ** | چھپی نظر۔ کن انکھیوں سے دیکھنا |
| **مُقِیْمٌ** | ٹھہر جانے والا |
| **سَبِیْلٌ** | راستہ |

## تشریح: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۶

اہل ایمان پر یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے زندگی کی راہوں میں ہدایت و رہنمائی کے لئے قرآن کریم جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی اور اطاعت و فرماں برداری کے لئے خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات پاک اور بہترین نمونہ زندگی عطا فرمایا۔ یہ ایک سچائی ہے کہ اگر کوئی اس کو آنکھ سے دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کرتا اور وہ کفر و شرک کی جس زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہے اس سے توبہ نہیں کرتا تو اللہ کو بھی بے نیاز ذات ہے وہ اس کو اسی گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے کیونکہ جو شخص خود

اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مار رہا ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ دنیا کی زندگی کے عیش و آرام میں اس کو برے انجام کا اندازہ نہ ہو لیکن آخرت میں اپنے کئے ہوئے اعمال کو عذاب کی شکل میں دیکھے گا تب وہ کہہ اٹھے گا کہ واقعی اس نے دنیا کے عیش و آرام میں آخرت کو بھلا رکھا تھا۔ وہ اس بات کی تمنا کرے گا کہ اگر اس کو دنیا میں جانے کا ایک اور موقع دیدیا جائے تو وہ حسن عمل کا پیکر بن جائے گا۔ لیکن اس کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکے گی۔ ان کو اپنے جرم کا پوری طرح احساس ہو جائے گا جس سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے۔ ذلت و ندامت کے آنسو بہا رہے ہوں گے اور کن انکھیوں سے اس عذاب کو دیکھ رہے ہوں گے جو ان کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہوگا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے اللہ ہی نے ہماری رہنمائی فرمائی تھی کہ ہم اس ذلت و رسوائی سے بچ گئے ورنہ ہمارا انجام بھی یہی ہوتا۔ وہ ہدایت سے محروم ظالموں پر ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ اصل خسارہ اور نقصان تو درحقیقت ان کا ہوا ہے جو خود بھی ذلت و رسوائی کے سمندر میں ڈوب گئے اور انہوں نے اپنے اہل و عیال اور گھر والوں کو بھی ڈبو دیا۔ اللہ کی رحمت سے خود بھی محروم رہے اور اپنے متعلقین کو بھی محروم کر دیا۔ کیونکہ وہاں کوئی کسی کو سہارا نہ دے گا اور نہ حمایت و مدد کر سکے گا۔ واقعی جو لوگ اللہ کی رحمت کی قدر نہیں کرتے اور گمراہی میں زندگی گذارتے ہیں اور اسی پر اصرار کرتے ہیں تو اللہ بھی ایسوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ہدایت تو ان کو ملتی ہے جو اس روشنی کو حاصل کرنے کی تڑپ اور تمنا رکھتے ہیں۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ
مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۞ فَاِنْ اَعْرَضُوْا
فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۞ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۞
اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۞

**ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰**

لوگو! اس دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مان لو جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں ہے۔ نہ اس دن کوئی پناہ حاصل کرنے کی جگہ ہوگی اور نہ تمہارے واسطے اللہ سے روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔

(اے نبی ﷺ!) اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔ بس آپ کے ذمے (ہمارے احکامات کو) پہنچا دینا ہے۔

جب ہم آدمی کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر اترانے لگتا ہے۔ اور اگر وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جو وہ کر چکے ہیں کوئی مصیبت آجاتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ بے شک آدمی ہے بڑا ناشکرا۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اسی کی ملکیت ہے۔

جو وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے وہ بیٹیاں دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دے دیتا ہے۔

یا جس کے لئے وہ چاہتا ہے اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں جمع کر دیتا ہے یا وہ جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ بے شک وہی بہت جاننے والا اور قدرت والا ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

مَلْجَاٌ ٹھکانا۔ پناہ کی جگہ

نَكِيْرٌ مکر جانا

اَذَقْنَا ہم نے چکھایا

فَرِحَ خوش ہو گیا

| | |
|---|---|
| کَفُوْرٌ | بہت زیادہ ناشکرا |
| یَھَبُ | وہ دیتا ہے |
| اِنَاثٌ | بیٹیاں۔لڑکیاں |
| اَلذُّکُوْرُ | بیٹے۔لڑکے |
| یُزَوِّجُ | وہ جوڑے بنادیتا ہے |
| عَقِیْمًا | بانجھ۔اولاد سے مایوس |

## تشریح: آیات نمبر ۴۷ تا ۵۰

دین اسلام نے توحید کا یہ بنیادی تصور پیش کیا ہے کہ اس کائنات کے ذرے ذرے میں اور آخرت کے ہر فیصلے میں صرف ایک اللہ کو مکمل اختیار حاصل ہے اس کے سوا کوئی اس کے اس اختیار میں شریک نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کے بنانے بگاڑنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

وہ جس طرح چاہتا ہے نظام کائنات کو چلا رہا ہے۔ وہ اپنی رحمت اور فضل و کرم سے جس کو جتنا دینا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ۔ کسی کو اولاد نرینہ دیتا ہے اور کسی کو لڑکیاں ہی لڑکیاں دیتا ہے، کسی کو لڑکا اور لڑکی دونوں عطا کرتا ہے اور کسی کو اس طرح بانجھ بنا دیتا ہے کہ میڈیکل کی ہزاروں ترقیات کے باوجود وہ اولاد سے محروم رہتا ہے۔

فرمایا کہ جس طرح اس دنیا کے تمام معاملات اسی کے اختیار میں ہیں اسی طرح آخرت کے ہر فیصلے کا اختیار بھی ایک اللہ کو حاصل ہے۔

انسان کی سعادت یہ ہے کہ وہ قیامت کے آنے سے پہلے پہلے سچے دل سے توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا چلا جائے اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق چل کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار لے۔

اللہ نے اس زندگی کے میدان کو اسی لئے عطا فرمایا ہے کہ وہ اس میں نیک اور بہتر زندگی کو اختیار کر کے نجات کا سامان کرلے کیونکہ آخرت میں نہ تو عمل کا وقت ہوگا اور نہ وہاں سے دوبارہ دنیا میں آکر اپنی غلطیوں کی اصلاح کا موقع ملے گا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لوگو! قیامت کے اس دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مان لو جو ایسا دن ہوگا جو کسی کے ٹالنے سے ٹل نہ سکے گا۔ نہ اس دن اللہ کی پناہ کے سوا کوئی پناہ مل سکے گی اور نہ اس دن تمہارے واسطے اللہ سے کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیجئے۔ ماننا نہ ماننا یہ ان کا اپنا فعل ہے۔ نہ ان کو سیدھے راستے پر چلانے کی آپ کی ذمہ داری ہے نہ آپ کو ان کا نگراں بنا کر بھیجا گیا ہے نہ آپ سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا کہ کس نے ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کیا اور کس نے کفر و شرک کا کیونکہ ہدایت دینا تو اللہ کا کام ہے آپ کا کام دین کی سچائیوں کو ہر شخص تک پہنچانا ہے اور بس۔

فرمایا کہ یہ تو انسان کا اپنا مزاج ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تو وہ شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کرنے لگتا ہے اور اپنے مال و دولت پر اترانے لگتا ہے اور اگر اپنے ہاتھوں سے کئے گئے اعمال کی وجہ سے اس پر کوئی مصیبت اچانک آجاتی ہے تو بے صبرے پن پر اتر آتا ہے۔

لیکن لوگوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ وہ اللہ اگر کسی کو بہت کچھ عطا فرماتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے اس کو چھین بھی سکتا ہے اور اس کو ہر طرح کی نعمتوں سے محروم بھی کر سکتا ہے۔ جس طرح وہ کسی کو بیٹیاں دیتا ہے تو وہ بیٹوں کے لئے ترستا ہے اور بیٹے ہی بیٹے دیدیئے جاتے ہیں تو وہ بیٹی کی تمنا کرنے لگتا ہے کسی کو وہ بیٹا اور بیٹی دونوں نعمتوں سے نوازتا ہے اور کوئی اولاد کی نعمت ہی سے محروم رہتا ہے اور دونوں میں سے کسی کو یا دونوں کو بانجھ بنا دیتا ہے۔

یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے وہی ہر بات کی مصلحت کو جانتا ہے اور اسی کو ساری قدرت و اختیار حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حسن عمل کی اور ہر نعمت پر شکر کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری دنیا اور آخرت کو بہتر بنا کر عذاب جہنم سے محفوظ فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿٥١﴾ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٥٢﴾ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ﴿٥٣﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۳**

اور کسی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے (مگر تین طریقے پر) یا تو وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے جو اللہ کے حکم سے اس پیغام کو پہنچا دے جو کچھ اللہ چاہتا ہے۔

بے شک وہ برتر اور بڑی حکمت والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے اس طرح آپ کی طرف اس قرآن کو وحی کیا ہے کہ آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ آپ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے؟

لیکن ہم نے اس (قرآن کو) ایسا نور بنایا ہے کہ اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں سیدھے راستے کی رہنمائی عطا کر دیتے ہیں۔

اور بے شک آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت و رہنمائی کرنے والے ہیں اس اللہ کے راستے کی طرف (ہدایت دینے والے ہیں) جس کے لئے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کی ملکیت ہے۔

سنو! کہ تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۳

| | |
|---|---|
| يُكَلِّمُ | وہ کلام کرتا ہے |
| وَرَآءِ حِجَابٍ | پردے کے پیچھے |
| رُوْحٌ | جان۔ (فرشتہ) |
| مَا تَدْرِيْ | تو نہیں جانتا |
| تَصِيْرُ الْأُمُوْرُ | کاموں کا لوٹنا |

## تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۳

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کفار و مشرکین کے وہ بہت سے اعتراضات نقل کر کے ان کے جوابات دیئے گئے ہیں جو وہ نبی کریم ﷺ پر کرتے تھے ان ہی میں سے یہ اعتراض بھی تھا کہ آپ جس کلام کو اللہ کا کلام کہہ کر پیش کر رہے ہیں ہم کیسے یقین کرلیں کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہی ہے۔

کفار کہتے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے اس کلام کو خود سے گھڑ لیا ہے کیونکہ نہ تو آپ نے اللہ کو دیکھا نہ وہ آپ کے پاس آتا ہے نہ آپ اس کے پاس جاتے ہیں پھر وہ کون سا ذریعہ ہے کہ آپ کے پاس اللہ کا کلام آتا ہے۔ وہ کہتے کہ اگر یہ سب کچھ سچ ہے تو فرشتے خود آکر یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اگر ایسا ہوگا تو ہم یقین کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جاہلانہ اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارا کلام ہے۔ ہم نے ہی اس کو نازل کیا ہے۔ یہی وہ نور ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ جس کلام کو پیش کر رہے ہیں وہ ان کا نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے کیونکہ اس کلام کے نازل ہونے سے پہلے ان کے ذہن کے کسی گوشے میں اس کا تصور اور خیال تک موجود نہ تھا کہ آپ کو کوئی کتاب ملنے والی ہے۔ اور وہ اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود ایمان کی تمام کیفیات سے بھی پوری طرح واقف نہ تھے لہٰذا اس کے کلام اللہ ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ کرنا پرلے درجے کی جہالت ہے۔

فرمایا کہ آخرت میں تو انسان کی آنکھوں میں وہ طاقت وقوت آجائے گی جس سے وہ اللہ کو کھلی آنکھوں سے دیکھ سکے گا لیکن اس دنیا میں اصولی طور پر کوئی اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ جب حضرت موسیٰ نے دیدار الٰہی کی درخواست کی تو اللہ نے فرمایا تھا "لَن تَرَانِي" "اے موسیٰ آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

اس جگہ یہ فرمایا گیا کہ کسی بشر کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ سے براہ راست بات کرے۔ اگر وہ کلام کرتا ہے تو اس کے تین طریقے ہیں۔

(۱) بغیر کسی ذریعہ کے اللہ کا کلام دل پر القا ہو جائے یا خواب میں اشارہ کر دیا جائے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کی ابتدا خوابوں کے ذریعہ ہوئی ہے (بخاری و مسلم) اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی وحی کی ابتدا خوابوں سے بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر براہ راست بغیر کسی واسطے کے بہت سی باتیں القا کی گئی ہیں جن میں آپ یہ فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ ایسی احادیث کو احادیث قدسیہ کہا جاتا ہے جن کی تعداد چھ سو تک پہنچتی ہے۔ ظاہر ہے جس بات میں آپ یہ فرمادیں کہ یہ اللہ نے فرمائی ہے وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہے لیکن یہ بات بھی حقیقت ہے کہ وہ باتیں اللہ نے براہ راست آپ کے قلب پر نازل فرمائی ہیں اسی کو القا کہتے ہیں۔ اگر یہی باتیں حضرت جبرئیل یا کسی اور واسطے سے ہوتیں تو وہ قرآن کریم کہلاتیں۔

(۲) وحی کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پردے کے پیچھے سے آواز تو سنائی دے لیکن شکل نظر نہ آئے جس طرح وادی مقدس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا جہاں ان کو چاروں طرف سے آتی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی یا جس طرح شب معراج نبی کریم ﷺ سے اللہ نے پردے کے پیچھے سے کلام فرمایا۔ اور اگر بعض حضرات کی یہ بات مان لی جائے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کا دیدار کیا ہے یعنی اپنی کھلی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کیا ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں دیکھنے نہ دیکھنے کا ذکر اس دنیا کے متعلق آ رہا ہے اگر نبی کریم ﷺ نے اللہ کا دیدار فرمایا ہے تو وہ اس دنیا میں نہیں بلکہ اللہ کے دربار میں دیدار فرمایا ہے جس کا تعلق آخرت سے ہے۔

(۳) وحی کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اپنا پیغام اپنے خاص فرشتے (حضرت جبرئیل امین) کے ذریعہ بندوں تک پہنچائے۔ جس طرح تمام انبیاء کرامؑ اور خاص طور پر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر تیئس سال تک حضرت جبرئیل اللہ کی وحی کو لاتے رہے۔

ان تین صورتوں کے علاوہ دنیا کے متعلق یہ قانون ہے کہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ کلام نہیں کر سکتا البتہ کفار کا یہ

اعتراض نہایت لغو اور فضول ہے کہ ہم کیسے مان لیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے جب کہ آپ نے نہ تو اللہ کو دیکھا ہے نہ اس سے ملاقات ہوتی ہے اور نہ وہ آپ کے پاس آتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ اپنا کلام اسی طرح سارے نبیوں پر بھیجتا رہا ہے اور آخر میں اللہ نے اپنے آخری نبی و رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھی اپنا کلام حضرت جبرئیل کے واسطے سے بھیجا ہے جو بھی اس کتاب ہدایت پر ایمان لائے گا وہ زندگی کا سیدھا سچا راستہ پالے گا ورنہ زندگی بھر اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا۔ فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اسی کی ملکیت ہے۔ اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے اور اسی کا بتایا ہوا راستہ صراط مستقیم ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۵

الیہ یرد

سورۃ نمبر ۴۳

الزُّخْرُف

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورۃ الزخرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

| سورۃ نمبر | 43 |
| --- | --- |
| کل رکوع | 7 |
| آیات | 89 |
| الفاظ وکلمات | 848 |
| حروف | 3656 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو عربی زبان میں اس لیے نازل کیا ہے تاکہ اس کتاب کے اولین مخاطب اہل مکہ (اور قیامت تک آنے والے) اس کو آسانی سے سمجھ کر اس پر عمل کر سکیں لیکن انہوں نے اس پر عمل کرنے کے بجائے اس سے منہ پھیرا اور اس کا مذاق اڑایا۔

فرمایا کہ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان سے پہلے اللہ کے پیغمبر جب بھی اللہ کی کتابیں لے کر آئے تو ان کا مذاق اڑایا گیا اور ان کی تعلیمات کو ان کی قوم نے نظر انداز کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی نافرمانیوں کی سزا بھگت کر تباہ و برباد ہو گئے۔ حالانکہ وہ ان سے زیادہ طاقت ور اور دنیا بھر کے وسائل رکھتے تھے۔ جب وہ نہ بچ سکے تو تم اللہ کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہو۔

☆ فرمایا تم اس بات کو مانتے ہو کہ زمین و آسمان کو اللہ نے پیدا کیا لیکن پھر بھی تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو اور اس بات کا عقیدہ رکھتے ہو کہ فرشتے جو اللہ کی فرماں بردار مخلوق ہیں وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں جو قیامت کے دن تمہاری سفارش کر کے تمہیں عذاب الٰہی سے بچا لیں گے۔ فرمایا کہ تمہارا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے اور اللہ کی شدید ناشکری ہے۔

☆ لڑکا اور لڑکی دونوں کو اللہ نے پیدا کیا لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ تم نے اللہ کے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں سمجھ رکھا ہے خود تمہارا یہ حال ہے کہ اگر تمہارے گھر میں بیٹی پیدا ہو جائے تو شرمندگی سے تمہارا چہرہ سیاہ اور تاریک پڑ جاتا ہے تم کیسے عجیب لوگ ہو کہ اپنے لیے بیٹوں کو پسند کرتے ہو اور اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہو۔

> لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور پیدا ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ سے فرمایا تمہارا یہ حال ہے کہ اگر تمہارے گھر میں لڑکی پیدا ہو جاتی ہے تو تم شرمندگی سے منہ چھپائے پھرتے ہو تمہارے چہرے تاریک ہو جاتے ہیں لیکن تم اللہ کی فرماں بردار مخلوق فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہو یعنی اپنے لیے بیٹوں کو پسند کرتے ہو اور اللہ کے لیے بیٹیوں کو یہ کیسا عجیب انصاف ہے؟

☆ کفار قریش کہتے تھے کہ اگر ہماری بت پرستی اللہ کو ناپسند ہوتی تو وہ ہمیں (اپنے گھر میں) ان کی عبادت سے جبراً روک دیتا۔ اللہ نے ان کی اس بے وقوفی کی بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا اگر کوئی شخص چوری کرتا ہے یا کسی کو قتل کرتا ہے یا کوئی ناپسندیدہ فعل کرتا ہے کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ اگر اللہ کو ناپسند ہوتا تو یہ کام میں کیسے کر سکتا تھا؟

☆ جب ان سے کہا جاتا کہ وہ ایک اللہ کو چھوڑ کر سیکڑوں بتوں کی عبادت و بندگی کیوں کرتے ہیں؟ وہ یہ کہتے کہ ہم نے

نے فرعون کو للکارا اور معجزات دکھائے تو اس نے بھی اپنی قوم سے کہا تھا کہ میرے پاس عظمت و سلطنت، عیش و عشرت کے سامان، خوبصورت باغات اور مال و دولت کے ذخیرے ہیں لیکن موسیٰؑ کے پاس کیا رکھا ہے؟ یہ موسیٰ اگر واقعی اللہ کے پیغمبر ہوتے تو زمانہ کے دستور کے مطابق ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہوتے ان کے آس پاس فرشتے ہوتے۔ فرمایا کہ فرعون نے ان باتوں سے خود ہی گمراہی خریدلی، خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہی میں مبتلا کر دیا۔ بدترین انجام سے دوچار ہوا خود بھی ڈوب مرا اور اپنی پوری قوم کو بھی مروادیا اور تباہ و برباد کر دیا۔

☆ حضرت عیسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اللہ نے ان کو بغیر باپ کے معجزہ کے طور پر پیدا کیا تو لوگوں نے ان کو اپنا معبود بنالیا حالانکہ وہ زندگی بھر توحید کی تعلیم دیتے رہے۔ ایسے نافرمانوں کو قیامت کے دن سے ڈرنا چاہیے جو ان سے بہت دور نہیں ہے۔ اس دن دوست بھی دشمن بن جائیں گے لیکن اہل ایمان آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہمدرد اور غمگسار رہیں گے۔

☆ قیامت کے دن اہل ایمان کو نہ تو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ان کی صالح اور نیک بیویاں بچے ان کے ساتھ ہوں گے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں گے۔ جس چیز کی خواہش کریں گے وہ ان کو ملے گی۔ ان کے برخلاف مجرمین کا یہ حال ہوگا کہ وہ عذاب الٰہی کو سامنے دیکھ کر جہنم کے داروغہ جس کا نام مالک ہوگا اس سے فریاد کریں گے کہ اپنے اللہ سے یہ کہہ دو کہ وہ ہمیں موت کی نیند سلا دے تاکہ ہم اس عذاب سے بچ سکیں مگر ان کو موت نہ آئے گی۔

☆ اللہ بے نیاز ہے۔ زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ ہے وہ ان سب کا مالک اور بادشاہ ہے۔ انبیاء اور نیک لوگوں کے علاوہ کوئی کسی کی سفارش نہ کرسکے گا۔ فرمایا اے نبی ﷺ! آپ اللہ کا پیغام پہنچاتے رہیے اگر کوئی آپ ﷺ کے آڑے آتا ہے تو آپ ﷺ کہیے تم سلامت رہو۔ اے نبی ﷺ! آپ ان کا بھیانک انجام دیکھیں گے جب ان کے سامنے سے سارے پردے ہٹ جائیں گے۔

## سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ۚ﴿۳﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ؕ﴿۴﴾ اَفَنَضْرِبُ
عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿۵﴾ وَكَمْ اَرْسَلْنَا
مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۷﴾ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ
خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۙ﴿۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ
جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ﴿۱۰﴾ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾
وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ
مَا تَرْكَبُوْنَ ۙ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا
اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا
لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۙ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ
عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۭ﴿۱۵﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

حا۔میم حروف مقطعات (معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)

اس واضح کتاب (قرآن کریم) کی قسم

بے شک ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم آسانی سے سمجھ سکو

اور یقیناً وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بلند رتبہ اور حکمت سے بھرپور کتاب ہے۔

کیا ہم محض اس وجہ سے کہ تم حد سے نکل جانے والے (نافرمان ہو) اس نصیحت (سے جو بھرپور کتاب الٰہی ہے) اس کا رخ تم سے پھیر دیں گے۔

ہم پہلے لوگوں میں بہت سے پیغمبر بھیج چکے ہیں۔ اور ان کے پاس کوئی ایسا پیغمبر نہیں آیا جس کا انہوں نے مذاق نہ اڑایا ہو۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان (اہل مکہ) سے زیادہ طاقت ور تھے ان کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ اور ان سے پہلے لوگوں کی یہ حالت گذر چکی ہے۔

(اے نبی ﷺ) اگر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ یہی کہیں گے کہ ان کو ایک زبردست اور خوب جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔ وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش (راحت و آرام کا ذریعہ) بنایا۔ اسی نے ان میں تمہارے (آنے جانے کے) راستے بنائے تاکہ تم اپنی منزل تک پہنچ سکو۔ اسی نے بلندی سے ایک خاص انداز کے مطابق پانی برسایا۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) پھر ہم نے اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کیا۔ اسی طرح تم بھی (قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تمام چیزوں کی مختلف قسمیں بنائیں۔ اسی نے تمہارے لئے کشتیاں (جہاز) اور چوپائے (مویشی جانور) بنائے جن پر تم سواری کرتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پشت پر خوب جم کر بیٹھو۔ پھر جب اطمینان سے ان پر بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کا احسان یاد کرو اور تم یہ کہو "اس کی ذات پاک بے عیب ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے تابع کر دیا ورنہ ہم تو ایسے طاقت ور نہ تھے کہ ان کو اپنے قابو میں کر لیتے۔ اور بے شک ہم سب کو اپنے پروردگار کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ اور انہوں نے اس کے بندوں میں سے اس کا جزو (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے۔ بے شک انسان کھلا ہوا ناشکرا ہے۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۵

| | |
|---|---|
| أُمُّ الْكِتٰبِ | اصل کتاب (کتاب کی جڑ) |
| صَفْحًا | موڑ دینا۔ پھیر دینا (جسم کا چوڑا حصہ) |
| مُسْرِفِيْنَ | حد سے بڑھنے والے |
| بَطْشٌ | زور۔ گرفت۔ پکڑ |
| مَضٰى | گذر گیا |
| مَهْدٌ | بچھونا |
| اَنْشَرْنَا | ہم نے اٹھایا |
| تَرْكَبُوْنَ | تم سواری کرتے ہو |
| لِتَسْتَوٗا | تاکہ تم سیدھے رہو |
| ظُهُوْرٌ (ظَهْرٌ) | پیٹھیں |
| مُقْرِنِيْنَ (مُقْرِنٌ) | قابو میں لانے والے |
| مُنْقَلِبُوْنَ | لوٹنے والے |

### تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

سورۂ زخرف کا آغاز "حٰم" حروف مقطعات سے کیا گیا ہے جن کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلی والی سورتوں میں تفصیل سے عرض کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں "حٰم" سے شروع کی جانے والی سات سورتیں ہیں جن میں سے یہ چوتھی سورت ہے۔ احادیث میں "حٰم" سے شروع کی جانے والی سورتوں کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں جو شخص ان سورتوں کو پڑھنے کا عادی ہوگا تو یہ سات سورتیں جہنم کے ساتوں دروازوں پر موجود ہوں گی جو اس کو جہنم سے بچانے کے لئے رکاوٹ بن جائیں گی۔

اس سورت کی ابتدا قرآن کریم کے ذکر سے کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم ایک اعلیٰ روشن، واضح اور بلند رتبہ کتاب ہے جو حکمت و دانائی کی باتوں سے بھرپور ہے جو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے رہبر و رہنما ہے۔ اس کو جتنا بھی فروغ دیا جائے گا دنیا میں امن و سکون اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہوگا۔ کفار و مشرکین کو بتایا گیا ہے کہ وہ اس قرآن اور رسول ﷺ کی عظمت ختم کرنے کی جتنی بھی کوششیں اور شرارتیں کرلیں اللہ اپنے اس کلام کو مکمل کر کے رہے گا اور ساری دنیا میں نہ صرف اس کا پیغام پہنچ کر رہے گا بلکہ سچائی کی اس روشنی کے بغیر زندگی کے اندھیرے ان سے دور نہ ہو سکیں گے۔ یہی وہ روشنی ہے جس کو پھیلانے کے لئے اللہ نے ہر زمانہ میں اپنے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو صراط مستقیم پر چلا سکیں مگر کفار و مشرکین نے ہمیشہ ان پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا اور گستاخی کرتے ہوئے اللہ کے بھیجے ہوئے پیغام سے منہ پھیر کر غرور و تکبر اور ضد کا طریقہ اختیار کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے ان کو سخت ترین سزائیں دیں اور ان کی زندگیوں کو اس طرح مٹا دیا کہ پھر وہ دوسروں کے لئے نشان عبرت اور قصے کہانی بن کر رہ گئے۔ اہل مکہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح تم آج اللہ کے بھیجے ہوئے ان کے آخری محبوب نبی کریم ﷺ کو جھٹلا رہے ہو اور تمہیں اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ ہے ذرا اپنے سے پہلے گذری ہوئی نافرمان قوموں کو دیکھو کہ جب انہوں نے اپنی نافرمانیوں کی حد کر دی تو اللہ نے ان کو اور ان کے غرور کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ اے نبی ﷺ! ذرا آپ ان سے پوچھئے کہ اس زمین و آسمان کو کس نے بنایا؟ ان کو انسانوں کے لئے راحت و آرام اور ان کی تمام ضروریات کا ذریعہ کس نے بنایا؟ منزل تک پہنچنے کے لئے راستے، مردہ زمین میں زندگی پیدا کرنے کے لئے بارشوں کا انتظام، مختلف چیزوں کی طرح طرح کی قسمیں، دریا، سمندر کو پار کرنے اور کاروبار کے لئے ایک طرف سے دوسری طرف آنے جانے کے وسائل، قسم قسم کے جانور اور مویشی کس نے پیدا کئے؟ یقیناً اگر ضمیر مردہ نہ ہو چکے ہوں تو ہر ایک کے دل سے ایک ہی صدا بلند ہوگی کہ ان سب چیزوں کا خالق اور مالک صرف اللہ ہے۔ لیکن انسان کی یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ وہ ایک اللہ کو ماننے کے بجائے دوسرے بہت سے معبودوں کو گھڑ کر ان سے اپنی امیدیں وابستہ کر لیتا ہے۔ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں، حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا، پتھر کے بے جان بتوں کو اپنا مشکل کشا سمجھ بیٹھتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے انسان کو جتنی نعمتوں سے نوازا ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتا اور اس کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرتا لیکن وہ اپنی ہر کامیابی کو اپنی محنت کا نتیجہ قرار دے کر اللہ کی ناشکری کرتا رہتا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو سواری پر سوار ہونے کے وقت ایک دعا سکھائی ہے جس میں اللہ کی عظمت و قدرت اور شکر کا بہترین انداز سکھایا گیا ہے۔

## اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ

بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۝١٦ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ
لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝١٧ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا
فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ۝١٨ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ
الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۚ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ
شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ۝١٩ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۗ
مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝٢٠ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ
كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝٢١ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ
اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝٢٢ وَكَذٰلِكَ مَآ
اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا
وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝٢٣
قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۗ قَالُوْٓا اِنَّا
بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝٢٤ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝٢٥

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۵**

کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے (اپنے لئے) بیٹیاں بنائیں اور تمہیں بیٹوں سے نوازا ہے۔ جس چیز کی مثال یہ رحمٰن کے لئے دے رہے ہیں (ان کا یہ حال ہے کہ) جب اس کو (بیٹی)

ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں (غم اور غصے سے) گھٹتا رہتا ہے۔ کیا (اس نے اپنے لئے لڑکی کو چن لیا) جو زیوروں میں پرورش پائے اور اپنی بات بھی واضح طریقے پر بیان نہ کر سکے۔ اسی طرح انہوں نے فرشتوں کو جو اللہ کے خاص بندے ہیں ان کو بیٹیاں قرار دے رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے پوچھا ہے کہ) کیا یہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟ فرمایا کہ ان کی یہ بات لکھ لی گئی ہے اور اس کے متعلق ان سے سوال ضرور کیا جائے گا۔

وہ (اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے) کہتے ہیں کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان فرشتوں کی عبادت کبھی نہ کرتے۔ (فرمایا کہ) ان لوگوں کو اس بات کا صحیح علم نہیں ہے (اسی لئے) یہ لوگ بے تحقیق بات کر رہے ہیں۔ کیا ہم نے (ان کافروں کو) اس قرآن سے پہلے کوئی ایسی کتاب دی تھی جس سے یہ دلیلیں پیش کر رہے ہیں۔ بلکہ ان کا کہنا تو یہ ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا ہے اور ہم انہیں کے نشانات قدم پر چل رہے ہیں۔

(فرمایا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ) اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی بستی میں کوئی پیغمبر بھیجا تو وہاں کے عیش پسندوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا تھا لہٰذا ہم بھی ان ہی کے نشانات قدم پر چل رہے ہیں۔

پیغمبر نے کہا کہ جس طریقے پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اگر میں اس سے بہتر طریقہ لے کر آیا ہوں کیا تم پھر بھی ان ہی کے راستے پر چلو گے۔ (ان کا جواب یہ تھا کہ) تم جس (دین) کے ساتھ بھیجے گئے ہو اس کا ہم انکار کرتے ہیں۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۲۵

| | |
|---|---|
| اَصْفٰی | اس نے چن لیا۔ منتخب کر لیا |
| ظَلَّ | ہو گیا (ہو جاتا ہے) |
| مُسْوَدًّا | سیاہ۔ تاریک |
| کَظِیْمٌ | گھٹنے والا |
| یُنَشَّؤُا | پالا اور پرورش کیا جاتا ہے |

| | |
|---|---|
| اَلْحِلْيَةُ | زیور |
| اَلْخِصَامُ | جھگڑا۔ بحث کرنا |
| شَهِدُوْا | وہ حاضر تھے۔ موجود تھے |
| يَخْرُصُوْنَ | وہ اٹکل کی باتیں کرتے ہیں |
| مُسْتَمْسِكُوْنَ | تھامنے والے۔ سنبھالنے والے |
| اُمَّةٌ | طریقہ (امت، جماعت) |
| مُتْرَفُوْنَ | عیش پسند۔ مال دار |
| مُقْتَدُوْنَ | پیروی کرنے والے |
| اَهْدٰى | زیادہ بہتر |
| اِنْتَقَمْنَا | ہم نے انتقام لیا |
| عَاقِبَةٌ | انجام۔ نتیجہ |

## تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۵

ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جیسے زمین و آسمان کی پیدائش اور ان کے درمیان انسان کی راحت و سکون کے بے شمار اسباب۔ زمین میں چلنے پھرنے اور آنے جانے کے راستے، بلندی سے پانی کے برسنے اور اس سے مردہ زمین میں نئی تروتازگی پیدا کرنے جس سے زمین اور اس کی پیداوار سے زمین ہری بھری ہو جاتی ہے۔ ان بہت سی نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کی قدر کرتے ہوئے ہر آن اس کا شکریہ ادا کیا جاتا۔ جن کے دلوں میں ایمان کی روشنی موجود ہے وہ تو اس کی قدر کرتے اور اس پر شکر ادا کرتے ہیں لیکن کفار و مشرکین کا یہ حال ہے کہ وہ نہ صرف ناشکری کرتے ہیں بلکہ انبیاء کرام کے مقابلے میں اپنے گمراہ باپ دادا کی اندھی تقلید، ضد، ہٹ دھرمی اور غلط رسموں میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی نافرمانی، بے ادبی اور گستاخی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ انہوں نے اللہ کے فرماں بردار بندوں اور فرشتوں کو اللہ کے وجود کا ایک حصہ، جزو اور اولاد بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جو قیامت میں اللہ کے سامنے ان کی سفارش کر کے ان کو اللہ کے غضب اور غصہ سے نجات دلا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ان جاہلانہ اور احمقانہ باتوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ (اللہ کے نزدیک لڑکا اور لڑکی دونوں اس کی نعمتیں ہیں لیکن) ان کفار کا یہ حال ہے کہ خود تو وہ لڑکے چاہتے ہیں اور جب بھی ان کو یہ اطلاع دی

جاتی ہے کہ ان کے گھر لڑکی پیدا ہوئی ہے تو ان کے چہرے سیاہ تاریک پڑ جاتے ہیں۔ دل ہی دل میں غم کے مارے گھٹتے رہتے ہیں۔ انہیں بیٹی کی پیدائش سے اتنی شرمندگی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں سے چھپے چھپے پھرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ وہ اس ذلت کو برداشت کر لیں یا اس لڑکی کو زندہ زمین میں گاڑ دیں۔ فرمایا کیسی عجیب بات ہے کہ ان کے نزدیک تو لڑکی کا وجود ایک قابل نفرت چیز ہے جسے وہ انتہائی حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں لیکن وہ اللہ کے لئے اس کے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں یہ کیسی بے انصافی اور نادانی کی بات ہے۔ فرمایا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں کیسے ہو سکتی ہیں جن لڑکیوں کو زیور، کپڑوں اور بناؤ سنگھار سے فرصت نہیں ہوتی اور ان میں سے اکثریت ایسی ہے جو مردوں کی طرح نہ تو پر اعتماد انداز سے کلام کر سکتی ہیں اور نہ وہ اپنی بات منوا سکتی ہیں وہ اللہ کی اولاد کیسے ہو سکتی ہیں۔ اللہ تو وہ ہے جو بیٹا، بیٹی اور بیوی سے بے نیاز ہے۔ اور فرشتے اللہ کی ایک مخلوق ہیں جو اللہ کے احکامات کی فرماں برداری کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے گمراہ لوگوں سے سوال کیا ہے کہ جب اللہ نے ان فرشتوں کو پیدا کیا تھا تو کیا اس وقت یہ لوگ وہاں کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے؟ یقیناً یہ سب باتیں ان کے بے بنیاد خیالات ہیں جن پر وہ اپنے گمراہ باپ دادا کی اندھی تقلید کی وجہ سے ایسا سمجھتے اور کہتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ ان کے تمام اعمال کو لکھ رہا ہے اور وہ ان کے کسی عمل سے بے خبر نہیں ہے۔ قیامت کے دن ان کے اعمال ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے۔ کفار و مشرکین کی بے ادبی، گستاخی اور جہالت کی انتہا یہ تھی کہ وہ اپنے گناہوں پر بھی یہ کہہ کر مطمئن ہو چکے تھے کہ ہم جو بھی گناہ اور شرک کے کام کرتے ہیں ان سے اللہ ناراض نہیں ہے کیونکہ اگر وہ ناراض ہوتا تو ہم یہ گناہ ہرگز نہ کرتے۔ گویا وہ یہ کہتے تھے کہ اس دنیا میں ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے ہم جو بھی ثواب یا گناہ کا کام کرتے ہیں وہ اللہ کی مرضی سے کرتے ہیں (نعوذ باللہ) انہوں نے کبھی یہ نہ سوچا کہ اگر ایک شخص چوری، ڈاکہ، قتل، زنا اور بدکاری اور بڑے سے بڑے گناہ کو کرنے کے بعد یہ کہے کہ یہ سب کچھ میں نے خود نہیں کیا ہے بلکہ اللہ کی مرضی سے کیا ہے تو کیا دنیا کی کوئی عدالت یا کوئی انصاف پسند انسان اس کے اس جاہلانہ تصور کی حمایت کر سکے گا؟ اگر دنیا کی عدالتیں اور انسان بھی ایسے لوگوں کا ساتھ نہیں دے سکتے تو وہ اللہ سے ایسی احمقانہ امیدیں کیوں باندھے ہوئے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ان کی یہ باتیں بالکل بے بنیاد ہیں۔ اگر اللہ نے ان باتوں کے ثبوت کے لئے کوئی کتاب نازل کی ہے تو وہ اس کو لے کر آئیں اور ثبوت کے طور پر پیش کریں۔ دراصل ان کے پاس کوئی اس کی دلیل نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں کام کو کرتے ہوئے اپنے باپ دادا کو دیکھا ہے۔ فرمایا کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کے باپ دادا نے کوئی کام ایسا کیا ہو جو سراسر گناہ تھا اور ان کے پاس نہ تو کوئی علم ہدایت تھا نہ کوئی کتاب تھی۔ اللہ نے اور اس کے پیغمبروں نے ہمیشہ یہی سوال کیا ہے کہ اگر ان کے باپ دادا کسی گناہ یا جہالت کی بات پر قائم تھے تو کیا وہ بے سوچے سمجھے ان کی اندھی تقلید کئے چلے جائیں گے؟ کیا ان کے پاس عقل، فہم اور سمجھ نہیں ہے؟

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ تقلید بری چیز نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص ایسے آدمی کی تقلید کرتا ہے جس کی پوری زندگی اور اس کی زندگی کے اصولوں کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے تو اس کے پیچھے چلنا یا اس کی تقلید کرنا تو عین ثواب ہے۔ دراصل دین اسلام میں اس تقلید کو اندھی تقلید کہا گیا ہے جو شخص اپنے باپ دادا کی ہر بات کو اس لئے مان لیا جائے کہ اس کے باپ دادا نے ایسا کیا تھا خواہ اس کے باپ دادا گمراہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر غور کیا جائے تو دنیا میں ہر آدمی کسی نہ کسی کی تقلید کرتا ہے اور اس

کے طریقوں کو پسند کر کے اسی جیسا انداز اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دین نے ہمیں اس کی ہدایت و رہنمائی فرمائی ہے کہ جس کی بھی تقلید کی جائے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ اس کی زندگی کتاب و سنت یعنی اسلامی شریعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو نیک راہوں پر چلنے کے لئے اس کی بات مانی جائے اور اس کی تقلید کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے تمام پیغمبر ہمیشہ لوگوں کو برے اعمال کے برے نتائج اور اندھی تقلید سے بچانے اور سمجھاتے رہے۔ جنہوں نے ان کی نافرمانی کی اللہ نے ان پر اپنا غضب نازل کیا اور ان سے شدید انتقام لے کر ان کو نشان عبرت بنا دیا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ
بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَ
جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ
هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا
جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا
نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ
يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ
بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَآ
اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ
لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ
اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا
مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

ع ۲ ۹

**ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۵**

اور جب ابراہیمؑ نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا کہ تم جن چیزوں کی عبادت و بندگی کر رہے ہو میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ (میرا تعلق اس ذات سے ہے) جس نے مجھے پیدا کیا اور پھر بے شک وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔

اور اسی بات کو (ابراہیمؑ) اپنے بعد آنے والوں کے لئے قائم رہنے والی بات کر گیا تا کہ اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہوں (شرک نہ کریں)۔

اس کے باوجود میں نے ان کو اور ان کے بڑوں کو ہر قسم کا سامان (زندگی) عطا کیا تھا یہاں تک کہ ان کے پاس حق بات اور صاف صاف بیان کرنے والا (رسول) آ گیا۔ اور جب ان کے پاس حق (قرآن مجید) اور (سچا) رسول آ گیا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے۔ (ہم اس کو نہیں مانتے) ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے (یہ بھی) کہا کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟ (اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ) کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (نبوت) کو (خود ہی) تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے دنیاوی زندگی میں (ان کے درمیان) ان کے رزق کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اور ہم نے ایک کو دوسرے پر درجوں میں بڑائی دے رکھی ہے تا کہ ایک دوسرے کو خدمت کے لئے استعمال کر سکیں۔ اور آپ کے رب کی رحمت تو اس سے کہیں بہتر ہے جسے یہ جمع کرتے ہیں۔ اور اگر یہ بات (مقرر) نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ہم رحمٰن کا انکار کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو اور ان سیڑھیوں کو جن پر یہ چڑھتے ہیں۔ ان کے گھروں کے دروازوں کو اور وہ تخت جن پر یہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں سونے چاندی کے بنا دیتے۔ (کیا ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ) یہ سب مال و دولت دنیاوی زندگی کے ساز و سامان کے سوا کچھ بھی تو نہیں ہے۔ اور آخرت کا گھر (اور اس کی ابدی راحتیں) ان کے رب کے پاس ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۲۶ تا ۳۵

| | |
|---|---|
| بَرَآءٌ | بیزار ہونا |
| فَطَرَنِیْ | اس نے مجھے پیدا کیا |

| | |
|---|---|
| كَلِمَةً بَاقِيَةً | باقی رہنے والا پیغام |
| عَقِبٌ | پیچھے |
| مَتَّعْتُ | میں نے سامان دیا |
| قَرْيَتَيْنِ | دو بستیاں (مکہ و طائف) |
| يَقْسِمُوْنَ | وہ تقسیم کرتے ہیں |
| مَعِيْشَةٌ | روزی |
| سُخْرِيًّا | ذلیل۔ ذلت |
| سُقُفٌ | چھتیں |
| فِضَّةٌ | چاندی |
| مَعَارِجُ (مِعْرَاجٌ) | سیڑھیاں |
| سُرُرٌ (سَرِيْرٌ) | تخت۔ بیٹھنے کی جگہیں |
| زُخْرُفٌ | سونا |

## تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۵

اوپر کی آیات میں گمراہ باپ دادا کے نقش قدم پر چلنے، اللہ کے پیغمبروں کی تعلیمات سے منہ پھیر کر زندگی گذارنے، حق و صداقت کا انکار کرنے والوں کے سامنے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ خاص طور پر وہ قریش مکہ جو حضرت ابراہیم کو اپنا جد امجد مانتے اور ان کی نسبت پر فخر کرنے کے باوجود کفر و شرک کی گندگیوں میں ملوث تھے ان کو شرم دلاتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے جب اپنے اردگرد مشرکانہ معاشرہ، بت گر اور بت پرست خاندان اور طرح طرح کی جاہلانہ رسموں میں پھنسے ہوئے لوگوں کو دیکھا اور غور کیا تو انہوں نے امت و جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفر و شرک کے ہر طریقے کا انکار کر دیا۔ انہوں نے کسی مصلحت کا سہارا لئے بغیر صاف صاف اعلان کر دیا کہ جن لوگوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے معبود گھڑ کر ان کی عبادت و بندگی کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے وہ قطعاً باطل، جھوٹ اور ایک

بے حقیقت اور بے بنیاد بات ہے۔ جب انہوں نے اس کلمۂ حق کو بلند کیا تو ہر شخص ان کی جان کا دشمن بن گیا اور ان کو ہر طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کو ایک زبردست آگ میں جھونک دیا گیا، وطن سے بے وطن ہوئے گھربار کی ہر راحت و آرام سے محروم کر دیئے گئے عراق، فلسطین، حجاز اور دوسری جگہوں میں مسلسل گشت کر کے اس کلمۂ حق کو بلند کرتے رہے جس میں ساری انسانیت کی فلاح اور بہبود کے راز پوشیدہ ہیں۔ انہوں نے اس کلمۂ حق کے لئے پوری زندگی ہجرت اور مشکلات میں گذار دی لیکن کفر و شرک سے سمجھوتا نہیں کیا اور کلمۂ حق کو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ بنا کر باقی رکھا۔ کفار قریش سے کہا جا رہا ہے کہ حق و صداقت اور کلمہ باقیہ کی یہی وہ سیدھی سچی راہ ہے جس کو نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیش فرما رہے ہیں۔ اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے راستے پر چلنے والوں کو کامیاب و بامراد کیا اسی طرح وہ اللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان پر ایمان لانے والوں کو عظمت کی بلندیوں پر پہنچا کر رہے گا۔ فرمایا کہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ حضرت ابراہیم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے والے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کے بجائے وہ ان کی مخالفت کر رہے ہیں اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ایک بے حقیقت جادو ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیثیت کو لوگوں کی نظروں میں کم کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ مکہ اور طائف میں ایسے بڑے صاحب حیثیت اور مال دار لوگوں کی کمی نہیں تھی جن کو نبی بنایا جاتا تو بات سمجھ میں آ جاتی لیکن ایک یتیم و نادار شخص کو نبی بنا کر بھیجنا ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ان کی جہالت اس مقام تک پہنچ گئی ہے جہاں وہ اللہ کی رحمت یعنی نبوت کو بھی اپنی مرضی کے مطابق اپنے تابع کرنا چاہتے ہیں کہ جس کو وہ چاہیں اس کو نبی بنا دیا جائے اور جس کو وہ نہ چاہیں اس کا وہ انکار کر دیں۔ فرمایا کہ ان کی تو نبوت تو کیا دنیا کی معیشت اور دولت میں بھی یہی خواہش ہے کہ وہ ان کی مرضی کے تابع ہو جائے جس کو وہ چاہیں دیں اور جس کو نہ چاہیں اس کو بھوکا مار دیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگ اس بات کو یاد رکھیں کہ نبوت و رسالت ہو یا زندگی گذارنے کے اسباب کی تقسیم یہ سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جب اور جہاں اور جس کو چاہتا ہے نبوت و رسالت کے اعلیٰ مقام کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ اسی طرح اس نے معیشت یعنی مال و دولت کی تقسیم کو بھی اپنے ہاتھ میں رکھا ہے ورنہ انسان تو اتنا خود غرض ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں دوسروں کا رزق دیدیا جاتا تو وہ اپنے علاوہ سب کو ہر طرح کے رزق اور مال و دولت سے محروم کر دیتا۔ فرمایا کہ اللہ کا اپنا نظام ہے وہ جس کو جتنا دینا چاہتا ہے کم یا زیادہ عطا فرما دیتا ہے لہٰذا وہ نبوت و رسالت کو مال و دولت کی ترازو میں تول کر نہیں دیتا بلکہ اپنی مرضی سے دیتا ہے۔ فرمایا کہ مال و دولت کی کثرت انسانی شرافت کا معیار نہیں ہے کہ جس کے پاس زیادہ مال و دولت ہے وہ زیادہ بڑا آدمی ہے اور وہ ہر چیز کا مستحق ہے بلکہ انسانی شرافت کا معیار تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ مال و دولت جہاں خیر کا ذریعہ ہے وہیں وہ اللہ کے نزدیک ایک حقیر چیز بھی ہے۔ فرمایا کہ اگر عام لوگوں کے کفر میں مبتلا ہو کر بھٹک جانے اور ڈگمگانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو اللہ تمام کفار و مشرکین پر سونے چاندی اور مال و دولت کی بارش کر دیتا۔ ان کے چاروں طرف مال و دولت کے ڈھیر لگا دیتا ان کی سونے چاندی کی چھتیں، سونے چاندی کی سیڑھیاں، دروازے اور تخت ہوتے لیکن کیا یہ سونے چاندی کے ڈھیر ان کو آخرت کے عذاب سے بچے

کافر یہ ہوتے امیر نہیں۔ لہذا انکا قریش کا یہ کہنا کہ مکہ اور طائف کے بڑے لوگوں پر اس قرآن کو نازل کیوں نہ کیا گیا تو وہ یہ نہیں کہ انسان مال و دولت سے بڑا آدمی نہیں ہوتا بلکہ اپنی ذاتی شرافت اور اخلاق سے بڑا بنتا ہے۔ یہ وہ بڑا آدمی ہوتا ہے جس کو اللہ اپنے پیغام کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾

## ترجمہ آیت نمبر ۳۶ تا ۴۵

اور جو شخص بھی رحمٰن کے ذکر سے آنکھیں بند کر لیتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ پھر وہ (اور اس کے ساتھی) شیاطین ان کو صحیح راستے سے روکتے ہیں اور کافر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت کے راستے پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ (کافر) ہمارے پاس آئے گا تو اس (ساتھی) سے کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب

کا (جیسا) فاصلہ ہوتا کیونکہ تو بدترین ساتھی نکلا۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) جب تم ظلم و زیادتی کر چکے تو آج تمہاری بات (تمہاری شرمندگی) تمہیں کوئی نفع نہ دے گی کیونکہ تم اور یہ شیاطین عذاب میں برابر کے شریک ہیں۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا آپ اندھوں کو اور جو کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ان کو راہ ہدایت دکھا سکتے ہیں؟

پھر اگر ہم آپ کو لے جائیں (وفات دیدیں) تب بھی ہم ان کافروں سے انتقام ضرور لیں گے یا ان کافروں سے ہم نے جو وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو (اسی دنیا کی زندگی ہی میں) دکھلا دیں۔ اس پر ہم پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ اس پر جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اس کو مضبوطی سے تھام لیجئے۔ بے شک آپ صراط مستقیم پر ہیں۔ اور یہ (قرآن مجید) آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے ایک یاددھانی ہے۔ اور بہت جلد تم سب سے پوچھا جائے گا۔ اور آپ ان پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے ان سے پوچھ لیجئے (یعنی ان کی کتابوں میں دیکھ لیجئے) کہ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود مقرر کئے تھے کہ ان کی عبادت و بندگی کی جائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۵

| | |
|---|---|
| یَعْشُ | جو اندھا بنتا ہے۔ (آنکھیں بند کر لیتا ہے) |
| نُقَیِّضْ | ہم ساتھ لگا دیتے ہیں۔ ہم مقرر کر دیتے ہیں |
| قَرِیْنٌ | ساتھی |
| یَصُدُّوْنَ | وہ روکتے ہیں |
| یٰلَیْتَ | اے کاش |
| اِسْتَمْسِکْ | مضبوط تھام لے |
| تُسْئَلُوْنَ | تم پوچھے جاؤ گے |

## تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۵

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری اور دین کے سچے اصولوں کی پابندی انسان کو دنیا اور آخرت میں کامیابی اور نجات دینے کا یقینی ذریعہ ہے لیکن جو لوگ ان سچائیوں سے منہ موڑ کر اللہ کی یاد سے غفلت اور کوتاہی اختیار کرتے ہیں ان پر قدرت کی طرف سے ایک ایسے شیطان کو مسلط کر دیا جاتا ہے جو ہر وقت ان کے ساتھ رہ کر برے خیالات اور وسوسوں کے ذریعہ انہیں راہ حق و صداقت سے بھٹکانے کی کوشش کرتا رہتا ہے جس سے ان کے سوچنے کا انداز بدل جاتا ہے اور انہیں صرف اپنے ہی کاموں میں کامیابی نظر آتی ہے جو تمام تر گمراہی کے خوبصورت راستے ہیں۔ ان کے نزدیک نیکی اور برائی میں کوئی خاص فرق باقی نہیں رہتا اور اس طرح شیطان ان کے ذہن و فکر کے ہر تصور کو مسخ کر کے رکھ دیتا ہے۔ اللہ نے ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ ان کو اپنی گمراہی اور بدنصیبی کا اندازہ شاید اس دنیا میں نہ ہو لیکن کل قیامت کے دن جب وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے اور عذاب کی شدت کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو انہیں اپنی غلطیوں، گناہوں اور خطاؤں کا شدت سے احساس پیدا ہوگا اور وہ زندگی بھر جس شیطان کو اپنا مخلص دوست اور ساتھی سمجھتے رہے ہوں گے اس کی دھوکے بازی، جھوٹ، فریب اور بے وفائی پوری طرح کھل کر ان کے سامنے آ جائے گی اور وہ قیامت کے ہولناک دن میدان حشر میں اس طرح تنہا کھڑے ہوں گے کہ کوئی ان کے کام نہ آ سکے گا۔ وہ اپنی شرمندگی اور احساس ندامت کے سمندر میں غرق ہو کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ کاش ان کے اور ان کے برے ساتھی شیطان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہوتا جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔ وہ کہہ اٹھیں گے کہ اگر وہ شیطان کو اپنا دوست اور ساتھی نہ بناتے تو ان کو اس ذلت اور رسوائی سے واسطہ نہ پڑتا اور یہ بدقسمت دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا لیکن عمل کا وقت نکل جانے کے بعد ان کا پچھتانا ان کے کام نہ آ سکے گا۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ جس سچائی کے راستے پر اپنی جدوجہد اور کوشش کر رہے ہیں وہی راہ حق ہے اور آپ صراط مستقیم پر ہیں۔ آپ لوگوں کی نافرمانیوں اور انکار کی وجہ سے دل برداشتہ نہ ہوں اور اپنا مشن جاری رکھئے جو سعادت مند اور خوش نصیب ہیں وہ آپ کی بات پر عمل کریں گے لیکن جو لوگ آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے اور کان رکھنے کے باوجود بہرے بنے ہوئے ہیں ان کو آپ دکھانا اور سنانا بھی چاہیں تب بھی وہ ہدایت کو اختیار نہ کریں گے۔ اللہ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ ایسے ضدی، ہٹ دھرم اور نافرمان لوگوں کو آپ کی دنیاوی زندگی ہی میں یا بعد میں سخت سے سخت سزا دی جائے بہر حال یہ بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ جب بھی ان کو سزا دی جائے گی تو وہ ان کی زندگی کا بدنصیب دن ہوگا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ خود اور آپ کے تمام صحابہ کرامؓ کے لئے جو ہدایت و رہنمائی عطا کی گئی ہے اس پر قائم رہیے کیونکہ اللہ کے ہاں ہر ایک سے اس کے اعمال کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا اور جیسا جس کا عمل ہوگا اس کو ویسی ہی جزا اور سزا بھی دی جائے گی۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر سارے نبی چلتے رہے ہیں جنہوں نے توحید کی تعلیم دی اور کفر و شرک سے نفرت سکھائی اور انہوں نے اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہیں کی۔ فرمایا کہ اس پر تمام انبیاء کی

تعلیمات کو دیکھ لیں اور اگر آپ ان منکرین و مشرکین سے پوچھیں تو یہ بھی اس حقیقت کو چھپا نہیں سکتے کہ اللہ کے سارے پیغمبر اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے اور عبادت و بندگی کے تمام طریقے صرف اللہ کے ساتھ ہی خاص کیے ہوئے تھے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۶**

بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تھا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ میں رب العالمین کا بھیجا ہوا ہوں۔ پھر جب وہ (موسیٰؑ) ہماری نشانیوں (معجزات) کو ان کے پاس لے کر آیا تو وہ ان کو ہنسی مذاق میں اڑانے لگے۔

اور ہم ان کو جو بھی نشانیاں دکھاتے تو وہ پہلی نشانی سے بڑھ چڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے ان (فرعونیوں) کو مختلف عذابوں میں جکڑ لیا تھا تاکہ وہ (اپنی حرکتوں سے) باز آجائیں۔ انہوں نے (حضرت موسیٰ سے) کہا کہ اے جادوگر تو اپنے رب سے اس عہد کی بنا پر جو اس نے تجھ سے کر رکھا ہے ہمارے لئے دعا کر دے (کہ یہ عذاب ٹل جائے) ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم ضرور ہدایت پر آجائیں گے۔ پھر ہم نے جب بھی ان سے وہ سزا جس میں مبتلا کئے گئے تھے دور کر دی تو وہ اپنے وعدے کو توڑ ڈالتے تھے۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو پکارا اور کہا کہ اے میری قوم! کیا مصر کی حکومت میری نہیں ہے؟ اور میرے نیچے تو نہریں بہہ رہی ہیں کیا تمہیں نظر نہیں آ رہی ہیں؟ کیا میں اس شخص سے بہتر نہیں ہوں جس کی کوئی عزت بھی نہیں ہے جو صاف طور پر بول بھی نہیں سکتا۔ پھر اگر یہ (اللہ کا) بھیجا ہوا ہے تو اس پر سونے کے کنگن یا اس کے ساتھ فرشتے جمع ہو کر کیوں نازل نہیں کئے گئے؟ پھر فرعون نے اپنی قوم کو کمزور کر دیا (ان کی عقل کھول دی) انہوں نے اس (فرعون ہی) کی بات کو مانا۔ بے شک وہ تھے ہی نافرمان لوگ۔

پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور پھر ہم نے ان سب کو ڈبو دیا۔ پھر ہم نے ان کو گئی گذری قوم اور آنے والوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۶

| | |
|---|---|
| يَضْحَكُوْنَ | وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ ہنستے ہیں |
| اُخْتٌ | بہن۔ جیسی |
| يَنْكُثُوْنَ | وہ توڑ ڈالتے ہیں |
| مَهِيْنٌ | جس کی کوئی عزت نہ ہو |
| اَسْوِرَةٌ (سِوَارٌ) | کنگن۔ (پہنے کا زیور) |
| مُقْتَرِنِيْنَ (مُقْتَرِنٌ) | ملے ہوئے۔ جڑے ہوئے |
| اِسْتَخَفَّ | اس نے ہلکا کیا۔ ذلیل کیا |

| | |
|---|---|
| انْتَقَمُوْا | انہوں نے بگاڑ کیا |
| سَلَفٌ | گزرے ہوئے |

## تشریح: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۶

زیر مطالعہ آیات سے پہلے بتایا گیا تھا کہ جتنے پیغمبر بھی بھیجے گئے تھے انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو توحید کی تعلیم دے کر ان کے سامنے اس حقیقت کو پیش کیا تھا کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کا مستحق ہے۔ وہ خود بھی توحید پر عمل کرتے رہے اور انہوں نے زندگی بھر اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہیں کی۔ جن سعادت مندوں نے ان کی اطاعت کی وہ بھی اللہ کی توحید اور اسی کی بندگی کرتے رہے۔ وہی کامیاب و بامراد ہوئے لیکن جنہوں نے توحید کا راستہ چھوڑ کر اللہ کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک کر کے ان کی عبادت و پرستش کی ان کو بار بار آگاہ کیا گیا کہ وہ اپنے اس طرز عمل سے توبہ کر لیں لیکن انہوں نے پیغمبروں کی بات کو سمجھنے کی کوشش نہ کی۔ جب ان کی مہلت کی مدت ختم ہو گئی تو ان پر ایسے شدید عذاب آئے کہ ان کی تہذیب و ترقیات اور خود ان کا اپنا وجود بھی تہس نہس کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ اسی صراط مستقیم پر ہیں جس پر اللہ کے تمام پیغمبر چلتے آئے ہیں لہٰذا آپ کسی کی پروا کئے بغیر اللہ کے دین کو پھیلانے کی جدوجہد کرتے رہیے۔ اللہ آپ کی اسی طرح مدد کرے گا جس طرح اس نے اپنے پیغمبروں کی مدد کی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کا واقعہ بیان کر کے سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی مدد کی تھی جب فرعون اور اس کی فوج کو سمندر میں غرق کر دیا گیا تھا۔ پھر کوئی اس کی مدد کو نہ آ سکا تھا۔ فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ نے فرعون کے بھرے دربار میں اس بات کا اعلان کیا کہ مجھے اللہ نے بھیجا ہے تا کہ اے فرعون تو اور تیری قوم جس گمراہی میں مبتلا ہو گئے ہو اس سے توبہ کر لو۔ حضرت موسیٰ نے عصا اور ید بیضا کے معجزات دکھائے تو پوری قوم اس سے متاثر ہونا شروع ہو گئی۔ فرعون اور اس کے خوشامدی درباریوں نے پہلے تو حضرت موسیٰ کا مذاق اڑانا شروع کیا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کے دلوں میں حضرت موسیٰ کی عزت و عظمت بڑھتی جا رہی ہے تو انہیں فکر پیدا ہو گئی۔ انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اگر موسیٰ اور ان کے ماننے والوں کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو ان کی حکومت و سلطنت اور اقتدار و چوہدراہٹ کا رعب لوگوں کے دلوں سے نکل جائے گا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ کے اثرات کو مٹانے کی بھرپور کوششیں شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر ایسے چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجے تا کہ بڑے عذاب سے پہلے ان کو آگاہ اور خبردار کر دیا جائے۔ سورۃ اعراف میں اس کی تفصیل آ چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سلطنت فرعون میں شدید قحط پڑ گیا اتنی شدید بارشیں ہوئیں کہ جس سے بستیاں اور کھیتیاں تباہ و برباد ہو کر رہ گئیں۔ ٹڈی دل نے اتنا شدید حملہ کیا کہ ان کے کھیت اور کھلیانوں کو

چٹ کر گئے۔ پوری سلطنت میں جوئیں اور سرسریاں پیدا ہونا شروع ہوگئیں جن سے انسان، ان کے مویشی اور غلے کے گودام تک متاثر ہونا شروع ہوگئے۔ مینڈکوں کا ایک سیلاب سا آگیا جس سے پوری قوم کا چلنا پھرنا دشوار ہوگیا۔ پھر خون کا عذاب بھی نازل ہوا جس سے ان کی نہریں، تالاب، چشمے اس طرح متاثر ہوئے کہ پوری قوم ایک ہفتے تک صاف پانی سے محروم ہوگئی۔

یہ وہ مسلسل عذاب کی شکلیں تھیں جن سے پوری قوم شدید مشکلات کا شکار ہوگئی تھی۔ ان پر جب بھی کوئی عذاب آتا تو وہ حضرت موسیٰ کے پاس آکر درخواست کرتے کہ اے جادوگر! اگر یہ عذاب ہم سے ٹل گیا تو ہم آپ کی ہر بات مانیں گے۔ جب وہ عذاب ٹل جاتا تو وہ پھر سے اپنی نافرمانیوں میں لگ جاتے تھے۔ ان کی جہالت اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ وہ حضرت موسیٰ کو اے جادوگر! کہہ کر پکارتے تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں جادو میں کمال، علم کا کمال شمار ہوتا تھا لیکن درحقیقت وہ اس لفظ سے احترام کے پردے میں صرف اپنا کام نکالنا چاہتے تھے یعنی ان کے نزدیک حضرت موسیٰ کی حیثیت ایک جادوگر یا عالم کی تھی مگر وہ ان کو نبی ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے منافقین جب نبی کریم ﷺ کی مجلس میں آتے اور کوئی بات دوبارہ کہنا چاہتے تھے تو کہتے تھے "راعنا" یعنی ہماری رعایت کیجئے لیکن وہ اس لفظ کو اس طرح زبان دبا کر ادا کرتے تھے کہ جس کے معنی چرواہے اور جاہل و احمق کے ہوجاتے تھے۔ سننے والے یہ سمجھتے کہ وہ "راعنا" کہہ رہے ہیں لیکن درحقیقت وہ نبی کریم ﷺ پر "تبرا" کرتے تھے یہ الفاظ کے کھلاڑی دنیا میں ہمیشہ یہی طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔

فرعون نے ایک دن درباریوں سے کہا۔ بلکہ ملک بھر میں اپنے نمائندے بھیج کر کہلوا دیا کہ کیا میں پوری سلطنت کا مالک نہیں ہوں؟ کیا میرے نیچے (میرے محل سے) نہریں نہیں بہہ رہی ہیں جن سے ہر طرف سرسبزی و شادابی ہے؟ اور قوم ترقی کررہی ہے؟ اس نے کہا کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ میری سلطنت کا رعب ہر شخص کے دل پر چھایا ہوا ہے؟ اس نے پوچھا کہ بتاؤ میں بہتر ہوں یا موسیٰ اور ان کے ساتھی بہتر ہیں؟ جن کا یہ حال ہے کہ نہ تو ان کے پاس حکومت و سلطنت ہے نہ رعب ہے نہ مال و دولت کی کثرت ہے بلکہ (نعوذ باللہ) وہ ایک معمولی سے آدمی ہیں جو اس طرح باتیں کرتے ہیں کہ ان کی دلیلوں میں کوئی جان نہیں ہوتی۔ اگر واقعی موسیٰ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں تو ان کی سلطنت کا رعب کہاں ہے کیونکہ وہ اس زمانہ کے دستور کے مطابق سونے کے کنگن اور لشکر کے ساتھ نکلتے ہیں۔ اگر موسیٰ سچے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور چاروں طرف ان کے فرشتوں کی فوج ہونا چاہیے تھی۔ چونکہ فرعون نے دنیا داروں کے سامنے یہ دنیاوی موثر انداز اختیار کیا تو لوگوں نے اس کی بات کو مان لیا کیونکہ زر پرست، دنیا پرستوں کی باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک مال و دولت ہی سب کچھ ہوتا ہے وہ اسی زبان کو سمجھتے ہیں۔ چونکہ پوری قوم دولت پرست، اللہ کی نافرمان اور سرکش تھی اس لئے فرعون کی باتوں نے ان پر بہت اثر کیا اور اس طرح پوری قوم ایک مرتبہ پھر فرعون کے مکر و فریب اور چکر میں آگئی۔ چونکہ پوری قوم نے توبہ کرنے کے بجائے نافرمانی اور گناہوں کا راستہ اختیار کرلیا تھا اس لئے اللہ نے ساری نافرمان قوم اور فرعون کو پانی میں ڈبو کر ختم کردیا اور ان کی زندگیوں کو ہر ایک کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔ اور وہ بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ کی نبوت پر ایمان لے آئے تھے اللہ نے ان کو نجات عطا فرما کر عظمتیں عطا فرما دیں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ
أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾ إِنْ هُوَ
إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ
نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ
لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾
وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا
جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ
لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾
إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾
فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ
عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ
بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۷**

اور جب ابن مریم کے متعلق ایک بات کہی گئی تو قوم کے لوگ (کفار مکہ) (خوشی کے مارے) شور مچانے لگے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ (یعنی عیسیٰ ابن مریم)۔ یہ بات انہوں نے صرف جھگڑنے کی غرض سے کی تھی۔ دراصل یہ لوگ ہی سخت جھگڑالو ہیں۔

حالانکہ وہ (عیسیٰ ابن مریم) صرف اللہ کے ایک بندے ہیں جن پر ہم نے فضل و کرم کیا تھا اور بنی اسرائیل کے لئے ان کو (اپنی قدرت کا ایک) نمونہ بنایا تھا۔ اور اگر ہم چاہتے تو فرشتوں کو پیدا کر دیتے جو زمین پر تمہاری جگہ (تمہارے جانشین بن کر) رہتے۔ اور بے شک وہ (عیسیٰ ابن مریم) قیامت کی ایک علامت ہیں۔ تم (اس قیامت کے قائم ہونے) میں شک نہ کرو۔ تم میری بات مانو یہی صراط مستقیم ہے۔ اور کہیں شیطان تمہیں (راہ مستقیم سے) نہ روک دے کیونکہ بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور جب عیسیٰ کھلی ہوئی نشانیاں (معجزات) لے کر آگئے اور انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس عقل و سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں تاکہ بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو ان کی حقیقت سے تمہیں آگاہ کر دوں۔ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اسی کی عبادت و بندگی کرو یہی صراط مستقیم ہے۔ پھر (بنی اسرائیل کے) بہت سے گروہوں نے آپس میں شدید اختلاف کر ڈالا تو ایسے ظالموں کے لئے دردناک دن کا عذاب اور بڑی تباہی (ہونے والی) ہے۔ اب یہ لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ ان پر اچانک قیامت آپہنچے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔ حالانکہ اس دن سوائے اہل تقویٰ کے تمام دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۷ تا ۶۷

| | |
|---|---|
| یَخِصِّمُوْنَ | وہ جھگڑتے ہیں |
| یَخْلُفُوْنَ | وہ قائم مقام ہوتے ہیں |
| لَا تَمْتَرُنَّ | تم ہرگز نہ کرو گے |
| لَا یَصُدَّنَّ | ہرگز نہ روکنے پائے |
| اَلْاَحْزَابُ | جماعتیں۔ فرقے۔ گروہ |
| اَلْاَخِلَّاءُ | سارے دوست |

## تشریح: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۷

ایک مشہور مثال ہے کہ "بدفطرت انسان کے لئے ایک بہانہ کافی ہوتا ہے" یعنی جن لوگوں کی عقلیں اوندھی ہو جاتی ہیں اور وہ ہر نیک عمل کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں وہ اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ کوئی ایسی بات لگ جائے جسے لے کر وہ اپنی انا کی تسکین کر سکیں۔ کفار و مشرکین کا بھی یہی حال تھا وہ ہر وقت اس ٹوہ میں لگے رہتے تھے کہ ان کے ہاتھ نبی کریم ﷺ کی کوئی ایسی بات یا کمزوری آجائے جس کو لے کر وہ پروپیگنڈا کر سکیں چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے وہ معبود اور ان کی بندگی کرنے والے دونوں جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا تھا کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں ان میں کوئی خیر نہیں ہے۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ کے ساتھ جنہیں شریک کیا گیا ہے وہ قیامت کے دن ان کے کام نہ آسکیں گے اور پتھر کے بے جان بت یا وہ جاندار جو اپنی عبادت کا حکم دیتے اور اس کو پسند کرتے ہوں کہ ان کی عبادت کی جائے جیسے شیاطین، فرعون اور نمرود وغیرہ یہ سب جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ کفار و مشرکین نے اس سچائی کو ایک غلط رنگ دے کر نبی کریم ﷺ، آپ پر ایمان لانے والوں اور دین اسلام کے متعلق پروپیگنڈے کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ کہنے لگے کہ اگر ہم اپنے بتوں کی عبادت و بندگی کرتے ہیں اور ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے تو نصاریٰ بھی تو حضرت عیسیٰؑ کو، یہودی حضرت عزیرؑ کو، کفار مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے کر ان کو معبود کا درجہ دیتے ہیں تو کیا (نعوذ باللہ) یہ بھی جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔ جب کفار و مشرکین نے یہ بات سنی تو وہ خوشی سے چلانے اور شور مچانے لگے کہ اب اس کا جواب دیا جائے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ) بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس جاہلانہ بات کا جواب دینے سے پہلے یہ بتا دیا کہ ایسی غلط اور فضول باتیں وہی کر سکتے ہیں جن کا کام صرف فساد کرنا اور جھگڑے پیدا کرنا ہے ورنہ وہ اتنی عقل تو رکھتے ہی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے پیغمبر ہیں جن کی پاکیزہ زندگی کا ہر تصور بہت واضح ہے جن کا وجود قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے (کیونکہ اللہ کے حکم سے وہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے ہیں قیامت کے قریب دنیا میں دوبارہ حضور اکرم ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ دجال کو قتل کریں گے صلیب کو توڑ دیں گے اور پھر قیامت قائم ہوگی)۔ حضرت عیسیٰؑ زندگی بھر توحید کی تعلیم دیتے رہے اور جب وہ آسمان سے دوبارہ آئیں گے اس وقت بھی وہ اسی توحید کی تعلیم دیں گے۔ لہٰذا جو لوگ زبردست غلط فہمی کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کی عبادت و بندگی کر رہے ہیں یہ ان کی غلط سوچ، ذاتی رائے اور ان کا اپنا ذاتی فعل ہے اس میں حضرت عیسیٰؑ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ان کی پوری زندگی گواہ ہے کہ انہوں نے نہ تو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا نہ حضرت عیسیٰؑ کی خواہش اور مرضی تھی نہ اللہ کا کلام اس کی تائید کرتا ہے۔ اگر موجودہ انجیلوں کا دیانت داری سے

مطالعہ کیا جائے تو انہوں نے صرف ایک ہی بات فرمائی کہ لوگو! تم اللہ سے ڈرو، اس کے سوا کسی سے نہ ڈرو، صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور زندگی کے تمام معاملات میں اللہ کے رسول کی پیروی کرو۔ اس بنیادی عقیدے کے خلاف جنہوں نے عقیدت و محبت اور عبادت و بندگی کے بے شمار طریقے نکال رکھے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں جب تک وہ انہیں نہ چھوڑیں گے اس وقت تک وہ دین کی اصل روح تک نہ پہنچ سکیں گے۔

فرمایا کہ حضرت عیسیٰ مسیح اللہ کے محبوب بندوں میں سے ہیں جنہیں بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا گیا تھا تاکہ عقیدے کی جن گندگیوں میں وہ زندگی گذار رہے ہیں ان کی اصلاح کر دی جائے۔ لیکن بنی اسرائیل نے ان سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے خود حضرت عیسیٰ ہی کو معبود کا درجہ دیدیا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے وہ مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں، مٹی کا پرندہ بنا کر جب وہ پھونک مارتے ہیں تو وہ جیتا جاگتا پرندہ بن جاتا ہے، پیدائشی نابینا کی آنکھوں پر دم کرتے ہیں تو اس کو بینائی مل جاتی ہے، جب وہ کسی کوڑھی کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو وہ بھلا چنگا ہو جاتا ہے۔ یہ اور اسی قسم کی چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ (نعوذ باللہ) وہ اللہ کے بیٹے اور معبود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس میں کوئی تعجب یا حیرت کی بات نہیں ہے کیونکہ حضرت آدم اور ان کی بیوی حضرت حوا کو اللہ نے بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا ہے یہ تو صرف اسی کی قدرت ہے وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔ فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو فرشتوں کو بھی انسانوں سے پیدا کر سکتے تھے پھر ان کے ہاں بھی اولاد کا سلسلہ ایسا ہی قائم ہو جاتا جیسا کہ انسانوں میں جاری ہے۔ فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ نے اسی طرح معجزات دیئے تھے جس طرح ان سے پہلے پیغمبروں کو یا نبی کریم ﷺ کو معجزات عطا کئے گئے تھے۔ وہ یہ سارے کام اللہ کے حکم سے کرتے تھے۔ مردوں کو زندہ کرنا، نابینا کو آنکھیں دینا، کوڑھی کو صحت مند بنانا یہ سب اللہ کی قدرت کے نمونے تھے جو حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئے۔ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ نے بالکل واضح، صاف صاف اور دوٹوک الفاظ میں اس اعلان کر دیا تھا کہ میرا اور تمہارا رب صرف ایک اللہ ہی ہے اور وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کا مستحق ہے۔ اگر کچھ لوگوں نے ان کو معبود کا درجہ دیدیا ہے تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور تو ان لوگوں کا ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بندہ تصور کرنے کے بجائے ان کو معبود کا درجہ دیدیا ہے۔ فرمایا کہ ان ظالموں کو عقل سے کام لینا چاہیے کیونکہ اس دنیا کی زندگی بڑی مختصر ہے جب زندگی کا دھارا رک جائے گا یعنی موت آ جائے گی تو قیامت قائم ہوگی اس وقت یہ دنیا کے احباب اور ساتھ دینے والے دوست احباب ان کا ساتھ نہ دے سکیں گے۔ آج کفار و مشرکین کی آواز میں آواز ملانے والے قیامت میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ لیکن ان کے برخلاف جن لوگوں نے اپنے دلوں میں توحید اور ایمان کی شمع روشن کر رکھی ہوگی وہ بہت جلد بلند، کامیاب اور بامراد ہوں گے۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ
تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا
الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ
مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ
الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا
تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾
لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ
لٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا
رَبُّكَ ۖ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۸**

(اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ) اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف
نہیں ہے اور نہ تم رنجیدہ ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور (ہماری)
فرماں برداری کرتے رہے تھے (ان سے کہا جائے گا کہ) تم اور تمہاری (ایمان والی)
بیویاں خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان (اہل جنت) کے سامنے سونے کے برتن اور

جام پیش کئے جائیں گے اور وہاں ہر وہ چیز جس کی وہ خواہش کریں گے اور جن سے آنکھیں ٹھنڈک محسوس کریں گی ان کے لئے موجود ہوں گی اور (کہا جائے گا کہ) تم ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو (یہ ان اعمال کا بدلہ ہے) جو تم کیا کرتے تھے۔ تمہارے لئے ان میں بہت کثرت سے فواکہ (ہر طرح کی لذیذ غذائیں) موجود ہوں گے جنہیں تم کھاؤ گے۔ (اس کے برخلاف) نافرمان لوگ ہمیشہ ہی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ان سے کسی وقت بھی عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے۔ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم و زیادتی کیا کرتے تھے۔

اور وہ (داروغہ جہنم) کو آواز دے کر کہیں گے کہ اے مالک! (کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس عذاب سے نجات کے لئے) تیرا رب ہمارا کام تمام کر دے۔ (یعنی موت دیدے) تو وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) کیونکہ بے شک ہم نے تمہارے پاس حق اور سچائی کا پیغام بھیجا تھا مگر تم میں سے اکثر نے اس حق و صداقت سے ساتھ نفرت کا اظہار ہی کیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۸ تا ۷۸

| | |
|---|---|
| تُحْبَرُوْنَ | تم خوش کئے جاؤ گے |
| صِحَافٌ | پلیٹیں۔ رکابیاں |
| لَا یُفَتَّرُ | ہلکا نہ کیا جائے گا |
| مُبْلِسُوْنَ | ناامید ہونے والے |
| مَا کِثُوْنَ | ٹھہرنے والے۔ رکنے والے |

## تشریح: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۸

جو لوگ دنیا میں تقویٰ، پرہیزگاری اور اللہ کی اطاعت و فرماں برداری میں زندگی گزارتے رہے تھے قیامت کے دن ان سے ارشاد فرمایا جائے گا کہ اے میرے بندو! آج تمہارے لئے نہ تو کسی کا خوف ہوگا اور نہ مستقبل کا رنج و غم۔ تم اور تمہاری بیویاں اس جنت کے مستحق بنا دیئے گئے ہیں جس میں تمہاری ایسی خاطر تواضع کی جائے گی جس سے تم خوش ہو جاؤ گے اور خوشی کے آثار تمہارے چہروں پر نمایاں ہوں گے۔ وہاں نو عمر خادم سونے کی پلیٹیں اور گلاس لئے گھوم رہے ہوں گے۔

اور ان جنتوں میں ہر وہ چیز عطا کی جائے گی جس سے دلوں کو چین اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوگی اور یہ سب کچھ تھوڑی سی مدت اور وقت کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ اللہ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس میں تمہارے باپ حضرت آدم کو رکھا گیا تھا لیکن ایک بھول کی وجہ سے جب ان کو جنت سے نکالا گیا تو یہ کہہ دیا گیا تھا کہ اگر دنیا میں جا کر تم نے اللہ کی ہدایت کے مطابق بہترین اعمال سرانجام دیئے تو پھر سے تمہیں اس جنت میں داخل کیا جائے گا۔

چونکہ تم نے دنیا میں رہ کر ہمارے سارے حکم مانے اور ہمارے رسولوں کی پیروی کی اس لئے اب یہ جنت تمہیں پھر سے مل گئی ہے۔ تم ان جنت کی راحتوں سے جتنا فائدہ چاہو اٹھا لو۔ دیکھو! یہ تمہارے لئے ہر طرف ہر طرح کی نعمتیں بکھیر دی گئی ہیں۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کرتے کرتے مجرم بن گئے تھے ان کو ایسی جہنم اور اس کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکا جائے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ تو ان پر سے کسی عذاب کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی رعایت کی جائے گی جس سے وہ مایوسی کی انتہاؤں پر پہنچ جائیں گے۔ وہ نہایت مایوسی اور ناامیدی کے ساتھ جہنم کے ایک فرشتے جس کا نام مالک ہوگا اس سے چلا چلا کر یہ کہیں گے کہ تم اپنے پروردگار سے یہ دعا کرو کہ وہ ہمیں جہنم کی اس شدید ترین تکلیف سے نجات کے لئے ہم پر موت طاری کر دے تاکہ اس اذیت سے ہم بچ سکیں گے۔

جہنم کا یہ فرشتہ یا داروغہ ان کے رونے چلانے سنتا رہے گا اور ایک ہزار سال کے بعد یہ جواب دے گا کہ تم

دنیا اور اس کی لذتوں میں الجھے رہے اور تمہیں آخرت کا کبھی خیال تک نہ آیا اب تم ہمیشہ کے لئے اسی حالت میں رہو گے نہ مرو گے نہ جیو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آج اگر یہ لوگ اس حالت کو پہنچے ہیں تو اس میں ان کا اپنا قصور ہے اللہ نے ان پر ظلم و زیادتی نہیں کی بلکہ انہوں نے خود ہی اس راستے کو منتخب کیا تھا جس کی سزا آج یہ بھگت رہے ہیں۔ فرمایا جائے گا کہ ہم نے اپنے رسولوں کے ذریعہ حق و صداقت کی بات کو پہنچا دیا تھا مگر جب بھی ان سے اس سچائی پر چلنے اور ماننے کے لئے کہا تو انہوں نے اس سے منہ پھیرا اور نفرت کا اظہار کیا۔

أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾

أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ
يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾ قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ ﴿٨١﴾
سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾
فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٨٣﴾
وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ
الْعَلِيمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبَارَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ
يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ
يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّىٰ
يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ وَقِيلِهِ يَا رَبِّ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾
فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۹

کیا انہوں نے (کوئی نقصان پہنچانے کی کاروائی) طے کر لی ہے تو (یاد رکھو) ہم نے بھی ایک بات طے کر رکھی ہے۔

کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں اور چپکے چپکے مشوروں کو سنتے نہیں ہیں؟ (ہم ضرور سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے جو ان کے پاس ہیں وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر رحمٰن کے بیٹا ہوتا تو سب عبادت کرنے والوں میں سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا حالانکہ یہ مشرک اللہ کی شان میں جو باتیں بنا رہے ہیں ان سے آسمانوں اور زمین کا، نیز عرش کا بھی مالک ہے، بالکل پاک اور بے عیب ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو ان کے بے ہودہ مشغلوں اور کھیل کود میں لگا رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ پیش آ جائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

وہی آسمانوں میں عبادت کے لائق ہے اور وہی زمین میں بھی لائق عبادت ہے۔ وہ بڑی حکمت والا اور بہت علم والا ہے۔

وہ ذات بڑی شان والی ذات ہے جس کے لئے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی ملکیت اسی کی ہے۔

اس کے پاس قیامت واقع ہونے کا علم بھی ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اور اللہ کو چھوڑ کر وہ جنہیں پکارتے ہیں ان کو (اللہ کی بارگاہ میں) سفارش تک کرنے کا حق نہ ہوگا سوائے ان کے جو حق و صداقت کے گواہ ہیں اور وہ اس کو جانتے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو وہ یقیناً یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے (پیدا کیا ہے) تو پھر (اے نبی ﷺ) ان سے کہئے کہ تم یہ الٹے کہاں جا رہے ہو؟ (فرمایا کہ) اللہ کو رسول کے یہ کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے میرے رب یہ ایسے لوگ ہیں کہ (سمجھانے کے باوجود) ایمان نہیں لاتے۔

(تو اے نبی ﷺ) آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے اور یہ کہہ دیجئے کہ تم سلامت رہو۔

پھر وہ بہت جلد سب کچھ سمجھ جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۹ تا ۸۹

| | |
|---|---|
| اَبْرَمُوْا | انہوں نے ٹھان لی۔ طے کرلی |
| یَخُوْضُوْا | وہ گھستے ہیں |
| یَلْعَبُوْا | وہ کھیلتے ہیں |
| اِصْفَحْ | درگذر کرلے۔ منہ پھیرلے |
| سَلَامٌ | سلامتی ہو |

## تشریح: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۹

کفار مکہ اس بات سے بہت ڈرے ہوئے تھے کہ حضرت محمد ﷺ کی مقناطیسی شخصیت اور کلام الٰہی سے عرب کے نوجوان بڑی تیزی سے متاثر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ جو بھی ان کی زبان مبارک سے کلام سنتا ہے تو وہ فوراً ہی اسلام کی سچائی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

کفار قریش نے نہایت خاموشی سے مکہ کے اہم لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان سے خفیہ مشورے کرنا شروع کر دیئے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ہم اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہے اور اس تحریک کا مقابلہ نہ کیا تو مسلمان دندناتے پھریں گے اور سارا عرب مسلمان ہو جائے گا لہٰذا کوئی ایسی تدبیر کی جائے کہ ہم میں سے جس نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے ہر رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کو اس راستے سے روکنے کی کوشش کرے۔

اگر کسی غلام نے اس طرف قدم بڑھایا تو اس کا آقا پوری طاقت و قوت سے اس کو کچلنے اور روکنے کی کوشش کرے اور باہر سے آنے والے ہر شخص کو یہ سمجھا دیا جائے کہ ہمارے اندر ایک ایسا شخص آ گیا ہے جو اپنی دیوانگی میں نئی نئی باتیں کر رہا ہے۔ لہٰذا اس

کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ وہ گمراہ کر دے گا۔

یہ اور اسی قسم کی بہت سی تدبیروں پر ایک خفیہ معاہدہ طے پا گیا اور ہر ایک نے اس معاہدے پر پوری دیانت داری سے عمل کرنے کی ٹھان لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خفیہ تدبیروں اور اسلام کو مٹانے کی کوششوں کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ اگر کفار نے اس بات کا پکا ارادہ کر لیا ہے کہ وہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ اور قرآن کی طرف نہ آنے دیں گے اور دنیا سے اسلام کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے تو ہم نے بھی ان کو سخت ترین سزائیں دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

فرمایا کہ ہم ان کی خفیہ تدبیروں اور رازوں سے اچھی طرح واقف ہیں ہم سب کچھ سنتے اور جانتے ہیں اور ہمارے فرشتے ہر وقت ان کے پاس ہیں اور جو کچھ وہ کرتے اور کہتے ہیں سب وہ لکھتے جا رہے ہیں جو قیامت کے دن ان کے سامنے آئے گا اور یہ اپنے برے انجام اور سخت سزاؤں سے نہ بچ سکیں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ میں تو تمہاری بھلائی اور خیر خواہی میں تمہارے غلط عقیدوں کی اصلاح کر رہا ہوں گا اور تم نے جو اللہ کے لئے بیٹے کا تصور گھڑ رکھا ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنا بیٹا بنا یا ہوا ہے وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

اللہ کی ذات بیٹا بیٹی اور بیوی کے ہر تصور سے بے نیاز ہے اگر فرض کر لیا جائے کہ اللہ نے دنیا کے گناہوں کے کفارے کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو بیٹا بنا کر بھیجا ہے۔ میں جو اللہ کا سب سے بڑا عبادت گذار ہوں اس کا پورا پورا احترام کرتے ہوئے میں تم سب سے پہلے اس کے سامنے اپنا سر جھکا دیتا لیکن یہ تصور بنیادی طور پر غلط ہے کیونکہ اللہ کے نہ تو کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی۔ اللہ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے۔

عرش الہٰی کا مالک و مختار ہے اس کا حکم ہر ایک پر چلتا ہے۔ اسی کو قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس کی ذات ہر طرح کی تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے وہی علم و حکمت والا ہے۔ قیامت میں صرف اسی کی حکمرانی ہوگی۔ وہاں کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بغیر اجازت کسی کی سفارش بھی کی جا سکے۔

البتہ جن لوگوں نے دنیا میں حق کے کلمہ کو بلند کیا ہوگا یعنی دل اور زبان سے ایمان کا اقرار کیا ہوگا جیسے انبیاء کرامؑ صلحائے امت اور خاص خاص مومن بندے ان کو گناہگاروں کی سفارش کا اختیار دیا جائے گا کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کی سفارش کریں۔ فرمایا کہ کفار کے دل بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ اس کائنات کا خالق و مالک صرف اللہ ہے اسی لئے اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ بے ساختہ کہہ اٹھیں گے کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان سے آپ کہئے کہ جب تمہارا خالق اللہ ہے تو پھر تم یہ منہ اٹھائے کدھر جا رہے ہو؟

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان کو ان کے کھیل کود اور تماشوں میں لگا رہنے دیجئے بہت جلد ان پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔ اس وقت یہ اپنے اعمال پر شرمندہ ہوں گے۔

فرمایا کہ آپ اپنا خیر و فلاح کا مشن جاری رکھئے۔ اگر وہ راستے کی رکاوٹ بن کر کھڑے ہو جائیں تو آپ نہایت سلامتی کے ساتھ ان کے پاس سے گذر جائیے اور ان سے درگذر کیجئے۔ کیونکہ قیامت کا دن جو ان سے زیادہ دور نہیں ہے اس میں ہر بات کھل کر ان کے سامنے آ جائے گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# پارہ نمبر ۲۵

# الیہ یرد

# سورۃ نمبر ۴۴

# الدُّخَان

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

# تعارف سورۃ الدخان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 44 |
| کل رکوع | 3 |
| آیات | 59 |
| الفاظ و کلمات | 349 |
| حروف | 1495 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

☆ سب سے پہلے اس قرآن مجید کی قسم کھائی ہے جسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا گیا ہے۔ اس رات کی عظمت یہ ہے کہ اس میں ہر حکمت والے کام جو آئندہ سال میں ہونے والے ہیں ان کو فرشتوں (جبرائیل، اسرافیل، میکائیل اور عزرائیل) کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

☆ اللہ کی شان اور وحدانیت کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے۔ وہی سب کا پالنے والا ہے۔ اس کی ذات پر اور اس کی قدرت پر ایمان لانا سعادت اور نیکی ہے لیکن منکرین اللہ کی ذات و صفات پر ایمان نہیں لاتے۔ ایسے منکرین کو ایک ایسے دن کا انتظار کرنا چاہیے جب کہ آسمان پر ایک دھواں پیدا ہو کر ہر چیز پر چھا جائے گا۔ وہ دن ایسے لوگوں کے لیے بڑا سخت اور کٹھن دن ہوگا۔ منکرین گھبرا کر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار اگر آپ نے اس کو ہم سے ہٹا دیا اور دور کر دیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہارے نصیب میں ایمان لانا کہاں ہے؟ اگر تمہیں ایمان لانا ہوتا تو ان عظیم پیغمبروں کی توہین کرتے ہوئے انہیں کسی کا سکھایا پڑھایا دیوانہ قرار نہ دیتے۔ جب انہوں نے اس وقت اپنے نبی کی بات کو نہیں مانا تو اب وہ کہاں ایمان لانے والے ہیں۔ فرمایا کہ اگر آج ہم ان سے اس عذاب کو ہٹا دیں تو یہ پھر وہی حرکتیں کریں گے جو اس سے پہلے کرتے آئے ہیں۔ ان جیسے لوگوں کو اللہ اپنی سخت گرفت میں لے کر ان سے ان کی نافرمانیوں کا بدلہ ضرور لے گا۔

فرمایا ان سے پہلے قوم فرعون کا بھی یہی حال تھا کہ جب ان پر عذاب آتا تو وہ اس کے دور کرنے کی درخواست کرتے اور جب وہ ٹل جاتا تو پھر پہلے جیسی حرکتیں کرنے لگتے حالانکہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون اور اس کی قوم کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ برابر ان کو جھٹلاتے رہے بلکہ انہوں نے تو حضرت موسیٰؑ کو قتل تک کر لینے کا پروگرام بنا لیا تھا مگر اللہ نے ان کو بچا لیا اور قوم فرعون کو پانی میں غرق کر دیا اور قوم

> اس قرآن مجید کو اس مبارک رات میں نازل کیا گیا ہے جس میں ہر اہم اور حکمت والے کاموں کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس سے متعلق احکامات کو فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

> کفار و مشرکین کو قیامت کے دن زقوم کا درخت کھلایا جائے گا جو ان کے پیٹ میں اس طرح کھولتا ہوگا جس طرح پانی گرم کرتے وقت کھولتا ہے۔ ان کو جہنم کے بالکل درمیان میں دھکیل کر ان پر کھولتا پانی اوپر سے ڈالا جائے گا اور کہا جائے گا کہ مزہ چکھو تم تو بڑے عزت والے بنے پھرتے تھے۔

> لیکن وہ لوگ جو اللہ سے ڈرنے اور اللہ کے پیغمبروں کی تعلیم پر چلنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں ان کو جنت کی راحتیں عطا کی جائیں گی وہ جو مانگیں گے ان کو دیا جائے گا۔ ان کو خوبصورت باغات، بہتے چشمے اور دنیا جہاں عطا کیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فرعون نے جو حسین باغات، بہتے چشمے، کھیتیاں، وہ اونچے اونچے محل چھوڑے تھے بنی اسرائیل کو ان سب کا وارث بنا دیا۔

فرعون کی تباہی پر نہ تو زمین روئی اور نہ آسمان رویا اور نہ اس کو کسی طرح کی مہلت دی گئی۔

حضرت موسیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات عطا فرمائی اور وہ جس شدید آزمائش میں مبتلا تھے اس سے ان کو چھٹکارا عطا کیا پھر بنی اسرائیل کو توریت جیسی کتاب دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ان کی ضد اور ہٹ دھرمی پر ایک مرتبہ پھر خبردار کیا ہے کہ وہ اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ پر ایمان لے آئیں اسی میں ان کی نجات ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ ذرا اس بات پر غور کریں کہ مکہ والے بڑی شان اور قوت والے ہیں یا تبع اور اس کی قوم۔ فرمایا کہ جب قوم فرعون، عاد و ثمود جیسی ترقی یافتہ قومیں بھی اللہ کی نافرمانیاں کرنے کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکیں تو تمہاری کیا حیثیت اور طاقت ہے۔ فرمایا کہ وہ نظام کائنات پر غور کریں کہ اس نے زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی تمام چیزوں کو کھیل تماشہ نہیں بنایا ہے بلکہ ان کے پیدا کرنے اور بنانے میں اللہ کی بڑی بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ یہ نظام کائنات ایک وقت تک چلتا رہے گا پھر اس عالم پر موت طاری ہو گی اور وہ قیامت کا دن ان مجرمین پر بہت سخت اور بھیانک ہو گا سوائے اس کے کہ اللہ کسی پر رحم کر کے معاف فرما دے۔

فرمایا کہ اس دن کفار و مشرکین کے کھانے کے لئے زقوم کا درخت ہو گا جو ان کے پیٹ میں اس طرح جوش مارے گا جیسے تیز کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔ اللہ کے فرشتے ان کو پکڑ کر جہنم کے بیچ میں دھکیل دیں گے اور ان پر تیز گرم پانی ڈالیں گے اور کہیں گے کہ تم بڑی عزت والے بنے پھرتے تھے آج اس عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ وہی عذاب ہے جس سے تمہیں ڈرایا گیا تھا مگر تم اس کو نہیں سمجھتے تھے آج اس کو چکھو۔ ان کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ سے ڈرنے والے، نیک اور صالح ہوں گے وہ امن و سکون، چین اور آرام کی جنتوں میں ہوں گے جہاں خوبصورت باغات، پانی کے بہتے چشمے اور نہریں ہوں گی۔ باریک اور موٹے ریشمی لباس پہنے مسہریوں اور تخت پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ فرمایا کہ ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ان کی زوجیت میں دے دیں گے۔ وہ ہر طرح خوش و خرم اور طرح طرح کے پھلوں سے اپنا دل بہلائیں گے۔ جو موت ان کو آچکی ہے اب وہ دوبارہ ان کو نہ آئے گی۔ سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آپ کے پروردگار کا فضل و کرم اور ان کی زبردست کامیابی ہو گی۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے رب نے قرآن کریم کو آسان عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ اس پر غور و فکر کرنا آسان ہو مگر اس کے باوجود بھی یہ لوگ قرآن کی عظمت کو نہیں سمجھتے تو آپ ﷺ ان کے انجام کا انتظار کیجئے یہ خود بھی اس کے انتظار میں ہیں۔

سورۃ الدخان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ
اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿۴﴾
اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ
كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ
بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ
عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاۗءَهُمْ
رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا
كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَاۗىِٕدُوْنَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ
الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾

حا میم ۔ حروف مقطعات (جن کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)

اس واضح کتاب کی قسم ۔ اس کو ہم نے ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے ۔ بے شک ہم (اس کے ذریعے) لوگوں کو آگاہ اور خبردار کرنے والے ہیں ۔

اس رات میں ہر حکمت بھرے معاملہ کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے ۔

حکم جو ہماری طرف سے ہے ہم ہی بھیجنے والے ہیں ۔

یہ آپ کے رب کی رحمت ہے بے شک وہی سننے والا اور جاننے والا ہے ۔ آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سب کا پروردگار ہے ۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو ۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے ۔

وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے ۔ وہ تمہارا رب ہے اور تم سے پہلے تمہارے باپ دادا کا بھی پروردگار ہے ۔

بلکہ کفار شک وشبہ میں مبتلا ہیں اور کھیل کود میں مشغول ہیں ۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان کے لئے ایک ایسے دن کا انتظار کیجئے جس دن آسمان سے صاف وشفاف دھواں ظاہر ہوگا ۔ جو لوگوں کو گھیر لے گا ۔

وہ ایک دردناک عذاب ہوگا ۔ (وہ کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار ہم سے اس عذاب کو دور کر دیجئے تو ہم ایمان لے آئیں گے ۔

(فرمایا جائے گا کہ) انہیں کہاں نصیحت حاصل ہوئی جب کہ ان کے پاس ایک ایسا رسول بھی آچکا ہے جس کی شان (رسالت وعظمت) روشن وظاہر ہے ۔ پھر انہوں نے اس رسول سے منہ پھیر کر کہہ دیا کہ یہ تو سکھایا ہوا دیوانہ ہے ۔

بے شک اگر ہم تھوڑے (دنوں کے لئے) اس عذاب کو ہٹالیں تو پھر تم اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے ۔

جس دن ہم (ان کی) سخت گرفت کریں گے تو بے شک ہم (ان ظالموں سے) زبردست انتقام لیں گے ۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۶

| | |
|---|---|
| لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ | برکت والی رات |
| يُفْرَقُ | وہ جدا کر دیتا ہے۔ الگ کرتا ہے |
| اَمْرٍ حَكِيْمٍ | حکمت بھرا فیصلہ |
| اِرْتَقِبْ | تو انتظار کر۔ راہ دیکھ |
| دُخَانٌ | دھواں |
| يَغْشٰى | وہ ڈھانپ لے گا |
| مُعَلَّمٌ | پڑھایا گیا |
| عَآئِدُوْنَ | وہ لوٹنے والے ہیں |
| اَلْبَطْشَةُ | سخت پکڑ |

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

قرآن کریم میں سات سورتیں وہ ہیں جن کی ابتداء "حٰم" سے کی گئی ہے۔ احادیث میں ان سات سورتوں کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ ان ہی میں سے یہ پانچویں سورت ہے۔

"حا میم" حروف مقطعات میں سے ہیں جن کی تفصیل اس سے پہلی سورتوں میں بیان کر دی گئی ہے۔ علماء مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ وہ واضح اور صاف صاف احکامات بیان کرنے والی کتاب ہے جس کو ایک برکتوں والی رات (شب قدر) میں نازل کیا گیا ہے جس رات میں آئندہ سال ہونے والے واقعات اور احکامات کے

بارے میں ہر حکمت بھرے معاملہ کا فیصلہ کر کے اس سے فرشتوں کو آگاہ اور مطلع کر دیا جاتا ہے۔

قرآن کریم ساری انسانیت کے لئے قیامت تک سراسر رحمت اور کرم ہی کرم ہے۔ اس کتاب کو اس پروردگار نے نازل کیا ہے جو آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے جو پوری قدرت اور کامل اختیار رکھنے والا ہے۔ وہی سب کی پرورش کرتا اور پالتا ہے۔ زندگی اور موت اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، وہی سب کے باپ دادا کا پیدا کرنے والا ہے۔ کفار و مشرکین اور دین اسلام کے دشمن جو دنیا کو ایک کھیل کود اور تماشے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب آسمان پر ہر طرف دھواں ہی دھواں ہوگا اور لوگ سخت اذیت اور تکلیف میں مبتلا ہوں گے۔ جب کفار و مشرکین اللہ کے عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو گھبرا کر کہہ اٹھیں گے الٰہی! اس عذاب کو ہم سے دور کر دیجئے ہم ایمان لے آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر ان کو مہلت دے دی جائے تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ جب ان کے پاس ہمارے پیغمبر سچائی کا پیغام لے کر آئے تھے تو انہوں نے ان کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ ان کو بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کی باتیں بنائیں اور ہمارے رسول پر یہاں تک الزام لگا دیا کہ یہ رسول جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ کوئی آکر ان کو سکھا جاتا ہے اور وہی باتیں یہ لوگوں کو آکر بتا دیتے ہیں۔ وہ کہتے کہ یہ تو سکھائے پڑھائے دیوانے ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ ان منکرین کو قیامت کے ہولناک دن اور اس میں دی جانے والی سزاؤں کا اندازہ نہیں ہے ورنہ وہ اس طرح کی حرکتیں نہ کرتے۔

فرمایا کہ جب ہم ایسے لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو کوئی ان کی مدد کے لئے نہ آئے گا اور ہم سے چھڑانے والا کوئی نہ ہوگا۔

زیر مطالعہ آیات میں کچھ مخصوص الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں جن کی تشریح ضروری ہے تاکہ ان آیات کا مفہوم پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔

(۱)۔ اَلْکِتَابُ الْمُبِیْنُ واضح اور کھلی ہوئی کتاب۔ یعنی اپنے معنی اور مفہوم میں اس قدر واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے جو حق و باطل اور حرام و حلال کو نہایت وضاحت سے بیان کر رہی ہے۔ اللہ نے اس کتاب کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے یہ قرآن تو ایک واضح کتاب ہے جس کو نہ تو سمجھنا مشکل ہے اور نہ اس پر عمل کرنے میں کوئی دشواری ہے۔ اس کو ایک ایسی روشن اور مبارک رات میں اتارا گیا ہے جو ایک ہزار راتوں سے بھی زیادہ افضل و بہتر ہے۔

(۲)۔ لَیْلَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ " برکت والی رات۔ اس رات سے مراد رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے جس کو اردو میں "شب قدر" کہا جاتا ہے۔ اس مبارک رات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خاص نظر کرم فرماتے ہیں اور رات بھر ندائیں دی جاتی ہیں کہ ہے کوئی اللہ کی رحمتوں کو سمیٹنے والا کہ اس کو وہ سب کچھ عطا کر دیا جائے جو وہ مانگ سکتا ہے۔ اس رات میں بندوں کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ آسمان سے فرشتے اور جبرئیل امین اترتے ہیں اور اس رات میں ہر حکمت والے معاملے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

علماء مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس مبارک رات سے مراد شب قدر ہی ہے جو رمضان کے آخری عشرے کی کسی طاق رات میں ہوتی ہے۔ کچھ حضرات نے بعض روایات سے سورۃ دخان میں "لیلہ مبارکہ" سے مراد شعبان کی چودھویں رات (شب برات) مراد لی ہے لیکن علماء مفسرین کی اکثریت نے اس سے مراد شب قدر ہی کو لیا ہے۔

ممکن ہے اللہ نے شب برات میں قرآن کریم کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر مکمل قرآن کی شکل میں نازل کیا ہو اور رمضان کی شب قدر میں موقع کی مناسبت سے تھوڑا تھوڑا قرآن نازل کرنا شروع کیا ہو۔ بہر حال اس کی صحیح کیفیت کا علم اللہ کو ہے۔

(۳)۔ اَمْرٍ حَکِیْمٍ حکمت سے بھرپور احکامات۔ یعنی اس مبارک رات میں اہم اور حکمت بھرے معاملات کا "فیصلہ" کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں پیش آنے والے ہیں دوسرے الفاظ میں یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ فرشتوں میں ان کی ذمہ داریوں کو تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

(۴)۔ دُخَانٍ " مُّبِیْنٍ " واضح اور چھا جانے والا دھواں۔ قیامت سے قریب زمانے میں ایک دھواں پورے آسمان پر چھا جائے گا جو اس بات کی علامت ہوگا کہ اب قیامت بہت قریب ہے۔ چنانچہ احادیث میں اس دھویں کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں تین چیزوں سے آگاہ اور خبردار کرتا ہوں

(۱) ایک تو دھواں جو مومن کے لئے زکام کی طرح ہوگا لیکن کافروں کی ایک ایک نس میں اس طرح بھر جائے گا کہ ان کے کانوں اور جسم کے ہر حصے سے دھواں نکلتا (محسوس) ہوگا۔

(۲) دوسرے دابہ۔ یہ ایک عجیب و غریب جانور ہوگا جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔

(۳) تیسرے دجال کا آنا۔ (ابن کثیر)

اسی طرح قیامت کی علامتیں بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک دس علامتیں ظاہر نہ ہو جائیں اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی۔

(۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا یعنی وہ جس طرف سے روزانہ نکلتا ہے وہ وہاں سے نکلنے کے بجائے مخالف سمت سے نکلے گا۔

(۲) دھواں (جو پورے آسمان پر چھا جائے گا)۔

(۳) دابۃ (عجیب و غریب جانور)۔

(۴) یاجوج ماجوج کا خروج۔

(۵) حضرت عیسیٰ کا نزول (یعنی دنیا میں دوبارہ آنا)۔

(۶) زمین کا دھنسنا۔

(۷) مشرق میں زمین کا دھنسنا۔

(۸) مغرب میں زمین کا دھنسنا۔

(۹) جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسنا۔

(۱۰) اور عدن سے ایک زبردست آگ کا نکلنا جو سب لوگوں کو ہانک لے جائے گی (مسلم)

(۵) ۔رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ۔ وہ رسول جو اعلیٰ ترین اور قابل تعریف صفات کے مالک ہیں اور جن کی سیرت اور ان کا اسوۂ حسنہ سورج کی کرنوں سے زیادہ روشن اور واضح ہے۔

(۶) ۔مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۔ سکھایا پڑھایا دیوانہ۔ کفار و مشرکین جب ہر طرح کی سازشوں اور پروپیگنڈے کے باوجود اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ اتنے شدید پروپیگنڈے کے باوجود عرب کے نوجوان، بوڑھے، عورتیں اور بچے حضور اکرم ﷺ کی سیرت و کردار اور آپ کے لائے ہوئے پیغام سے متاثر ہوتے چلے جا رہے ہیں تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کو شاعر، مجنون، جادوگر اور کاہن کہنا شروع کیا۔ انہوں نے یہ الزام بھی لگانا شروع کر دیا کہ جس کو یہ اللہ کا کلام کہتے ہیں وہ ان کو کوئی شخص آ کر سکھا جاتا ہے وہ اسی کو بیان کر کے اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں (نعوذ باللہ)۔

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے تمام الزامات کے جوابات عنایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ ہی نے اس واضح اور روشن کتاب کو ایک برکت والی رات میں اپنے رسول پر نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کی آخرت سدھر جائے لیکن بعض لوگ اس آگاہی

کے باوجود اپنی روش زندگی چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو قیامت کے اس ہولناک دن کا خیال ضرور رکھنا چاہیے جس دن ہر انسان کو اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینا ہوگا اس دن صرف وہی لوگ کامیاب و با مراد ہوں گے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کی ہوگی۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿١٧﴾ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٨﴾ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿١٩﴾ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ ﴿٢٠﴾ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ ﴿٢١﴾ فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ مُجْرِمُونَ ﴿٢٢﴾ فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُغْرَقُونَ ﴿٢٤﴾ كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٢٥﴾ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٢٦﴾ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ﴿٢٧﴾ كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ ﴿٢٩﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٢﴾ وَآتَيْنَاهُمْ مِنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُبِينٌ ﴿٣٣﴾

## ترجمہ آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

اور یقیناً ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا جب ان کے پاس ایک معزز پیغمبر (حضرت موسیٰ کو) بھیجا گیا تھا (اور اس نے کہا تھا کہ) تم اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو۔ میں تمہارے لئے ایک دیانت دار رسول ہوں۔ اور تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی (اختیار) نہ کرو۔

بے شک میں تمہارے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں اور بے شک میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ پھر اگر تم میرا یقین نہیں کرتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

پھر اس نے (حضرت موسیٰ نے) اپنے رب کو پکارا کہ بے شک یہ سب مجرم (گناہ گار) ہیں۔ (اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰ) تم میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ اور بلاشبہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ اور سمندر کو اسی حالت پر (تھما ہوا) چھوڑ دینا کیونکہ بے شک (فرعون کا) لشکر غرق ہونے والا ہے۔

ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے چھوڑے اور کتنی ہی کھیتیاں اور بہترین مکانات چھوڑے۔ اور وہ نعمتیں جنہیں وہ مزے لے لے کر کھاتے تھے (سب چھوڑنے پر مجبور کر دیئے گئے) اور اس طرح ہم نے ان سب چیزوں کا مالک دوسری قوم (بنی اسرائیل) کو بنا دیا۔ پھر ان (فرعونیوں پر) نہ تو آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات عطا کر دی تھی (یعنی) فرعون سے جو کہ انتہائی مغرور، متکبر اور حد سے بڑھ جانے والا ہو چکا تھا۔ اور بے شک ہم نے جان بوجھ کر بنی اسرائیل کو اہل عالم پر فضیلت دی تھی اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دکھائیں جن میں کھلی آزمائش تھی۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

| | |
|---|---|
| فَتَنَّا | ہم نے آزمایا |
| لَا تَعْلُوْا | تم نہ چڑھو |
| اِعْتَزِلُوْنِ | تم مجھ سے دور ہٹ جاؤ |
| اَسْرِ | تو راتوں رات چل |
| رَهْوًا | ٹھہرا ہوا |
| جُنْدٌ | لشکر |
| مَا بَكَتْ | نہ روئی۔ نہ رویا |
| مُنْظَرِيْنَ | مہلت دیئے گئے |
| اَخْتَرْنَا | ہم نے پسند کیا |

## تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

حضرت موسیٰ نے حق و صداقت کی سربلندی اور ہدایت و تبلیغ میں ساری زندگی جدوجہد فرمائی فرعون اور آل فرعون نے جس طرح ان کی نافرمانی کی اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں عبرت و نصیحت کے لئے مختصر یا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہاں ایک مرتبہ پھر حضرت موسیٰ کی زندگی کے ایک اور پہلو کو بیان کر کے کفار قریش کو آگاہ کیا گیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعون جیسے نافرمان اور عظیم سلطنت کے مالک فرعونیوں کو غرق کر دیا تھا اور بے سروسامانی کے باوجود حضرت موسیٰ اور ان کے ماننے والوں کو کامیاب کر کے نجات عطا کر دی تھی اسی طرح نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ماننے والے صحابہ کرامؓ بہت جلد کامیاب ہو جائیں گے اور دین اسلام کے منکرین اور مشرکین زبردست طریقے پر ناکام و نامراد ہوں گے۔ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب ایک طویل مدت تک حضرت موسیٰ کی دعوت و تبلیغ کی بھرپور کوششوں اور ہر طرح کے

معجزات دیکھنے کے باوجود فرعون نے اپنے آپ کو سخت گناہ گار اور مجرم ثابت کر دیا اور حضرت موسیٰ کو قتل کرنے کی منصوبہ بندی تک کر ڈالی جب حضرت موسیٰ نے پہلے تو پوری قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ کے بندو! تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی اور نافرمانی اختیار نہ کرو میری بات مانو، میرا حق ادا کرو، مجھ پر ایمان لاؤ، میری ہدایت کی پیروی کرو یہ اللہ کی طرف سے تم پر میرا حق ہے۔ تم مجھ پر زیادتی نہ کرو، حملہ نہ کرو اگر تم نے مجھ پر حملہ کیا یا سنگسار (پتھر مار مار کر ہلاک) کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو میں پہلے ہی اللہ رب العالمین کی پناہ مانگ چکا ہوں۔ وہ میری حفاظت کرے گا اور تم ہزار کوششوں کے باوجود میرا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ البتہ نافرمانیوں سے تم بدترین انجام سے دوچار ضرور ہو جاؤ گے۔ پھر حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ تم اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو۔ کیونکہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں، دیانت دار رسول بھی ہوں اور اللہ کی نشانیوں (معجزات) بھی دکھا چکا ہوں۔ جب حضرت موسیٰ نے اس بات کو جان لیا کہ فرعون اور آل فرعون پر ان کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تب انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کر دیا کہ اے میرے اللہ میں نے اس قوم کو ہر طرح سمجھایا مگر یہ مجرم تو اب اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ میری کسی بات کو سننے اور میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں الٰہی! آپ ان کے اور میرے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ اے موسیٰ! آپ میرے اطاعت گذار بندوں کو رات کی تنہائیوں میں لے کر نکل جایئے۔ جب صبح فرعون کو اطلاع ہوگی تو وہ تمہارا پیچھا کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ تمہاری طرف آئے گا اس وقت تم اپنے عصا کو پانی پر مارنا تمہارے لئے سمندر میں راستے بن جائیں گے اور بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین کی طرف نکل جایئے گا اور دوبارہ عصا کو پانی پر نہ ماریئے گا اس سمندر کے راستوں کو اسی حالت پر چھوڑ دیجئے گا کیونکہ ہم نے فرعون اور اس کے ماننے والوں کو غرق کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ چنانچہ اللہ کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ نے عمل کیا۔ حضرت موسیٰ اور ان پر ایمان لانے والے اہل ایمان سمندر پار آ گئے۔ جب فرعون نے ان سمندری راستوں میں اپنے لشکر کو اترنے کا حکم دیا اور وہ اس کے درمیان میں پہنچ گیا تو اللہ نے پانی کو پھر سے مل جانے کا حکم دیا جس سے فرعون اور اس کی پوری قوم پانی میں ڈوب کر ختم ہوگئی۔ اللہ نے فرمایا کہ فرعون اور آل فرعون کے سرسبز و شاداب باغات، بہتے ہوئے خوبصورت چشمے، ہری بھری کھیتیاں، عیش و آرام کے لئے بنائے گئے بڑے بڑے محل اور مکانات اور آبادیاں ان کے کسی کام نہ آ سکے اور پھر ہم نے ان کے راحت و آرام اور حکومت و سلطنت کے اسباب کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔ فرعون اور اس کی قوم کی اتنی بڑی تباہی اور بربادی پر نہ تو آسمان رویا اور نہ زمین روئی اور نہ وہ فرعونی لوگ اللہ کے سخت ترین عذاب سے بچ سکے۔ اللہ نے ان آیات میں اس بات کو اصول کے طور پر بیان کر دیا ہے کہ قوموں کا ابھرنا، ڈوبنا اور برباد ہو جانا یہ سب کچھ اللہ کے فیصلے کے مطابق ہوتا ہے۔

اس موقع پر یہ نکتہ بھی بہت دلچسپ ہے کہ زمین و آسمان کا رونا محض ایک محاورہ ہی نہیں ہے بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کے اس دنیا سے اٹھ جانے پر زمین و آسمان روتے ہیں چنانچہ حضرت انسؓ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ آسمان میں ہر بندے کے لئے دو دروازے ہیں ایک سے رزق اتارا جاتا ہے اور دوسرے دروازے سے اس کے اعمال (کلام الطیب و عمل صالح) اللہ کی بارگاہ میں پہنچائے جاتے ہیں جب اللہ کے کسی نیک بندے کا انتقال ہوتا ہے تو یہ دونوں دروازے اسے یاد کر کے روتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر مذکورہ آیت کی تلاوت بھی فرمائی۔ اسی طرح حضرت شریح ابن عبید حضرمیؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مومن غریب الوطنی کی حالت میں انتقال کرتا ہے جس پر کوئی رونے والا نہیں ہوتا تو اس پر زمین و آسمان روتے ہیں۔ اس موقع پر بھی آپ نے اسی مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی (ابن کثیر) اب رہا یہ سوال کہ زمین و آسمان کس طرح روتے ہیں تو بات بالکل واضح ہے کہ ان کا رونا ہماری طرح کا رونا نہیں ہے بلکہ اس کی صحیح کیفیت کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو زندگی بھر اپنے مال و دولت، حکومت و اقتدار اور خوبصورت بلڈنگوں پر بے جا فخر و غرور کرتے ہیں اور اللہ کی نافرمانیوں سے باز نہیں آتے ان پر زمین و آسمان بھی نہیں روتے لیکن اللہ کے نیک، برگزیدہ اور پاکیزگی کے ساتھ زندگی گذارنے والے جب اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو زمین و آسمان ہی نہیں بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی جدائی پر روتا ہے۔

إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِىَ إِلَّا مَوْتَتُنَا ٱلْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا۟ بِـَٔابَآئِنَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَٰهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾ وَمَا خَلَقْنَا ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَٰعِبِينَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَٰهُمَآ إِلَّا بِٱلْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ يَوْمَ ٱلْفَصْلِ مِيقَٰتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٠﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِى مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْـًٔا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤١﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ ٱللَّهُ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلرَّحِيمُ ﴿٤٢﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۴۲

اور (کفار قریش) یہ کہتے ہیں کہ بس یہی (اسی دنیا میں) پہلی مرتبہ کا مرجانا ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔

اگر تم سچے ہو تو ہمارے گذرے ہوئے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ۔

(اللہ نے فرمایا) کیا یہ (کفار مکہ) بہتر ہیں یا قوم تبع جو پہلے ہو گذرے ہیں۔ ہم نے ان کو اس لئے ہلاک کیا تھا کہ وہ مجرم (نافرمان، گناہ گار) تھے۔

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے محض کھیل کود کے لئے نہیں بنایا ہے۔ ہم نے ان کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

یقیناً وہ فیصلے کا دن ان سب کے لئے وعدے کا دن ہے۔

جس دن کوئی رشتہ دار اپنے رشتہ دار کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔

سوائے اس کے کہ اللہ ہی رحم کردے۔ بے شک وہی زبردست اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۴۲

مُنْشَرِیْنَ — دوبارہ اٹھنے والے

مِیْقَاتٌ — مقررہ وقت

لَا یُغْنِیْ — کام نہ آئے گا

مَوْلٰی — ساتھی۔ دوست

تشریح: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۲

جس طرح نمرود فرعون، قیصر و کسریٰ مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے لقب تھے اسی طرح قبیلہ حمیر کے بادشاہ کا لقب تبع تھا۔ تبع نام کے بہت سے بادشاہ گذرے ہیں۔ چونکہ حجاز سے قریب تر علاقے ملک یمن اور سبا پر قوم تبع کو حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے دو ڈھائی سو سال پہلے اور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیدائش سے تقریباً سات سو سال پہلے حکمرانی کا موقع ملا تھا اس لئے عرب میں قوم تبع کا کافی چرچا تھا اور جزیرۃ العرب کے لوگ تبع اور قوم تبع سے اچھی طرح واقف تھے۔ قرآن کریم میں جس قوم تبع کا ذکر کیا جا رہا ہے اس کے بادشاہ کا نام اسعد یا سعد ابن ملکا کرب اور کنیت ابوکرب تھی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ (تبع) توریت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے مومن تھا لیکن اس کی قوم شرک و بت پرستی میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس تبع بادشاہ کے لئے مفسرین نے دو واقعے لکھے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے میں بہت سے علاقے فتح کرتا ہوا سمرقند تک پہنچ گیا تھا۔

محمد ابن اسحاق کی تحقیق یہ ہے کہ وہ ان فتوحات کے دوران جب مدینہ منورہ کی بستی سے گذرا تو اس نے اس سرسبز و شاداب بستی پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اہل مدینہ نے اس کا زبردست مقابلہ کیا اور یہ عجیب طریقہ اختیار کیا کہ دن بھر تو وہ قوم تبع سے جنگ کرتے اور رات کو ان کی مہمان نوازی کرتے تھے۔ اس بات سے تبع اور اس کی قوم کو شرم آئی اور اس نے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اسی عرصے میں دو یہودی عالموں نے اس کو بتایا کہ اس شہر پر چڑھائی سے اسے کامیابی نصیب نہ ہوگی کیونکہ یہ آخری نبی کا مقام ہجرت ہے۔ یمن کو وہ ان دونوں یہودی عالموں کو اپنے ساتھ لے آیا اور اس نے ان یہودی عالموں کی تعلیم و تربیت سے متاثر ہو کر حضرت موسیٰؑ کا دین قبول کر لیا جو اس وقت دین برحق تھا۔ پھر اس کی قوم بھی ایمان لے آئی مگر زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ قوم تبع نے پھر سے شرک و بت پرستی شروع کر دی اور نافرمانیوں کی انتہا کر دی جس کے نتیجے میں وہ شدید ترین عذاب آیا جس کا ذکر سورہ سبا میں کیا گیا ہے۔ (ابن کثیر)

دوسری روایت یہ ہے کہ تبع بادشاہ نے جب توریت میں نبی کریم ﷺ کے فضائل پڑھے تو وہ غائبانہ حضور اکرم ﷺ پر ایمان لے آیا اور اس نے نبی کریم ﷺ کے نام ایک خط بھی لکھا۔ اس نے وصیت کی کہ جب وہ آخری نبی تشریف لائیں تو ان کی خدمت میں میرا یہ خط پہنچا دیا جائے چنانچہ اس کی یہ وصیت اس کی اولاد میں چلتی رہی۔

تبع کی اکیسویں پشت کے وقت نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو تبع خاندان کے ایک فرد شامول نے حضرت ابوایوب انصاری کی معرفت تبع کا خط حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا "مرحبا

**بالاخ الصالح** "دوسری روایت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "**لا تسبوا تبعا فانه قد کان اسلم**" یعنی تبع کو برا بھلا مت کہو کیونکہ وہ اسلام لے آیا تھا (طبرانی، ابن ابی حاتم، امام احمد)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ تبع اور اس کی قوم بہت ترقی یافتہ قوم تھی۔ اس نے اپنے زمانہ میں زبردست عروج حاصل کیا تھا۔ مال و دولت، شان و شوکت، حکومت و سلطنت، قوت و طاقت اور تجارت و زراعت میں دنیا کی قوموں سے بہت آگے تھی مگر جب ان کے اخلاق اور کردار پر زوال آیا اور انہوں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنا معبود بنالیا اور نافرمانیوں اور انبیاء کرام کے جھٹلانے میں حد سے گذر گئی تب وہ قوم اپنے بدترین انجام سے دوچار ہوئی اور تباہ و برباد کر کے رکھ دی گئی۔ لیکن تبع بادشاہ نے دین اسلام کو قبول کر کے اپنے لئے آخرت کی ابدی راحتوں اور کامیابیوں میں نام پیدا کر لیا تھا۔

قرآن کریم کے اولین مخاطب مکہ مکرمہ کے کفار و مشرکین تھے ان سے کہا جا رہا ہے کہ بنو قریش اور اہل مکہ اپنی شان و شوکت اور مال و دولت میں بڑھے ہوئے ہیں یا قوم تبع جو دنیا کی انتہائی طاقت ور قوم تھی۔ اگر اتنی زبردست اور طاقت ور قوم اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے صفحۂ ہستی سے مٹادی گئی تو کفار مکہ اور بنو قریش کی ان کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے۔

اس آیت اور حدیث سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ تبع بادشاہ اکیس پشت پہلے نبی کریم ﷺ پر محض فضائل سن کر آپ ﷺ پر ایمان لے آیا تھا لیکن (اے قریش مکہ) تم کتنے بدنصیب لوگ ہو کہ تمہارے اندر خود اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور دلکش ترین کردار تمہارے سامنے ہے۔ مگر تم ان کی قدر کرنے کے بجائے ان کی ناقدری کر رہے ہو۔

فرمایا کہ جس طرح قوم تبع اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب الٰہی سے نہ بچ سکی اگر تم بھی ان ہی کے طریقوں پر چلے تو تم اس انجام سے کیسے بچ سکتے ہو؟ ہر انسان کو آخرت کے دن کی فکر ہونی چاہیے جب کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ تاریخ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ جس قوم، گروہ یا افراد نے آخرت کا انکار کیا اور دنیا کو ایک کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں دی وہ برے انجام سے نہ بچ سکی۔

فرمایا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے اور جب ہم مرنے کے بعد مٹی میں رل مل جائیں گے، ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ہمارے وجود کے ذرے کائنات میں بکھر جائیں گے تو ہم دوبارہ پیدا نہ کئے جائیں گے۔

فرمایا کہ اللہ نے یہ نظام قائم کیا ہے کہ اس زندگی کے بعد آخرت کی زندگی ہے جس میں سب کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قوم سبا، قوم فرعون اور قوم تبع وغیرہ جو دنیا کی عظیم ترین اور طاقت ور قومیں تھیں جب انہوں نے

اس جہالت عقیدے کو قائم کیا کہ اس دنیا کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے تو ان کی ترقیات تجارت وزراعت حکومت وسلطنت اور رشتے داریاں ان کو ان کے برے انجام سے نہ بچا سکیں۔ کفار کا یہ کہنا کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ تو فرمایا کہ وہ سب کے سب قیامت کے دن دوبارہ پیدا کیے جائیں گے اور قیامت انسان سے دور نہیں ہے۔

لہٰذا اس دن اگر ان کے باپ دادا نیکیوں پر ہیں گے تو ان کی نجات ہے ورنہ وہ آخرت کی ابدی راحتوں سے محروم رہیں گے اور کوئی شخص یا کوئی چیز ان کے کام نہ آسکے گی وہاں تو اللہ کے فرماں برداروں پر ہی اللہ کا رحم و کرم ہوگا۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنتُم بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾

ع ۳ ۱۶

## ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۹

بے شک زقوم کا درخت گناہ گاروں کی غذا ہوگی جیسے پگھلا ہوا تانبا جو پیٹ میں کھولتے پانی کی طرح جوش مارے گا۔ (فرشتوں سے کہا جائے گا کہ) ان کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کے درمیان میں لے جاؤ۔ پھر ان کے سر پر عذاب کا کھولتا ہوا پانی انڈیل دو۔ (کہا جائے گا کہ) مزا چکھ کیونکہ تو بڑی عزت والا اور بڑی شان والا تھا۔ یہی وہ چیز تھی جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

اور بے شک تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے پرسکون مقام ہوگا وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ وہ باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ سب باتیں اسی طرح ہوں گی اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حسین ترین عورتوں سے ان کا نکاح کردیں گے۔ وہ اطمینان وسکون سے ہر طرح کے پھل طلب کررہے ہوں گے۔ اور وہاں سوائے اس موت کے جو دنیا میں آچکی تھی کسی اور موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔ اور اللہ ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لے گا۔ (اے نبی ﷺ) یہ آپ کے رب کا فضل وکرم ہوگا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ (اے نبی ﷺ) ہم نے اس (قرآن مجید) کو آپ کی زبان میں آسان اور سہل بنا کر نازل کیا ہے تا کہ وہ دھیان دے سکیں۔ آپ (نتیجے کا) انتظار کیجئے۔ بے شک وہ بھی انتظار کرنے والوں میں سے ہیں۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۴۳ تا ۵۹

شَجَرَتَ الزَّقُّوْم : زقوم (جہنمیوں کی غذا) کا درخت

اَلْاَثِیْم : گناہ گار

اَلْمُهْل : پگھلا ہوا تانبہ

یَغْلِیْ : ابل رہا ہے۔ کھول رہا ہے

| | |
|---|---|
| اَلْبُطُوْنُ (بَطْنٌ) | پیٹ |
| اَلْحَمِيْمُ | کھولتا پانی |
| اِعْتِلُوْا | گھسیٹتے لے جاؤ |
| صُبُّوْا | انڈیل دو |
| ذُقْ | چکھ |
| مَقَامٍ اَمِيْنٍ | امن وسکون کی جگہ |
| سُنْدُسٍ | باریک ریشم |
| اِسْتَبْرَقٍ | دبیز ریشم |

## تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۹

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نصیحت و عبرت کے لئے نہایت آسان اور سہل بنا کر بھیجا ہے جس میں اس حقیقت کو نہایت وضاحت سے بیان کر دیا ہے کہ برے اور اچھے اعمال کا نتیجہ کیا ہے۔

جو لوگ دنیا میں زندگی بھر وقتی لذتوں، خواہشوں، تمناؤں اور جھوٹی عزت کے پیچھے دوڑتے رہتے ہیں انہیں اپنا ہر عمل اچھا ہی لگتا ہے اور انہیں اس بات پر سوچنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی کہ آخرت کی زندگی میں ان کا انجام کیا ہوگا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں انہیں جو کچھ حاصل ہے وہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے غافل اور برے اعمال میں بدمست لوگوں کو بتایا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے برے اعمال سے توبہ نہ کی تو قیامت کے دن ان کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا جہاں ان کی غذا زقوم کا درخت ہوگا جس کا مزہ پگھلی ہوئی دھات، پیپ، لہو اور تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں کسی جگہ یہ درخت پایا جاتا ہے جس کا مزہ بہت کڑوا اور تلخ ہوتا ہے۔ وہ جہنمیوں کی غذا ہوگی۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو جنہیں "زبانیہ" کہا جاتا ہے اور وہ جہنم پر مقرر ہیں حکم دیا جائے گا کہ اس مجرم کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے اس کو جہنم کے بیچ میں لے جاؤ اور اس پر کھولتا ہوا پانی انڈیل دو اور پھر اس

سے کیونکہ تو دنیا میں بڑا آبرو مند عزت والا اور رتبے والا تھا۔ تجھے آخرت اور اس برے انجام کا یقین نہ تھا اب اس کا مزہ چکھ۔ زقوم کا درخت کیا ہے اس کی تفصیل سورۂ صافات میں بیان کردی گئی ہے۔ جب ابوجہل کو معلوم ہوا کہ کافروں کو سزا کے طور پر زقوم کا درخت کھلایا جائے گا تو اس نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اب آگ کے اندر بھی درخت پیدا ہوں گے۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کھجوریں اور مکھن لاؤ ہمارا زقوم تو یہی ہے جس کا محمد ﷺ ہم سے وعدہ کر رہے ہیں۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو دنیا میں خوف الٰہی رکھتے تھے اور انہیں اللہ کے وعدوں کا یقین کامل تھا ان کو ابدی راحت بھری جنتوں میں داخل کیا جائے گا جہاں حسین ترین باغ، بہتی ہوئی نہریں اور چشمے ہر طرح کی غذائیں، باریک اور دبیز ریشم کا لباس ہوگا۔ وہ مسہریوں پر تکیہ لگائے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ بڑی بڑی آنکھوں والی حسین ترین حوریں ان کی زوجیت میں دے دی جائیں گی وہاں جس نعمت کو طلب کریں گے جو چاہیں گے وہ ان کو اسی وقت عطا کیا جائے گا۔ وہ نہایت امن و سکون سے جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہوں گے نہ ان کو جنتوں سے نکلنے کا خوف ہوگا اور وہ موت جو دنیا میں آچکی تھی اب دوبارہ اس کے آنے کا اندیشہ تک نہ ہوگا۔ اگرچہ یہ بات جہنم والوں کو بھی حاصل ہوگی کہ ان کو موت نہ آئے گی مگر فرق یہ ہوگا کہ اہل جنت کو ابدی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی انعام کے طور پر دی جائے گی جب کہ اہل جہنم کو سزا کے طور پر ہمیشہ کی زندگی دی جائے گی۔

جنت ایک ایسے امن و سکون کی جگہ ہوگی جہاں کسی قسم کا غم، پریشانی، خطرہ، اندیشہ اور کوئی محنت، مشقت اور تکلیف نہ ہوگی۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اہل جنت سے کہا جائے گا کہ تم یہاں ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے۔ ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے۔ ہمیشہ خوش حال رہو گے کبھی خستہ حال نہ ہو گے۔ ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔ (صحیح مسلم)

فرمایا گیا کہ ہم نے نصیحت کے لئے اس قرآن مجید کو آسان کردیا ہے۔ آپ بھی ان کے سامنے ساری حقیقت کو رکھ دیجئے اگر یہ مانتے ہیں تو ان کی زبردست کامیابی ہوگی لیکن اگر وہ اس سے منہ پھیرتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے اور اس بات کا انتظار کیجئے کہ اللہ کی لعنت ان پر کس طرح مسلط ہوتی ہے۔ وہ بھی آپ کی تحریک اور کام کو دیکھ رہے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ بہر حال اللہ آپ کے ساتھ ہے آپ اسی پر بھروسہ کیجئے وہی انجام بخیر کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# پارہ نمبر ۲۵

# الیہ یرد

# سورۃ نمبر ۴۵

# الْجَاثِیَۃ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 45 |
| کل رکوع | 4 |
| آیات | 37 |
| الفاظ و کلمات | 492 |
| حروف | 2131 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

☆ یہ کتاب اس زبردست حکمت والے اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جس نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان جتنی مخلوقات ہیں ان سب میں بے شمار نشانیاں رکھ دی ہیں۔ انسان اور جانوروں کی پیدائش، رات اور دن کا آنا جانا، بلندیوں سے بارش کا برسنا اور زمین میں ایک نئی تر و تازگی پیدا ہونا۔ ہواؤں کا الٹنا پلٹنا یہ سب کی سب عقل و فہم رکھنے والوں اور ہر چیز کی حقیقت سمجھنے والوں کے لیے بہترین دلائل ہیں۔

☆ ایسی کھلی اور واضح نشانیوں کے باوجود جھوٹ پر جمے رہنا اور مال و دولت سمیٹنے کی دھن میں دیوانوں کی طرح لگے رہنا ایک بھول ہے۔ موت کے ایک جھٹکے کے ساتھ ہی یہ سب چیزیں اسی دنیا میں رہ جائیں گی اور اس کے کسی کام نہ آسکیں گی۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ جنت کی وہ راحتیں جو ہمیشہ کے لیے ہوں گی وہ اس سے محروم رہے گا۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ کفار و مشرکین کی باتوں پر صبر اور برداشت سے کام لیں۔ عفو و درگزر کا معاملہ فرمائیں اور ہر اس کام میں لگے رہیں جو نیک اور بھلا کام ہے۔ اس پر اجر عظیم عطا کیا جائے گا۔ اگر کسی نے برائیاں اور گناہ کیے ہوں گے تو قیامت کے دن اس کو اپنے گناہوں کی سزا بھگتنی ہوگی۔

☆ جھوٹے معبودوں کے متعلق یہ گمان کہ وہ ان کو آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچالیں گے انتہائی بے بنیاد بات اور غلط فہمی ہے جسے دور کر کے اپنے کفر و شرک سے توبہ کرلی جائے ورنہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی اللہ نے سمندر کو ان کے لیے اس طرح مسخر (تابع) کر دیا ہے جس میں بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں چلتی ہیں جو تجارت کا سامان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچاتی ہیں۔ اسی نے چاند، سورج اور ستاروں کو اور زمین کی تمام چیزوں کو انسان کے کام میں لگا رکھا ہے۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جن پر آدمی کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

☆ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ کفار و مشرکین کی باتوں پر صبر اور برداشت سے کام لیں عفو و درگزر کا معاملہ فرمائیں اور ہر ایک نیک اور بھلے کام میں لگے رہیں کیونکہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو شخص نیک اور بھلا کام کرتا ہے اس پر اسے

سامنے ہے۔ اگر تم اس دن کا مذاق نہ اڑاتے اور پیغمبروں کی باتوں کو مانتے تو تمہیں یہ برا دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ تم دنیا کی زندگی کے فریب میں آ کر بہترین اعمال سے غافل ہو گئے تھے۔ اب تم اس جہنم میں رہو۔ تمہیں بچانے والا کوئی نہ آئے گا۔ اب توبہ کرنے کا وقت نہیں ہے کیونکہ وہ وقت دنیا میں گزر چکا تم نے جو گناہ کیے تھے ان کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی۔

## سُورَةُ الْجَاثِيَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ
اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ
تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا
عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾
وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۷﴾ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ
مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۸﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ
اٰيٰتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَآئِهِمْ
جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اَوْلِيَآءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾ هٰذَا هُدًى وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ
رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾

ع ۱۶ ۱۷

**ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۱**

حا۔میم حروف مقطعات (معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)

اللہ جو زبردست اور بڑی حکمت والا ہے اس کتاب (قرآن مجید) کا اتارا جانا اسی کی طرف سے ہے۔

بے شک آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ تمہاری اپنی پیدائش میں۔ جانور جن کو اللہ نے پھیلا رکھا ہے ان میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ رات اور دن کے آگے پیچھے آنے جانے میں اور وہ رزق (بارش) جسے اللہ نے آسمان (بلندی) سے نازل کیا ہے جس کے ذریعے مردہ زمین میں زندگی پیدا ہوتی ہے اور ہواؤں کی گردش میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو بات کو سمجھتے ہیں۔ یہ اللہ کی وہ نشانیاں ہیں جنہیں پڑھ کر ہم آپ کو سنا رہے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اور اس کی (بے شمار) نشانیوں کے بعد آخر یہ لوگ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ (حقیقت یہ ہے کہ) ہر اس شخص کے لئے تباہی ہے جو بہت جھوٹا اور گناہ گار ہے جو اللہ کی آیات کو جو اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں سنتا تو ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے تکبر پر اڑا رہتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔ (اے نبی ﷺ) ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔ اور جب ہماری آیات میں سے کوئی بات اس کے علم میں آجاتی ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ پھر ان سب لوگوں کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔ ان کے آگے (صرف) جہنم ہی ہے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا ہے کوئی چیز ان کے کام نہ آسکے گی اور نہ ہی وہ کام آئیں گے جنہیں انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا دوست بنا رکھا ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ یہ قرآن تو سراسر ہدایت ہے اور جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا ہے ان کے لئے بدترین اور دردناک عذاب ہے۔

**لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۱**

| | |
|---|---|
| یَبُثُّ | وہ پھیلاتا ہے |
| تَصْرِیْفٌ | الٹنا پلٹنا ہے |

**حَدِیْث** — بات

**أَفَّاك** — جھوٹ بولنے والا

**يُصِرُّ** — وہ ضد کرتا ہے۔ اڑ جاتا ہے

**رِجْز** — سزا۔ عذاب

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

سورۃ الجاثیہ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے کافی عرصے پہلے ہی نازل ہوئی۔ مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی انسان کے بنیادی عقیدوں کی اصلاح توحید خالص، نبوت و رسالت اور فکر آخرت کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ایمان، یقین اور عقل و فہم رکھنے والے جو کائنات میں غور و فکر کرتے ہیں اور صاحب بصیرت ہیں وہ حقیقی کامیابی حاصل کر سکیں۔ زمین و آسمان کا مرتب نظام، چاند سورج کا باقاعدگی سے نکلنا، انسان اور جان داروں کی پیدائش، دن رات کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا، وقت پر بارشوں کا برسنا پھر ان بارشوں کے ذریعہ مردہ زمین میں سرسبزی و شادابی، نکھار اور تروتازگی کا ابھرنا، انسان اور جان داروں کی غذاؤں کا پیدا ہونا یہ عقل و فہم رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں جو کائنات میں بکھیر دی گئی ہیں۔ اتنی واضح اور کھلی ہوئی نشانیوں کے باوجود ان سچائیوں سے منہ موڑنا اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہنا سوائے بدنصیبی کے اور کیا ہے۔ اس کائنات میں ہر آن ایک انقلاب اور تبدیلی آتی رہتی ہے یہاں کسی چیز کو قرار نہیں ہے جو چیز آتی ہے وہ کل نہیں رہے گی۔ یہ سب اللہ ہی کی نشانیاں ہیں۔ کیا ان نشانیوں کے بعد بھی ایمان و یقین نہ رکھنے والوں کو کسی اور نشانی کی ضرورت ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام جیتے جاگتے لوگوں سے کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس دنیا کا وقتی عیش، آرام، مال و دولت، بیوی بچے، گھر بار سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔ آخرت میں انسان کے کام آنے والی چیزیں صرف انسان کے بہتر اور پسندیدہ اعمال ہیں۔ اللہ نے اس طرف بھی متوجہ کیا ہے کہ انسان پر اللہ کے بے شمار احسانات ہیں جن پر اسے شکر ادا کرنا چاہیے یہی انسان کی کامیابی کا راز ہے۔ آخرت کی کامیابیاں صرف ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ کی ذات و صفات کو مان کر اس کا شکر ادا کرتے اور اسی کی عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ اور قرآن کریم جو سراسر رحمت ہی رحمت ہے اس کی روشنی میں زندگی گذارتے ہیں۔ وہی لوگ آخرت کی ابدی راحتوں کے مستحق ہیں لیکن جن لوگوں نے اللہ کی ہر نشانی اور رحمت سے آنکھیں بند کر کے اپنی پسندیدہ زندگی گذارنے کا انداز اختیار کر رکھا ہے وہ سخت گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے اور آخرت کی ابدی زندگی کی ہر راحت سے محروم رہیں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؗ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵**

اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے لئے مسخر (تابع) کر دیا ہے تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں (جہاز) چلائی جائیں تاکہ تم اس کا فضل (رزق) تلاش کرو اور توقع ہے کہ تم اس کا شکر ادا کرو گے۔ اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب کا سب اس نے اپنی طرف سے تمہارے کام میں لگا دیا ہے۔ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ ایمان رکھنے والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ان سے درگزر کریں جو اللہ کی طرف سے برے دنوں کے آنے کا خوف نہیں رکھتے تاکہ اللہ ایک قوم کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دے جو وہ کرتے رہتے ہیں۔ جس نے بھی عمل صالح اختیار کیا تو وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جس نے کوئی برائی کی اسے خود ہی بھگتے گا۔ پھر تم سب اپنے رب کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

**تَبْتَغُوْا** تم تلاش کرتے ہو

| | |
|---|---|
| یَرْجُوْنَ | تم امید رکھتے ہو |
| اَسَآءَ | اس نے برا کیا |

## تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نواز رکھا ہے سمندر اور دریا جو بے انتہا طاقت ور ہیں اور کائنات کی وہ لاتعداد چیزیں جن کے سامنے انسان کی کوئی حیثیت نہیں ہے ان کو انسانوں کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ آدمی جس طرح چاہتا ہے ان چیزوں کو استعمال کرتا ہے۔

اللہ نے اپنی نعمتوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سمندر جیسی عظیم قوت کو انسان کے تابع اور مسخر کر دیا ہے جس میں جہازوں اور کشتیوں کے ذریعہ گہرے پانیوں تک پہنچنا ممکن ہوتا ہے۔ آدمی ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک آتا اور جاتا ہے اور اپنا رزق تلاش کرتا ہے۔ اسی سمندر سے مچھلیوں کا شکار کر کے ان کے گوشت کو استعمال کرتا ہے سچے موتی یہاں تک کہ اب سمندر کے اندر سے تیل اور گیس تک نکال رہا ہے۔ سمندر کے اندر کتنی معدنیات ہیں ان کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ کہتے ہیں کہ سمندر کے اندر جتنی معدنیات کے خزانے بھرے ہوئے ہیں وہ شاید خشکی پر بھی نہیں ہیں بہرحال سمندر ہو یا خشکی، پہاڑ ہوں یا جنگلات آج کے دور میں اور اس سے پہلے دور میں انسان ان سے فائدے حاصل کرتا رہا ہے اس کو یہ صلاحیت کس نے عطا فرمائی؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ساری صلاحیتیں ہم نے انسان کو عطا کی ہیں جن پر اسے ہر آن شکر ادا کرنا چاہیے لیکن انسان کی کمزوری یہ ہے کہ وہ ان صلاحیتوں کو اپنا کمال سمجھتا ہے اور ان پر شکر ادا نہیں کرتا۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اور اہل ایمان ان ناشکرے لوگوں کی پرواہ نہ کریں۔ اپنا کام کئے جائیں، صبر و تحمل سے کام لیں اور اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ انسان کا اچھا اور برا عمل اللہ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے یہ سب کو اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے وہ اچھی طرح بتا دے گا کہ اگر انہوں نے بہتر عمل کئے تو ان پر بہترین بدلہ عطا کیا جائے گا لیکن اگر کسی نے گناہ یا خطا کا کام کیا ہے تو وہ اس گناہ کے وبال سے بچ نہیں سکتا۔ فرمایا کہ تم ان ناشکرے لوگوں سے انتقام اور بدلہ نہ لو کیونکہ اگر تم نے صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیا تو پھر اللہ خود ان سے انتقام لے گا۔ اللہ کا یہی دستور ہے۔ "ایام اللہ" اس پر گواہ ہیں۔ ایام اللہ سے مراد وہ معاملات ہیں جو آخرت میں انسانوں کے ساتھ کئے جائیں گے جن میں اللہ اپنے فرماں بردار بندوں کو انعام و اکرام سے نوازے گا اور نافرمانوں کو سخت سزا دے گا یا گزری ہوئی قوموں کے وہ واقعات مراد ہیں کہ جب بھی انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی تو ان کو سخت عذاب دیا گیا اور نیکیوں پر بہترین صلہ عطا کیا گیا۔ بہرحال غور و فکر کرنے والوں کے لئے ان تمام باتوں میں بہترین نصیحت اور عبرت کا سامان موجود ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ
الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ وَآتَيْنَاهُم بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ
فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ إِنَّ رَبَّكَ
يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٧﴾
ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ
الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَ
إِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾
هَٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْ
حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾

رکوع ۲ / ۸

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۱**

(اس سے پہلے) ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت، نبوت (اور زندگی گذارنے کا بہترین طریقہ) اور پاکیزہ رزق دیا تھا اور اہل عالم پر ان کو فضیلت، عظمت عطا کی تھی۔ ان کو دین کے بارے میں کھلی کھلی ہدایات دی گئی تھیں لیکن انہوں نے علم آجانے کے باوجود محض آپس کی ضد بندی کی وجہ سے اختلاف پیدا کیا۔ (اے نبی ﷺ) بے شک آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کردے گا جن باتوں میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ پھر (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو دین کے ایک راستے پر قائم کیا ہے آپ اسی کی اتباع کیجئے اور ان لوگوں کی بات نہ مانئے جو نادان ہیں۔ بے شک وہ اللہ کے مقابلے میں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ اور بے شک ظالم

لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تقویٰ والوں کا ساتھی ہے۔ یہ (قرآن مجید) ان لوگوں کے لئے روشنی، ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیوں کو کمایا ہے وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم انہیں اور ایمان و عمل صالح اختیار کرنے والوں کو برابر کردیں گے۔ کہ ان کا مرنا اور جینا یکساں ہو جائے۔ یہ بدترین دعویٰ ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۲۱

| | |
|---|---|
| شَرِيْعَةٌ | راستہ۔ طریقہ |
| بَصَآئِرُ | سمجھ کی باتیں |
| يُوْقِنُوْنَ | وہ یقین رکھتے ہیں |
| اِجْتَرَحُوْا | انہوں نے کمایا |

## تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۱

فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا مگر انہوں نے آپس کی ضد بندی، اختلافات اور ناشکری کا ایسا انداز اختیار کیا کہ ان کی ساری عظمتوں کو چھین کر نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے حوالے کر دیا گیا۔ فرمایا کہ بنی اسرائیل کو توریت جیسی روشن و منور کتاب، سیکڑوں سال تک حکومت و اقتدار، ہزاروں نبی اور رسول، مال و دولت، زندگی گذارنے کے بے شمار وسائل اور ذرائع اور بہترین طریقے سکھائے گئے تھے جن کے ذریعہ اگر وہ چاہتے تو اپنی دنیا اور آخرت سنوار لیتے، خود بھی راہ حق پر چلتے اور دوسروں کو بھی اس سچائی کے راستے پر ڈال سکتے تھے لیکن مال و دولت اور دنیا کی محبت نے انہیں دنیا داری کے دھندوں میں پھنسا دیا تھا۔ علم و فہم رکھنے کے باوجود فرقہ پرستی، ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی آرزو اور ضد بندی نے انہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا جس سے انہوں نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو اپنے ہاتھوں برباد کر ڈالا۔ باہمی اختلافات کی وجہ سے اس وقت کی معلوم دنیا میں ہر طرف فساد اور ابتری کو پھیلا دیا جس سے ہر شخص امن و سکون کی دولت سے محروم ہو کر رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک ان کے باہمی اختلافات کا فیصلہ تو قیامت کے دن کر دیا جائے گا جو ان سے دور نہیں ہے لیکن اہل ایمان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ آپس کے اختلافات کو ہوا نہ دیں کہ جس سے وہ بھی گروہ بندیوں اور لڑائی جھگڑوں میں پھنس کر بنی اسرائیل جیسے انجام سے دوچار ہو جائیں۔ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل تو دین کے سچے راستے کو بھول کر خواہشوں کے

(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور علم کے باوجود اللہ نے اس کو بھٹکا دیا ہے۔ اس کی سماعت اور قلب پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ پھر اللہ کے بعد وہ کون ہے جو اسے راہ ہدایت دکھا سکتا ہے۔ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

وہ کہتے ہیں کہ زندگی تو بس اسی دنیا کی زندگی ہے۔ ہم یہیں مرتے ہیں اور یہیں جیتے ہیں اور ہمیں زمانہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں مارتی۔ حالانکہ ان کے پاس (اپنی بات ثابت کرنے کی) کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ محض خیالی باتیں کرتے ہیں۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۲۳ تا ۲۴

**تُجْزٰی** بدلہ دیا گیا

**ھَوٰا** خواہش

**اَلدَّھْرُ** زمانہ

**یَظُنُّوْنَ** وہ گمان کرتے ہیں

**تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴**

ان تین آیات میں تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں (۱) آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور قیامت کا قائم ہونا۔ (۲) جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اس کو ہدایت نصیب نہ ہوگا۔ (۳) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد دوسری کوئی زندگی نہیں ہے اور ہمیں زندگی اور موت زمانے کی وجہ سے آتی ہے۔

پہلی بات کو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ اس ساری کائنات کو اللہ نے پیدا کیا ہے وہی اس کے انتظام کو اس طرح چلا رہا ہے کہ وہ اس کے چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے درمیان جتنی چیزیں ہیں ان کو اللہ نے بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے بلکہ ان کا مقصد انسانوں کا امتحان ہے جب اللہ چاہے گا اس نظام کائنات کو ختم کر دے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی تا کہ ہر شخص کے اعمال کے مطابق اس کو جزا یا سزا دی جا سکے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ وہ شخص راستے سے بھٹک جاتا ہے جو اپنی خواہش نفس کو اس حد تک برتر مقام دے دیتا ہے کہ اس کا ہر کام عقل و فہم ہونے کے باوجود اپنی خواہش نفس کے تحت ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے نفس کی اس طرح اطاعت کرتا ہے

جیسے اللہ کی اطاعت کی جاتی ہے۔ وہ اپنی نفسانی خواہشات کا اس طرح غلام بن جاتا ہے کہ اس کا نفس اس کو جس طرف بلاتا ہے وہ اسی طرف چل پڑتا ہے اس کو جائز و ناجائز، حرام اور حلال کی پروا نہیں ہوتی۔ اس کی عقل اس حد تک گر جاتی ہے کہ ایک حق بات کو اس کے کان سنتے ہیں مگر اس کے معنی اور مفہوم تک نہیں پہنچتے۔ اس کی آنکھ دیکھتی ہے مگر وہ اس سے سبق حاصل نہیں کرتا۔ اس کے پاس دل ہوتا ہے مگر وہ عقل و فہم سے خالی ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ آسمان کے نیچے دنیا میں جتنے معبودوں کی عبادت کی گئی ہے ان میں سب سے زیادہ اللہ کی ناراضگی کا سبب نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا ہے (قرطبی)۔ اسی طرح حضرت شداد ابن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے اور مرنے کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرتا ہے اور فاجر و فاسق شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنی خواہشات کے پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور اس کے باوجود اللہ سے آخرت کی بہتری کی تمنا رکھتا ہے۔ (قرطبی) خلاصہ یہ ہے کہ خواہش نفس کو معبود بنانے سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی نفسانی خواہشات کا اس طرح غلام بن جائے کہ اس کو جائز و ناجائز، حرام و حلال اور حق و باطل کی پروا نہ رہے۔ جس بات کی طرف اس کا نفس اس کو لے جانا چاہتا ہے وہ بلا تکلف اسی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

تیسری بات یہ فرمائی گئی کہ وہ لوگ جو آخرت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد دوسری کوئی زندگی نہیں ہے۔ دین و مذہب کی پابندیاں، جائز و ناجائز، نیکی اور بدی یہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ زمانہ اور اس کی رفتار ہے وہی ہمیں پیدا کرتا ہے اور وہی ہمیں مار دیتا ہے۔ اگر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی کوئی حقیقت ہوتی تو ہمارے باپ دادا جو ہزاروں سال پہلے مر کھپ گئے ہیں وہ زندہ ہو جاتے اور ہم ان کو دیکھ کر ایمان لے آتے۔ اللہ تعالیٰ نے دہریوں (باطل پرستوں) کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ ان مردوں کو ضرور پیدا کرے گا مگر اس کے لئے ایک دن مقرر ہے اور وہ قیامت کا دن ہے اور وہ ان منکرین آخرت پر بڑا سخت دن ہوگا کیونکہ یہ فیصلے کا دن ہوگا جس میں نیکیوں پر قائم رہنے والوں کو بہترین انعام، جزا اور بدلہ دیا جائے گا اور ان کو ابدی راحت بھری جنتوں میں داخل کیا جائے گا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے پوری زندگی برائیوں، گناہوں، ظلم و زیادتی، کفر اور شرک میں گذاری ہوگی وہ جہنم کی سخت سزا سے نہ بچ سکیں گے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

۳ ع ۱۹

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَخْسَرُ
الْمُبْطِلُونَ ﴿٢٧﴾ وَتَرٰى كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعٰى إِلٰى كِتٰبِهَا
الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ
بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْمُبِينُ ﴿٣٠﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيٰتِي تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُجْرِمِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ
اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ
إِنْ نَظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿٣٢﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا
عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٣﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ
نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَأْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ
مِنْ نّٰصِرِينَ ﴿٣٤﴾ ذٰلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيٰتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٣٥﴾
فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿٣٦﴾
وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣٧﴾

ع ۱۱ ۲۰

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۵

اور جب ہماری کھلی کھلی آیات سنائی جاتی ہیں تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ وہی تمہیں زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ پھر وہی تمہیں قیامت کے ایسے دن میں جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ زمین اور آسمانوں کی سلطنت اللہ ہی کی ہے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو اس دن باطل پرست سخت نقصان میں ہوں گے۔

آپ اس دن ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے۔ ہر فرقہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آج تمہیں ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے۔

یہ نامۂ اعمال ہماری کتاب ہے جو تم پر گواہی دے گی کیونکہ تم جو کام کرتے تھے اس کو ہم لکھواتے جاتے تھے۔

پھر وہ لوگ جو ایمان لائے تھے اور نیک عمل کرتے رہے تھے ان کو ان کا پروردگار اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہی ان کی کھلی کامیابی ہوگی۔

اور جن لوگوں نے کفر و انکار کیا تھا (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تمہیں میری باتیں پڑھ پڑھ کر سنائی نہیں گئی تھیں۔ مگر تم نے تکبر کیا اور تم سخت گناہ گار بن گئے تھے۔ اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا وعدہ ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ قیامت کیا ہے؟ ہم تو بس ایک ہلکا سے گمان رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس کا یقین نہیں ہے۔

اور جو اعمال انہوں نے کئے تھے ان کی برائیاں ان پر کھل جائیں گی اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی ان کو گھیر لے گا۔

اور کہا جائے گا کہ آج کے دن ہم بھی تمہیں اسی طرح بھلا دیتے ہیں جس طرح تم اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے۔

اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے۔ یہ اس لئے (بربادی مقدر ہوا کہ) تم نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا تھا اور تمہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ آج کے دن نہ تو وہ آگ سے نکالے جائیں گے اور نہ وہ اللہ کو (معافی مانگ کر) راضی کر سکیں گے۔

پس تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں وہی زمین کا رب ہے اور وہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

اور ہر طرح کی بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے ہے وہی زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵ تا ۳۷

تُتْلٰی — تلاوت کی گئی۔ پڑھا گیا

حُجَّۃٌ — دلیل

اَلْمُبْطِلُوْنَ — جھٹلانے والے

جَاثِیَۃٌ — گھٹنوں کے بل گری ہوئی

تُدْعٰی — بلایا جائے گا

یَنْطِقُ — بولتا ہے

نَسْتَنْسِخُ — ہم لکھواتے تھے

مَا نَدْرِیْ — ہم نہیں جانتے

حَاقَ — اس نے گھیر لیا

نَسِیْتُمْ — تم نے بھلا دیا

| | |
|---|---|
| یُسْتَعْتَبُوْنَ | توبہ کی اجازت دیئے جائیں گے۔ |
| اَلْکِبْرِیَآءُ | بڑائی۔ عظمت |

## تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۳۷

جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ہمارا مرنا اور ہمارا جینا یہ سب کا سب گردش زمانہ کا کمال ہے وہی ہمیں زندگی دیتا ہے اور وہی ہمیں موت کی وادیوں میں دھکیل دیتا ہے نیکی، بدی، اچھائی، برائی اور دین و آخرت یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ اس کائنات میں ہر چیز پر حکومت و سلطنت صرف اللہ کی ہے وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت کو طاری کرے گا۔ ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس نے اس دنیا کو اور زمین و آسمان کے نظام کو انسانوں کے لئے بنایا ہے۔ جب اس کی ضرورت نہ رہے گی تو اس پورے نظام کائنات کو ختم کر کے ایک نیا جہان پیدا کر دیا جائے گا جو قیامت کا اور انصاف کا دن ہوگا۔ وہ لوگ جو اس ہولناک دن کے منکر ہیں وہ اس دن شدید نقصان اور گھاٹے میں رہیں گے۔ ایسے لوگ جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو اس قدر خوف زدہ ہو جائیں گے کہ جب ان کے ہاتھ میں ان کا نامہ اعمال آ جائے گا تو وہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک سے اس نامہ اعمال کے متعلق پوچھیں گے جو اللہ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ لکھوایا ہوگا۔ اس سچائی کے سامنے کوئی جھوٹ نہ بول سکے گا۔ اگر اس نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو یہ کتاب بول اٹھے گی ہاتھ، پیر اور زبان سب اس کے ایک ایک عمل کی گواہی دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور نبی کریم ﷺ نے احادیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے ہاتھوں میں پہنچا دیا جائے گا۔ جس کے نامہ اعمال کو اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ خوشی سے پھولا نہ سمائے گا اور ہر ایک کو دکھاتا پھرے گا کہ میرے نامہ اعمال کو پڑھو۔ اس کا چہرہ خوشی سے چمک اور دمک رہا ہوگا لیکن جس کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال تھمایا جائے گا اس کا چہرہ سیاہ اور بد رنگ ہو جائے گا۔

جن کے اعمال درست ہوں گے ان کو جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار کیا جائے گا لیکن جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو جھٹلایا ہوگا ان سے کہا جائے گا کہ کیا تمہیں میری آیات پڑھ کر سنائی نہ گئی تھیں؟ حقیقت یہ ہے کہ تم نے ان کو سنا تھا مگر تم نے اس کو کوئی اہمیت نہ دی تکبر اور غرور سے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس طرح تم اللہ کے مجرم بن گئے۔ جب تم سے کہا

جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا وعدہ ہے اور قیامت کے آنے میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ قیامت کیا ہے ہم تو بس ہلکا سے گمان رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس کا یقین نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج ساری حقیقت تمہارے سامنے کھل کر آ گئی ہے۔ تم دنیا میں جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہی آج تمہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ آج کے دن ہم بھی تمہیں اسی طرح نظر انداز کریں گے جس طرح تم اس دن کی ملاقات کو سن کر نظر انداز کر دیا کرتے تھے۔ اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے۔ تمہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ اب آج کے دن تم اپنے اعمال کا مزہ چکھو یہاں کوئی تمہاری مدد کے لئے نہیں آئے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کائنات میں جتنی بھی خوبیاں اور بھلائیاں ہیں وہ سب کی سب اللہ کے لئے ہیں وہی زمین کا پروردگار ہے۔ وہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا مالک وہی ہے، وہی زبردست حکمت والا ہے، اسی کی ساری قوت و طاقت ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## پارہ نمبر ۲۶

# حٰمٓ

## سورۃ نمبر ۴۶

# الْاَحْقَاف

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورۃ الاحقاف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

| سورۃ نمبر | 46 |
| --- | --- |
| کل رکوع | 4 |
| آیات | 35 |
| الفاظ و کلمات | 750 |
| حروف | 2709 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |
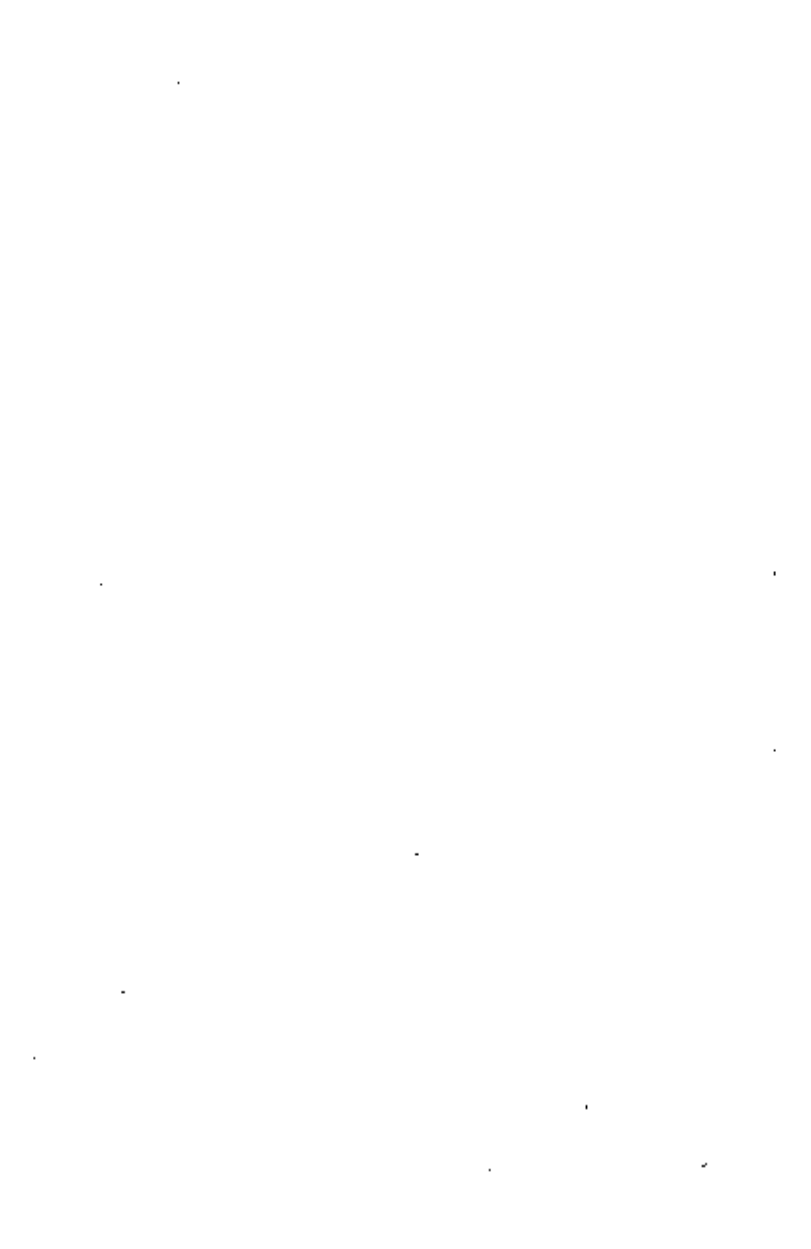
☆ اس کتاب (قرآن مجید) کو اس اللہ نے نازل فرمایا ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔ اس نے زمین اور آسمانوں کو برحق اور ایک مقرر مدت تک کے لیے پیدا کیا ہے اور جو لوگ کافر ہیں وہ اس چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے جس سے ڈرایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ ان سے پوچھیے کہ ان میں سے کس کس چیز کو تمہارے ان معبودوں نے بنایا ہے جنہیں تم اللہ کے مقابلے میں پوجتے ہو اور کیا اللہ نے انہیں اپنا شریک بنا رکھا ہے۔ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا مضمون لے آؤ۔

فرمایا کہ در حقیقت یہ لوگ راستے سے بھٹک گئے ہیں اور ایسی چیزوں کو پکارتے ہیں جن کی پکار کو وہ سنتے نہیں ہیں اور قیامت کے دن تو وہ بالکل صاف انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

☆ وہ کفار جواب دینے سے عاجز آ کر کہتے ہیں کہ اصل میں اس قرآن کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے یا کوئی کھلا ہوا جادو ہے۔ آپ ﷺ فرما دیجیے کہ اگر میں نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے تو اس جرم پر مجھے اللہ سے کون بچائے گا اور میں تم سے نہیں کہوں گا کہ مجھے بچا لو۔

آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور میں کوئی انوکھا اور نیا رسول نہیں ہوں مجھ سے پہلے بہت سے رسول آ چکے ہیں جو وہ کہتے تھے وہی میں بھی کہتا ہوں۔ جو مجھے حکم دیا جاتا ہے میں اس کی تعمیل کرتا ہوں۔ ذرا تم سوچو کہ اگر یہ کلام اللہ کی طرف سے ہے (اور یقیناً ہے) اور تم نے اس کو نہیں مانا تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟ کیا تم سزا سے بچ جاؤ گے؟ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد چھوڑ دو۔ دیکھو تم بنی اسرائیل کو بڑا عالم و فاضل سمجھتے ہو اگر وہ ایمان لے آئے اور تم ایمان نہ لائے اور تم اپنی جگہ ٹھہری کرتے رہ گئے تو تم ان ظالموں میں سے شمار ہو گے جنہیں اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ والدین کے فرمانبردار اللہ کا اور والدین کا شکر ادا کرتے اپنے لیے اور ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہی ہم ہر ایک نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں آپ سے ایسے اعمال صالح کی درخواست کرتے ہیں جن سے آپ راضی ہو جائیں۔ ہم سے جو کوتاہیاں ہو گئی ہیں ان کو معاف کر دیجیے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ بڑے خوش نصیب ہیں اور ان کی دعاؤں کو قبول کیا جاتا ہے لیکن جو لوگ والدین کی اور اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں ان پر جہنم کی آگ کو مسلط کیا جائے گا۔

فرمایا کہ جنات نے قرآن کریم کو سن کر خود بھی ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو بھی اس پر آمادہ کیا کہ وہ اللہ کے کلام پر ایمان لے آئیں لیکن انسان کتنا عجیب ہے کہ وہ جنات جو انسانوں کی جنس سے بھی نہیں ہیں وہ تو ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں اور وہ انسان جن انسانوں کے لیے قرآن بھیجا گیا تھا وہ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس سعادت سے محروم ہیں۔

☆ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہماری کتاب کے مقابلے میں قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو دوسروں کے مقابلے میں ہم سب سے پہلے اس کو مانتے اور ہمارے بڑے اور ذہین لوگ اس طرف توجہ کرتے چونکہ انہوں نے بھی اس کو قبول نہیں کیا لہٰذا ایسا لگتا ہے کہ اس میں یقیناً کوئی خرابی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قرآن سے پہلے اللہ نے حضرت موسیٰؑ پر اس زمانے کے لوگوں کی ہدایت کے لیے توریت کو نازل کیا اسی طرح اللہ نے عربی زبان میں اس قرآن کو نازل کیا ہے جو ظالموں کو ان کے برے انجام سے ڈراتا ہے۔ تمہاری کتاب کی تصدیق کرتا ہے اور نیک عمل کرنے والوں کو قدم قدم پر خوش خبریاں دی گئی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ وہ اسی بات پر زندگی بھر جمے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی رنج و غم نہ ہوگا۔ وہ ہمیشہ کی جنتوں میں رہیں گے۔

☆ فرمایا والدین کے ساتھ بہترین سلوک کرو۔ ان کی فرماں برداری کا یہ حال ہے کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتے ہیں اور چالیس سال کی عمر کے باوقار، سنجیدہ اور اعتدال پسند ہوتے ہیں تو وہ اس طرح دعا کرتے ہیں الٰہی! میں ان تمام نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہوں جو آپ نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہیں۔ مجھے ایسے اعمال صالح کی توفیق عطا فرمایئے جس سے آپ راضی ہو جائیں۔ اور میری اولاد کو بھی بھلائی کی صلاحیت اور توفیق عطا فرما دیجیے۔ اور مجھ سے جو کوتاہیاں سرزد ہوگئی ہیں ان کو معاف کر دیجیے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو خوش خبری ہے کہ اللہ ان کے اعمال کو قبول کرے گا۔ ان کی خطاؤں سے درگزر کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ لیکن وہ لوگ جو والدین کے ساتھ گستاخی کا انداز اختیار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم حشر نشر اور جزا سزا کو نہیں مانتے یہ سب بے اصل اور بے بنیاد باتیں ہیں۔ فرمایا کہ قیامت کے دن جب ایسے لوگوں کے سامنے جہنم والا جائے گا اور اللہ عذاب کا وعدہ پورا کرے گا تو یہ لوگ سراسر نقصان اور گھاٹے میں رہیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم دنیا میں بہت مزے اڑا چکے ہو اب اس کی سزا بھگتو اور اس طرح ان کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

☆ قوم عاد جن کی اصلاح کے لیے حضرت ہودؑ کو بھیجا گیا تھا جب انہوں نے اپنی قوم کو کفر و شرک سے منع کیا تو انہوں نے حضرت ہودؑ کا مذاق اڑایا۔ جب ان سے کہا گیا کہ اگر تم نے اپنے کفر و شرک سے توبہ نہ کی تو تمہارے اوپر اللہ کا عذاب آ سکتا ہے۔ تو پوری قوم نے بڑی ڈھٹائی سے کہا اے ہودؑ! اگر تم سچے ہو تو اس عذاب کو لے آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے رہتے ہو۔ جب وہ اپنی ضد پر جمے رہے تو اللہ نے ان پر ہوا کا ایک ایسا زبردست طوفان بھیجا جس نے ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ ہوا کی تیزی کا یہ حال تھا کہ وہ قوم عاد کو زمین اور پتھروں پر پٹخ پٹخ کر مار رہی تھی۔ اہل مکہ سے کہا گیا ہے کہ قوم عاد تم سے کہیں زیادہ طاقت ور قوم تھی لیکن جب انہوں نے اللہ کے رسول اور دین کا مذاق اڑایا تو ان کی طاقت و قوت ان کے کسی کام نہ آسکی جب کہ تم تو

ان کے مقابلے میں کوئی خاص طاقت وقوت بھی نہیں رکھتے ہو۔ عبرت دلانے کے لیے فرمایا کہ آج تم ان ہی قوموں کے کھنڈرات کے پاس سے گزرتے ہو جنہیں ہر طرح سمجھایا گیا تھا جب انہوں نے اللہ و رسول کے احکامات کو ماننے سے انکار کیا تو ان کو بچانے کوئی بھی نہ آسکا۔ اہل مکہ کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے جنات کے متعلق بتایا گیا ہے کہ جنات تو قرآن کو سن کر ایمان لے آئے لیکن تم انسان ہو کر بھی ایمان کی لذت سے محروم ہو۔

☆ فرمایا کہ جنات نے جب قرآن کریم کو سنا تو انہوں نے نہایت خاموشی سے سنا اور وہ خود بھی ایمان لے آئے اور انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ کے بعد ایک ایسا عجیب و غریب کلام سنا جو سیدھا راستہ بتاتا ہے۔ اگر تم اللہ کے اس کلام پر ایمان لے آئے تو تمہاری خطائیں معاف کر دی جائیں گی لیکن اگر تم نے اس کا انکار کیا تو اللہ کے عذاب سے تمہیں کوئی بھی بچا نہ سکے گا اور تمہاری مدد کے لیے کوئی نہ آسکے گا۔

☆ مکہ والوں سے فرمایا کہ تم بھی جنات کی طرح ایمان لے آؤ اور جہنم کی آگ سے بچ جاؤ۔ وہ اللہ ایسا ہے جس کی ہر چیز پر قدرت ہے۔ وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ فرمایا کہ جب قیامت میں ان منکرین سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ کیا قیامت ایک حقیقت نہیں ہے؟ اس وقت ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور وہ کہیں گے کہ واقعی ہم غلطی پر تھے تو اللہ ان سے فرمائیں گے کہ اب عذاب جہنم کا مزہ چکھو۔

☆ آخر میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار و مشرکین کی حرکتوں پر صبر کیجیے۔ جب یہ لوگ اپنے سامنے جہنم کو دیکھیں گے تو ان پر ایسی دہشت طاری ہوگی کہ ان کو اتنی مدت بھی ایسی لگے گی جیسے وہ دن کی ایک گھڑی دنیا میں ٹھہر کر آئے ہیں اور پھر ان پر جہنم کو مسلط کر دیا جائے گا۔

## سُوْرَةُ الْاَحْقَاف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾
مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ
مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿٣﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ
اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ
اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ
دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٥﴾ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّ
كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿٦﴾

**ترجمہ آیت نمبر ١ تا ٦**

حٰمٓ حروف مقطعات (معنی اور مراد تو علم باللہ کو ہے)

اس کتاب کا نازل ہونا اس اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔ اور ہم

نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں سوائے حق کے اور بے مقصد نہیں بنایا اور یہ بھی ایک مقرر مدت تک کے لئے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر و انکار کیا ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں (پروا نہیں کرتے)۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہیے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن (بتوں وغیرہ) کی عبادت و بندگی کرتے ہو مجھے یہ تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا چیز بنائی ہے؟ کیا وہ آسمانوں کے بنانے میں شریک رہے ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو اس (قرآن سے پہلے) جو کتاب (اتاری گئی ہے) اس کو لے آؤ یا کوئی ایسا علم لے آؤ جو معتبر ہو۔ اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک بھی ان کی پکار کو نہیں سن سکتے ہیں اور نہ ان کو ان مشرکوں کی پکار تک کی خبر ہوگی۔ اور جب (قیامت کے دن) سب لوگ جمع کیے جائیں گے تو یہ (جھوٹے معبود) نہ صرف ان کے دشمن بن جائیں گے بلکہ وہ ان کی اس عبادت کا انکار کردیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

اَرُوْنِیْ — مجھے دکھاؤ

اِیْتُوْنِیْ — میرے پاس لاؤ

اَثَرَۃٌ (اَثَرٌ) — منقول بات (جو پہلے سے چلی آرہی ہو)

حُشِرَ — جمع کیا گیا

### تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

سورۃ الاحقاف کو بھی "حٰمٓ" سے شروع کیا گیا ہے جو حروف مقطعات میں سے ہیں۔ اس کی تفصیل کئی سورتوں کی ابتدا میں بتادی گئی ہے کہ یہ وہ حروف ہیں جن کے معنی کا علم اللہ ہی کو ہے۔ دوسرے یہ کہ "حٰمٓ" سے شروع کی جانے والی سات سورتوں میں

سے یہ آخری سورت ہے۔ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ان سات سورتوں کی احادیث میں بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ فرمایا گیا کہ جہنم کے سات دروازے ہیں اور "حم" سے شروع کی جانے والی یہ سات سورتیں ہیں جو لوگ ان سورتوں کو پڑھنے کا اہتمام کریں گے تو ساتوں سورتیں جہنم کے ہر دروازے پر موجود ہوں گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کریں گی کہ الٰہی انہوں نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لائے تو آپ ان کو جہنم میں داخل نہ کیجئے۔ یقیناً ان سورتوں کی سفارش سے وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! یہ کتاب (قرآن مجید) اس اللہ نے بندوں کی ہدایت کے لئے نازل کی ہے جو زبردست طاقت وقوت والا اور ہر علم وحکمت کی بات کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔ زمین وآسمان اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے اس کے پیدا کرنے کا ایک عظیم مقصد ہے کوئی چیز اس نے بیکار اور فضول پیدا نہیں کی ہے۔ ہر چیز کے پیدا کرنے میں ایک خاص مصلحت پوشیدہ ہے۔ یہ سب اللہ کے نظام کے تحت جاری ہے جو اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک وہ مدت پوری نہ ہو جائے جس کو اللہ نے متعین فرما دیا ہے۔ اس کے پیدا کرنے اور اس کا نظام چلانے میں وہ کسی کا محتاج بھی نہیں ہے بلکہ سب اس کے محتاج ہیں وہی ہر طرح کی عبادت وبندگی کے لائق ہے لیکن وہ لوگ جنہوں نے کائنات کے خالق ومالک اللہ کو چھوڑ کر بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جب ساری حقیقت ان کے سامنے کھل کر آ جائے گی تو ان کے سامنے سوائے شرمندگی اور پچھتاوے کے اور کچھ بھی نہ ہوگا۔ نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ذرا ان سے پوچھئے کہ جن چیزوں کو انہوں نے اپنا معبود قرار دے رکھا ہے انہوں نے کائنات میں سے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ کہئے کہ اگر انہوں نے کچھ پیدا کیا ہے تو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ یا قرآن کریم سے پہلے جتنی کتابیں نازل کی گئیں یا اللہ کے نیک بندوں سے جو کچھ نقل کیا گیا ہے کیا انہوں نے کسی جگہ بھی شرک کرنے کا حکم دیا ہے؟ کیونکہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل کیں یا انبیاء کرام تشریف لائے انہوں نے تو ان کو توحید کا وہی سبق دیا ہے جسے قرآن کریم پیش کر رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ بہت گمراہ اور راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے دل لگا رکھا ہے۔ وہ نہ تو دنیا میں ان کے کسی کام آئیں گے اور نہ آخرت میں۔ بلکہ وہ آخرت میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ الٰہی ہمیں تو نہیں معلوم کہ یہ لوگ ہماری عبادت کیوں کرتے تھے۔ انہوں نے جو بھی عبادت کی ہے وہ انہوں نے اپنی مرضی اور خوشی سے کی ہے اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ فرمایا کہ وہ وقت ان لوگوں کے لئے کس قدر حسرت اور ندامت کا ہوگا جب ان کے جھوٹے معبود بھی ان کی مخالفت پر اتر آئیں گے وہ ان جھوٹے معبودوں کو پکاریں گے مگر وہ ان کو ان کی پکار کا کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ

قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧﴾

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ

لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفَىٰ بِهِ

شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٨﴾

قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ

إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّن بَنِي

إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

الظَّالِمِينَ ﴿١٠﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا

سَبَقُونَا إِلَيْهِ ۚ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ﴿١١﴾

وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ وَهَٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ

لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ﴿١٢﴾

ع ١

**ترجمہ: آیت نمبر ٧ تا ١٢**

اور جب انہیں ہماری کھلی کھلی آیات سنائی جاتی ہیں تو یہ کافر (حق و صداقت کو سمجھنے کے باوجود) یہ کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ (اے نبی ﷺ) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو آپ نے خود سے گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے اس قرآن کو خود سے گھڑ لیا ہوتا تو کیا تم مجھے اللہ کی پکڑ سے ذرا بھی بچا سکتے تھے۔ تم جو باتیں بنا رہے ہو وہ انہیں خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اور

(کہہ دیجئے کہ) میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ وہی معاف کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی نیا اور انوکھا رسول تو ہوں نہیں۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے۔ میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں (عمل کرتا ہوں) جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اور میں تو ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے آیا ہے اور تم اس کے ماننے سے انکار کر دو اور بنی اسرائیل اس کتاب کے اللہ کی طرف سے ہونے کی گواہی دیدیں اور اس پر وہ ایمان بھی لے آئیں اور تم (اپنی جہالت و نادانی میں) تکبر ہی کرتے رہ جاؤ۔ (تو پھر تم سے بڑا بدنصیب ظالم کون ہوگا) بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اور کافر اہل ایمان کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اگر (اس میں) کوئی خیر ہوتی تو یہ لوگ ہم سے آگے نہ نکلتے۔ چونکہ ان منکرین کو اس (قرآن) سے ہدایت حاصل نہیں ہوئی تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو وہی پرانا جھوٹ ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ کو (کتاب دی گئی تھی) جو رہنما اور ہدایت کے اعتبار سے رحمت تھی۔

اور یہ قرآن جو عربی زبان میں ہے اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے تاکہ اس کے ذریعہ ظالموں کو آگاہ اور خبردار کر دیا جائے اور نیک اعمال کرنے والوں کو خوش خبری سنا دی جائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۲

| | |
|---|---|
| لَا تَمْلِكُوْنَ | تم مالک نہیں ہو |
| تُفِيْضُوْنَ (اِفَاضَةٌ) | تم مشغول ہو |
| بِدْعٌ | نیا۔ انوکھا |
| مَا يُفْعَلُ | کیا کیا جائے گا |
| مَا سَبَقُوْا | وہ آگے نہ بڑھے |
| اِفْكٌ قَدِيْمٌ | پرانا جھوٹ۔ پرانا الزام |
| بُشْرٰى | خوش خبری ہے |

## تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۲

قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا قرآن مجید نازل کیا اور اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا تاکہ ہر شخص زندگی کے صحیح راستے پر چل کر آخرت کی حقیقی زندگی تک کامیابی کے ساتھ پہنچ سکے۔ قرآن کریم کے سب سے پہلے مخاطب مکہ مکرمہ کے وہ عرب تھے جنہیں اپنی عربی زبان پر اس قدر گھمنڈ تھا کہ وہ اپنے علاوہ ساری دنیا کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ ان کے علاوہ ساری دنیا کے پاس زبان اور بیان کی وہ طاقت ہی نہیں ہے جس سے وہ اپنے دلی جذبات کا پوری طرح اظہار کرسکیں۔ لیکن جب قرآن کریم نازل کیا گیا تو قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ ترین مضامین کے سامنے وہ بے بس نظر آنے لگے اور قرآن کریم کے کسی چیلنج کا وہ جواب نہ دے سکے بلکہ خود بار بار وہ کہتے تھے کہ اس کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود سے گھڑ لیا ہے۔ انہوں نے اپنی شرمندگی کو مٹانے، ضد، ہٹ دھرمی، غرور، تکبر اور رسول دشمنی میں اس سچائی کو بے حقیقت بنانے کے لئے طرح طرح کی باتیں مشہور کرنا شروع کردیں۔ کبھی قرآن کریم کو جادو کہتے کیونکہ وہ ہر اس بات کو جادو کہہ دیا کرتے تھے جو ان کی طاقت و قوت سے بڑھ کر ہوا کرتی تھی۔ کبھی وہ یہ بھی کہہ دیا کرتے تھے کہ اصل میں قرآن کریم کو حضرت محمد ﷺ نے خود ہی گھڑ کر اس کو اللہ کی طرف منسوب کردیا ہے۔ کبھی وہ یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا بھی ہے، بال بچے بھی رکھتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ انہیں اہل کتاب میں سے بنی اسرائیل کے علم پر بہت بھروسہ اور اعتماد تھا اور وہ ان ہی لوگوں کو اہل دانش سمجھتے تھے یا ان کو اہل علم سمجھتے تھے جن کے پاس دولت کی ریل پیل ہوا کرتی تھی اسی لئے وہ کہتے کہ اگر دین اسلام کی کوئی حقیقت اور حیثیت ہوتی تو ہم اور ہمارے اہل علم و دانش سب سے پہلے اس کتاب کو قبول کرتے۔ عمارؓ، بلالؓ، صہیبؓ اور خبابؓ جیسے کمزور لوگ اور لونڈی غلام اس کو قبول نہ کرتے۔ حالانکہ ایمان لانے والوں میں قریش کے معززین حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ جیسے عظیم لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے لیکن وہ دین اسلام کی حقارت کے لئے ان غریبوں، کمزوروں، لونڈیوں اور غلاموں کا نام لیتے تھے جو ان کے معاشرے میں حقیر سمجھے جاتے تھے۔ ان تمام باتوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کی اعلیٰ تعلیمات سے لوگوں کو اس طرح بدظن کردیا جائے کہ ہر شخص ان کے قریب جانے سے گھبرانے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کی ان تمام باتوں اور اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کفار کا یہ حال ہے کہ جب ان کے سامنے حق و صداقت سے بھرپور ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ وہ ایک مسلسل جھوٹ کا سہارا لے کر کہا کرتے تھے کہ اصل میں اس شخص نے اس قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ لوگوں کے سامنے صاف صاف اعلان کر دیجئے کہ اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو مجھے اللہ کے عذاب سے بچانے والا کون ہوتا۔ اس قرآن کے سلسلہ میں میرا گواہ صرف اللہ ہے جو اس بات کو جانتا ہے کہ تم اللہ کے لئے کیا کیا باتیں بناتے ہو۔ وہ اللہ جو بہت

مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ میں کوئی انوکھا یا نیا رسول نہیں ہوں کہ تمہارے گمان کے مطابق کھانے پینے اور بیوی بچے رکھنے سے بے نیاز ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو انسان ہی تھے اور انہوں نے اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچایا۔ اسی پیغام الٰہی کو لے کر میں بھی آیا ہوں میرا دعویٰ نہیں ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ آئندہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہارے ساتھ اللہ کا کیا معاملہ ہونے والا ہے۔ میں تو وہی بات بتاتا ہوں جو اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ میں بھی اسی کی پیروی کرتا ہوں اور میں تمہیں نہایت وضاحت سے صاف صاف طریقے پر آگاہ کرنے والا ہوں۔ فرمایا کہ تم اہل کتاب بنی اسرائیل کو بہت پڑھا لکھا مانتے ہو ذرا اس بات پر غور کرو کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے (اور حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ ہی کی طرف سے ہے) تم تو اس کا مسلسل انکار کرتے رہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی اس کتاب کے من جانب اللہ ہونے کا اقرار کر کے اس پر ایمان لے آئے اور تم تکبر ہی کرتے رہ جاؤ تو اس صورت میں تم سے بڑا ظالم اور بدنصیب اور کون ہوگا۔ واقعی اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی مارنے والے بے انصاف اور ظالم ہوں۔ فرمایا کہ اے کفار قریش! تمہارا یہ کہنا کہ اگر اس میں کوئی خیر اور بھلائی ہوتی تو ہم اس کے قبول کرنے میں دیر نہ کرتے اور لوگوں سے پیچھے نہ رہتے اور تم یہ کہتے ہو کہ وہ پرانا جھوٹ ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے اس پر ہم اعتماد کیسے کر لیں۔ فرمایا کہ ذرا غور تو کرو اس سے پہلے ہم نے حضرت موسیٰ کو توریت جیسی کتاب عطا کی تھی جو اپنے زمانہ کے لئے رہبر و رہنما تھی۔ اسی طرح یہ قرآن مجید بھی ہے جو سچائیوں کا مجموعہ ہے اور اس کو تمہاری سہولت و آسانی کے لئے عربی زبان میں نازل کیا ہے جو توریت کی تصدیق کرتا ہے اس کا انکار نہیں کرتا یا اس کو جھوٹا نہیں بتاتا۔ توریت اور قرآن یہ اللہ کی کتابیں ہیں جو بد عملوں کو ان کے برے انجام سے آگاہ اور خبردار کرنے والی ہیں اور ان لوگوں کے لئے بہترین انجام کی خوش خبری ہے جو نیک عمل کرنے والے ہیں۔

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ﴿١٣﴾ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسٰنَ بِوٰلِدَيْهِ إِحْسٰنًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ
كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۚ حَتّٰىٓ إِذَا بَلَغَ
أَشُدَّهٗ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ
الَّتِيْٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وٰلِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صٰلِحًا تَرْضٰىهُ
وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٥﴾
أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ
سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ أَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۚ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿١٦﴾
وَالَّذِيْ قَالَ لِوٰلِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَآ أَتَعِدٰنِنِيْٓ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ
خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ إِنَّ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿١٧﴾ أُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ
وَالْإِنْسِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٨﴾

ع ٢

وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٥﴾
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ
سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿١٦﴾
وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ
خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ
وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٧﴾ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ
وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿١٨﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ
أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى
النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا
فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي
الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿٢٠﴾

**ترجمہ آیت نمبر ۱۳ تا ۲۰**

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس کہنے پر وہ مضبوطی سے ڈٹے رہے تو ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ یہ جنت والے ہیں جو ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے وہ اعمال جو انہوں نے کیے ہوں گے ان کا یہ بدلہ ہوگا۔

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے

اسے بڑی مشقت سے اپنے پیٹ میں رکھا اور بڑی دشواری سے اسے جنا۔ اور اس کو پیٹ میں رکھنے اور دودھ چھوڑنے کی (اکثر مدت) تیس (30) مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کا ہو گیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنی نعمت کا شکر ادا کرنے کی ہمیشہ توفیق دیتے رہئے گا۔ وہ نعمت جو آپ نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے۔ اور مجھے ایسے نیک عمل کی توفیق دیجئے گا کہ جس سے آپ راضی ہو جائیں۔ اور میرے لئے میری اولاد کو بھی نیک اعمال کی صلاحیت عطا کیجئے گا۔ میں آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور (میں اقرار کرتا ہوں کہ) میں آپ کے فرماں برداروں میں سے ہوں۔

یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے نیک اعمال کو جو انہوں نے کئے ہیں ہم قبول کر لیں گے۔ اور ان کے گناہوں سے درگذر کریں گے اور وہ اہل جنت میں سے ہوں گے۔ یہ معاملہ ان سے اللہ کے اس سچے وعدے کی وجہ سے ہوگا جو ان سے کیا گیا تھا۔

اور وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ سے یہ کہا کہ تم دونوں پر افسوس ہے کہ تم مجھے اس بات کی اطلاع دے رہے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا۔ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گذر چکی ہیں۔ (اولاد کی بات سن کر) ماں باپ اللہ سے فریاد کرتے ہوئے کہیں گے کہ ارے تیرا ستیاناس ہو تو ایمان لے آ۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (اس پر وہ) کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر بات پوری ہو کر رہی جس طرح ان سے پچھلی قوموں پر جو جنات اور انسانوں میں سے تھے ثابت ہو کر رہی تھی۔ بے شک یہ وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق (الگ الگ) درجے ملیں گے اور ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ذرا بھی ظلم و زیادتی نہ کی جائے گی۔ اور وہ دن (کتنا ہیبت ناک ہوگا) جب کفار آگ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ) تم اپنی دنیاوی زندگی میں اپنے حصے کی نعمتیں حاصل کر چکے تھے اور ان سے خوب فائدے اٹھا چکے تھے تو آج تم اس ناحق تکبر اور نافرمانیوں کی وجہ سے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ١٣ تا ٢٠

| | |
|---|---|
| اِسْتَقَامُوْا | وہ جمے رہے |
| وَصَّيْنَا | ہم نے وصیت کی |

| | |
|---|---|
| حَمَلَتْ | اس نے بوجھ اٹھایا |
| كُرْهًا | تکلیف (کے ساتھ) |
| وَضَعَتْ | اس نے جنم دیا |
| فِصَالٌ | الگ کرنا |
| ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا | تیس مہینے |
| اَشُدٌّ | طاقت والا (جوان ہو گیا) |
| بَلَغَ | وہ پہنچ گیا |
| اَرْبَعِيْنَ | چالیس |
| سَنَةٌ | سال |
| اَوْزِعْنِيْٓ | مجھے عطا کر |
| اَلْقُرُوْنُ (قَرْنٌ) | زمانے، قومیں |
| يَسْتَغِيْثٰنِ | وہ دونوں فریاد کرتے ہیں |
| وَيْلَكَ | تیرا ستیاناس ہو جائے |
| اٰمِنْ | ایمان لے آ |
| اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ | گذرے ہوئے لوگوں کے قصے |
| يُوَفِّيَ | وہ پورا دے گا |
| يُعْرَضُ | پیش کیا جائے گا |
| اسْتَمْتَعْتُمْ | تم نے فائدہ اٹھایا |

**تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۰**

قرآن کریم میں کئی مقامات پر اللہ نے اپنی اطاعت و عبادت اور فرماں برداری کا حکم دیتے ہوئے ہر شخص کو اپنے ماں باپ

کے ساتھ بہترین سلوک، حسن معاملہ، ان کی تعظیم و تکریم اور خدمت و اطاعت کا حکم بھی دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے بعد دنیا میں سب سے بڑا حق ماں اور باپ کا ہے۔ بلکہ ہر طرح کی ذہنی اذیتوں اور رنج و غم سے دور رہنے کا اور دنیا و آخرت میں کامیابی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اپنے ماں باپ کے ساتھ محبت و اطاعت کا حق ادا کر دیا جائے۔ زیر مطالعہ آیات میں بتایا گیا ہے کہ جب ایک آدمی اللہ کے ایک ہونے کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کر دے تو پھر زندگی کے آخری سانس تک اسی پر جما رہے اور اس راہ میں آنے والی ہر مصیبت کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ ایک مرتبہ حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفیؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے دین اسلام کی ایک ایسی جامع اور مکمل بات بتا دیجئے کہ پھر اس کے بعد مجھے اس مسئلہ میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا "قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ" یعنی تم یہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لے آیا اور پھر اس (عقیدہ) پر قائم رہو اور ڈٹے رہو۔ استقامت کیا ہے اس کی وضاحت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اس طرح فرمائی ہے کہ استقامت یہ ہے کہ اس پر جو بھی فرائض عائد ہوتے ہیں ان کو پوری طرح ادا کرنا اور اس پر قائم رہنا۔ (ابن کثیر)

خلاصہ یہ ہے کہ ایمان قبول کر لینے کے بعد حالات کتنے بھی مخالف کیوں نہ ہوں آدمی کو ان حالات کا اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے کہ عقیدے اور عمل میں ذرا بھی ڈگمگاہٹ آنے نہ پائے۔ اللہ نے اور اس کے رسول نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہو اس کو اسی طرح کرنا اور جس چیز سے منع کر دیا ہو اس سے رک جانا۔ یہ انسان کی اتنی بڑی کامیابی ہے کہ پھر نہ تو ماضی پر کوئی شرمندگی، پچھتاوا اور خوف ہو گا اور نہ آخرت کا رنج و غم ہو گا۔ اس بات کو سورۃ حم السجدہ میں ذرا سی تفصیل سے اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے "بے شک جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ڈٹے رہے تو ان پر اللہ کے فرشتے (رحمتیں لے کر) نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کسی طرح کا نہ تو خوف کرو اور نہ رنج و غم۔ اور اس جنت کے ملنے پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دنیا اور آخرت (دونوں زندگیوں میں) تمہارے ساتھ ہوں گے۔ تمہیں ان جنتوں میں ہر وہ چیز دی جائے گی جو تمہارا دل چاہے گا اور جو مانگو گے وہ تمہیں ملے گا۔ یہ رحمن و رحیم اللہ کی طرف سے مہمان نوازی ہو گی۔ (حم السجدہ آیت نمبر ۳۰ تا ۳۲)

(۱) ان آیات میں ایمان پر استقامت کے ساتھ والدین اور خاص طور پر ماں کے ساتھ حسن سلوک، اور ان کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اس بات کی وضاحت فرما دی گئی ہے کہ اگر والدین کافر و مشرک ہوں تب بھی ان کی خدمت، حسن سلوک اور احترام میں کمی نہ کی جائے۔ البتہ اگر والدین کفر و شرک یا گناہ کی زندگی اختیار کرنے کا حکم دیں تو اس سے انکار کر دینا فرض ہے کیونکہ گناہ اور معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ لیکن والدین کے کفر و شرک کی وجہ سے ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

(۲) بے شک حقیقت میں صرف ایک اللہ ہی ہے جو سب کی پرورش کر رہا ہے لیکن دنیا کے ظاہری اسباب میں ماں باپ کے دل میں اللہ نے اپنی اولاد کی اتنی محبت و شفقت ڈال دی ہے کہ ہر بچہ والدین کی شفقت و رحمت کے سائے میں پل بڑھ کر جوان ہوتا ہے۔ اس محبت و شفقت اور اولاد کے لئے تکلیفیں برداشت کرنے میں ماں اور باپ دونوں کا برابر کا حصہ ہوتا ہے لیکن اللہ نے

مرد کو زیادہ طاقت ور اور حوصلہ مند بنایا ہے لیکن ماں تو صنف نازک ہونے کے باوجود بچے کی پیدائش سے لے کر اس کے جوان ہونے تک مشقت پر مشقت اٹھاتی ہے۔ ایک ماں اپنے بچے کو نو مہینے یا اس سے کم یا زیادہ عرصے تک پیٹ میں رکھتی ہے۔ بوجھ پر بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے مگر ماں اس بوجھ کو اٹھائے پھرتی ہے، چلتے پھرتے ہوئے جاگتے اور ہر قدم اٹھانے میں اس کی احتیاط کرتی ہے۔ اس کو خون جگر پلاتی ہے، پھر زندگی اور موت کی جیسی تکلیف برداشت کر کے اس کو دنیا میں جیتے جاگتے انسان کی شکل میں لانے کا سبب بنتی ہے۔ کم از کم چھ مہینے یا اس سے کچھ زیادہ اپنے پیٹ میں رکھنے کے بعد دو سال تک اس کو دودھ پلاتی ہے۔ دودھ جو اس کی بہترین غذا ہوتی ہے۔ اگر بچہ کمزور ہے تو اس کو ڈھائی سال تک بھی دودھ پلاتی ہے۔ اگر بچہ بیمار ہو جائے تو ماں رات بھر بے چین و بے قرار رہتی ہے۔ یہ اور اسی طرح کی ہزاروں تکلیفیں ایک ماں ہی اٹھاتی ہے لہٰذا باپ سے زیادہ ماں اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی جائے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (ایک مومن کو) اپنی والدہ کے ساتھ بہترین معاملہ کرنا چاہیے۔ پہلے والدہ کی پھر اپنی والدہ کی پھر والدہ کی اس کے بعد والد کی اور اس کے بعد جو قریب تر رشتہ دار ہوں ان کے ساتھ خدمت اور صلہ رحمی کا معاملہ کرنا چاہیے (بخاری)۔

(۳)۔ ان آیات میں تیسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ یوں تو زندگی میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے اللہ کی اطاعت و فرماں برداری اختیار کرنا فرض اور عین سعادت ہے لیکن جوان ہونے کے بعد جب ایک آدمی چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے جب زندگی میں ایک پختگی اور عقل آجاتی ہے تب اس کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اب اس نے بڑھاپے کی طرف قدم رکھنا شروع کر دیا ہے۔ ایسے شخص کو اس بات کا شدت سے احساس ہونا چاہیے کہ اگر اس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا تو اس کے بڑھاپے میں اس کی اپنی اولاد، اس کی بیوی اور رشتہ دار بھی اس کا لحاظ نہ کریں گے۔

(۴)۔ چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اولاد دو طرح کی ہوتی ہے فرماں بردار اور نافرمان۔ فرماں بردار اور اطاعت گذار نیک اولاد کا انداز تو یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرتی ہے اور اس کی زبان پر یہ بات ہوتی ہے کہ الٰہی! آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات اور کرم کئے ہیں میں نہ صرف اس کا شکر ادا کرتا ہوں بلکہ مزید شکر ادا کرنے کی توفیق کی درخواست کرتا ہوں تاکہ میں حسن عمل میں سب سے آگے نکل جاؤں۔ وہ اس بات کی بھی دعا کرتا ہے کہ الٰہی! میری اولاد کی بھی اصلاح فرما دیجئے تاکہ وہ بھی آپ کے دین کی خدمت میں کام آسکے۔ وہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہوئے اس کی فرماں برداری کا اقرار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کی دعاؤں کو قبول کر کے ان کی بھول چوک سے درگذر کرتا ہوں اور ان سے یہ سچا وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان کو جنت کی راحتیں ضرور عطا کروں گا۔

اس کے برخلاف ایک اولاد وہ ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اپنے والدین کے احسانات کو ماننے کے بجائے ان کے سامنے بے ادبی اور گستاخی کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہتی ہے کہ مجھے تمہارے طریقے پسند نہیں ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ بھلا یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا۔ کیا مجھ سے پہلے بے شمار لوگ جو اس دنیا سے چلے گئے ہیں

ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہو کر واپس آیا ہے؟ جب والدین اس کی جاہلانہ باتوں سے اس کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے بدنصیب ان حرکتوں سے باز آ جا۔ اللہ پر ایمان لے آ تو وہ اس کے جواب میں کہتا ہے یہ سب تو پرانے زمانے کے وہ قصے کہانیاں ہیں جن کو نجانے کب سے ہم سنتے آرہے ہیں۔ اللہ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نالائقیوں کی وجہ سے نجات کا سامان کرنے کے بجائے ہر طرح کے گناہ سمیٹتے رہتے ہیں۔ اس کے والدین اس کی نافرمانی پر توبہ کرتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں۔ اور اپنے بیٹے سے کہتے ہیں کم بخت تو اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آ جا۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے جو پورا ہو کر رہے گا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا۔ وہ یہی کہتا ہے کہ یہ سب پرانے زمانے کی باتیں ہیں یعنی ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح بہت سے جنات اور انسانوں میں سے انکار کرنے والوں کا انجام ہوا اس کا بھی وہی برا انجام ہوگا۔ وہ سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا اور اس کو سوائے بدنصیبی کے اور کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ آخر میں فرمایا کہ وہ لوگ جو سعادت مند، نیک، اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے والے ہیں اور ان کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ کے نافرمان اور گستاخ ہیں ان کے اپنے اعمال کے مطابق مختلف درجات ہوں گے۔ کوئی جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہوگا اور کوئی اپنے برے اعمال کی وجہ سے جہنم کی آگ میں جھلس رہا ہوگا اور اس طرح ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ حاصل کر سکے گا اور کسی پر کسی طرح کا ظلم اور زیادتی نہ ہوگی۔ کافروں سے متعلق ارشاد فرمایا کہ جب جہنم کو ان کے سامنے لایا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے آخرت کی زندگی اور وہاں کی راحتوں کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی اور اس کی راحتیں حاصل کرنے میں اپنی ساری صلاحیتوں کو لگا کر خوب عیش و آرام سے زندگی گذار لی اور خوب شہرت اور عزت کما لی اب آخرت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے۔ آج تمہارے اعمال کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے اس کو بھگتو۔ چونکہ تم دنیا کی ذرا سی دولت کی وجہ سے غرور و تکبر کا پیکر بنے ہوئے تھے آج تمہیں ایسا عذاب دیا جائے گا جو تمہیں رسوا اور ذلیل و خوار کر کے رکھ دے گا اور تم پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار برسے گی۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ
بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا
عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝
قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ

أَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝٢٣ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۚ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۚ

رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٢٤ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا

فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

الْمُجْرِمِيْنَ ۝٢٥ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ

وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۫ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ

سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ

كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٢٦ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى

وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝٢٧ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا

عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝٢٨

**ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸**

(اے نبی ﷺ) آپ قوم عاد کے بھائی (حضرت ہودؑ) کا ذکر کیجئے جب انہوں نے اپنی قوم کو (جو ایک ریگستانی علاقہ میں رہتی تھی اللہ کے خوف سے) ڈرایا تھا۔ اور یقیناً ان سے پہلے اور ان کے بعد بہت سے ڈرانے والے گذر چکے تھے جنہوں نے یہی کہا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرنا۔ حضرت ہود نے کہا میں تم پر ایک سخت دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دے۔ اگر تو سچا

لوگوں میں سے ہے تو وہ عذاب لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے۔ (حضرت ہودؑ نے) کہا کہ اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔ میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نادان لوگ ہو۔ پھر جب انہوں نے اس عذاب کو ایک بادل کی شکل میں دیکھا جو ان کی وادی کی طرف آرہا تھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل تو وہ ہے جو ہم پر برسے گا۔ (اللہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ) یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کیا کرتے تھے۔ یہ ایک سخت آندھی تھی (ہوا کا طوفان تھا) جس میں دردناک عذاب تھا۔ یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گی۔ پھر وہ لوگ ایسے برباد ہوئے کہ سوائے گھروں کے کچھ نظر نہ آتا تھا اور اسی طرح ہم مجرم (گناہ گار) قوم کو سزا دیا کرتے ہیں۔ بے شک ہم نے انہیں (دنیاوی مال و دولت کی) وہ قوت و طاقت دی تھی جو تمہیں بھی نہیں دی گئی۔ ہم نے ان کو کان، آنکھ اور دل دیئے تھے۔ پھر جب انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا تو ان کے کان، آنکھ اور دل کچھ بھی کام نہ آئے۔ اور جس (عذاب کا) وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔ اور بے شک ہم نے تمہارے آس پاس کی اور بہت سی بستیوں کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے تہس نہس کر دیا تھا اور ہم نے ان کو طرح طرح کی نشانیاں دکھائیں تا کہ وہ لوٹ آئیں (توبہ کر لیں)

پھر اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے جن چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا تاکہ وہ ان کے ذریعہ قرب حاصل کریں انہوں نے ان کی کوئی مدد نہ کی۔ بلکہ وہ سب کے سب غائب ہو گئے۔ اور انہوں نے غیر اللہ کو اپنا معبود بنایا یہ ان کا (اللہ پر) محض ایک الزام تھا اور جھوٹی اور غلط باتیں تھیں۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

**اَلْاَحْقَافُ** ریت کے اونچے ٹیلے

**اَلنُّذُرُ (نَذِیْرٌ)** ڈرانے والے

**لِتَاْفِکَنَا** تاکہ تو ہم سے پھیر دے

**اُبَلِّغُ** میں پہنچاتا ہوں

**عَارِضٌ** بادل

| | |
|---|---|
| مُسْتَقْبِلَ | سامنے |
| اَوْدِيَةٌ | (وادی) وادیاں |
| مُمْطِرُنَا | ہم پر برسنے گا |
| اِسْتَعْجَلْتُمْ | تم جلدی مچاتے تھے |
| رِيْحٌ | ہوا |
| تُدَمِّرُ | وہ تباہ کردے گی |
| اَصْبَحُوْا | وہ ہوگئے |
| مَكَّنَّا | ہم نے قوت و طاقت دی |
| يَفْتَرُوْنَ | وہ گھڑتے ہیں |

## تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

قرآن کریم کے مخاطب اول مکہ مکرمہ کے کفار و مشرکین تھے جو اپنی معمولی سرداریوں اور بہت تھوڑے مال و دولت کے باوجود اتنے مغرور اور متکبر بن چکے تھے کہ ان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات کے ذریعہ اہل مکہ کو قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، اصحاب مدین اور قوم سبا کے واقعات کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا ہے کہ جب ان کے پاس ان کے پیغمبر اللہ کا پیغام لے کر پہنچے تو انہوں نے غرور و تکبر کا پیکر بن کر ان کی اطاعت سے انکار کیا اور اپنے کفر و شرک اور مال و دولت کی بدمستی میں لگے رہے۔ آخر کار ان کا اور ان کی ترقیات کا انجام یہ ہوا کہ زبردست طاقت و قوت ہونے کے باوجود جب ان پر اللہ کا عذاب آیا تو ان کو صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹا دیا گیا کہ آج ان کے گھروں کے کھنڈرات بھی مشکل سے نظر آتے ہیں۔ اہل مکہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارے پاس اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لا چکے ہیں جو ان کو دوسرے پیغمبروں کی طرح یہ ڈرا رہے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنے کفر و شرک اور تکبر سے توبہ نہ کی تو وہ برے انجام سے دوچار ہو سکتے ہیں لیکن اگر انہوں نے اپنے کفر و شرک سے توبہ کر لی اور رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری قبول کر لی تو ان کو قوم عاد سے زیادہ قوت و طاقت، حکومت و سلطنت اور عزت و عظمت نصیب ہوگی۔

قوم عاد اور ان کے پیغمبر حضرت ہودؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ قوم عاد قدیم زمانے کی ایک زبردست ترقی یافتہ قوم

تھی جو احقاف کے علاقے (الربع الخالی) میں آباد تھی لیکن جب ان کے کفر و شرک، نافرمانیوں، غرور و تکبر کی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا تو ان کی بستیاں اس طرح اجاڑ کر رکھ دی گئیں کہ آج ان کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے۔ اہل مکہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ مال و دولت، طاقت و قوت، حکومت و سلطنت اور ان کی زبردست ترقیات کے مقابلے میں تمہاری حیثیت کچھ بھی نہیں ہے۔ تم چند بستیوں اور شہروں تک محدود ہو جب کہ قوم عاد زمین کے اکثر حصے پر چھائی ہوئی تھی۔ لیکن نافرمانیوں کی وجہ سے آج ان کا وجود اس طرح مٹ گیا کہ اگر کوئی ان کی ویران اور برباد آبادیوں اور بستیوں کو دیکھتا ہے تو وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس علاقے میں بھی کوئی زبردست اور ترقی یافتہ قوم بھی آباد تھی۔ عذاب الٰہی سے پہلے وہ ایک سرسبز و شاداب سلطنت اور دنیاوی ترقیات میں نمایاں حیثیت کی مالک تھی مگر عذاب الٰہی آنے کے بعد وہ پورا علاقہ ایک ایسے خوفناک ریگستان میں تبدیل ہو گیا ہے کہ جس کے اندرونی علاقوں میں دن کی روشنی میں جاتے ہوئے بھی خوف آتا ہے۔

قوم عاد یمن میں حضر موت اور نجران کے درمیانی علاقے میں آباد تھی۔ صحرا میں ریت کے ٹیلے پہاڑوں کی طرح سر اٹھائے کھڑے تھے۔ زمین پیداوار کے قابل نہ تھی مگر اس قوم نے نہایت محنت سے اس صحرا کو گل و گلزار بنا دیا تھا۔ ہر طرف خوشحالی اور مال و دولت کے ڈھیر تھے۔ اس قوم نے دنیاوی ترقیات تو ضرور کیں، ان کا معیار زندگی بہت بلند ہو گیا تھا مگر معیار اخلاق اس قدر پست اور گھٹیا ہو چکا تھا کہ وہ اپنی قوت و طاقت کے مقابلے میں سب کو حقیر اور ذلیل سمجھتے تھے۔

کمزور اور بے بس لوگوں کو ستانا، پریشان کرنا، طرح طرح کے ظلم و ستم کرنا، دوسروں کی عزت و آبرو سے کھیلنا، ایک اللہ کو چھوڑ کر بے شمار بتوں کی عبادت و پرستش کرنا اور گناہوں کے کاموں میں سب سے آگے رہنا یہ اس قوم کا مزاج بن چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی اصلاح کے لئے ان ہی کی قوم اور برادری سے حضرت ہودؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جنہوں نے دن رات اپنی قوم کو سمجھایا کہ وہ ظلم و ستم کے راستے سے ہٹ کر لوگوں کو سکون پہنچائیں اور مٹی، پتھر اور لکڑی سے بنائے ہوئے بتوں کے بجائے صرف اس اللہ کی عبادت و بندگی کریں جس نے اس ساری کائنات کو بنایا ہے۔ حضرت ہودؑ نے قوم کو بتایا کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو ان کے کفر و شرک اور غرور و تکبر کی وجہ سے اللہ کا وہ عذاب آ جائے گا جس سے کوئی نہ بچ سکے گا۔ حضرت ہودؑ اس قوم کو دن رات ہر طرح سمجھاتے رہے مگر اس قوم نے حضرت ہودؑ کی باتوں پر کوئی توجہ نہ کی۔ ان کی نصیحتوں پر عمل کرنے کے بجائے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ کہنے لگے کہ اے ہودؑ کیا ہم تمہارے کہنے سے اپنے ان معبودوں کی عبادت و بندگی چھوڑ دیں جن کی ہم اور ہمارے باپ دادا عبادت و بندگی کرتے آئے ہیں۔ ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور تم جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہتے ہو وہ عذاب ہم پر لے آؤ۔ حضرت ہودؑ کا پیغمبرانہ اور سنجیدہ جواب یہ تھا کہ مجھے یہ تو معلوم نہیں ہے کہ تمہارے اعمال کے سبب اللہ کا عذاب تم پر کب آئے گا۔ بہر حال اللہ نے مجھے جو پیغام دے کر بھیجا ہے وہ میں نے تم تک پہنچا دیا ہے۔ مگر حیرت ہے کہ میں تمہیں اللہ کی رحمت کی طرف بلا رہا ہوں اور تم اس کی رحمت کے بجائے اس کا عذاب مانگ رہے ہو۔ بڑی ہی جہالت اور نادانی کی بات

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس قوم کی نافرمانیاں بہت بڑھ گئیں اور ہر طرح سمجھانے کے باوجود انہوں نے اپنے کفر و شرک اور تکبر اور غرور سے توبہ نہ کی تو اللہ کے عذاب کے آثار آنا شروع ہو گئے۔ پورے ملک میں بارشوں کی شدید کمی ہو گئی جس سے ان کے سرسبز و شاداب باغات بے رونق ہو گئے۔ ان کے کھیت خشک ہونا شروع ہو گئے۔ گرمی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ گھر اور گھر سے باہر کہیں بھی سکون نہیں ملتا تھا۔ ایک دن جب انہوں نے آسمان کے ایک طرف سے تیز گھٹاؤں کو اٹھتے دیکھا تو وہ خوشی سے بے قابو ہو کر کہنے لگے کہ دیکھو کیسے زبردست بادل ہماری طرف آ رہے ہیں۔ اب خوب بارش برسے گی، ہمارے ندی نالے بھر جائیں گے، پانی کی کمی دور ہو جائے گی، ہر طرف سرسبزی و شادابی ہو گی اور موسم خوشگوار اور ٹھنڈا ہو جائے گا۔ حضرت ہودؑ نے ان کو بتایا کہ تم جس بادل اور بارش کو اپنی راحت کا ذریعہ سمجھ رہے ہو وہ اللہ کا عذاب ہے جو تمہاری طرف بڑی تیزی سے چلا آ رہا ہے۔ اگر اب بھی تم نے توبہ نہ کی تو یہ عذاب اتنا سخت ہو گا جو تمہیں اور تمہاری بستیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔ قوم نے حضرت ہودؑ کی نصیحتوں پر کوئی توجہ نہ دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ طوفانی جھکڑ چلنا شروع ہو گئے۔ آہستہ آہستہ ہوا کے یہ جھکڑ تیز ہونا شروع ہوئے اور انسان، درخت اور جانوروں کی حیثیت ایک تنکے سے زیادہ نہ رہی۔ ہوا کی شدت کا یہ عالم تھا کہ وہ لوگوں کو اور جانوروں کو اٹھا اٹھا کر اس طرح پھینک رہی تھی کہ ان کے سر اور جسم پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو رہے تھے۔ شدید طوفانی ہواؤں نے ان کے گھروں کی چھتیں اڑا کر رکھ دیں غرضیکہ اس طوفانی ہوا نے ہر چیز کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا اور ہر طرف تباہی پھیل گئی۔ آخر کار مکانوں کے کھنڈرات کے سوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا کہ جس قوم نے بھی اللہ کی نافرمانی کی اس کا یہی انجام ہوا۔ فرمایا کہ قوم ثمود، قوم لوط، قوم سبا، اصحاب مدین اور اہل یمن بھی بڑی طاقتوں والے تھے لیکن جب انہوں نے مسلسل اللہ کی نافرمانیاں کیں اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی نصیحتوں سے انکار کیا تو ان کو بھی اللہ نے اس طرح تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا کہ پھر ان کے مال و دولت، حکومت و سلطنت، اونچی عمارتیں اور ترقیات ان کے کسی کام نہ آ سکیں۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر ہم نے ان تمام قوموں کو سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سوچنے کے لئے دل و دماغ عطا کئے تھے مگر انہوں نے ان صلاحیتوں سے کام نہ لیا اور جب ان کی عقلیں مفلوج ہو کر رہ گئیں تو اللہ نے ان کو تباہ و برباد کر کے ان کے وجود کو اور ان کی ترقیات کو سامان عبرت بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ اور قیامت تک آنے والی قوموں کو یہ بتا دیا ہے کہ دیکھو قوم عاد جو جسمانی اور مالی اعتبار سے ایک زبردست، مضبوط اور ترقی یافتہ قوم تھی جب انہوں نے بدنصیبی کا راستہ اختیار کیا تب ان پر قہر الٰہی نازل ہوا اور ان کو اس طرح مٹا دیا گیا کہ آج ان کی زندگی اور اس کے آثار قصے کہانیاں بن کر رہ گئے ہیں۔ جو بھی قوم عاد کے راستے پر چلے گا اس کا انجام بھی اس سے مختلف نہ ہوگا اور جو لوگ انبیاء کرامؑ کے راستے پر چل کر اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کریں گے ان کی نہ صرف دنیا بہتر ہو گی بلکہ آخرت کی تمام کامیابیاں ان کا مقدر ہوں گی۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲**

اور یاد کیجئے جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا جو قرآن سن رہے تھے۔ پھر جب وہ حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ پھر جب تلاوت کی جا چکی تو وہ جنات اپنی قوم کو آگاہ اور خبردار کرنے کے لئے لوٹ گئے۔ انہوں نے کہا اے ہماری قوم کے لوگو! ہم نے ایک ایسی کتاب (کی تلاوت) سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔ جو اپنے سے پہلے تمام کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور وہ حق و صداقت اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

اے ہماری قوم کے لوگو! تم اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات سنو! اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تمہیں درد ناک عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

اور جو شخص اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات نہ مانے گا تو وہ زمین میں کہیں بھاگ کر اللہ کو عاجز اور بے بس نہ کر سکے گا اور نہ اللہ کے سوا اس کا کوئی حمایتی ہوگا۔

یہی وہ لوگ ہیں جو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور وہ ان کے پیدا کرنے سے ذرا بھی نہیں تھکا۔

وہی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ کیوں نہیں۔

بلاشبہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا وہی تو ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۹ تا ۳۴

| | |
|---|---|
| نَفَرًا | لوگ۔ جماعت |
| اَنْصِتُوْا | خاموش رہو |
| اَجِيْبُوْا | قبول کرو |
| دَاعِیَ | بلانے والا |
| يُعْجِزُ | وہ ہرا لے گا |
| لَمْ يَعْيَ | وہ نہیں تھکا |

## تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۴

اعلان نبوت کے دسویں سال جب کہ کفار مکہ کے ظلم و ستم اور زیادتیوں کی انتہا ہو چکی تھی اس وقت آپ نے مکہ کرمہ سے طائف

کی طرف اس خیال سے سفر اختیار فرمایا کہ شاید آپ کے پیغام کو سن کر وہاں کے لوگ آپ کا ساتھ دینے اور ایمان لانے والے بن جائیں۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طائف کے سرداروں اور عام لوگوں نے آپ کی قدر نہ کی اور آپ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ آپ وہاں سے مکہ مکرمہ واپس تشریف لا رہے تھے اور مقام نخلہ پر ایک جگہ فجر یا تہجد کی نماز ادا فرما رہے تھے اور اس میں قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنات کے ایک گروہ نے جو حق کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے جب قرآنی آیات کو سنا تو وہ جھوم اٹھے۔

احادیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے جنات آسمانوں پر جا کر کچھ سن گن لے کر آ جاتے اور اس زمانہ کے کاہنوں کو بتا دیتے وہ کاہن اپنے انداز سے اور کچھ اپنی طرف سے ملا کر لوگوں کو غیب کی خبریں دے کر بے وقوف بنایا کرتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد ان جنات کا آسمانوں کی طرف داخلہ بند کر دیا گیا۔ اگر کوئی چوری چھپے کچھ معلومات حاصل کرنے کے لئے قریب پہنچتا تو ان کو شہاب ثاقب جو گویا آسمانی آگ تھی اس کے ذریعہ بھگا دیا جاتا۔

جنات اس تبدیلی سے حیران تھے اور وہ اس فکر میں لگ گئے کہ آخر ایسا کیوں ہے۔ جنات نے اندازہ کر لیا تھا کہ یقیناً زمین پر کوئی ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے جس کی وجہ سے اتنی زبردست تبدیلی آ گئی ہے۔ جنات کے گروہ اس بات کی تحقیق کے لئے دنیا بھر میں پھیل گئے۔ ان ہی میں سے جنات کی ایک جماعت نخلہ کے مقام سے گذر رہی تھی کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے تلاوت کلام اللہ کو سنا اور سنتے ہی رہ گئے اور سمجھ گئے کہ یہی وہ کلام ہے جس کی وجہ سے کاہنوں پر غیب کی خبریں سننے کی پابندی لگا دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کو ان جنات کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے بعد کچھ آیات کو نازل کیا جس سے نبی کریم ﷺ کو جنات کے قبول اسلام کا علم ہوا۔ جنات نے وادیٔ نخلہ میں تلاوت کلام اللہ سن کر اسی وقت دین اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد جنات کا یہ گروہ اپنی قوم میں پہنچا اور اس نے کہا کہ ہم ایک ایسی کتاب سن کر آ رہے ہیں جو حضرت موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔

انہوں نے توریت کا نام اس لئے لیا کہ انجیل کے اکثر احکامات توریت کے تابع ہیں۔ جنات نے کہا کہ یہ کتاب جسے ہم سن کر آ رہے ہیں اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت و رہنمائی کرتی ہے۔

انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم نے توریت کے بعد اس کتاب الٰہی (قرآن کریم) کو سنا ہے جو دین حق کی طرف دعوت دیتی ہے لہٰذا تم اس سچے نبی پر ایمان لاؤ اور ان کی باتوں کو مانو۔ اگر تم نے ایمان قبول کر لیا تو اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے نجات عطا فرما دے گا اور تمہاری حفاظت کی جائے گی۔

جنات کیا ہیں؟ اس کے متعلق اس سے پہلے بھی بیان کیا گیا ہے۔ دراصل جس طرح انسان اللہ کی ایک مخلوق ہیں اسی طرح جنات بھی اللہ کی ایک مخلوق ہیں۔ ان میں انسانوں کی طرح بیوی، بچے رکھنے اور شریعت کے احکام کی پابندی کے ارشادات موجود ہیں۔ ان میں مسلم، غیر مسلم، اچھے اور برے سب طرح کے جنات ہیں۔ جس طرح انسان ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اسی طرح جنات بھی ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں لیکن وہ انسانی نظروں سے پوشیدہ ہیں اسی لئے ان کو جن یا جنات کہا جاتا ہے۔

جنات نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کا اپنا نقصان ہے اس سے اللہ کے نبی اور اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ اس کائنات میں اللہ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ وہی زندوں کو موت دیتا ہے اور وہی مردوں کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات کا آنا، اسلام قبول کرنا اور نبی کریم ﷺ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا چھ مرتبہ ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ رات بھر تشریف نہ لائے۔ صحابہ سخت پریشان تھے کہ آپ کہاں تشریف لے گئے۔ بعض کے ذہن میں آیا کہ کہیں آپ پر کوئی حملہ تو نہیں ہو گیا۔ صبح سویرے ہم نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ حرا کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ سے صحابہ نے اپنی تشویش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک جن مجھے بلانے آیا تھا میں نے اس کے ساتھ جا کر جنات کے ایک گروہ کو قرآن کریم سنایا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج رات تم میں سے کون میرے ساتھ جنات کی ملاقات کے لئے چلے گا؟ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ جب میں آپ کے ساتھ گیا تو آپ نے پہاڑی علاقے میں جا کر ایک جگہ لائن کھینچ دی اور فرمایا کہ اس لائن سے آگے مت بڑھنا۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ عجیب عجیب شکلوں کے لوگ ہیں جو آپ کے چاروں طرف موجود ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان حائل ہیں۔ (ابن جریر طبری)

دراصل یہاں جنات کا ذکر کر کے مکہ والوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ دیکھو جنات جو آگ سے پیدا کئے گئے ہیں، جن میں انسانوں سے زیادہ تیزی، بختی اور سرکشی کا مادہ ہے انہوں نے تو قرآن کریم سن کر ایمان قبول کر لیا لیکن تم کتنے بدقسمت لوگ ہو کہ تمہارے اندر وہ نبی ہیں جنہوں نے پوری زندگی تمہارے درمیان گذاردی ہے، جن کے اعلیٰ کردار اور اخلاق کی بلندیوں سے تم اچھی طرح واقف ہو وہ تمہارے معاشرے میں صادق و امین کہلاتے ہیں لیکن تم جنات سے بھی گئے گذرے ہو گئے کہ کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود دولت ایمان سے محروم ہو اور اپنی آخرت خراب کر رہے ہو۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٤﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٣٥﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

جس دن وہ کافر جہنم کے سامنے حاضر کئے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) کیا یہ سب کچھ برحق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں اپنے رب کی قسم ایسا ہی ہے۔

فرمایا جائے گا کہ تم جو کفر اور انکار کرتے تھے اس کے سبب عذاب کا مزہ چکھو۔

(اے نبی ﷺ) آپ صبر کیجئے جس طرح اور عزم و ہمت والے انبیاء کرام نے صبر کیا تھا اور ان کفار کے لئے عذاب کی جلدی نہ کیجئے۔

یہ لوگ اس کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(اس دن) انہیں یہ لگے گا کہ جیسے وہ دنیا میں ایک دن میں سے ایک گھڑی ہی ٹھہرے تھے۔

(اے نبی ﷺ آپ کا کام یہ ہے کہ) آپ (اللہ کا پیغام) پہنچا دیجئے۔ پس وہی لوگ تباہ و برباد ہوں گے جو نافرمان ہوں گے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

| | |
|---|---|
| اَلَیْسَ | کیا نہیں ہے؟ |
| ذُوْقُوْا | تم چکھو |
| اُولُو الْعَزْم | ہمت والے |
| لَمْ یَلْبَثُوْا | وہ نہیں ٹھہرے |
| بَلٰغٌ | پہنچا دینا ہے |

| | |
|---|---|
| یُھْلَکُ | ہلاک کئے گئے |
| اَلْفٰسِقُوْنَ | نافرمانی کرنے والے |

## تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۵

جو شخص بھی حق و صداقت کی بات کرتا اور لوگوں کو اس طرف دعوت دیتا ہے اس کو ہمیشہ قوم کی بے رخی، مخالفت، دشمنی، مزاحمت اور طرح طرح کی اذیتوں سے عزم و حوصلہ اور صبر و برداشت کے ساتھ گذرنا پڑتا ہے۔

جب سورۃ الاحقاف کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت مسلمانوں پر کفار مکہ کا ظلم و ستم ناقابل برداشت حد تک بڑھ چکا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ بھی ان مسلسل اذیتوں اور تکلیفوں سے پریشان ہو کر رہ گئے تھے جن کا سلسلہ ختم ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔ یہ ایک بڑا نازک لمحہ تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جس طرح آپ سے پہلے عزم و ہمت والے پیغمبروں نے اللہ کے نافرمانوں کی اذیتوں پر نہایت صبر و برداشت، عزم اور حوصلے کا مظاہرہ کیا تھا آپ بھی مخالفت کی سختی پر صبر اور برداشت کا شیوہ اختیار کیجئے اور ان کفار کے لئے کسی عذاب کی جلدی نہ کیجئے کیونکہ اللہ نے جس عذاب کا وعدہ کیا ہے وہ ان پر مسلط ہو کر رہے گا۔ یہ اس کے برے انجام سے بچ نہ سکیں گے۔ آپ اپنے حق و صداقت کے مشن اور مقصد کو جاری رکھئے اسی میں ساری انسانیت کی فلاح اور کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ اصل میں جب حالات بے قابو اور نازک ہو جائیں اور ہر طرف سے سوائے پریشانیوں کے اور کچھ بھی نہ ملتا ہو تو حق و صداقت کے راستے پر چلنے والے یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ وہ چاروں طرف سے گھر چکے ہیں اور ان حالات سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا ہے تو وہ بشری تقاضوں کی وجہ سے بوکھلا جاتے ہیں اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اے اللہ ظالموں کے ظلم کی انتہا ہو چکی آپ ان کفار پر عذاب نازل کر کے ان کو تہس نہس کیوں نہیں کر دیتے؟۔ یہ ایک نازک اور جذباتی وقت ہوتا ہے اس وقت اللہ کی طرف سے صبر کی تلقین کی جاتی ہے اور ان کو بتایا جاتا ہے کہ یہ کائنات اللہ کی ہے وہ اس کو جس طرح چاہتا ہے چلاتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کس کے ساتھ کب کیا معاملہ کرنا چاہیے۔ اس کا یہ اٹل اور قطعی فیصلہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو ان کے نیک اعمال کے سبب ضرور کامیاب و بامراد فرمائے گا اور وہ آخر کار کفار و مشرکین کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گا۔ اب وہ وقت کب آئے گا یہ اللہ کی مصلحت ہے وہ جب چاہے گا کفار کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لے گا جس کے سامنے دنیا کے تمام وسائل، مال و دولت، قوت و طاقت اور حکومت و سلطنت سب ناکارہ ہو کر رہ جائیں گے۔ فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے ذمے یہ ہے کہ آپ حق و صداقت کی بات اور اللہ کا پیغام پہنچانے کی جدوجہد نہایت صبر اور عزم و ہمت سے کیجئے۔ ان کفار کے لئے عذاب کی جلدی نہ کیجئے۔ جب اس کی مصلحت ہوگی وہ ان کفار کو ہلاک کر دے گا۔ جب ان پر عذاب آئے گا تو ان کو ایسا محسوس ہوگا جیسے وہ دن کی ایک ساعت تک ہی اس دنیا میں رہے ہیں۔ فرمایا کہ جس طرح تمام پیغمبروں نے عزم و حوصلے کے ساتھ اللہ کا دین پہنچایا ہے آپ بھی ایسا ہی کیجئے اور کسی بات کی فکر نہ کیجئے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پارہ نمبر ۲۶

حٰمٓ

سورۃ نمبر ۴۷

# مُحَمَّد

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورۃ محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

| سورۃ نمبر | 47 |
| --- | --- |
| کل رکوع | 4 |
| آیات | 38 |
| الفاظ و کلمات | 558 |
| حروف | 2475 |
| مقام نزول | مدینہ منورہ |

فرمایا اے لوگو! اگر تم نے اللہ کے راستے میں جان و مال کی قربانی نہ دی اور اللہ کی اطاعت و فرماں برداری سے منہ پھیرا تو یاد رکھو اللہ بے نیاز ذات ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے وہ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا جو ہر طرح اللہ و رسول کی اطاعت کرے گی اور اپنا مال اللہ کے راستے میں بے دریغ خرچ کرے گی۔

اعلان نبوت کے بعد کفار و مشرکین کی طرف سے طرح طرح کے اعتراضات، الزامات اور سوالات کے ذریعہ نبی کریم ﷺ اور جو لوگ ایمان لے آئے تھے ان کو پریشان کیا جا رہا تھا۔ پروپیگنڈا اس قدر زہریلا اور تیز تھا کہ اس کا مقابلہ ایک تیز آندھی کے سامنے کھڑے ہونے کے برابر تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اہل ایمان حق و صداقت کا راستہ چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ کفار مکہ آپ ﷺ کو اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے ہر طرح کی سازشیں کر رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی سازش تک کر ڈالی تھی لیکن حق و صداقت کی آواز سے ہر شخص متاثر ہوتا چلا جا رہا تھا اور دین اسلام کی عظمت ہر ایک دل میں نقش ہوتی چلی جا رہی تھی۔ کفار مکہ اپنی اوچھی حرکتوں پر اتر آئے۔ ایک دن جب آپ ﷺ بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ ابن ابی معیط نے حضور اکرم ﷺ کے گلے میں اپنی چادر ڈال کر بل دینا شروع کیا جس سے آپ ﷺ کا دم گھٹنے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھا تو انہوں نے عقبہ کو دھکا دے کر فرمایا:

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ

کیا تم اس شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہو جو (اللہ کے گھر میں) یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ (نسائی۔ سیرت ابن ہشام)

جب آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو کفار نے وہاں بھی اپنی سازشوں کا جال پھیلا دیا تھا۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمد کو نازل کر کے اہل ایمان کو تسلی دی ہے کہ کفار کچھ بھی کر لیں لیکن اللہ کا دین سربلند ہو کر رہے گا۔ اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے۔

☆ فرمایا جو لوگ دین کی سچائیوں سے خود بھی رک رہے ہیں اور دوسروں کو بھی روک رہے ہیں ان کا انجام یہ ہے کہ آخرت میں ان کے اعمال غارت کر کے ان کو جنت کی ابدی راحتوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کی

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے اللہ ان کو ایسی جنتیں راحتیں عطا فرمائے گا جس میں صاف شفاف پانی، دودھ اور شراب کی ایسی نہریں بہہ رہی ہوں گی جو انتہائی لذیذ اور دل پسند ہوں گی۔

کھانے کے لیے ہر طرح کے بہترین پھل موجود ہوں گے۔

کفار و مشرکین کا حال یہ ہوگا کہ ان کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی کا چشمہ ہوگا جس کا پانی پینے کے بعد ان کی آنتیں بھی باہر آجائیں گی۔

فرمایا لوگو! دنیا میں تو یہ اطاعت کا موقع ہے اگر یہ نکل گیا تو پھر آخرت میں سوائے پچھتانے اور شرمندگی کے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔

خطائیں معاف کی جاسکتی ہیں۔

☆ جو لوگ امن عالم کو تباہ کر رہے ہیں ان کا مقابلہ جہاد کے ذریعے بھی کیا جائے اور جب ان کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے جنگ میں کوئی رعایت نہ کی جائے۔ جب جنگ میں کفار پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو جائے اور کچھ قیدی بن کر آجائیں تو امیر لشکر کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ ان کو قید کرلے یا معاوضہ لے کر چھوڑ دے۔

☆ فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو ان کافروں سے خود ہی بدلہ لے سکتا تھا لیکن وہ لوگوں کے ایمان کا امتحان لینا چاہتا ہے اس نے ان کو جہاد کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ اللہ نے اہل ایمان مجاہدین کو یہ خوش خبری دی ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے جائیں گے ان کو جنت کی راحتیں عطا کی جائیں گی جہاں کی ہر راحت اور آرام ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ فرمایا کہ جو لوگ جہاد کے ذریعہ یا کسی طرح بھی اللہ کے دین کی مدد کریں گے تو اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔

☆ کفار سے فرمایا گیا کہ کیا وہ اپنے سے پہلے لوگوں کے برے انجام سے بے خبر ہیں کہ جب انہوں نے کفر اور نافرمانی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ نے ان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ کیونکہ اہل ایمان کا مالک تو اللہ ہے لیکن کافروں کا تو کوئی مولیٰ اور حمایتی نہیں ہے۔

☆ فرمایا یہ کفار دنیا کی چند روزہ زندگی کے عیش و آرام کے مزے اڑا لیں اور جانوروں کی طرح خوب کھا پی لیں لیکن ان کا انجام بہت عبرت ناک اور بھیانک ہوگا۔

☆ ان کفار کے برخلاف وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کی زندگی گذاریں گے ان کے لیے جنت میں صاف شفاف پانی کی نہریں، دودھ، شراب اور شہد کی صاف ستھری نہریں بھی ہوں گی۔ ان کو کھانے کی ہر چیز اور ہر نعمت عطا کی جائے گی۔

☆ کفار کے لیے فرمایا کہ ان کو ایسا کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا جس کے پینے کے بعد ان کی آنتیں بھی باہر آجائیں گی اور ان کے منہ جھلس جائیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین سے جو دکھاوے کے مسلمان ہیں پوچھا ہے کہ کیا وہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں؟ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت اس طرح اچانک آجائے گی کہ پھر کسی کو حسن عمل اور توبہ کا موقع نصیب نہ ہوگا۔

☆ فرمایا کہ جس طرح اہل ایمان اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اللہ کی آیتیں نازل ہوتے ہی ان پر عمل کیا جائے۔ منافقین کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کی طرف سے جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے جیسے ان پر موت کی بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔ فرمایا کہ منافقین بے فکر ہو کر نہ رہیں بہت جلد ان کی بدبختی کے دن شروع ہونے والے ہیں کیونکہ اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اسی لیے وہ بہرے گونگے بن کر رہ گئے ہیں نہ انہیں حق کی آواز سنائی دیتی ہے نہ ان کو سیدھا راستہ ہی سوجھتا

ہے۔وہ جب اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں تو ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ ان کی حرکتوں کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے حالانکہ اللہ ان کی ایک ایک حرکت اور سازش کو دیکھ رہا ہے۔ان کو اپنی موت کے وقت معلوم ہوگا جب فرشتے ان کی روح کو قبض کر کے ان کے چہروں اور پیٹھ پر مارتے ہوں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہر وہ کام کرتے رہے ہیں جس سے اللہ ناخوش تھا اور ان کے نزدیک اللہ کی رضا و خوشنودی کی کوئی اہمیت نہ تھی۔فرمایا کہ اللہ نے جہاد کا حکم اسی لیے دیا ہے تاکہ منافقین جو اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے حالات سب کے سامنے کھل کر آ جائیں اور ہم بھی جانچ لیں گے کہ کس کے دل میں کتنا ایمان ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! تم اللہ و رسول کی اطاعت کرتے رہو اور کسی حکم کی خلاف ورزی کر کے اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو کیونکہ اللہ کا یہ قانون ہے کہ جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت نہیں کرتے اور وہ اسی حال میں مر جاتے ہیں تو ان کی بخشش نہیں ہوتی۔

☆ فرمایا کہ آپ ﷺ ان کو جہاد کی طرف آمادہ کرتے رہیے اور صلح کرنے میں ایسا انداز اختیار نہ کیجیے جس کو کفار کمزوری سمجھیں کیونکہ اگر جہاد ہوگا تو اللہ اہل ایمان ہی کو غالب فرمائے گا۔گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اللہ تمہارے اجر و ثواب میں ذرا بھی کمی نہ کرے گا۔لہٰذا تم جہاد سے کبھی اپنی جان مت چرانا دنیا کی زندگی جو کھیل کود سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اس کی دلچسپیوں میں کھو کر جہاد سے منہ مت پھیرنا۔فرمایا کہ اگر تم نے ایمان اور تقویٰ کا راستہ اختیار کیا تو آخرت میں اس کا بہترین اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔تم اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔بخل اور کنجوسی اختیار نہ کرو کیونکہ جو لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے کتراتے ہیں تو یہ ان کی شان کے خلاف ہے کیونکہ ایسا تو وہ لوگ کرتے ہیں جنہیں آخرت اور اللہ پر بھروسہ نہیں ہے۔اللہ بے نیاز ذات ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔یہ سب کچھ تمہاری ہی بھلائی کے لیے ہے۔

☆ آخر میں فرمایا کہ یاد رکھو! اگر تم نے جہاد سے جان چرائی یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کی تو وہ اس بات پر پوری قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے بدلے دوسری قوم کو اٹھا دے جو اللہ کی باتوں کو مانیں گے اس کے راستے میں جان و مال کو بے دریغ خرچ کریں گے اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

## سورۃ محمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝١
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝٢
ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝٣
فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ
فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ
اَوْزَارَهَا ۛ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟
بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝٤
سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝٥ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝٦

### ترجمہ آیت نمبر ۱ تا ۶

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے اور اس پر ایمان لائے جو (حضرت) محمد ﷺ

پر اتارا گیا ہے۔ وہی سچا دین ہے جو ان کے رب کی طرف سے ہے۔ تو اللہ ان کی خطاؤں کو ان سے دور کر دے گا اور ان کی حالت کو درست کر دے گا۔ یہ اس لئے ہے کہ جنہوں نے کفر و انکار کیا (درحقیقت) انہوں نے باطل (جھوٹ) کی پیروی کی۔ اور بے شک جو لوگ ایمان لائے انہوں نے ایک سچے دین کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ لوگوں کے سامنے ان کے حالات بیان کرتا ہے۔ پھر جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو۔ یہاں تک کہ جب تم خوب قتل کر چکو تو پھر ان کو مضبوط باندھ لو۔ پھر اس کے بعد یا تو احسان کر کے یا فدیہ لے کر چھوڑ دو یہاں تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار رکھ دیں۔ یہ اللہ (کا حکم) ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو کافروں سے انتقام لے لیتا۔ لیکن اس نے (تمہیں جہاد کا حکم دیا ہے) تاکہ وہ تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے جاتے ہیں تو اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ اللہ بہت جلد ان کو راہ ہدایت دکھائے گا اور ان کی حالت کو درست کر دے گا۔ اور ان کو اس جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں پہچان کرا دی گئی ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۱ تا ۶

| | |
|---|---|
| کَفَّرَ | اس نے اتار دیا |
| بَالَھُمْ (بَالٌ) | ان کے حالات |
| اَلرِّقَابُ | گردنیں |
| اَثْخَنْتُمْ | تم نے ان پر قابو پالیا |
| شُدُّوْا | مضبوط کرو |
| اَلْوَثَاقُ | قید |

مَنًّا — احسان

فِدَآءً — بدلہ۔ معاوضہ

تَضَعَ الْحَرْبُ — رکھ دے جنگ۔ جنگ ختم ہو جائے

اِنْتَصَرَ — وہ بدلہ لے لیتا

عَرَّفَ — اس نے پہچان لیا

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ کفر و انکار کی روش اختیار کر کے خود بھی ہر طرح کی سچائیوں سے دور رہے اور دوسروں کو بھی اس راہ حق و صداقت پر چلنے سے روکنے کی جدوجہد اور کوشش کرتے رہے تو اللہ ایسے لوگوں کے تمام وہ اعمال جنہیں وہ بہت نیک کام سمجھ کر کرتے رہے ہیں ضائع کر دے گا۔ وہ اعمال نہ تو دنیا میں کام آئیں گے اور نہ آخرت میں۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے ایمان لا کر عمل صالح اختیار کئے اور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے اس کو انہوں نے پوری طرح مانا تو اللہ نہ صرف ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا بلکہ وہ دنیا اور آخرت میں ان کے ہر کام کو درست فرما دے گا جس کے ذریعہ ان کو اعمال صالحہ کی توفیق بھی نصیب ہوتی رہے گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جن لوگوں نے کفر و انکار کیا انہوں نے باطل اور جھوٹ کی پیروی کی اور جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا انہوں نے حق و صداقت کا دامن تھام لیا۔

باطل ایک بے حقیقت چیز ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ باطل پرست نہ صرف ایک فتنہ اور فساد کی جڑ ہیں بلکہ وہ انسانیت کے دشمن ہیں۔ ایسے لوگوں کو ختم کر دینا اور ان کے خلاف جہاد کرنا ساری انسانیت کو سکون بخشنے کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا جب تک یہ فتنہ دنیا سے مٹ نہ جائے اس وقت تک اس کا پیچھا کیا جائے۔ جب کفار کے دلوں میں اہل ایمان کی دھاک بیٹھ جائے اور ان فسادیوں کا زور ٹوٹ جائے تو اس وقت ان کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا جائے لیکن ان قیدیوں کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کیا جائے جو غیر انسانی اور

ظالمانہ ہو بلکہ ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا جائے تاکہ وہ اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر ایمان اور سچائی کے راستے پر آسکیں۔ اب ان کفار کو قید کرنے کے بعد مسلمانوں کے امیر اپنی ذہانت اور مصلحت کی بنیادوں پر ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کر کے ان کو چھوڑ دیں یا فدیہ لے کر آزاد کر دیں۔ جب دشمن اپنے ہتھیار رکھ دے اور جنگ کے جو شعلے بھڑک رہے تھے وہ ٹھنڈے پڑ جائیں اور کفار مسلمانوں کی مکمل اطاعت قبول کر لیں تو پھر قید و بند کا یہ سلسلہ بھی ختم کر دیا جائے۔

فرمایا کہ وہ لوگ جو اس جہاد میں شہید کر دیئے جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی جدوجہد کوشش اور نیک اعمال کو ضائع نہ کرے گا بلکہ ان کو راہ ہدایت عطا کر کے ان کے سارے کاموں کو درست فرمادے گا اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جو ان کے لئے جانی پہچانی جیسی جگہ ہوگی۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند ضروری باتیں:

**اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا:** جنہوں نے کفر اور انکار کیا یعنی وہ لوگ جنہوں نے دین اسلام کی تمام تر سچائیوں کو دیکھ کر محض اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور رسول دشمنی کی وجہ سے دین سے انکار کی روش کو اختیار کر کے رسول اللہ ﷺ کی قدر کرنے کے بجائے ان کے خلاف ختم نہ ہونے والی ایسی جنگ چھیڑ دی کہ اس میں سوائے بغض اور حسد کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ ایسے لوگوں کے لئے فرمایا گیا کہ جب ایسے لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں اور جنگ چھیڑ دیں تو ان سے لڑ کر ان کا زور توڑ ڈالیں تاکہ وہ آئندہ دین اسلام کی دعوت و تبلیغ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکیں۔

**وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ:** اور وہ لوگ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں یعنی وہ ظلم و ستم کی انتہا کر دیں کہ لوگوں کے لئے ایمان لانا مشکل ہو جائے اور جو ایمان لے آئیں ان کے لئے زمین کو تنگ کر دیا جائے اور زبردستی دین کے راستے سے ان کو روک دیا جائے۔ کفار مکہ اہل ایمان کے خلاف ایسا بھیانک پروپیگنڈا کرتے تھے کہ ایک ناواقف آدمی ان کو دہشت گرد سمجھ کر ان کے قریب آنے سے گھبراتا تھا۔ لوگوں کے دلوں میں بے بنیاد بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے تاکہ سننے والوں کو ہر بات الٹی نظر آئے۔ ہمارا موجودہ دور جس میں اسلام دشمنوں کے ہاتھوں میں ایسا میڈیا ہے یعنی ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات جس کے ذریعہ وہ ایک مومن، عالم، مخلص اور مجاہد کو دنیا کی نظروں میں ذلیل کرنے اور دین کی تعلیمات کے قریب آنے سے روکنے کے لئے دن رات یک طرفہ پروپیگنڈا کرتے ہیں لیکن اس وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ کا آخری دین ہے جو اس نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا ہے۔

اسی میں ساری دنیا کے دکھوں کا علاج ہے اور اللہ نے اس دین اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اگر یہ کفار

اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو وہ وقت دور نہیں ہے جب ان پر آسمان سے ایسا قہر اور بلائیں نازل ہوں گی جن کے سامنے دشمنان اسلام بے بس ہو کر رہ جائیں گے۔ چونکہ اب ظلم و زیادتی سے گذر گیا ہے لہٰذا یہ کفار اللہ سے معاملہ درست کرلیں اور توبہ کرلیں ورنہ یہ دنیا اپنے بھیانک انجام تک پہنچ جائے گی اور چند ذہنی مریضوں اور اقتدار پرستوں کی وجہ سے ساری دنیا کو عذاب جھیلنا پڑے گا۔

**اَضَلَّ اَعۡمَالَھُمۡ** ان کے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے یعنی وہ تمام کام اور کوششیں جنہیں وہ نیک اور بہتر سمجھ کر کر رہے ہیں وہ تمام کام ایمان نہ لانے کی وجہ سے ضائع اور برباد کر دیئے جائیں گے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ کفار قریش حج کے موقع پر خانہ کعبہ کی حفاظت اور حجاج کی خدمت کرتے تھے، مہمانوں کی ضیافت، پانی پلانے کے لئے مشقت، مسکینوں کی امداد و اعانت، پڑوسی کی رعایت اور حفاظت، سخاوت اور صدقہ و خیرات کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک یہ کام بہت اچھے ہیں لیکن جب تک وہ نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان نہ لائیں گے اس وقت تک یہ اعمال ان کے کسی کام نہ آسکیں گے بلکہ رسول دشمنی کی وجہ سے ان کے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے نہ ان کو فائدہ دنیا میں نصیب ہوگا اور نہ آخرت میں۔ جب تک وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے جو حق و صداقت کی روشنی ہے اور اس کو اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اس وقت تک ان کی نجات نہیں ہو سکتی۔

**اِذَآ اَثۡخَنۡتُمُوۡھُمۡ** ان آیات میں ایک بہت ہی اہم بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جس کی تفصیل تو بہت ہے لیکن مختصر بات یہ ہے کہ عربوں میں عام رواج یہ تھا کہ جب ان کی کسی سے جنگ ہوتی تو وہ تمام جنگی قیدیوں کو غلام اور ان کی عورتوں کو باندیاں بنالیا کرتے تھے۔ اور وہ اس بات میں آزاد تھے کہ وہ ان غلاموں کے ساتھ انسانی یا غیر انسانی جیسا چاہیں سلوک کریں اس میں کسی کو بولنے یا ٹوکنے کا کوئی اختیار نہ تھا لیکن جب کفار سے جنگوں کا آغاز ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ جو لوگ جنگ میں قید ہو کر آئیں ان کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کو غلام ضرور بنایا جائے۔ بلکہ اگر ضرورت ہو تو جنگی قیدیوں کو غلام بنا کر اہل ایمان میں تقسیم کر دینا مستحب ہے لیکن اگر امیر جماعت چاہے تو جنگی قیدیوں پر احسان رکھ کر یا مسلمان جنگی قیدیوں کے بدلے میں ان جنگی قیدیوں کو رہا کر سکتا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ معاوضہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے خواہ وہ مالی معاوضہ ہو یا کسی قسم کی خدمت ہو۔

قرآن کریم نے اسلامی سلطنت کو کسی خاص اصول کا پابند نہیں کیا ہے۔ البتہ اگر امیر سلطنت جنگی قیدیوں کو غلام بنانا چاہے اور ان کو مسلمانوں میں تقسیم کر دینا چاہے تو اس کو اس بات کی اجازت ہے لیکن کسی شخص کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ وہ ان غلاموں سے غیر انسانی اور ظلم و جبر کا کوئی معاملہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین اور ان کے بعد تمام صحابہ کرام نے اسی اصول کی پابندی کی ہے۔ چنانچہ اسلامی تعلیمات اس بات کی گواہ ہیں کہ اس نے غلاموں کو نہ صرف تمام حقوق دیئے ہیں بلکہ غلاموں کے تمام حقوق کی ہمیشہ پاسداری کی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ غلام تمہارے بھائی ہیں جنھیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ لہٰذا جس کا بھائی اس کے ہاتھ کے نیچے ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اسے وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اس کو ایسے کام کی زحمت نہ دے جو اس کے لئے ناقابل برداشت ہو اور اگر کوئی ایسا سخت کام ہو تو وہ خود بھی اس غلام کی مدد کرے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنے غلام کو تھپڑ مار دیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر عین اس وقت کہ جب آپ اس دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے یہ الفاظ تھے "الصلوۃ، الصلوۃ، اتقوا اللہ فیما ملکت ایمانکم" نماز کا خیال رکھو، نماز کا خیال رکھو اور اپنے ماتحت غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ (ابوداؤد)

اس طرح کی بے شمار احادیث کے علاوہ قرآن کریم نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے غلاموں کو آزاد کرنا عبادت بنا دیا چنانچہ روزے کا کفارہ، قتل کرنے کا کفارہ، ظہار کا کفارہ اور قسم کا کفارہ یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے غلام آزاد کر دیں۔ اسی طرح زکوٰۃ خرچ کرنے کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک مصرف یہ ہے کہ غلاموں کی گردنیں چھڑائی جائیں۔

قرآن کریم اور احادیث کے ان ارشادات نے اہل ایمان کو اس بات کی طرف آمادہ کر دیا کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کسی غلام کو آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس کثرت سے غلام آزاد کیے ہیں جن کی مثال ساری دنیا کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ستر غلام آزاد کیے

☆ حضرت حکیم ابن حزامؓ نے ایک سو غلام آزاد کیے

☆ حضرت عثمان غنیؓ نے بیس غلام آزاد کیے

☆ حضرت عباسؓ نے ستر غلام آزاد کیے

☆ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ایک ہزار غلام آزاد کیے

☆ حضرت ذوالکلاعؓ نے آٹھ ہزار غلام آزاد کیے (صرف ایک دن میں)

☆ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے تیس ہزار غلام آزاد کیے۔ (فتح العلوم)

اگر صحابہ کرام و تابعین اور ان کے بعد کے حضرات کی یہ تفصیل بیان کی جائے کہ انہوں نے کتنے کتنے غلام آزاد کیے تھے تو شاید ایک کتاب بن جائے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل برحق ہے کہ اللہ کے حکم اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات نہ ہوتے تو شاید دنیا سے کبھی غلامی ختم نہ ہوتی۔

ہمارے دور میں کسی کو غلام نہ بنانا یہ بھی اسلام ہی کا فیض ہے کیونکہ شریعت نے یہ اصول متعین کر دیا ہے کہ اگر دو قوموں کے درمیان یہ معاہدہ ہو جائے کہ نہ وہ ہمارے جنگی قیدیوں کو غلام بنائیں گے اور نہ ہم ان کے قیدیوں کو تو پھر اس معاہدہ کی پابندی ضروری ہوگی اور اگر ان دونوں میں جنگ ہو بھی جائے تو کوئی بھی کسی جنگی قیدی کو غلام نہیں بنائے گا۔

**اَلَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ:** جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے نہ صرف یہ کہ ان کے اعمال ضائع نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام حالات کو درست فرما دے گا۔

**يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ:** وہ اللہ ان کو اس جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں پہچان کرا دے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے دین حق دے کر بھیجا کہ تم دنیا میں جس طرح اپنے بیوی بچوں اور گھر والوں کو پہچانتے ہو اور ان سے انسیت و محبت محسوس کرتے ہو اس سے بھی زیادہ وہ جنت کی حوروں سے انسیت محسوس کرے گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۸ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝۹ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝۱۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۱

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے تباہی ہے (اور سب سے بڑی تباہی یہ ہے کہ) وہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کافروں نے اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔ کیا یہ لوگ زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے گذرے ہیں (نافرمانیوں کی وجہ سے) ان کا انجام کیسا ہوا؟ اللہ نے (ان کے کفر و انکار کی وجہ سے) ان پر تباہی و بربادی مسلط کر دی۔ اور یہی حالات ان (موجودہ) کافروں کے بھی ہونے والے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ اللہ تو اہل ایمان کا حامی و مددگار ہے اور کافروں کا کوئی ساتھ دینے والا نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۱

| | |
|---|---|
| تَعْسًا لَّهُمْ | ان کا ستیاناس ہو جائے |
| كَرِهُوْا | انہوں نے برا سمجھا |
| اَحْبَطَ | اس نے ضائع کر دیا |
| دَمَّرَ | اس نے تباہ کر دیا |

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۱

اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے مومنو! اگر تم نے اللہ کے دین کی مدد کی تو اللہ نہ صرف دنیا اور آخرت میں تمہاری مدد کرے گا بلکہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر و انکار کی زندگی کو اپنا رکھا ہے وہ آج دنیا میں اپنے آپ کو بہت کامیاب سمجھ رہے ہیں اور زندگی کی راہوں میں بڑی تیزی سے چلتے نظر آ رہے ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں

ہے کہ جب یہ غور کریں گے کہ رحمت کے عمل کریں گے اور جن کاموں کو وہ زندگی کی کامیابی سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک بہتر عمل تھے وہ سب ان سے غائب ہو جائیں گے اور ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر اس بات کو جو اللہ کی طرف سے نازل کی جاتی تھی اس کو برا سمجھتے تھے۔ ان کی اس روش نے ان کے اعمال کو غارت کر کے رکھ دیا۔ اگر وہ زمین میں چل پھر کر دیکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ان سے پہلے ایسے لوگوں کا کتنا برا انجام ہوا جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کو ماننے سے انکار کیا۔ اللہ نے ان کو جڑ و بنیاد سے کھود کر رکھ دیا جس میں کافروں کے لئے کھلی ہوئی عبرت و نصیحت موجود ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تو ایمان والوں کا مالک و مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ اور مددگار نہیں ہے۔

غزوہ احد کے موقع پر ابوسفیان نے غرور و تکبر کے ساتھ یہ کہا تھا کہ "لنا عزّی و لا عزّی لکم" ہمارے پاس عزیٰ ہے تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے اپنے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اس کو جواب دو کہ "اللہ مولٰنا و لا مولیٰ لکم" اللہ ہمارا مددگار، راہ نما اور ناصر ہے اور تمہارا مولیٰ اور حامی و ناصر کوئی بھی نہیں ہے۔ اس موقع پر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا
تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ﴿١٢﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ
قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿١٣﴾
أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَ
اتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿١٤﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا
أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ
مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى ۖ وَلَهُمْ

# فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿١٥﴾

**ترجمہ آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵**

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اس (دنیا میں خوب) عیش و آرام سے کھا رہے ہیں جس طرح جانور کھاتے ہیں لیکن ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

(اے نبی ﷺ) کتنی ہی آبادیاں ایسی گذر چکی ہیں جیسی آپ کی بستی ہے جس سے آپ کو (کافروں نے) نکالا ہے جو طاقت و قوت میں ان سے بڑھ کر تھیں لیکن جب ان کو ہلاک کیا گیا تو کوئی بھی ان کا مددگار نہ بن سکا۔ (اے نبی ﷺ) ان سے پوچھئے کہ (بھلا بتاؤ تو سہی) جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے صاف اور کھلے راستے پر ہے وہ اس کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جس کا برا عمل (بھی اس کی نظروں میں) خوبصورت بنا دیا گیا ہو اور جو لوگ اپنی خواہشات پر چلتے ہوں؟۔ وہ جنت جس کا اہل تقویٰ سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ایسی ہوگی کہ اس میں نہریں بہتی ہوں گی جن کا مزہ تبدیل نہ ہوگا۔

دودھ کی ایسی نہریں ہوں گی جن کا مزہ ذرا بھی بدلا ہوا نہ ہوگا۔

شراب کی ایسی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کے لئے بہت مزیدار ہوں گی۔ شہد کی ایسی نہریں بہتی ہوں گی جو نہایت صاف اور شفاف ہوں گی۔

(ان کے علاوہ) ان سب اہل جنت کے لئے ہر قسم کے پھل ہوں گے اور (سب سے بڑھ کر تو یہ ہے کہ) ان کے رب کی طرف سے مغفرت کا سامان ہوگا۔ کیا ایسے اہل جنت کے برابر وہ ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلیں گے اور ان کو ایسا کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے اڑا کر رکھ دے گا۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ — جانور کھاتے ہیں

مَثْوًى — ٹھکانا

كَأَيِّنْ — کتنے ہی۔ کتنی ہی

أَخْرَجَتْكَ — تجھے نکالا

غَيْرِ آسِنٍ — بدبو نہ ہو

طَعْمُهُ — مزا

خَمْرٌ — شراب

شَارِبِينَ — پینے والے

عَسَلٌ — شہد

خَالِدٌ — ہمیشہ رہنے والا

سُقُوا — پلائے گئے

قَطَّعَ — کاٹ دیا (کاٹ دے گا)

أَمْعَاءَ — آنتیں

## تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

قرآن میں اصولی اور بنیادی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا

فرماں بردار، دین اور شریعت کی پابندی اور اپنی خواہش نفس کے خلاف چلنے والا ہے وہ نہ صرف دنیا میں کامیاب ترین آدمی ہے بلکہ آخرت کی تمام بھلائیاں بھی اسی کو عطا کی جائیں گی۔ اس کے برخلاف اللہ و رسول کا نافرمان، کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والا، بے حس اور بے عقل جانوروں کی طرح کھا پی کر زندگی گذارنے والا اپنے نفس اور بے جا خواہشات کی غلامی کرنے والا نہ دنیا میں کامیاب ہے اور نہ آخرت میں بلکہ آخرت میں اس کا بدترین ٹھکانا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی اصولی بات کو زیر مطالعہ آیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد وہ تمام کام کئے جو اللہ اور اس کے رسول کے پسندیدہ ہیں تو ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی ہر طرف سرسبزی و شادابی کے منظر ہوں گے لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر و انکار کی زندگی اختیار کر کے جانوروں کے جیسے بے حسی کے انداز اپنا لئے ہوں گے ان کا ٹھکانا جہنم اور اس کی آگ ہوگی۔

مکہ کے کفار جنہیں اپنی قبائلی زندگی اور اس کی سرداریوں پر بڑا ناز تھا اور معمولی سی دولت اور سرداریوں پر انہیں اس قدر فخر و غرور تھا کہ اپنے سوا سب کو حقیر و ذلیل سمجھتے تھے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہیں جس طاقت و قوت پر ناز ہے تم سے پہلے ایسی زبردست قومیں گذری ہیں کہ جن کے پاس بے شمار مال و دولت کے ڈھیر تھے۔ وہ دنیا کی ترقی یافتہ قومیں تھیں جن کی بلند و بالا عمارتیں، دنیا بھر میں پھیلی ہوئی تجارتیں اور کاروبار اور عظیم سلطنتیں تھیں لیکن جب ان کی نافرمانیوں اور کفر و شرک کی وجہ سے ان پر اللہ کے قہر و غضب کا کوڑا برسایا گیا تو اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں کہ آج دنیا بھر میں ان کے کھنڈرات نشان عبرت بنے ہوئے ہیں۔

فرمایا کہ اے نبی (ﷺ) کفار مکہ نے آپ کو جس بستی یعنی بیت اللہ کی سرزمین سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا انہیں گذری ہوئی قوموں کے کھنڈرات کے پاس سے گزرتے جاتے ہیں انہیں نہیں بھولنا چاہیے کہ اگر وہ اللہ و رسول کی نافرمانیاں نہ کرتے تو آج بھی وہ دنیا میں عظیم قوتوں کے مالک ہوتے لیکن ان کی نافرمانیوں نے انہیں نشان عبرت و شکست بنا دیا ہے۔

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ ایمان و عمل صالح اور پاکیزہ زندگی گذارنے والے اور کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والے نافرمان اللہ کی نظر میں ایک جیسے نہیں ہیں۔ دونوں کا انجام یکساں نہیں ہے۔ یہ اللہ کے نظام عدل و انصاف کے خلاف ہے کہ وہ دونوں کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کرے بلکہ نافرمانوں کے بدترین انجام کے مقابلے میں ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کے لئے ایسی جنتوں کا وعدہ کیا گیا ہے جن میں ہر طرف خوشی و مسرت، راحت و آرام، سکون قلب و اطمینان، عزت و سربلندیاں ہوں گی۔ جن میں صاف ستھرے اور پاکیزہ کبھی نہ سڑنے اور بدلنے والے پانی کی نہریں ہوں گی۔

شراب کی ایسی نہریں بہادی جائیں گی جن میں اعلیٰ ترین شراب ہوگی جس کو پینے کے بعد نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ پینے والے کے قدم بہکیں گے۔ دودھ کی نہریں ہوں گی جن کا مزہ بھی تبدیل نہ ہوگا۔ صاف ستھرے شہد کی نہریں جو صاف ستھرا اور پاکیزہ شہد ہوگا۔ طرح طرح کے پھل ہوں گے جن کی لذت اور کیفیت کا اس دنیا میں اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ ان تمام چیزوں کے علاوہ دنیا میں ان اہل ایمان سے جو بھی کوتاہیاں ہوچکی ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ان کو معاف کردی جائیں گی بلکہ ان کا ذکر تک نہ کیا جائے گا اور ان کے لئے سب سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ اہل جنت کو اللہ کا بے حجابانہ تجلی بغیر کسی ظاہری رکاوٹ کے دیدار نصیب ہوگا۔

ان خوش نصیب جنت والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ کے نافرمانوں کا انجام یہ ہوگا کہ ان کو ایسی جہنم میں داخل کیا جائے گا جس میں انہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔ انہیں ایسا کھولتا ہوا پانی پینے کے لئے دیا جائے گا جس سے ان کی آنتوں کے ٹکڑے اڑ جائیں گے اور ان کے لئے راحت و سکون کا کوئی سامان نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اس دنیا کی عارضی زندگی میں اپنی خواہشات کے غلام ہیں اور وہ دن رات صرف بے حس جانوروں جیسی زندگی گذارتے ہیں اور اسی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں جس طرف ان کی بے جا خواہشات ان کو کھینچتی چلی جاتی ہیں تو وہ دنیا کے ناکامیاب اور آخرت کے اعتبار سے بدنصیب لوگ ہیں۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ سے حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کی یہ روایت نقل کی گئی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کی ہر خواہش اور تمنا اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس میں لے کر آیا ہوں"

صحابہ کرامؓ وہ پاکیزہ اور مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی کو اللہ کے اس دین کے تابع کر لیا تھا جو نبی کریم ﷺ لے کر تشریف لائے تھے۔ اس پر بعد کے نیک اور صالح بزرگ چلے اور آج ان کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ یہ دنیا میں بھی کامیاب رہے اور آخرت میں ان کا کیا اعلیٰ ترین مقام ہوگا اس کا تو اس دنیا میں رہتے ہوئے تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے اور ان جیسی کامیابیاں عطا فرمائے۔ اور کفر و شرک، بدعات و خرافات اور بے دینی کے ہر انداز سے محفوظ فرمائے۔ آمین

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿١٦﴾ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ﴿١٧﴾ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ ﴿١٨﴾ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ﴿١٩﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٠﴾

ركوع ۲

**ترجمہ آیت نمبر ۱۶ تا ۲۰**

ان میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں (تو یہ منافق) ان لوگوں سے جن کو (کبھی توریت وغیرہ کا) علم دیا گیا تھا کہتے ہیں کہ اس شخص نے ابھی ابھی کیا کہا تھا؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہریں لگا دی ہیں جو اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں۔

لیکن وہ لوگ جنہیں اللہ کی طرف سے ہدایت مل گئی ہے اللہ ان کی ہدایت کو اور بڑھا دیتا ہے اور ان کو تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔

کیا یہ لوگ اس گھڑی کے (قیامت کے) منتظر ہیں؟ (یاد رکھو) وہ اچانک آ جائے گی بے شک اس کی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں۔ پھر ان کو اس کے آنے کے بعد سمجھنے کا کہاں موقع ملے گا۔

(اے نبی ﷺ) آپ اس بات کو جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ اور آپ اپنے لئے اور اہل ایمان مردوں، عورتوں کے لئے معافی مانگتے رہیے بے شک اللہ تمہارے آنے، جانے اور ٹھکانے کو خوب جانتا ہے۔

اور جب وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہیں کہتے ہیں کہ کوئی (جہاد کے لئے) آیت نازل کیوں نہ کی گئی؟ لیکن جب ایسی سورت نازل کر دی جاتی ہے کہ جس کے معنی بالکل صاف اور واضح ہیں تو آپ ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (منافقت کا) مرض ہے دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہوں گے جیسے ان پر موت کی بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے بڑی خرابی ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۲۰

| | |
|---|---|
| یَسْتَمِعُ | کان لگاتا ہے۔ جاسوسی کرتا ہے |
| اٰنِفًا | ابھی ابھی |
| مُتَقَلَّبٌ | الٹنا پلٹنا |
| مُحْكَمَةٌ | پختہ۔ اور پکی |
| اَلْمَغْشِيِّ | بے ہوش ہونے والا |
| اَوْلٰى (وَيْلٌ) | خرابی ہے |

### تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۰

جس کے دل میں ایمان اور عمل صالح کی سچی تڑپ اور لگن نہ ہو وہ کسی نیک، بھلی اور بہتر بات کو نہ تو سنجیدگی، دلچسپی اور توجہ سے سنتا ہے نہ اس کی گہرائی پر غور و فکر کرتا ہے۔ کان اگر کسی بات کو سن رہے ہیں تو دل و دماغ کسی اور ہی طرف متوجہ ہوتے ہیں ایسے لوگوں کی بے حسی ان کو حق و صداقت سے بہت دور لے جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جن کے دل میں ایمان اور عمل صالح کے ساتھ کچھ سیکھ کر عمل کرنے کا جذبہ ہوتا ہے ایسے لوگ ہر نیک بات کو نہ صرف غور سے سنتے ہیں بلکہ اپنے ہر علم کو عمل میں ڈھالنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کے لئے کوئی وعظ و نصیحت کی بات فرماتے تو آپ کی محفل میں ایسے لوگ بھی آ جاتے تھے جنہوں نے دل کی گہرائیوں سے ایمان قبول نہ کیا تھا وہ آپ کی باتوں کو بے دلی سے سنتے اور جب وہ محفل رسول ﷺ سے باہر نکلتے تو مخلص صحابہ کرامؓ سے پوچھتے کہ ابھی ابھی اللہ کے رسول نے کیا کہا تھا؟ لیکن صحابہ کرامؓ جو ایمان اور عمل صالح کے پیکر تھے اور ہر نیک بات کو سن کر اس پر عمل کرنے کے لئے بے چین ہو جایا کرتے تھے جنہیں نبی کریم ﷺ کی ہر بات پر اعتماد اور علم یقین حاصل تھا وہ آپ کے ارشادات کو سن کر نہ صرف اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہتے تھے بلکہ عمل کرنے میں بے تابانہ آگے بڑھتے چلے جاتے تھے۔ فرمایا کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کی باتوں پر پوری طرح دھیان نہیں دیتے درحقیقت اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے انہیں کسی نیک اور بھلی بات پر عمل کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بے عمل لوگ ہر وقت اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور انہیں قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں ہوتا حالانکہ اگر وہ غور کرتے تو انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی کہ قیامت اس قدر اچانک آئے گی کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ فرمایا کہ اگر وہ غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کی بہت سی نشانیاں تو آ چکی ہیں۔

خود نبی کریم ﷺ کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ بس اب قیامت ہی آئے گی کیونکہ آپ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرا مبعوث ہونا اور قیامت کا آنا اس طرح ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنی بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو باہم ملا کر دکھایا کہ اس طرح۔ فرمایا کہ جب قیامت برپا ہو جائے گی تو پھر وہ وقت سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے کا نہیں بلکہ فیصلے کا دن ہوگا۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ اللہ کے اس پیغام کو ہر شخص تک پہنچانے کی جدوجہد جاری رکھئے اور دعا کیجئے کہ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور اگر اس بھاگ دوڑ میں آپ سے یا آپ کے جاں نثار صحابہ سے کوئی بھی کوتاہی یا لغزش ہو جائے تو آپ اپنے لئے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے استغفار کرتے رہیے۔ اللہ کو ہر کیفیت کا علم ہے اور وہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے۔

فرمایا کہ وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کے پیکر ہیں وہ تو یہ تمنا کرتے ہیں کہ اگر اللہ کی طرف سے کوئی واضح سورت نازل کر دی جائے جس میں انہیں کفار سے جہاد کرنے کی اجازت دی گئی ہو تو وہ اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں قربانیاں پیش کریں۔ جب اللہ کی طرف سے جہاد کرنے اور کفار و مشرکین کے ظلم و ستم کا جواب دینے کے لئے جہاد کا حکم دیا گیا تو اہل ایمان خوش ہو گئے لیکن جو منافق اور دلی مرض میں مبتلا تھے ان کا یہ حال ہوا کہ جہاد کا حکم سن کر ان پر موت کا سناٹا طاری ہو گیا اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے ان پر موت کی بے ہوشی چھا گئی ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کے برے اعمال کا وبال ان پر ضرور پڑے گا اور وقت پڑنے پر کھرے کھوٹے کا پتہ چل جائے گا۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے عرض ہے کہ:

پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے وہی جانتا ہے کہ وہ قیامت کب واقع ہو گی البتہ نبی کریم ﷺ کو بعض علامات قیامت بتا دی گئی تھیں جنہیں آپ نے تفصیل سے ارشاد فرمایا اور اس پر علمائے امت نے کافی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں سے چند علامتیں یہ ہیں۔

☆ دنیا سے علم اٹھ جائے گا۔ جہالت عام ہو جائے گی اور لوگ علم دین کو کھانے کمانے کا ذریعہ بنائیں گے۔ یعنی دنیا میں علوم تو بہت سے ہوں گے مگر علم حقیقی گھٹ جائے گا اور ہر طرف پڑھے لکھے لوگوں کی بھیڑ ہونے کے باوجود ہر طرف جہالت کا راج ہوگا۔

☆ قوم کی نمائندگی کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو معاشرے کے ذلیل لوگ ہوں گے۔

☆ مرد تھوڑے ہوں گے اور عورتوں کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ذمہ دار ایک مرد ہوگا (بخاری مسلم)

☆ زکوٰۃ جو ایک عبادت ہے اس کو لوگ تاوان سمجھ کر ادا کریں گے اور اس بات کو بھول جائیں گے کہ وہ اپنی عبادت کا ایک فرض ادا کر رہے ہیں۔

☆ لوگ مال غنیمت کو ذاتی دولت سمجھ کر کھائیں گے اور امانت کو مال غنیمت قرار دے دیا جائے گا (یعنی اس کو حلال

کھود کر کھائیں گے)

☆ لوگ ماں باپ کے نافرمان اور بیوی کے اطاعت گذار ہوں گے لوگ اپنے دوستوں کو قریب اور باپ کو دور کر دیں گے۔

☆ کسی شریر اور ظالم کا احترام اس خوف کی وجہ سے کیا جائے گا تاکہ اس سے کوئی شدید نقصان نہ پہنچے۔

☆ ہر طرف گانے بجانے (ناچ گانے) والی عورتوں کی کثرت ہوگی اور ہر گھر میں گانا بجانا عام ہو جائے گا۔

☆ کثرت سے شراب پی جانے لگے گی۔

☆ امت کے گذرے ہوئے (بزرگوں) لوگوں پر آنے والی نسل لعنت ملامت کرے گی۔

یہ اور اسی طرح کی بہت سی علامتیں ظاہر ہو جائیں گی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تم سرخ آندھی اور زلزلے کا انتظار کرنا۔ لوگوں کی شکلیں صورتیں مسخ ہو جائیں گی زمین کے بہت بڑے علاقے زمین میں دھنس جائیں گے۔ آسمان سے پتھر برسیں گے اور مسلسل آفتیں اس طرح آئیں گی کہ جیسے موتی کی لڑی ٹوٹ جانے سے اس کے دانے گرتے چلے جاتے ہیں۔

ان آیات میں دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کو سمجھاتے رہیے لیکن اگر وہ اتنا سب کچھ سننے کے باوجود اپنی بے عملی اور بے حسی کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوں تو آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے آپ اپنے اعلیٰ ترین مقصد دین کو پھیلانے کی جدوجہد کرتے رہیے۔

اگر اس راہ حق و صداقت میں کہیں کسی جگہ کوئی کمی رہ جائے کسی قسم کی کوتاہی ہو جائے تو مغفرت کرنے والے پروردگار سے اپنے لئے بھی اور اہل ایمان کے لئے بھی استغفار کیجئے۔ وہ معاف کرنے والا مہربان آقا ہے اور وہ اپنے بندوں کے تمام حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے استغفار کرنے کے متعلق فرمایا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ وافضل الدعاء الاستغفار

یعنی سب سے افضل ذکر تو کلمہ طیبہ ہے اور سب سے افضل دعا استغفار ہے

نبی کریم ﷺ جو معصوم ہیں جب آپ یہ فرما رہے ہیں کہ میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں تو ہم گناہ گاروں کو غور کرنا چاہیے کہ ہم دن بھر میں کتنی مرتبہ اللہ سے اپنی خطاؤں کی معافی چاہتے ہیں؟ اور استغفار کرتے ہیں؟

طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۚ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۚ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

فرماں برداری کی اور بھلی بات کی کہنی چاہیے۔ پھر جب (جہاد کا حکم) آ جائے اور وہ اللہ کے سامنے سچے ثابت ہو جائیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہے۔

کیا پھر (تم سے) یہی توقع نہیں ہے کہ اگر تمہیں (اقتدار) طاقت حاصل ہو جائے تب تم زمین میں فساد کی جڑ بنو گے اور رشتہ داریوں کو منقطع کر دو گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ پھر ان کو بہرا بنا دیا ہے۔ ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ کیا وہ لوگ قرآن میں غور و تدبر

نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں؟

بے شک جو لوگ صحیح راستہ واضح ہونے کے بعد اپنی پیٹھ پھیر کر (بھاگیں گے) تو (ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ) شیطان نے ان کو یہ غلط راستہ سجھایا ہے اور ان کی امیدوں کو دراز کردیا ہے۔ (ان لوگوں کے منہ پھیرنے کی وجہ یہ تھی کہ) ان منافقین نے ایسے لوگوں سے جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکامات کو ناپسند کرتے تھے ان سے کہا کہ ہم (اسلام کے خلاف) بعض چیزوں میں تمہاری بات مانیں گے۔ اور اللہ ان کے اس بھید کو اچھی طرح جانتا ہے۔ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکالتے ہوں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔ ان سے یہ سلوک اس وجہ سے ہوگا کہ ان لوگوں نے ایسے طریقے اختیار کئے ہوئے تھے جو اللہ کو ناراض کرنے والے تھے۔ اور انہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کو برا سمجھا تھا۔ اس لئے اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کردیا ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

**طَاعَةٌ** کہا ماننا۔ اطاعت کرنا

**عَزَمَ** ارادہ کرلیا

**عَسَيْتُمْ** شاید کہ تم

**تُقَطِّعُوْا** تم کاٹ ڈالو

**اَرْحَامٌ** رشتہ داریاں

**اَصَمَّ** بہرا کردیا

**اَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ** ان کی آنکھیں اندھی کردیں

| | |
|---|---|
| لَا يَتَدَبَّرُوْنَ | وہ غور نہیں کرتے |
| اَقْفَالٌ (قُفْلٌ) | تالے |
| اِرْتَدُّوْا | الٹے پھر گئے |
| اَدْبَارٌ (دُبُرٌ) | پیٹھ پیچھے |
| سَوَّلَ | اس نے برابر کیا، دھوکہ دیا |
| اِسْرَارٌ (سِرٌّ) | بھید، خفیہ، چھپی |
| اَسْخَطَ | ناراض کر دیا |
| اَحْبَطَ | ضائع کر دیا |

## تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

اس سے پہلی آیات میں بیان کیا جا رہا تھا کہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے میں سنجیدہ ہیں وہی لوگ قرآن کریم کی روشنی سے ہدایت حاصل کریں گے اور جنہوں نے سچائیوں کو دیکھنے کے باوجود بے حسی اور بے توجہی کا انداز اختیار کیا ان کو زندگی کے اندھیروں اور آخرت میں ناکامی کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ ایسے منافق لوگ اپنے ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں اور فرماں برداری کی باتیں کرنے میں بھی خوب چرب زبان ہوتے ہیں لیکن اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ زبان سے جس اطاعت و فرماں برداری کی باتیں کرتے ہیں وہ محض دکھاوا اور ریاکاری ہے جسے اللہ تو اچھی طرح جانتا ہے اور ان کی ڈھکی چھپی اور ظاہر ہر حالت سے واقف ہے مومن بھی ان کی حرکتوں سے ان کے نفاق کو خوب پہچانتے ہیں چونکہ جب ایک طویل عرصے تک دشمنوں سے جنگ کرنے کی ممانعت تھی اس وقت تک تو منافقین اور اہل ایمان کو الگ الگ پہچاننا مشکل تھا کیونکہ نماز، روزہ اور عبادات کو ایک ساتھ ہی ادا کیا جاتا تھا۔

جب اللہ کی طرف سے اہل ایمان کو جہاد کی اجازت دی گئی تب اہل ایمان تو خوش ہو گئے اور جس جاں نثاری

کے لئے وہ تڑپ رہے تھے ان کو موقع مل گیا تھا لیکن نفاق کے روگی اور دل کے بیمار لوگ جہاد و قتال کے حکم سے بوکھلا کر رہ گئے اور ایسی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگے جیسے کسی پر موت کے وقت بے ہوشی سی طاری ہو کر آنکھیں حلقوں میں ڈوب گئی ہوں۔

اس کیفیت کو سورۃ نساء میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا " کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ وہ (دشمنوں کو قتل کرنے یا انتقام لینے سے) اپنے ہاتھوں کو روکے رکھیں۔ نماز قائم کریں۔ زکوٰۃ ادا کرتے رہیں، اور جب ان کو جہاد کا حکم دیا گیا تو ان میں کچھ لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ان (کفار) سے ایسے ڈرتے ہیں جیسے انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ (ڈرنا چاہیے تھا) وہ لوگ کہتے ہیں کہ اے اللہ آپ نے ہمیں قتال (جہاد) کا حکم کیوں دے دیا۔ ہمیں ابھی کچھ اور مہلت دی جاتی۔ (النساء آیت نمبر ۷۷)"

منافقین کے سامنے جہاد کا حکم آتے ہی ان کا پول کھل گیا۔ حالانکہ کفر و شرک کے خلاف قتال اور جہاد کا حکم انسانی فلاح و بہبود کے لئے ہے اسی لئے فرمایا کہ اگر تم نے جہاد کا حکم آنے کے بعد منہ پھیرا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم جاہلیت کے اسی پرانے رنگ ڈھنگ پر آجاؤ گے جیسے تم صدیوں سے جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے تھے۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے پر چڑھ دوڑتا تھا۔ ہر طرف قتل و غارت گری اور بدامنی کا راج تھا۔ اپنی اولادوں کو اپنے ہاتھوں ذبح کر دیا کرتے تھے اسلام کی برکت سے اب یہ تمام باتیں ختم ہو چکی ہیں۔

فرمایا کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت برستی ہے جو دین کے بنیادی اصولوں سے منہ پھیر کر چلتے ہیں اور دین اسلام کی سچائیوں پر دھیان نہیں دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ تم اس قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے کیا تمہارے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟ یہی لوگ یہود و نصاریٰ کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ بعض باتوں میں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ وہ اپنی دلی کیفیات کو دنیا سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ ان کے پوشیدہ رازوں تک سے واقف ہے۔

فرمایا کہ ان لوگوں کا اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کو موت کی دہلیز پر لے آئیں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر گرز برسا رہے ہوں گے اور یہ کہتے ہوں گے کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا ہے کہ تم ہمیشہ اس راستے پر چلے جو راستہ اللہ کو پسند نہیں تھا اور انہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کو اہمیت نہیں دی اسی وجہ سے ان کا سب کیا کرایا غارت کر دیا گیا جب وہ آخرت

میں پہنچیں گے تو ان سے وہ حسن عمل اور اس کے اجر و ترقی سے خالی ہوں گے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۴

کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں (منافقت کا) مرض ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے روگ (کینہ پروری) کو ظاہر نہیں کرے گا؟ اور اگر ہم چاہتے تو (ان کے چہرے ہم) آپ کو دکھا دیتے پھر آپ ان کو ان کی نشانیوں سے پہچان لیتے اور آپ ان کو اب بھی ان کے انداز گفتگو سے پہچان سکتے ہیں۔

اور (آپ یہ دیکھئے کہ) اللہ تمہارے اعمال کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اور البتہ ہم

تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے مجاہدین اور صبر کرنے والوں کی جانچ نہ کرلیں۔ اور ہم تمہارے تمام اعمال کی جانچ کریں گے۔ بے شک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا جس میں ان کے لئے ہدایت کا سامان تھا اور بہت کچھ واضح ہونے کے باوجود انہوں نے رسول کی نافرمانی کی تو انہوں نے اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کیا (ان کو یہ نقصان پہنچے گا) اللہ ان کے اعمال کو ضائع کردے گا۔

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔ بے شک جن لوگوں نے کفر و انکار کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اور پھر (وہ اس حالت میں) مر گئے کہ وہ کافر تھے تو اللہ ان کی ہرگز بخشش نہ کرے گا۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۲۹ تا ۳۴

| | |
|---|---|
| اَضْغَانٌ (ضِغْنٌ) | کینہ۔ بغض۔ دل میں چھپائی گئی دشمنی |
| عَرَفْتَ | تو نے پہچان لیا |
| سِیْمَا | پیشانیاں |
| لَحْنُ الْقَوْلِ | گھما پھرا کر بات کہنا |
| شَاقُّوْا | انہوں نے نافرمانی کی |
| لَنْ یَّضُرُّوْا | وہ نقصان نہ پہنچائیں گے |
| یُحْبِطُ | وہ ضائع کردے گا |
| لَا تُبْطِلُوْا | تم ضائع نہ کرو |

## تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ وہ گناہوں کے باوجود ہر آدمی کو مہلتیں دیتا چلا جاتا ہے تاکہ وہ صراط مستقیم پر گامزن ہو سکے۔ اس کے ہر عیب پر پردے ڈالتا چلا جاتا ہے لیکن بار بار آگاہ کرنے کے باوجود اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا تب اللہ اس کے عیبوں پر سے پردے چاک کر دیتا ہے۔ اللہ کی اس رحمت اور ڈھیل کی وجہ سے اس کو یہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ اس کے تمام حالات اور دلی کیفیات تک سے اچھی طرح واقف ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اسی بات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے "اگر کوئی شخص اپنے دل میں کسی بات کو چھپاتا ہے تو اللہ (اسی وقت اس کے گناہ کو ظاہر نہیں ہونے دیتا) بلکہ اس کے وجود پر اس چیز کی چادر اوڑھا دیتا ہے۔ اگر وہ کوئی بھلی اور نیک بات کرتا ہے تو وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے اور اگر بری بات ہے تو وہ بھی چھپی نہیں رہتی (ابن کثیر)۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی اور بری بات ایسی نہیں ہے جو ہمیشہ چھپی رہے بلکہ آخر کار وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ پر خلوص دل سے ایمان لانے والوں کی اکثریت تھی لیکن بعض لوگ اپنے دنیاوی مفادات کے لئے ایمان تو لے آئے تھے اور وہ دکھانے کے لئے تمام وہ کام کرتے تھے جو مخلص مسلمان نہایت عقیدت و محبت سے سرانجام دیتے تھے لیکن منافقین کے دلوں میں کینہ، بغض، حسد اور اسلام دشمنی کے جذبات بھی موجود تھے وہ اس منافقت کو چھپانے کی پوری کوشش کرتے اور سمجھتے تھے کہ ان کی یہ منافقت اسی طرح چھپی رہے گی اور کسی پر ظاہر نہ ہو سکے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کے لئے فرمایا ہے "وہ منافقین جو اپنے دلی جذبوں کو پوشیدہ رکھنے کے لئے ہر انداز و روپ اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اسلام دشمنی اور منافقت کا یہ مرض بہت عرصہ تک چھپا رہے گا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کی صورتیں شکلیں تک آپ کو دکھا سکتے ہیں (لیکن اللہ کے قانون کے خلاف ہے اس لئے) آپ ان کو ان کی بعض علامتوں سے اور ان کی بزدلی کی باتوں سے پہچان سکتے ہیں اور اللہ تو ان کے تمام کاموں سے اچھی طرح واقف ہے۔"

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا دستور تو یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے عیب اور برائیوں کو دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا لیکن اگر اس کی مصلحت ہوتی کہ دوسرے ان منافقوں کے شر سے بچ جائیں تو کبھی کبھی ضرورت کے وقت ظاہر بھی کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ

حضرت عقبہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے چھتیس (36) آدمیوں کا نام لے کر بتایا کہ فلاں فلاں منافق ہیں اور ان کو آپ نے اپنی محفل سے نکل جانے کا حکم دیا۔ (مسند احمد)

ویسے عام طور پر نبی کریم ﷺ نے منافقین کی خاص خاص نشانیوں کا ذکر کیا ہے تا کہ اہل ایمان اس طرح کی نشانیاں رکھنے والوں سے ہوشیار رہیں جو مسلمانوں سے محض دکھاوے کا تعلق رکھتے ہیں اور انہیں حقیقی اور قلبی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ان کی بناوٹی باتیں، انداز گفتگو اور گھڑی گھڑائی باتیں ان کے دلی جذبات کی ترجمان ہیں جنہیں وہ چھپا نہیں سکتے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا رہتا ہے خواہ وہ اللہ کے فرماں بردار ہوں یا فرمانبردار نہ ہوں۔ اس طرح آزمائش کی بھٹی سے نکلنے کے بعد منافق اور مومن کا فرق بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ جو لوگ منافقت کے مرض میں مبتلا ہیں ان کی آزمائش یہ ہے کہ ان کو خوب ڈھیل اور مہلتیں دی جاتی ہیں تا کہ وہ پوری آزادی سے اپنی منافقانہ کاروائیوں میں آگے بڑھتے چلے جائیں اور ان کا کینہ، حسد، بغض اور اسلام دشمنی پوری طرح کھل کر سامنے آجائے اور وہ اپنی آگ میں جل کر خود ہی ذلیل و رسوا ہو جائیں۔ اس کے برخلاف ان اہل ایمان کو جو جہاد اور صبر سے کام لیتے ہیں اس لئے آزمائش کی بھٹی سے گذارا جاتا ہے تا کہ وہ اس طرح کندن بن کر نکھریں جس طرح سونا آگ پر تپائے جانے کے بعد کندن اور صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ یہ آزمائش ان کے لئے ایک انعام کے طور پر ہوتی ہے تا کہ ان کو بھاری ذمہ داریوں کے قبول کرنے کا اہل بنا دیا جائے۔ وہ لوگ جو اللہ اس کے رسول اور دین اسلام سے دوسروں کو دور رکھنے کی جدوجہد میں لگے رہتے ہیں سچائی آنے کے باوجود وہ اس روشنی سے محروم رہتے ہیں وہ اپنے اس طرز عمل سے اللہ کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے البتہ اپنے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتے ہیں اور خود اپنے ہاتھوں کلہاڑی اپنے پاؤں پر مار لیتے ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے فرمایا ہے کہ وہ اپنے اخلاص، حسن عمل، اللہ کی عبادت و بندگی، اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت و فرماں برداری میں لگے رہیں۔ آخرت کے لئے جدوجہد کرتے رہیں اور ان لوگوں کی پرواہ نہ کریں جن کا کام کفر کرنا اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکنا ہے کیونکہ اگر وہ کافر اسی طرح کفر پر اڑے رہے اور توبہ نہ کی تو ان کا انجام بہت برا ہوگا اور آخرت میں تو اللہ کی نظر کرم سے بھی محروم ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حق و صداقت، ایمان اور عمل صالح پر چلنے والوں کو اطمینان قلب، روحانی سکون، عقل و فکر کی بلندی، دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں عطا کی جاتی ہیں اور جو لوگ زندگی بھر جھوٹ، فریب اور غلط فہمیوں میں زندگی گذارنے والے ہیں ہو سکتا ہے ان کو دنیا کی زندگی میں کچھ فائدے مل جائیں لیکن آخرت جو انسان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے وہاں وہ اللہ کے ہر انعام

و اکرام اور فضل و رحمت سے محروم رہ جائے۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔــلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ يَّسْـَٔــلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾

ع ۸

**ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۸**

اے ایمان والو! تم ہمت نہ ہارو کہ تم ان کو صلح کی طرف بلانے لگو۔ تم ہی سر بلند رہو گے کیونکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے اعمال (کے اجر و ثواب) میں کمی نہ کرے گا۔

دنیا کی زندگی سوائے کھیل کود کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اگر تم ایمان لے آئے اور تم نے تقویٰ کی روش کو اختیار کیا تو وہ تمہیں اجر و ثواب عطا کرے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہ کرے گا۔

اور اگر وہ تم سے کل مال طلب کرنے لگے اور طلب کرنے میں انتہائی درجے تک تم سے طلب کرے تو تم بخل اور کنجوسی کرنے لگو گے (اس وقت) اللہ تمہارے دلوں کی ناگواریوں کو ظاہر کر دے گا۔

سن لو! تم لوگ تو ایسے ہو کہ جب تمہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو تم

میں سے بعض لوگ کنجوسی کرتے ہیں۔

اور جو شخص بخل اور کنجوسی کرے گا تو درحقیقت اپنے آپ سے بخل کرے گا۔

اللہ تو بے نیاز ہے جب کہ تم اس کے محتاج ہو۔

اور اگر تم نے اس سے منہ پھیرا تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا۔ جو تم جیسے (بخیل اور کنجوس) نہ ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۳۸

| | |
|---|---|
| لَا تَهِنُوْا | تم سست نہ پڑو۔ بزدلی نہ دکھاؤ |
| تَدْعُوْا | تم پکارنے لگو |
| اَلسَّلْمُ | صلح |
| اَلْاَعْلَوْنَ | تم بلند رہو گے |
| لَنْ يَّتِرَ | ہرگز نقصان نہ پہنچے گا |
| يُحْفِيْ | وہ طلب کرتے ہیں۔ بار بار مانگے گا |

## تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۸

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا رہتا ہے تاکہ مومن اور غیر مومن کا فرق کھل کر سامنے آجائے۔ مومنوں کی آزمائش کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کو مشکل حالات کی بھٹی سے گذار کر اسی طرح صاف ستھرا اور کندن بنا دیا جائے جس طرح سونا آگ کی بھٹی میں جا کر نکھر جاتا ہے۔

اہل ایمان سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب ان پر حالات کی آزمائش آئے تو وہ ڈٹ کر ان کا مقابلہ کریں اور کسی طرح کفار و

مشرکین کا دباؤ قبول کر کے ایسی صلح نہ کریں جس میں بزدلی اور کم ہمتی کا کوئی بھی انداز ہو کیونکہ تم سے اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ تمہیں پوری طرح کفر پر غلبہ اور قوت عطا فرمائے گا۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور جب وہ تمہارے ساتھ ہے تو پھر وہ تمہاری کسی کوشش اور عمل کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔

رہے وہ لوگ جو دنیا کی چمک دمک کے پیچھے دوڑ رہے ہیں تم ان کی طرف نہ دیکھو کیونکہ دنیا کی زندگی کھیل کود سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ دنیا اور اس کی رونقیں یہیں رہ جائیں گی یہ سب عارضی زندگی کا سامان ہے حقیقی زندگی تو وہ ہے جو موت کے بعد شروع ہوگی لہٰذا عارضی اور وقتی زندگی کے تقاضوں اور دنیا کی محبت کو آخرت کی ابدی راحتوں پر غالب نہ آنے دیا جائے۔ اسی جذبے پر عظیم اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

لہٰذا ان تمام چیزوں کی بقا اس میں ہے کہ اپنی زندگی کی ضروریات کے ساتھ ساتھ اپنے مال کو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے خرچ کیا جائے۔ اللہ تمہیں اسی طرف متوجہ کرتا ہے وہ تم سے تمہارا سارا مال لینا نہیں چاہتا بلکہ کچھ مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور وہ بھی اپنی ذات کے لئے نہیں کیونکہ وہ تو تمہارے مال و دولت سے بے نیاز ہے وہ تو تمام حاجت مندوں کو دیتا ہے اسے کسی کے مال کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ تمہارے ہی فائدے کے لئے تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تمہارا معاشرہ اور اسلامی زندگی کی اقدار مضبوط ہو سکیں۔

اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بچتا اور کنجوسی کا انداز اختیار کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے نفس کی غلامی کرتا ہے۔ فرمایا کہ مومنو! تم صبر و استقلال سے ڈٹے رہو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر پوری طرح عمل کرتے رہو وہ ہر جگہ تمہارا ساتھ دے گا۔ تمہاری مدد کرے گا اور اللہ کی مدد سے تم ہر جگہ غالب رہو گے اور کوئی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ اگر تم نے اس صراط مستقیم کو چھوڑ کر دوسروں کا طریقہ اختیار کر لیا تو پھر یاد رکھو اللہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے جس طرح وہ تمہارے مال و دولت کا محتاج نہیں ہے وہ اپنے دین کے غلبہ کے لئے بھی تمہارا محتاج نہیں ہے اگر تم نے غلط طریقہ اختیار کیا تو تمہارے بجائے وہ کسی دوسری قوم کو اٹھا کر کھڑا کر دے گا اور اس سے اپنے دین کی سربلندی کا کام لے لے گا جو تم سے بہتر طریقہ پر اپنا کام کر سکے گی۔

سورۂ محمد کی مذکورہ آیات کی تشریح سے یہ بات بالکل واضح طریقہ پر سامنے آ گئی ہے کہ اسلام جو دین امن و سلامتی ہے اس میں صلح اور امن و آشتی کو بنیاد ہونا چاہیے لیکن اگر جنگ کرنے کا موقع ہو تو اس میں ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے اور کسی طرح کی

بزدلی اور کم ہمتی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

یہ احکامات اس وقت دیئے جا رہے ہیں جب مسلمان بہت تھوڑے سے تھے۔ اور صرف عرب کے کفار قریش ہی نہیں بلکہ اس وقت کی معلوم دنیا کی اکثریت مسلمانوں کو ایک خطرہ سمجھ رہی تھی جب حالات کو ان پر تنگ سے تنگ کر دیا گیا تھا۔ یہ ایک ایسا موقع تھا جب وہ کفار کا دباؤ قبول کرتے ہوئے ایسی صلح کر لیتے جس میں بزدلی اور کم ہمتی نمایاں ہوتی۔

فرمایا کہ جہاد و قتال ہو یا صلح صفائی ان تمام باتوں میں اللہ کی رضا و خوشنودی کو آگے رکھا جائے اور کوئی ایسا جذباتی انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے دشمن کو اہل ایمان کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے۔ بڑے صبر و استقلال سے ڈٹے رہیں اور وہ اس بات کو ثابت کر دیں کہ دنیاوی مال و دولت کی کمی ان کے قدموں میں کوئی ڈگمگاہٹ پیدا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اصول کی بات یہ ہے کہ دنیا میں دو طاقتور قوموں اور جماعتوں میں صلح ہوا کرتی ہے۔ کمزور اور طاقتور کی صلح نہیں بلکہ ایک وقتی مفاہمت کہلاتی ہے۔

جب صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ اور اہل ایمان کے درمیان ایک معاہدہ کیا جا رہا تھا اس وقت اگرچہ آپ نے کفار کی وہ بہت سی شرطیں مان لی تھیں جو بظاہر آبرو مندانہ نہیں تھیں لیکن آپ کفار کو یہ موقع نہیں دینا چاہتے تھے کہ یہ صلح کا معاملہ ٹل جائے۔

صحابہ کرامؓ جو اطاعت رسول کے پیکر تھے انہوں نے زبان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن ہر ایک اپنے دل میں گھٹ رہا تھا کہ آخر ہم اس قدر دب کر صلح کیوں کریں؟ لیکن آپ ﷺ نے کفار قریش سے معاہدہ کر لیا اور اس معاہدہ کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے واپسی کا حکم دیا۔ جب مسلمان مکہ مکرمہ سے کچھ ہی دور پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی یہ آیات نازل کیں جن میں اس معاہدہ کو "فتح مبین" قرار دیا گیا تھا۔

صحابہ کرامؓ تو ویسے ہی دل گرفتہ تھے جب ان کے سامنے "فتح مبین" کا لفظ آیا تو وہ ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے کہ یہ کیسی فتح مبین ہے جس میں ایک ایسا معاہدہ کیا گیا ہے جس میں ذلت آمیز شرائط بھی موجود ہیں۔ لیکن بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ واقعی یہ ایک ایسی کھلی ہوئی فتح تھی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ قریش جو مسلمانوں کو کوئی حیثیت نہیں دے رہے تھے انہوں نے صلح کر کے مسلمانوں کو ایک الگ برابر کی طاقت تسلیم کر لیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اسلام کا مزاج امن و سلامتی کا ہے اس لئے اس صلح کے بعد آپ نے ساری دنیا کے بادشاہوں اور سربراہوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دینے کے لئے خطوط لکھے۔ آس پاس کے قبائل کے پاس اپنے مبلغین کو بھیجا گیا جنہوں

نے اسلام کا پیغام پہنچایا۔ مسلمانوں کی کوشش کے بعد خیبر کے زرخیز علاقے کو فتح کیا۔ اس کے بعد تو ایسا لگتا تھا کہ اسلام قبول کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا ہے اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

مذکورہ آیت میں یہی بتایا گیا ہے کہ صلح میں خیر ہے لیکن ایسی صلح ہونی چاہیے جس میں بزدلی کا کوئی پہلو نہ ہو اور صلح میں حکمت و مصلحت سے کام لیا گیا ہو۔ اہل ایمان کو اسی بات پر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ پوری طرح ایثار و قربانی سے کام لیں تا کہ اسلام کا یہ پودا ہمیشہ سرسبز و شاداب رہے۔

ان آیات کے ساتھ ہی الحمد للہ سورۃ محمد کی آیات کا ترجمہ اور اس کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## پارہ نمبر ۲۶

# حٰمٓ

## سورۃ نمبر ۴۸

# اَلْفَتْح

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 48 |
| کل رکوع | 4 |
| آیات | 29 |
| الفاظ وکلمات | 568 |
| حروف | 2555 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

☆ اس سورۃ میں ایک کھلی ہوئی فتح کی خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس سلسلہ میں پاخلوص کے ساتھ کیے گئے کسی کام میں بھی کوئی کوتاہی یا کمی رہ گئی ہو یا آئندہ ہو جائے تو ہم نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! وہ اللہ آپ ﷺ کو سیدھے راستے پر چلا رہا ہے وہ آپ ﷺ کو ایسا مثالی غلبہ عطا فرمائے گا جس میں عزت ہی عزت ہے۔

> اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایسا عظیم رسول ﷺ عطا فرمایا ہے جو شاہد، بشیر اور نذیر ہے۔ ان کی مدد، تعظیم و تکریم اور اللہ کی صبح و شام تسبیح کرنا اور جو انہوں نے اللہ سے عہد کیا ہے اس کو پورا کرنا ہی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

☆ فرمایا کہ اگر مخالفین اس بات کا شدت سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ان کے پاس زبردست لشکر ہے تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس کائنات میں زبردست لشکر صرف اللہ کا ہے۔ وہ ہر چیز سے واقف ہے اور ہر بات کی حکمت کو اچھی طرح جانتا ہے کہ کس کام کو کس وقت کس انداز سے ہونا چاہیے۔

☆ اہل ایمان اپنا حسن عمل پیش کرتے رہیں اس میں کمی یا کوتاہی نہ کریں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

> اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اگر صلح حدیبیہ نہ ہوتی تو اہل ایمان کو وہ کامیابیاں اور فتوحات حاصل نہ ہوتیں جو اس صلح کی برکت سے حاصل ہوئی ہیں۔ یہی وہ موقع تھا جب دین اسلام ایک ایک گھر میں پہنچا اور حکومتوں کے سربراہوں کو بھی نبی کریم ﷺ نے دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی اور فوج در فوج لوگوں نے دین اسلام کو قبول کرنا شروع کیا۔ یہی فتح مبین ہے۔

☆ منافق و مشرک مرد و عورتیں جو اللہ کے بارے میں اچھا گمان نہیں رکھتے ان کے لیے جہنم تیار ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

☆ اللہ نے مومنوں سے فرمایا ہے کہ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایک ایسا عظیم رسول عطا فرمایا ہے جو قیامت میں تمہارے سارے اعمال پر گواہی دینے والا، ہر نیک عمل پر خوش خبری دینے والا اور کافروں کو ان کے برے انجام سے ڈرانے والا ہے۔ ان کے بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ان پر ایمان لائیں۔ ان کے ساتھ مل کر اللہ کے دین کی مدد کریں۔

> اللہ نے دین اسلام کی ترقی کو ایک پودے سے تشبیہ دی ہے جس طرح ایک پودا کونپل نکالتا ہے آہستہ آہستہ وہ ایک تناور درخت بن جاتا ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ کے لیے فرمایا کہ ایک وقت وہ تھا جب مسلمان کمزور تھے مگر اب وہ بڑی طاقت بن گئے ہیں جو دنیا پر غالب آ جائیں گے۔

ان کی عزت واحترام اور تعظیم میں کمی نہ کریں اور صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے رہیں۔

☆ فرمایا کہ جن لوگوں نے "بیعت رضوان" کی تھی درحقیقت انہوں نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لہٰذا کوئی عہد شکنی نہ کرے۔ اگر کسی نے اپنے عہد کو توڑا تو اسے اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ لیکن جو اپنے عہد کو پورا کرے گا اس کو اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔ لوگوں کو عہد شکنی سے بچ کر وفائے عہد کرنا چاہیے۔

☆ وہ منافقین جن کا اسلام ان کی زبانوں تک محدود تھا جب اسلام کے لیے قربانیاں دینے کا وقت آیا تو ان کا کردار بھی کھل کر سامنے آ گیا۔ جب اہل ایمان عمرہ کے لیے روانہ ہو رہے تھے اس وقت منافقین نے اس بات کا بڑی شدت سے پروپیگنڈا کیا کہ مسلمانوں کو کفار کے گڑھ میں نہیں جانا چاہیے کیونکہ اگر وہ چلے گئے تو ان کا مدینہ منورہ واپس لوٹ کر آنا ممکن نہ ہو گا۔ یہ سوچ کر وہ بغیر کسی عذر کے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ فرمایا کہ جب اہل ایمان مدینہ منورہ واپس آ گئے ہیں تو وہ منافقین اپنی اس شرمندگی کو مٹانے کے لیے غلط سلط عذر اور بہانے پیش کر رہے ہیں۔ اب منافقین کو یقین ہو گیا تھا کہ مومنین اس کے بعد کامیابیوں سے ہمکنار ہوں گے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ اب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ خیبر کی طرف جا رہے ہیں تو انہیں اس میں اپنا فائدہ نظر آیا لہٰذا انہوں نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر ان منافقوں کو خیبر کی مہم میں شرکت سے روک دیا جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ صلح حدیبیہ میں شریک نہیں تھے اور فرمایا کہ اس کے بعد ان کو ایک اور موقع دیا جائے گا جو درحقیقت ان کا امتحان اور آزمائش ہو گی۔ فرمایا کہ اگر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو ان کو اس کا بہترین بدلہ عطا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ بغیر کسی عذر کے گھر بیٹھ رہ گئے تھے وہ ان کی غلطی تھی لیکن اگر کسی کو واقعی عذر تھا کوئی معذور، اندھا، لنگڑا اور بیمار تھا اور وہ اپنے اس عذر کی وجہ سے نہ جا سکا تھا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ البتہ عام زندگی میں ہر ایک کو اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کرنی ہو گی۔ اگر کسی نے اس سے منہ پھیرا تو اس کو سخت سزا دی جائے گی اور اگر وہ اطاعت کریں گے تو ان کو جنت کی ابدی زندگی کی ابدی راحتیں عطا کی جائیں گی۔

حدیبیہ کے موقع پر جن صحابہ کرامؓ نے بیعت (بیعت رضوان) کی تھی ان کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اب ان کو بہت سی کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوں گی۔ اللہ نے فرمایا کہ اس موقع پر جنگ نہیں ہوئی یہ اللہ کا بڑا احسان ہے کیونکہ اگر جنگ ہوتی تو وہ لوگ جو دلی اعتبار سے اسلام قبول کر چکے ہیں مگر کسی مصلحت سے اپنے ایمان کا اظہار نہ

کر سکتے ہو سکتا تھا کہ ان کو بے خبری کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچ جاتا۔ اس لیے اللہ نے دونوں فریقوں کو جنگ سے روک دیا لیکن اگر اس حالت میں بھی جنگ ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غلبہ عطا فرما دیتا۔

☆ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے جو خواب دیکھا تھا کہ آپ ﷺ عمرہ ادا کر رہے ہیں اور صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ بغیر عمرہ کیے واپس آ گئے تھے۔ اس میں اللہ کی مصلحت تھی لیکن اب وہ وقت آ گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ بیت اللہ شریف میں پہنچ کر عمرہ ادا کریں گے اس شان سے کہ امن میں داخل ہوں گے کہ ہر طرف امن و امان ہوگا۔ کوئی سروں کے بال منڈوائیں گے اور کوئی بال کم کرائیں گے اور ان کو کفار کا کوئی خوف نہ ہوگا۔

☆ فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو دین حق دے کر بھیجا ہے تا کہ وہ اس کو دنیا کے ہر مذہب پر غالب کر دکھائیں۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی رسالت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو آپس میں تو شیر و شکر ہیں لیکن اللہ کے دشمنوں کے لیے بہت سخت ہیں۔ کبھی وہ رکوع میں ہیں کبھی سجدوں میں وہ محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے چہروں سے ان کی عبادت کی کیفیات ظاہر ہیں۔ ان کے یہ توریت اور انجیل میں بھی نشانیاں موجود ہیں۔

☆ اللہ نے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح ایک کھیتی ہے جب پودا اپنی کونپل نکالتا ہے۔ پھر وہ کونپل آہستہ آہستہ موٹی ہو کر اپنی بنیادوں پر مضبوطی سے کھڑی ہو جاتی ہے تو جس نے کھیتی بوئی ہے وہ اپنی کھیتی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح اسلام کا پودا ابھی بہت کمزور تھا اب طاقت ور ہو گیا ہے۔ ایک وقت وہ آنے والا ہے جب پوری امت اور نبی کریم ﷺ دنیا بھر کی فتح سے خوش ہو جائیں گے۔ ان صحابہ کرامؓ کو ہر طرف کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوتی چلی جائیں گی اور دین اسلام ہر نظریہ اور مذہب پر غالب آ کر رہے گا۔

☆ جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت کریں گے ان کو معاف کر کے اجر عظیم عطا کیا جائے گا اور دین و دنیا کی بھلائیاں عطا کی جائیں گی۔

## سورۃ الفتح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝٢ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝٣

### ترجمہ: آیت نمبر ١ تا ٣

(اے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عنایت کی ہے تاکہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی ہر ایک کوتاہی کو معاف کر دے اور آپ پر اپنی نعمت کو پورا کر دے اور آپ کو سیدھے راستے پر چلائے۔ تاکہ اللہ آپ کو ایسا غلبہ عطا فرمائے جس میں عزت ہی عزت ہو۔

### لغات القرآن آیت نمبر ١ تا ٣

فَتَحْنَا — ہم نے فتح دی۔ ہم نے کھول دیا

فَتْحًا مُّبِينًا — کھلی فتح

يَغْفِرُ — وہ معاف کر دیتا ہے

تَقَدَّمَ — آگے بھیجا

ذَنْبٌ — گناہ۔ خطا

تَأَخَّرَ — پیچھے ہوا

| | |
|---|---|
| يُتِمَّ | وہ پورا کرتا ہے |
| يَنْصُرَ | وہ مدد کرتا ہے |
| نَصْرًا عَزِيزًا | زبردست مدد |

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں یہ خواب دیکھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ آپ نے بیت اللہ کی کنجی لی اور صحابہ کرام سمیت آپ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا یعنی عمرہ ادا کیا۔ پھر کچھ لوگوں نے اپنے سر منڈوائے اور کچھ نے تھوڑے سے بال کٹوائے۔ صحابہ کرامؓ جانتے تھے کہ انبیاء کرامؑ کے خواب وحی کا درجہ رکھتے ہیں لہٰذا وہ اللہ کا اشارہ سمجھتے ہوئے بیت اللہ کی زیارت کے لئے بے تاب ہو گئے۔ تب آپ ﷺ نے بھی اسی سال عمرہ ادا کرنے کا فیصلہ فرمالیا۔ آس پاس کی بستیوں میں جب اہل ایمان کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی اس سفر عبادت میں شرکت کے لئے تیار ہو گئے۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کی اس جماعت نے تیاریاں شروع کر دیں۔

روانگی سے پہلے نبی کریم ﷺ نے غسل فرمایا۔ احرام پہن کر اپنی جگہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ آپ ہر سفر میں کسی نہ کسی ام المومنین کو ساتھ لے لیا کرتے تھے چنانچہ اس سفر میں حضرت ام سلمہؓ کو آپ نے ساتھ لے جانے کا فیصلہ فرمایا۔ اس طرح آپ مسافرانہ ہتھیار یعنی میان کے اندر بند تلواریں لے کر "قصواء" اونٹنی پر سوار ہو کر یکم ذی قعدہ ۶ ھ بروز پیر اپنے جان نثار صحابہ کرامؓ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے رخ پر چند میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ ہے وہاں آپ نے عرب کے اس وقت کے دستور کے مطابق ہدی (قربانی) کے جانوروں کو قلادے پہنائے۔ اونٹ کے کوہان چیر کر نشان بنائے اور عمرہ کا احرام باندھ کر روانہ ہو گئے جو اس بات کا بھی اعلان تھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرامؓ صرف بیت اللہ کی زیارت یعنی عمرہ کے لئے جا رہے ہیں جنگ یا کسی پر حملہ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔

مکہ مکرمہ چاروں طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ایک شہر ہے۔ جب آپ نے اور صحابہ کرامؓ نے حدود حرم کے بالکل قریب حدیبیہ کے مقام پر جس کو آج کل شمیسہ کہا جاتا ہے قیام فرمایا تو بعض روایات میں آتا ہے کہ کفار کو پتہ ہی نہیں چلا۔ جب صبح کو کچھ چرواہوں نے مکہ مکرمہ کے قریب اتنے بڑے لشکر کو دیکھا تو وہ حیران رہ گئے اور انہوں نے کفار مکہ کو اطلاع دی۔ کفار قریش اس صورتحال کو دیکھ کر بوکھلا گئے اور اس بدحواسی میں یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے کیونکہ کسی دوست یا دشمن کو بیت اللہ میں آنے سے روکنے کو گناہ سمجھا جاتا تھا۔ اگر روکتے تو ساری دنیا میں یہ بات پھیل جاتی کہ مکہ والوں نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت سے

روکنے کی ہر کوشش ناکام ہو کر رہ گئی ہے اور اگر مسلمانوں کو عمرہ کرنے دیتے ہیں تو اس سے کفار کا رعب ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا اور یا مجبوراً مسلمانوں کی بجائے یہ ظاہر ہوتی کہ مسلمان مکہ میں داخل ہو کر وہیں چلے گئے ہیں۔ اس مشکل سے نکلنے کے لئے قریش مکہ نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی۔ بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے پایا کہ جیسے بھی ممکن ہو مسلمانوں کو بیت اللہ سے دور رکھا جائے اور ایسے حالات پیدا کئے جائیں جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ مسلمان چونکہ مکہ پر حملہ کی نیت سے آئے تھے اس لئے ان کو بیت اللہ کی زیارت سے روکا گیا۔ اس کے لئے انہوں نے متعدد ایسی سازشیں اور تدبیریں کیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی بر وقت تدبیروں اور اقدامات نے ان کی ہر سازش کو ناکام کر کے رکھ دیا۔ جب کفار مکہ کی ہر تدبیر فیل ہو گئی اور انہوں نے حالات کی نزاکت کو اچھی طرح محسوس کر لیا تب انہوں نے یہ طے کیا کہ کسی طرح صلح کر لی جائے۔ چنانچہ کفار قریش نے سہیل ابن عمرو جو بہت تیز طرار اور ذہین آدمی تھے ان کو صلح کرنے پر مقرر کیا۔ کفار قریش نے سہیل ابن عمرو کو اس بات کی تاکید کر دی کہ صلح نامے میں ہر حال میں یہ طے کیا جائے کہ حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ اس سال مدینہ منورہ واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ ادا کریں۔ اس وقت تین دن کے لئے مکہ کو خالی کر دیا جائے گا تاکہ مسلمان سہولت سے عمرہ ادا کر سکیں۔ سہیل ابن عمرو سے طویل گفتگو کے بعد آخر کار صلح کی شرائط کو طے کر لیا گیا۔ اس صلح نامے میں سے کئی زیادہ تر شرائط وہ تھیں جو کفار قریش کی طرف سے پیش کی گئی تھیں آپ ان کی ہر شرط کو مانتے چلے گئے۔ اس معاہدے سے صحابہ کرام بہت حیران و پریشان اور دل برداشتہ ہو گئے۔ وہ اس تصور سے بڑے پریشان تھے کہ جب ہم حق پر ہیں تو کفار سے اس قدر دب کر صلح کیوں کی جائے۔ اور بیت اللہ کے اس قدر قریب پہنچ کر بھی اس کی زیارت سے محروم کیوں رہیں۔ لیکن صحابہ کرام جو مکمل اطاعت و فرماں برداری کا پیکر تھے وہ ان سب ناگواریوں کے باوجود خاموش تھے اور کسی قسم کا احتجاج نہ کیا البتہ انفرادی طور پر حضرت عمر فاروق اور بعض صحابہ کرام نے دبی زبان سے اتنا ضرور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب ہم حق پر ہیں اور ان سے کمزور بھی نہیں ہیں پھر ہم دب کر ذلت کی شرائط کے ساتھ صلح اور معاہدہ کیوں کریں؟ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر حضرت عمرؓ کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ ”اے خطاب کے بیٹے! میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ وہ میری مدد فرمائے گا اور مجھے ہرگز ضائع نہ کرے گا“۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق اور تمام صحابہ کرام سمجھ گئے کہ آپ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ اللہ کو منظور تھا۔ لیکن ہر ایک کے دل میں یہ حسرت ضرور تھی کہ ہم بیت اللہ کے قریب پہنچ کر بھی بیت اللہ کی زیارت سے محروم رہے اور صلح اگر ان شرائط پر نہ ہوتی تو ہمارے حق میں بہت اچھا تھا۔ جب نبی کریم ﷺ نے اس وقت کے دستور کے مطابق اپنی ہدی (قربانی کا جانور) ذبح کئے اور احرام کھول دیا تو صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کے عمل اور حکم کی تعمیل کی اور اس طرح بیت اللہ کی زیارت نہ کرنے کا غم لئے صحابہ کرام حدیبیہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ واپس ہوتے ہوئے ابھی زیادہ فاصلہ طے نہ کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ پر سورۃ فتح کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اس صلح اور معاہدہ کو فتح مبین یعنی کھلی فتح قرار دیا جس میں کسی طرح کا شک و شبہ

کیونکہ ہے اس رنج و غم کی حالت میں جب صحابہ کرامؓ نے یہ سنا کہ اللہ نے اس کو فتح مبین قرار دیا ہے تو وہ یقین کے باوجود حیرت سے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے کہ یہ کیسی فتح مبین ہے جس میں کفار کے حصے میں تو بہت کچھ آگیا ہے اور زبردست جنگوں کے فاتح صحابہ کرامؓ کے حصے میں ایک ایسی صلح کا پروانہ آیا ہے جو ان کے نزدیک زبردستانہ معاہدہ تھا۔ لیکن بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دکھایا کہ صلح حدیبیہ درحقیقت اسلام اور اہل ایمان کی زبردست فتح اور کامیابی تھی کیونکہ اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس سال تک مسلمانوں اور کفار قریش کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوگی۔ اس ایک شرط سے دین اسلام کی تحریک کو زبردست فائدہ پہنچا اور اس جنگ بندی سے دین اسلام کے فروغ کے دروازے کھل گئے تھے کیونکہ ہجرت کے بعد مسلسل جنگی حالات ہونے کی وجہ سے دعوت کا عمل رک سا گیا تھا۔ اس جنگ بندی کے نتیجے میں فریقین کے درمیان تبادلہ خیال کی کھلی فضا میسر آگئی تھی۔ اس طرح اس معاہدہ نے مقابلے کے میدان کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ چونکہ دین اسلام ایک نظریاتی تحریک اور انقلاب کا نام ہے جس کے لئے امن و سلامتی کی فضا کا ہونا ضروری ہے اس لئے اس معاہدہ کی وجہ سے توحید کے نظریے کو برتری حاصل ہوگئی تھی جس کو اللہ نے صراط مستقیم (سیدھا راستہ) فرمایا ہے۔ درحقیقت صلح حدیبیہ نے توحید کے علم برداروں کے لئے آئندہ کی فتوحات اور نظریاتی کامیابی کے دروازوں کو کھول دیا تھا اور یہی فتح مبین ہے۔ اسی لئے صحابہ کرامؓ نے فتح مکہ کے بجائے صلح حدیبیہ کو مسلمانوں کی زبردست فتح قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور بعض دوسرے جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہے کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح کہتے ہو لیکن ہم صلح حدیبیہ کو فتح سمجھتے ہیں۔ (ابن کثیر)

صلح حدیبیہ دین اسلام کے فروغ اور ترقی کا سنگ میل ثابت ہوا چنانچہ

(۱)۔ حضرت عمرو ابن العاصؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے ماہر سپہ سالاروں کو ایمان لانے کی توفیق نصیب ہوئی جس سے اہل ایمان کے اندر زبردست اعتماد کی فضا پیدا ہوئی۔

(۲)۔ یہی وہ معاہدہ تھا جس کی برکت سے خیبر، وادی القریٰ اور مکہ مکرمہ فتح ہوا۔

(۳)۔ اس معاہدہ کی وجہ سے کفار کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی کیونکہ کفار قریش کے معاہدہ کی وجہ سے قبیلہ غطفان اور یہودیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور اس طرح کفار کی طاقت بکھر کر رہ گئی۔

(۴)۔ مختصر سے عرصے میں نہ صرف مسلمان ریاست کی حدود مدینہ منورہ سے آگے بڑھ کر ملک شام تک پہنچ گئی تھیں بلکہ مسلمانوں کی تعداد اس قدر تیزی سے بڑھنا شروع ہوئی کہ اگر صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی تو دو سال کے بعد فتح مکہ کے موقع پر صحابہ کرامؓ کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

(۵)۔ آپ نے صلح حدیبیہ کے بعد دنیا بھر کے بادشاہوں، امراء اور سربراہوں کو دین اسلام کی دعوت پیش کی جس کے نہایت دور رس اور زبردست اثرات مرتب ہوئے۔

(۶)۔ اللہ نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی تمام اگلی پچھلی کوتاہیوں کی معافی کا اعلان فرما دیا۔ نہ صرف اللہ نے ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگزر فرمایا ہے بلکہ جو کچھ ظاہری یا باطنی، جسمانی اور روحانی انعامات و احسانات ہیں ان کی تکمیل کا وعدہ فرمایا۔

(۷)۔ ساری دنیا کو بتا دیا گیا کہ آپ ﷺ ہدایت و استقامت (صراط مستقیم) کے راستے پر گامزن ہیں۔ اب ہدایت و رہنمائی صرف آپ کے دامن سے وابستگی ہی میں مل سکتی ہے۔

(۸)۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی طرف سے اہل ایمان کی ایسی مدد کی جائے گی جس کو نہ تو کوئی روک سکے گا اور نہ دبا سکے گا۔ اللہ ان کو وہ طاقت و غلبہ عطا فرمائے گا جس سے ہر جگہ ان کو عزت ہی عزت ملے گی۔

یہ ہے وہ فتح مبین جو دین اسلام کے فروغ و ترقی اور اہل ایمان کی عزت و سربلندی کا باعث بن گئی۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۴ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۵ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝۶ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷

**ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۷**

وہی تو ہے جس نے اہل ایمان کے دلوں میں سکون (ضبط اور اطمینان) پیدا کیا تاکہ وہ ایمان یقین جو انہیں پہلے سے حاصل تھا ان کا ایمان و یقین اور بڑھ جائے۔ آسمانوں اور زمین کے سارے

لشکر اللہ کے ہیں۔ اور اللہ بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ ان کی خطاؤں کو دور کر دے گا اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔ تاکہ وہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سخت سزا دے کیونکہ وہ اللہ کے بارے میں برے گمان رکھتے ہیں۔ ان لوگوں پر برا وقت آنے والا ہے۔ اور آخرت میں اللہ ان پر غضب ناک ہوگا اور ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔ ان کے لئے جہنم تیار ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۵ تا ۷

| | |
|---|---|
| فَوْزًا عَظِيمًا | بڑی کامیابی |
| اَلظَّانِّيْنَ | گمان کرنے والے |
| ظَنَّ السَّوْءِ | برا گمان |
| دَآئِرَةُ السَّوْءِ | مصیبت کا دائرہ۔ چکر |
| اَعَدَّ | اس نے تیار کیا ہے |
| سَآءَتْ | بری۔ بدترین |
| مَصِيْرٌ | ٹھکانا |

## تشریح: آیت نمبر ۵ تا ۷

جب نبی کریم ﷺ نے خواب میں یہ دیکھا کہ آپ عمرہ ادا کر رہے ہیں تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے جائیں۔ آپ ﷺ نے اس کا ذکر صحابہ کرامؓ سے کیا تو صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد نے آپ کے ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کو لے کر آپ عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ نے مکہ سے قریب حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اس موقع پر کفار مکہ نے اہل ایمان میں اشتعال پھیلانے اور اس غلط فہمی کو عام کرنے کی ہر ممکن

کوشش کی کہ مسلمان عمرہ ادا کرنے نہیں بلکہ عمرہ کے بہانے مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے آئے ہیں۔ کفار قریش مختلف کاروائیاں کرنے کے باوجود جب اپنی بات ثابت نہ کر سکے تو انہوں نے صلح کرنے کی بات کی اور بعض شرائط کے ساتھ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے یہ کہ اس سال تو آپ واپس چلے جائیں آئندہ سال آ کر عمرہ ادا کریں۔ کفار نے شرائط بھی ایسی رکھیں جو بظاہر مسلمانوں کے لئے توہین آمیز تھیں لیکن جب صحابہ کرامؓ نے یہ محسوس کیا کہ آپ ہر حال میں صلح کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے فیصلے کے سامنے سب خاموش رہے اور کسی طرح کا اعتراض نہیں کیا اور آپ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کرتے ہوئے سر تسلیم خم کر دیا۔ آپ ﷺ نے جانور قربان کر دیئے، احرام کھول دیئے اور مدینہ منورہ واپسی کا حکم دیا جس کی صحابہ کرامؓ نے پوری طرح تعمیل کی لیکن تمام صحابہؓ اپنے دلوں میں شدید گھٹن اور ذلت محسوس کر رہے تھے۔ ابھی مکہ سے واپسی پر چند میل ہی گئے ہوں گے کہ سورۃ فتح کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عطا کی ہے اور آپ سے جو بھی کوتاہیاں ہوگئی ہیں یا آئندہ ہوں گی وہ سب معاف کر دی گئیں۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ وہ آپ کے اوپر اپنی نعمت کو مکمل فرما دے۔ صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائے اور آپ کی زبردست مدد فرمائے۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ واقعی "صلح حدیبیہ" فتح مبین تھی کیونکہ اس صلح کی وجہ سے کفار نے جن طاقتوں سے معاہدے کر رکھے تھے ان میں پھوٹ پڑ گئی اور کفر بری طرح کمزور پڑ گئے۔ خیبر فتح ہوا۔ ساری دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں تک دین اسلام کا پیغام پہنچ گیا اور گروہ کے گروہ دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ جب سورۃ فتح کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو اللہ کا وہ کرم ہے جو اس نے آپ پر کیا ہے ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر زیر مطالعہ آیت نازل ہوئیں جن میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے اہل ایمان کے دلوں میں "سکینہ" نازل کیا یعنی کفار اور منافقین کی شدید اشتعال انگیزیوں اور مخالفتوں کے باوجود صحابہ کرامؓ مشتعل نہ ہوئے اور اللہ کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری، اعلیٰ ترین کردار، تحمل، برداشت، سنجیدگی اور وقار کا بے مثال مظاہرہ کیا حالانکہ کفار و منافقین صرف اشتعال ہی نہیں دلا رہے تھے بلکہ طرح طرح کی غلط فہمیاں بھی پیدا کر رہے تھے مثلاً مدینہ میں منافقین یہ کہہ رہے تھے کہ خواہ مخواہ موت کے منہ میں کود پڑنے سے کیا فائدہ۔ دوسری طرف کفار قریش اس بات کا بڑی شدت سے پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ مسلمان عمرہ کرنے نہیں بلکہ مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہیں لہٰذا ان کو ہر حال میں مکہ میں داخل ہونے سے روکنا ضروری ہے۔

(۱)۔ اس وقت اہل ایمان نے جس طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری کی اس کی مثال ساری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اسی کو اللہ نے "سکینہ" فرمایا ہے۔

(۲)۔ دوسری نعمت یہ عطا فرمائی کہ اہل اسلام کے ایمان و یقین میں اور ترقی عطا فرمائی اور وہ اللہ و رسول کے احکامات کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دینے سے نصیب ہوئی۔

(۳)۔ تیسری نعمت یہ ہے کہ وہ اللہ جس کے پاس آسمانوں اور زمین کے سارے لشکر موجود ہیں اس نے ان کے ذریعہ

کفار قریش کے دلوں میں رعب اور ہیبت کو ڈال دیا اور ان کی ہر سازش کو ناکام بنا دیا اور یہ سب کچھ اس اللہ کی طرف سے ہوا جو ہر بات کو جانتا ہے اور وہی اس کی حکمت سے واقف ہے۔

(۴)۔ چوتھی نعمت یہ ہے کہ ان اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ ہر طرف خوش حالی، خوشیاں اور سرسبزی و شادابیاں ہوں گی جن میں اہل ایمان ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۵)۔ پانچویں نعمت یہ ہے کہ اللہ ان کی تمام خطاؤں، لغزشوں اور بھول چوک کو معاف فرمادے گا اور یہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑی کامیابی ہے۔ فرمایا کہ اہل ایمان تو جنت کی ابدی راحتوں میں ہوں گے لیکن منافق مرد اور عورتیں، مشرک مرد اور عورتیں جنہوں نے اللہ و رسول کے خلاف طرح طرح کی بدگمانیاں پھیلا رکھی تھیں وہ اپنے جال میں اور حالات کے بھنور میں اسی طرح پھنسے رہیں گے کہ ان پر اللہ کا غضب اور لعنت برستی رہے گی اور اللہ نے ان کے لئے بدترین ٹھکانا جہنم تیار کر رکھا ہے۔ فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے سارے لشکر اللہ کے ہیں اور وہ اللہ ہر چیز کی حکمت اور راز کو پوری طرح جانتا ہے۔ وہی اہل ایمان کو پوری طرح نجات اور آخرت کی نعمتوں سے مالا مال کرے گا اور کفار کو اسی جہنم میں جھونک دیا جائے گا جو ایک بدترین ٹھکانا ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس سے بڑھ کر اہل ایمان کی کامیابی کیا ہوگی کہ اللہ ان کو دنیا میں بھی سرخ رو فرمائے گا اور آخرت میں ہر طرح کی نعمتوں سے نواز دے گا۔

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٩﴾

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَٰهَدَ عَلَيْهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

(اے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور (برے انجام سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ (کے رسول کی) مدد کرو۔ ان کا ادب و احترام کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔ بے شک جو

لوگ آپ (کے ہاتھ پر) بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان بیعت کرنے والوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر جو شخص (بیعت یعنی) وعدہ توڑتا ہے تو اس کی عہد شکنی کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور جو شخص اس کو پورا کرتا ہے جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ اس کو بہت جلد اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۰

| | |
|---|---|
| شَاھِدٌ | گواہی دینے والا |
| تُعَزِّرُوْا | تم مدد کرو |
| تُوَقِّرُوْا | تم عزت واحترام کرو |
| تُسَبِّحُوْا | تم پاکی بیان کرو |
| بُکْرَۃً | صبح |
| اَصِیْلٌ | شام |
| یُبَایِعُوْنَ | بیچ دیتے ہیں۔ بیعت کرتے ہیں |
| یَدُ اللّٰہِ | اللہ کا ہاتھ |
| فَوْقَ | اوپر |
| یَنْکُثُ | وہ توڑ ڈالتا ہے |
| اَوْفٰی | اس نے پورا کیا |
| سَیُؤْتِیْ | بہت جلد دے گا |

## تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

اس سے پہلی آیات کی تشریح میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام

عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے تو کفار مکہ بوکھلا گئے اور اس تصور سے کانپ اٹھے کہ اگر نبی کریم ﷺ اور بدر واحد، خندق وغیرہ کے فاتح صحابہ کرامؓ مکہ مکرمہ سے ہو کر بھی چلے گئے تو ساری دنیا میں قریش کا رعب ختم ہو جائے گا اور ان کی حیثیت کو بھی زبردست دھکا پہنچے گا۔ دوسری طرف بیت اللہ کی حاضری کا قانون یہ تھا کہ دوست یا دشمن کسی کو بھی بیت اللہ کی زیارت سے روکنا حرام سمجھا جاتا تھا۔ اس صورتحال سے نبٹنے کے لئے سارے قریشی سردار سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی طرح یہ بات کر دی جائے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ عمرہ کے لئے نہیں بلکہ جنگ کرنے اور مکہ پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہیں چنانچہ انہوں نے متعدد ٹولیوں کو بھیج کر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ جس کو نبی کریم ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے ناکام بنا دیا۔ مکہ والوں کو سمجھانے کے لئے آپ نے سب سے پہلے خراش ابن امیہ خزاعی کو اس پیغام کے ساتھ قریش مکہ کے پاس بھیجا کہ ہم صرف بیت اللہ کی زیارت کرنے آئے ہیں اور بس۔ کفار مکہ اس قدر بوکھلائے ہوئے تھے کہ وہ حرم میں اس اخلاقی اصول کو بھی بھول گئے تھے کہ کسی کے قاصد اور سفیر کو نہ تو قتل کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کو کسی طرح کی اذیت دی جا سکتی ہے۔ انہوں نے حضرت خراشؓ کو قتل کرنا چاہا جب کچھ لوگ بیچ میں پڑ گئے تو ان کی جان تو بچ گئی لیکن ان کے اونٹ کو جان سے مار ڈالا اور وہ کسی طرح جان چھڑا کر واپس آ گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مشورہ کے بعد حضرت عثمانؓ کو بھیجا کہ وہ مکہ والوں کو ان کی اپنی حرکتوں سے روکیں اور یقین دلائیں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ محض عمرہ اور زیارت بیت اللہ کے لئے آئے ہیں۔ چونکہ حضرت عثمانؓ کا قریش میں ایک خاص مقام تھا اس لئے انہوں نے حضرت عثمانؓ کو تو کچھ نہ کہا البتہ یہ کہا کہ ہم کسی حال میں حضرت محمد ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ حضرت عثمانؓ سے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو عمرہ ادا کر کے واپس چلے جاؤ۔ حضرت عثمان غنیؓ نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میں تنہا عمرہ ادا نہ کروں گا جب تک میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ عمرہ ادا نہ کر لیں۔ کفار نے اس بحث مباحثہ میں ان کو روک لیا۔ ادھر مسلمانوں کے لشکر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار قریش نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ اس افواہ سے مسلمان بے قابو ہونے لگے اور آپ ﷺ نے بھی اس وقت تک حدیبیہ سے واپس جانے سے انکار کر دیا جب تک خون عثمانؓ کا بدلہ نہ لے لیا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی اپنے اس عزم کا اعلان کر دیا کہ اب کچھ بھی ہو جائے ہم یہاں سے واپس نہ جائیں گے۔ بے شک ہم جنگ کے ہتھیار ساتھ نہیں لائے لیکن اپنی جانیں لڑا دیں گے خون عثمانؓ کا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور تمام صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔ تمام صحابہ کرامؓ نے بیعت کر لی اس وقت حضرت عثمانؓ موجود نہ تھے تو آپ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ اس طرح آپ نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی شان اور عظمت میں قیامت تک کے لئے چار چاند لگا دیئے۔

جب کفار قریش کو مسلمانوں کے جوش و خروش اور اس بیعت کا علم ہوا تو انہوں نے اطلاع کرا دی کہ حضرت عثمانؓ زندہ ہیں اور ان کے شہید کئے جانے کی اطلاع غلط ہے۔ اس موقع پر جو بیعت لی گئی اس کو "بیعت رضوان" کہا جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہ کرامؓ کے اس پر خلوص جذبے کو پسند فرمایا اور ارشاد ہوا کہ جس نے بھی نبی کریم ﷺ کے ہاتھ

پر بیعت کی ہے گویا اس نے اللہ سے بیعت کی ہے۔ آپ کے دست مبارک کو اللہ نے اپنا ہاتھ قرار دے کر حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے جذبے کو ابدی عظمت سے ہمکنار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ ﷺ کو "شاہد" بنا کر بھیجا ہے یعنی حقیقت اور سچائی کا اظہار کرنے والا اور قیامت میں اہل ایمان کی صداقتوں اور ایمان کی گواہی دینے والا اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے یعنی حسن عمل کرنے والوں کے بہتر انجام کی خوش خبری دینے والا اور ہر خطا کار کو اس کے برے انجام سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ ہر شخص آپ پر ایمان لائے اور وہ اہل ایمان ان کی عزت و توقیر کے ساتھ ساتھ ہر طرح ان سے تعاون کریں۔ صبح و شام اللہ کی حمد و ثنا کریں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب آپ (ان سے صحابہ کرامؓ سے درخت کے نیچے) بیعت لے رہے تھے تو در حقیقت وہ (ہمارے بندے اور بندے) حضرت محمد ﷺ سے نہیں بلکہ اللہ سے بیعت کر رہے تھے وہ ہاتھ ان کا نہ تھا بلکہ اللہ کا ہاتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب جو شخص بھی اس عہد کو توڑے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو اپنے اس عہد اور بیعت کی پابندی کرے گا تو وہ وقت بہت قریب ہے جب اللہ ان لوگوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۱۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

(اے نبی ﷺ) عنقریب وہ دیہاتی جو (حدیبیہ کے موقع پر) پیچھے رہ گئے تھے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور گھر والوں نے مشغول کر لیا تھا (یعنی فرصت ہی نہ لینے دی) تو آپ ہمارے لئے دعائے مغفرت کر دیجئے۔ (اللہ نے فرمایا) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی زبانوں سے وہ بیان کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تمہیں کوئی نقصان یا نفع پہنچانا چاہے تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور ہے جس کو یہ اختیار حاصل ہو (وہ نقصان یا نفع پہنچا سکے)؟ بلکہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔ تم نے تو یہ سمجھ لیا تھا کہ اب پیغمبر اور اہل ایمان کبھی پلٹ کر اپنے اہل و عیال کے پاس نہیں آئیں گے۔ اور یہ بات تمہارے دلوں کو بھلی لگتی تھی اور تم نے (بہت سے) بدترین گمان قائم کر رکھے تھے۔ اور تم ہو ہی برباد ہو جانے والے (یاد رکھو) جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے گا تو ہم نے ایسے کافروں کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی ملکیت اللہ ہی کے لئے ہے وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے عذاب دے (لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ) اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

اَلْمُخَلَّفُوْنَ پیچھے رہ جانے والے

اَلْاَعْرَابُ دیہاتی۔ گاؤں والے

شَغَلَتْ مشغول کر لیا

اَلْسِنَةٌ (لِسَانٌ) زبانیں

ضَرٌّ نقصان (دینے والا)

لَنْ یَّنْقَلِبَ ہرگز نہ لوٹے گا

زُیِّنَ ۔ خوبصورت بنا دیا گیا

بُوْرٌ ۔ تباہ و برباد ہونے والا

سَعِیْرٌ ۔ دھکتی آگ ۔ جہنم

## تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

نبی کریم ﷺ عمرہ کی نیت سے ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کے ساتھ مکہ کی طرف تشریف لے گئے ۔ اس وقت سب کو معلوم تھا کہ آپ زیارت بیت اللہ ۔ کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں سوائے منافقین کے تقریباً سب ہی صحابہ کرامؓ عمرہ کے لئے روانہ ہوگئے ۔ منافقین کا یہ خیال تھا کہ اب مسلمان کفار کے گڑھ میں جا رہے ہیں وہاں سے سب کا بچ کر آنا ممکن نہیں ہے تو انہوں نے مختلف بہانے تراش کر آپ کے ساتھ مکہ مکرمہ جانے سے اپنے پہلو کو بچا لیا ۔ جب صلح حدیبیہ کے ذریعہ اللہ نے مسلمانوں کو زبردست کامیابی عطا فرمادی جس سے دنیا بھر میں اللہ کے پیغام کو فروغ حاصل ہوا تو اس وقت مدینہ کے آس پاس کے وہ لوگ جو ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کے دلوں نے ایمان کی پختگی حاصل نہ کی تھی اور ان کی کچھ ہمدردیاں کفار قریش کے ساتھ بھی تھیں آ کر طرح طرح کی بہانے بازیاں شروع کر دیں ۔ کہنے لگے کہ ہماری تو دلی آرزو یہی تھی کہ ہم آپ کے ساتھ جانے کی سعادت حاصل کرتے مگر ہمارے لئے مشکل یہ تھی کہ ہمارے گھر والوں اور گھر کے سامان اور مویشیوں کی دیکھ بھال اور حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا اس لئے ہم پیچھے رہ گئے ورنہ ہماری تو دلی خواہش یہی تھی کہ ہم آپ کے ساتھ جاتے ۔ ہمیں اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوگئی ۔ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اب ہم سے یہ خطا اور قصور تو ہوگیا اب آپ ہمارے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کر دیجئے تا کہ اللہ ہماری اس غلطی کو معاف فرما دے ۔ فرمایا کہ یہ لوگ جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں یہ ان کے دلوں کی باتیں نہیں ہیں ۔ یہ ہر بات میں نفع اور نقصان کے پہلو کو دیکھتے ہیں حالانکہ کسی کو نفع دینا یا نقصان پہنچانا یہ اللہ کا کام ہے جو انسانوں کی ہر بات سے بہت اچھی طرح واقف ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دراصل ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اب اللہ کے رسول اور اہل ایمان اپنے گھروں کو واپس نہ لوٹیں گے لہٰذا اپنی جانیں کھپانے سے کیا فائدہ یہ خیال ان کے دلوں میں اس طرح جم چکا تھا کہ انہوں نے اللہ کے بارے میں بہت ہی برے گمانوں کو دلوں میں پال رکھا تھا جس نے انہیں برباد کر کے رکھ دیا تھا ۔ اللہ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر یقین و ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے جہنم کی بھڑکتی آگ تیار ہے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے ۔ فرمایا کہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آسمانوں اور زمین

میں جو کچھ بھی ہے اس کا مالک صرف ایک اللہ ہی ہے جس کی ہر طرح قدرت ہے وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے عذاب دے لیکن خدا اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ وہ پھر بھی لوگوں کے گناہوں کو معاف کر کے ان پر مہربانیاں فرماتا رہتا ہے۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾

الربع ۲

### ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷

پیچھے رہ جانے والے عنقریب یہ بات کہیں گے کہ جب تم (خیبر کے) مال غنیمت کو لینے جاؤ گے تو ہمیں بھی اجازت دے دو تاکہ ہم تمہارے ساتھ چلیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل ڈالیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم (اس موقع پر) ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اللہ نے پہلے سے یہ بات کہہ دی ہے۔ پھر وہ کہیں گے کہ (بات یہ ہے) تم ہمارے بھلے سے جلتے ہو۔ بلکہ وہ بات کو بہت کم سمجھتے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ تمہیں بہت جلد ایک

ایسی قوم سے مقابلے کی دعوت دی جائے گی جو سخت جنگ جو ہوں گے۔ تم ان سے جنگ کرتے رہو گے یا وہ اطاعت قبول کرلیں گے۔ پھر اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تمہیں بہترین درجہ عطا فرمائے گا اور اگر تم نے سرکشی کی (اطاعت نہ کی) جس طرح تم اس سے پہلے (حدیبیہ کے موقع پر) سرکشی و نافرمانی کرچکے ہو تو وہ تمہیں دردناک سزا دے گا۔

نہ تو اندھے پر کوئی گناہ ہے نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے۔ جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص (اطاعت و فرماں برداری سے) منہ پھیرے گا تو وہ اس کو بدترین عذاب دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷

| | |
|---|---|
| اِنْطَلَقْتُمْ | تم چلے |
| مَغَانِمَ | مال غنیمت |
| ذَرُوْا | چھوڑ دو |
| تَحْسُدُوْنَ | تم حسد کرتے ہو |
| لَا يَفْقَهُوْنَ | وہ نہیں سمجھتے ہیں |
| سَتُدْعَوْنَ | تم بہت جلد بلائے جاؤ گے |
| اُولِىْ | والے |
| بَاْسٍ شَدِيْدٍ | سخت لڑائی۔ بڑی جنگ |
| تُقَاتِلُوْنَ | تم جنگ کرو گے |
| يُسْلِمُوْنَ | وہ اسلام لاتے ہیں |
| تَوَلَّيْتُمْ | تم پلٹ گئے۔ تم نے منہ پھیرا |

الاعمیٰ — اندھا

حرج — گناہ۔ تنگی

الاعرج — لنگڑا

## تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷

صلح حدیبیہ کے بعد جب اہل ایمان جنوب کی طرف سے مطمئن اور صلح کی شرائط کے مطابق کفار قریش کے حملے سے محفوظ ہو گئے تو آپ نے خیبر کے اس علاقے کی طرف توجہ فرمائی جو یہودی سازشوں کا مرکز بن چکا تھا اور ان سے اہل ایمان کو شدید خطرات تھے۔ یہ خیبر کے یہودی تھے جنہوں نے کفار قریش کو مدینہ منورہ پر حملے کے لئے اکسایا تھا اور ان کی ہر طرح مدد کی تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد ذی الحجہ میں آپ تمام صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ ابھی کچھ زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ آپ نے یہودی سازشوں کے مرکز خیبر پر حملے کا منصوبہ بنا لیا اور محرم میں آپ ﷺ نے ان تمام صحابہ کے ساتھ جو بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ میں شریک تھے ان کو ساتھ لیا اور اللہ کے حکم سے پیش قدمی شروع کر دی اور بہت تھوڑے عرصے میں خیبر، فدک اور وادی القریٰ کے علاقے فتح کر لئے۔ جب نبی کریم ﷺ نے خیبر جانے کا ارادہ کیا تو وہ لوگ جو عمرہ کے لئے ساتھ نہیں گئے تھے وہ سب کے سب دیہاتی کچھ شرمندگی کی وجہ سے اور کچھ مال غنیمت کے لالچ میں غزوہ خیبر میں ساتھ جانا چاہتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ نے اس غزوہ میں صرف ان ہی صحابہ کرام کو چلنے کی اجازت دی جو صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے وقت موجود تھے۔ جب ان دیہاتیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے مسلمانوں سے کہنا شروع کیا کہ تم ہمیں اس لئے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے کہ تم ہم سے جلتے ہو اور تمہیں اندیشہ ہے کہ ہم مال غنیمت میں سے کچھ لے لیں گے تو تمہارے حصے میں کمی آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب اہل ایمان مال غنیمت کے لئے نہیں بلکہ اللہ و رسول کی فرماں برداری میں جا رہے ہیں۔ اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے لڑیں گے اور مال غنیمت کے بھی مستحق ہوں گے۔ دراصل یہ دیہاتی اللہ کے فیصلے کو بدلنا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ کے فیصلے بدلے نہیں جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر انہیں جنگ میں حصہ لینے کا اتنا ہی شوق ہے تو وہ ذرا صبر سے کام لیں۔ کیونکہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب ان کو زبردست اور سخت قوم سے جنگ کے لئے بلایا جائے گا۔ ان سے جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک وہ دین اسلام کے سامنے اپنے ہتھیار نہ ڈال دیں۔ وہی ان کے امتحان کا وقت ہوگا۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس شدید جنگ سے مراد قیصر و کسریٰ جو دنیا کی عظیم سلطنتیں تھیں اور ساری دنیا پر ان کا قبضہ تھا ان سے جنگ کیے جانے کی پیش گوئی کی جا رہی ہے۔ جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کی طاقتوں سے ٹکرانے اور جنگ کرنے کا واقعہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں پیش آیا اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب دنیا کی ساری طاقت ور قومیں اور سلطنتیں

ان کے قدموں کے نیچے ہوں گی۔ چنانچہ خلفاء راشدین کے دور میں تقریباً ساری دنیا پر صرف اسلام ہی کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی واضح کر کے بتا دیا کہ جن لوگوں کو واقعی عذر تھا ان کے لئے معافی ہے جیسے نابینا، لنگڑا، مریض اور بیمار وغیرہ۔ فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور جو منہ پھیرے گا اس کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱**

یقیناً اللہ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ لوگ ایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ پھر اللہ نے ان کے دلوں کے حال کو جان لیا تھا۔ پھر اس نے ان پر سکینہ (سکون قلب) نازل کیا اور ان کو اس کے بدلے میں ایک ایسی فتح عنایت کی جو قریب ہی تھی۔ اور ان کو بہت سا مال غنیمت بھی دیا جس کو وہ حاصل کر رہے تھے۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اللہ تم سے اور بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر چکا ہے جنہیں تم (بہت جلد) حاصل کرو گے اس لئے اس نے

فوری طور پر یہ مال غنیمت عطا کر دیا ہے۔ اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا ہے تا کہ یہ بات مومنوں کے لئے ایک نشانی بن جائے اور وہ تمہیں صراط مستقیم کی ہدایت دیدے۔ اور ایک دوسری فتح بھی (ملنے والی) ہے جس پر تمہیں ابھی قدرت حاصل نہیں ہے مگر اس کو اللہ نے گھیر رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

| | |
|---|---|
| رَضِیَ | راضی ہو گیا |
| تَحْتَ الشَّجَرَۃِ | درخت کے نیچے |
| اَلسَّکِیْنَۃُ | اطمینان و سکون |
| اَثَابَ | اس نے بدلہ دیا۔ پلٹا دیا |
| عَجَّلَ | اس نے جلدی کی |
| کَفَّ | اس نے روک لیا |
| اُخْرٰی | دوسری |
| لَمْ تَقْدِرُوْا | تم نے قابو نہیں پایا |

## تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش نے اس غلط فہمی کو زبردست پروپیگنڈا کر رکھا تھا کہ اہل ایمان عمرہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ جنگ کرنے اور مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے کفار قریش کو سفارتی سطح پر سمجھانے کی کوشش کی اور بتا دیا کہ ہمارا مقصد صرف عمرہ ادا کرنا ہے جنگ کرنا نہیں۔ آخر میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ ہم صرف عمرہ ادا کر کے چلے جائیں گے۔ حضرت عثمان نے بھی کفار قریش کو سمجھانے کی کوشش کی مگر کفار نے کسی بھی بات کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اس بحث مباحثہ میں اتنی دیر ہو گئی کہ حضرت عثمان کے نہ آنے سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ میں

بے چینی بڑھنا شروع ہوئی۔ اسی دوران یہ خبر پھیل گئی کہ کفار قریش نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا۔ اس خبر کے پھیلتے ہی ایک کہرام مچ گیا۔ نبی کریم ﷺ ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرامؓ سے بیعت لی کہ جب تک ہم حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ نہیں لے لیتے اس وقت تک ہم واپس نہیں جائیں گے یعنی ہم مر جائیں گے مگر دشمن کو پیٹھ دکھا کر نہ جائیں گے۔ اسلامی تاریخ میں اس بیعت کو "بیعت رضوان" کہا جاتا ہے۔

اس بیعت میں چودہ سو صحابہ کرامؓ نے عہد کیا جس میں خلفاء راشدینؓ بھی شریک تھے چونکہ حضرت عثمانؓ جو خلیفہ راشد ہیں وہ مکہ میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ اس طرح اس بیعت رضوان میں چاروں خلفاء راشدین شریک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام صحابہ کرامؓ کو جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر درخت کے نیچے بیعت کی تھی ان کے متعلق فرمایا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ فرمایا کہ اللہ کو صحابہ کرامؓ کے جذبے اور خلوص کا اچھی طرح علم تھا اس لئے اللہ نے ان پر "سکینہ" نازل فرمایا یعنی اس بے سکونی، بے چینی اور گھبراہٹ کے وقت ہر طرح کے اضطراب اور پریشانی کے مقابلے کے لئے ان کے دلوں میں اطمینان و سکون پیدا فرما دیا اور اس واقعہ کو بہت قریبی فتح کی بنیاد بنا دیا۔ اس میں فتح مکہ اور فتح خیبر کی طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ اب تم بہت جلد (فتح خیبر کے ذریعہ) بہت سا مال غنیمت بھی حاصل کرو گے اور بہت جلد مکہ فتح ہو کر ہر طرف دین اسلام کا فروغ ہو گا جس سے ہزاروں فائدے اور مال غنیمت ہاتھ آئے گا۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک بڑا نازک وقت تھا کیونکہ مدینہ منورہ کے سب لوگ حدیبیہ میں موجود تھے مدینہ منورہ خالی تھا یہود اور مشرکین کے قبیلے ان پر چڑھائی کر سکتے تھے۔ ادھر جو صحابہ کرامؓ عرب کے رواج کے مطابق صرف ایک ایک تلوار ہاتھ میں لے کر عمرہ کی نیت سے آئے تھے اور کفار کے بستے گئے گڑھ کے قریب تھے وہ کفار ان پر حملہ کر کے ان کو شدید نقصان پہنچا سکتے تھے لیکن اللہ نے ان کفار کو اس طرف سوچنے کا موقع ہی نہ دیا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھا یہ بھی اللہ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت تھی۔

کیونکہ اللہ کی یہ مشیت تھی کہ وہ اہل ایمان کے خلوص اور ہمت و طاقت کو ایک نشانی بنا دے اور ان کو ہدایت کے جو بھی مقام اور مرتبے حاصل تھے ان میں اور اضافہ و ترقی فرما دے۔ اللہ نے ساتھ ہی ساتھ اس بات کی خوش خبری بھی عطا فرما دی کہ اس صبر و تحمل اور سکینہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں ان علاقوں پر بھی فتح و نصرت عطا فرمائے گا جو ابھی تک مسلمانوں کے ہاتھ میں تو نہیں آئے لیکن اللہ نے ان کو گھیر لیا ہے اور بہت جلد وہ اہل ایمان کو عطا کر دیئے جائیں گے کیونکہ اس کائنات میں ساری طاقت و قدرت صرف اللہ کے لئے ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ سے راضی ہونے کی خوش خبری عطا فرمائی ہے یعنی جس طرح غزوہ بدر میں شریک صحابہ کرامؓ کی یہ شان ہے کہ اللہ ان سے ہمیشہ کے لئے راضی ہو گیا اسی طرح بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرامؓ سے راضی ہو جانے کی خوش خبری بھی عطا کی گئی ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان کے متعلق اس

موقع پر فرمایا" اَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ "یعنی تم روئے زمین کے تمام لوگوں سے بہتر ہو۔ (بخاری و مسلم)

ام بشر سے روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ" مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ (مسلم شریف)

یعنی جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

قرآن کریم اور ان روایت سے یہ ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام وہ ہیں جن سے اللہ قیامت تک کے لئے راضی ہو گیا ہے یہ نہ صرف صاحبان ایمان ہیں بلکہ اللہ نے ان کی مغفرت کا وعدہ بھی فرما لیا ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ (نعوذ باللہ) حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تمام صحابہ کرامؓ مرتد ہو گئے تھے، وہ لوگ ان آیات اور احادیث کی روشنی میں غور کریں کہ وہ اللہ کے پیارے نبی ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے متعلق کس قدر بے ہودہ عقیدہ رکھتے ہیں اور اپنی عاقبت کی فکر نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کی اطاعت و محبت اور صحابہ کرامؓ کی عظمت و شان کو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا
الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٢٢﴾ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾
وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ
مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٢٤﴾
هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ
مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ
لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ

ربع ۳ / ۱۱

لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٢٦﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ٢٢ تا ٢٦**

اور اگر یہ کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔ پھر وہ کسی کو نہ تو حمایتی پاتے اور نہ کسی کو اپنا مددگار۔

اور یہ اللہ کی وہ سنت ہے جو پہلے ہی سے چلی آرہی ہے۔ اور تم اس کے طریقے میں کبھی کوئی تبدیلیاں نہ پاؤ گے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں مکہ کی سرحد میں ان کافروں پر قابو پا جانے کے باوجود ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا تھا۔ تم جو کچھ کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔

یہ وہی تو ہیں جنہوں نے کفر کیا۔ تمہیں مسجد حرام سے اور قربانی کے جانوروں کو جو (حدیبیہ کے مقام پر) رکے ہوئے تھے) ان کے ٹھکانے (قربان گاہ) پر پہنچنے سے روک دیا تھا۔ اور اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم ان مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو جنہیں تم پہچانتے نہ تھے ان کو بے خبری میں تم روند ڈالتے اور پھر تمہیں ان بے گناہوں کی وجہ سے نقصان پہنچتا۔ یہ جنگ روکی نہ جاتی۔ وہ اس لئے روکی گئی کہ وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر دے۔ البتہ اگر (یہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں) الگ ہو گئے ہوتے تو ہم (ان میں سے جو) کافر تھے ان کو سخت اور درد ناک عذاب دیتے۔

اور جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں غیرت و حمیت کو جگہ دی جو جہالت کی غیرت و حمیت تھی تو اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول اور ایمان والوں پر سکینہ (سکون قلب) نازل کیا اور اس نے ان (اہل ایمان کو) پرہیزگاری پر جمائے رکھا۔ اور مسلمان ہی اس تقویٰ کی بات کے زیادہ حق دار اور اس کلمہ حق کے اہل تھے۔ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۶

| | |
|---|---|
| لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ | وہ ضرور پیٹھ پھیریں گے |
| قَدْ خَلَتْ | یقیناً گذر گئی |
| بَطْنٌ | پیٹ۔ درمیان |
| اَظْفَرَ | اس نے قابو دیا |
| مَعْكُوْفٌ | رکا ہوا |
| اَنْ يَّبْلُغَ | یہ کہ وہ پہنچے |
| مَحِلَّهٗ | اپنی جگہ |
| اَنْ تَطَئُوْا | یہ کہ تم روند ڈالو |
| مَعَرَّةٌ | دکھ۔ گناہ۔ تکلیف |
| لَوْ تَزَيَّلُوْا | اگر وہ الگ ہو جاتے۔ ٹل جاتے |
| اَلْحَمِيَّةُ | غیرت۔ ضد۔ ہٹ |
| اَلْزَمَ | اس نے لازم کردیا |
| اَحَقُّ | زیادہ حق دار |

## تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۶

صلح حدیبیہ کے واقعات اور اس کی مصلحتوں کو بیان کیا جا رہا ہے۔ ارشاد ہے کہ بے شک اللہ نے کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے اور جوابی کاروائی کرنے سے اور جذباتی لمحات میں اہل ایمان کو کفار پر حملہ کرنے سے روک دیا تھا لیکن اگر مسلمانوں کی غربت و بے بسی کے باوجود جنگ ہو جاتی تو کفار کو پیٹھ دکھا کر بھاگنا پڑتا اور ان کفار کی کسی قبیلے یا قوم کی طرف سے کوئی مدد نہ ہو سکتی اور ان کفار کو زبردست شکست اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا لیکن اللہ کی مصلحت یہ تھی کہ اس وقت جنگ نہ ہوتا کہ فساد اور شر پھیلانے والوں کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا جائے اور جنگ کے نتیجے میں وہ بہت سے لوگ جو ایمان قبول کر چکے تھے یا ذاتی طور پر دین اسلام سے متاثر ہو کر اپنے ایمانی جذبوں کو چھپائے ہوئے تھے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے کیونکہ جب باہمی جنگ شروع ہو جاتی تو کفار اہل

ایمان کو نقصان پہنچاتے یا اہل ایمان جب حملہ کرتے تو بے خبری میں سب کو روندتے چلے جاتے۔ اس لئے اللہ نے ایسے حالات پیدا فرما دیئے کہ ہر حال میں صلح ہو جائے اور جنگ کی نوبت نہ آسکے۔ صلح حدیبیہ جس کو اہل ایمان اس کی بعض شرائط کی وجہ سے اپنے لئے توہین آمیز محسوس کر رہے تھے اس میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ تھیں جن کے بہترین اثرات کو ہر اہل ایمان نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی باتوں اور مصلحتوں کو زیر مطالعہ آیات میں بیان ارشاد فرمایا ہے۔

اگر یہ صلح نہ ہوتی اور تم کافروں سے قتال و جہاد کرتے تو یہ کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے اور اس وقت ان کفار کی حمایت اور مدد کرنے کوئی نہ پہنچتا۔ اللہ کا یہی دستور و قانون ہے (کہ جو اس نے ہمیشہ کفار و مشرکین کے متعلق اختیار فرمایا ہے) نبی ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ اللہ کے قانون اور دستور میں کبھی تبدیلی نہ پائیں گے۔ اس اللہ نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے تھے اور وہ بھی عین مکہ (مقام حدیبیہ جو مکہ سے قریب ہے) جب کہ اس نے تمہیں ان کفار پر غلبہ بھی دے دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں پر نگران ہے اور دیکھ رہا ہے۔ فرمایا کہ (تمہیں یہ معلوم ہے کہ) یہ کفار وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر و انکار کا طریقہ اختیار کیا۔ انہوں نے عمرہ کی ادائیگی سے مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جو جانور تھے ان کو منیٰ جانے سے روکا۔ ان باتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ جنگ کے ذریعہ ان کفار کو تہس نہس کر دیا جاتا لیکن جنگ نہ کرنے میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ مکہ میں بہت سے اہل ایمان مرد اور عورتیں وہ تھے جو کفار کے ہاتھوں میں پھنسے ہوئے تھے وہ اہل ایمان کے ہاتھوں بے خبری میں مارے جاتے اور روندے جاتے۔ یہ اس لئے بھی کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر یہ اہل ایمان مکہ میں نہ ہوتے تو ہم مومنوں کے ہاتھوں کفار کو دردناک سزا دلاتے کیونکہ یہ کفار پھر سے اسی جاہلیت کی ضد اور عصبیت پر قائم تھے لیکن اللہ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر "سکینہ" سکون قلب (اور اطاعت رسول کے جذبے) کو نازل فرمایا اور ان اہل ایمان کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا کیونکہ وہی اہل ایمان اس کے زیادہ حق دار بھی تھے۔ اللہ وہ ہے جو ہر بات کی مصلحت اور حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۗ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۾ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَــظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹

ع ۴ / ۱۲

## ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو برحق تھا۔ کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم ضرور مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ داخل ہوگے۔ سر منڈوتے یا اپنے سروں کے بال کترواتے ہوئے اس طرح داخل ہوگے کہ تمہیں کسی طرح کا خوف نہ ہوگا۔ پھر اللہ ان باتوں سے خوب اچھی طرح واقف ہے جسے تم نہیں جانتے۔ پھر اللہ نے (مسجد حرام میں داخلے سے پہلے) ایک فتح عنایت کردی جو بہت قریب تھی۔

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے۔ اور اللہ گواہی کے لئے کافی ہے کہ (حضرت) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اور وہ (صحابہ کرامؓ) جو ان کے ساتھ ہیں (ان کی خصوصیت یہ ہے کہ) کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحم وکرم کا پیکر ہیں۔ تم انہیں کبھی رکوع اور کبھی سجدوں میں دیکھو گے۔ وہ اللہ کا فضل وکرم اور اس کی رضامندی (حاصل کرنے میں) لگے رہتے ہیں۔ ان کی (سچائی اور صداقت) کی علامت سجدوں کی کثرت سے ان کے چہروں پر نمایاں ہے جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی (عظمتوں کی) مثالیں توریت اور انجیل میں موجود ہیں۔ (ان کی مثال ایسی ہے) جیسے ایک کھیتی کہ اس نے کونپل نکالی پھر اس کو سہارا دیا اور وہ بڑھ کر موٹی ہوئی پھر وہ کھیتی اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی جو کاشت کرنے والوں کو خوش منظر دکھائی دینے لگی۔ (اسی طرح صحابہ رسول بھی مضبوط ہوں گے) تاکہ اللہ ان کافروں کو غیظ وغضب میں جلا کردے۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو اللہ نے ان سے بہت بڑی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

| | |
|---|---|
| صَدَقَ اللّٰهُ | اللہ نے سچ فرمایا |
| اَلرُّءْيَا | خواب |
| لَتَدْخُلُنَّ | البتہ تم ضرور داخل ہو گے |
| اٰمِنِيْنَ | امن والے۔ سکون والے |
| مُحَلِّقِيْنَ | سر کے سارے بال منڈوانے والے |
| رُءُوْس (رَأْس) | سر |
| مُقَصِّرِيْنَ | بال چھوٹے کرنے والے۔ قصر کرنے والے |
| دُوْنَ ذٰلِكَ | اس کے سوا۔ اس کو چھوڑ کر |
| اَرْسَلَ | اس نے بھیجا |
| اَلْهُدٰى | ہدایت۔ رہنمائی |
| لِيُظْهِرَهٗ | تاکہ وہ اس کو غالب کر دے |
| كَفٰى | کافی ہے |
| شَهِيْدٌ | گواہ |
| اَشِدَّآءُ | زبردست۔ زوردار |
| رُحَمَآءُ | نرم دل |
| تَرٰى | تو دیکھتا ہے |
| يَبْتَغُوْنَ | وہ تلاش کرتے ہیں |
| رِضْوَانٌ | رضا۔ مرضی |
| سِيْمَآءُ | علامت۔ پیشانی |
| اَثَرِ السُّجُوْدِ | سجدوں کا اثر۔ سجدوں کے نشان |
| زَرْعٌ | کھیتی |
| شَطْئٌ | ڈنٹھل۔ کونپل |
| اٰزَرَ | اس نے قوت دی |

| | |
|---|---|
| اِسْتَغْلَظَ | وہ موٹا ہوا |
| اِسْتَوٰی | وہ سیدھا ہوا |
| سُوْق | پنڈلی |
| یُعْجِبُ | وہ خوش کرتا ہے |
| اَلزُّرَّاعُ | کاشت کار |
| لِیَغِیْظَ | تاکہ وہ غصہ دلائے |
| اَجْرًا عَظِیْمًا | بڑا اجر و ثواب |

## تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۹

جیسا کہ سورۃ فتح کی ابتدا میں اس کی تفصیل عرض کر دی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ۶ھ میں ایک خواب دیکھا کہ آپ بیت اللہ شریف میں عمرہ ادا کر رہے ہیں۔ چونکہ نبی کا خواب وحی کا درجہ رکھتا ہے اس لئے صحابہ کرامؓ سمجھ گئے کہ اب وقت آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار پر غلبہ عطا فرمانے والے ہیں اور مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اپنے طور پر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آس پاس کی ان بستیوں میں بھی کچھ لوگ تیار ہو گئے جو ایمان لا چکے تھے۔

تقریباً چودہ سو صحابہؓ جانے کے لئے تیار ہو گئے تو نبی کریم ﷺ اسی سال عمرہ ادا کرنے کا ارادہ فرما کر روانہ ہو گئے۔ حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا جو مکہ مکرمہ سے قریب تر جگہ ہے۔ کفار نے آپ کو بیت اللہ شریف سے روکا۔ آخر کار وہ صلح پر آمادہ ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ان سے صلح پر آمادگی ظاہر فرما دی اور آپس میں ایک صلح نامہ تیار ہو گیا۔ جس میں آپ نے اس شرط کو بھی مان لیا کہ اس سال نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال آکر عمرہ ادا کریں گے۔ چنانچہ آپ نے حدیبیہ کے مقام پر قربانی کے جانور ذبح کئے، احرام کھول دیا اور واپسی کا سفر اختیار فرمایا۔ اس موقع پر بعض صحابہ کرامؓ کے دل میں یہ بات آئی کہ اللہ کے رسول ﷺ کا خواب تو پورا نہ ہو سکا۔

اس پر زیر مطالعہ آیات نازل فرما کر اللہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول ﷺ کا خواب سچا خواب ہے جو بہت جلد پورا ہو کر رہے گا۔ اہل ایمان مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور پورے امن و اطمینان کے ساتھ ان کی حاضری ہو گی اور پھر وہ اپنے سروں کو منڈوائیں گے یا بالوں کو کم کرائیں گے۔ وہ کسی طرح کا خوف اور اندیشہ دل میں نہ لائیں گے کیونکہ اللہ کو اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ اس کے کیا نتائج ہیں اور ان کو بہت جلد فتح و نصرت بھی عطا کی جائے گی کیونکہ اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ دین اسلام کو ہر مذہب پر غالب فرما دیں اور اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور جو بھی ان کے ساتھ ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت ہیں یعنی جب بھی ان کو اللہ و رسول کا حکم پہنچے گا تو پھر وہ اس کی تعمیل میں کمی نہ کریں گے اور کوئی رشتہ ناطہ آڑے نہ آسکے گا وہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے بہترین احسان اور نرم دلی کا مظاہرہ کرتے نظر آئیں گے۔

ان سے کوئی بھی سوائے اللہ کے فضل و کرم کی تلاش اور اس کی رضامندی و خوشنودی کے لئے ہوں گے۔ وہ اللہ کی عبادت و بندگی اس طرح کرتے ہوں گے کہ ان کے چہروں کا نور اور سجدوں کے نشانات چمکتے دمکتے ہوں گے۔ فرمایا کہ ان کی مثالیں توریت میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی۔ تکمیل دین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ دین مکمل ہو کر رہے گا جس طرح ایک پودا پہلے اپنی کونپل نکالتا ہے پھر وہ مضبوط ہوتا ہے پھر وہ کونپل موٹی ہو کر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے اور پھر کسان اس کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اسی طرح اسلام کا پودا بھی سرسبز و شاداب ہوگا اور کافر اس کو دیکھ کر سوائے اپنی بوٹیاں نوچنے کے اور کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالح رکھنے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

☆ تاریخ گواہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پہلے سال تو عمرہ ادا نہ کر سکے آئندہ سال ۷ ہجری میں آپ نے عمرہ قضا ادا فرمایا۔ اور قرآن کریم میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ بھی پورا ہو کر رہا۔ صلح حدیبیہ ہونے کے بعد دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام بہت تیزی سے آگے بڑھا۔ موافق فضا پیدا ہوئی۔ خیبر کا ایک مستقل علاقہ فتح کرنے کے بعد اسلامی ریاست کی بنیاد پڑ گئی۔

مدینہ میں رہنے والے کفار و مشرکین شکست کھا کر دب گئے اور کفار پر مکمل غلبہ اور فتح کی راہ ہموار ہو گئی۔ اظہار دین اور غلبہ دین کا کام آسان ہو گیا۔ عمرہ ادا کرنے کے ایک سال بعد ۸ھ میں بغیر جنگ کے مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور اس طرح خیبر سے حجاز تک اسلامی سلطنت بن گئی۔

دو سال بعد حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ نے دین اسلام کو نہ صرف مکمل غلبہ اور عظیم طاقت بنا دیا تھا بلکہ وہ دین جس کو حضرت آدمؑ لے کر آئے تھے اور تمام انبیاء کرامؑ اور رسول اسی دین کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے تھے اسی دین اسلام کو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر مکمل فرما دیا گیا اور ختم نبوت کو بھی آپ کی ذات پر مکمل کر دیا گیا تاکہ اس تاریخی انقلاب سے وہ حالات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں جن حالات کی بنا پر تعلیمات الٰہی ختم ہو گئیں یا ان میں تحریف کر دی گئی تھی اور جن حالات میں نئے نبی کی ضرورت پڑتی ہے۔

چونکہ دین مکمل ہو گیا اور اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اپنے اوپر رکھ لیا تو اب قیامت تک نہ تو کسی دین اور کسی شریعت کی ضرورت ہے اور نہ کسی نئے نبی یا رسول کی۔

حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ ان کی امت آخری امت ہے اور قرآن کریم اللہ کا آخری پیغام ہے۔

☆ اصل میں توریت اور انجیل میں حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک اور وہ تمام نشانیاں موجود تھیں جنہیں اہل کتاب نے ختم کرنے کی کوشش کی مگر بہت کچھ تبدیلیوں کے باوجود آج بھی توریت اور انجیل میں وہ نشانیاں موجود ہیں جو نبی کریم ﷺ کی صداقت و نبوت اور صحابہ کرامؓ کی عظمت کو ظاہر کرتی ہیں۔

ان آیات کے ساتھ ہی الحمد للہ سورۃ الفتح کی آیات کا ترجمہ اور اس کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# پارہ نمبر ۲۶

# حٰمٓ

# سورۃ نمبر ۴۹

# الحُجُرَات

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

# تعارف سورۃ الحجرات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

| سورۃ نمبر | 49 |
| --- | --- |
| کل رکوع | 2 |
| آیات | 18 |
| الفاظ و کلمات | 350 |
| حروف | 1573 |
| مقام نزول | مدینہ منورہ |

☆ اس سورۃ میں ہر مومن کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا احترام اور تعظیم کرے اس کے لیے کچھ آداب بتائے گئے ہیں۔

(1) پہلا ادب یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھے یعنی کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو۔ اللہ اور رسول کے مقابلے میں اپنی رائے سے کوئی فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ وہی کام کرے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔

(۲) فرمایا کہ تم اپنی آواز کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچا نہ کرو بلکہ ان کی آواز سے اپنی آواز کو پست رکھو۔ اللہ کو یہی پسند ہے۔

(۳) فرمایا کہ تم نبی کریم ﷺ کو اس طرح مخاطب نہ کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو خطاب کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اس بے ادبی کی وجہ سے غارت ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔

(۴) ایک ادب یہ سکھایا گیا کہ جب نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے اندر مصروف ہوں تو ان کو باہر سے آوازیں نہ دی جائیں بلکہ اس وقت تک انتظار کیا جائے جب تک آپ ﷺ خود ہی باہر تشریف نہ لے آئیں۔

(۵) ایک ادب یہ سکھایا گیا کہ اگر کسی طرف سے کوئی بات پہنچے تو اس کو سنتے ہی مشہور نہ کر دو بلکہ اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ جب تمہارے اندر رسول ﷺ موجود ہیں (یا آپ ﷺ کے بعد آپ کے نائب دار موجود ہوں) تو ان کو اطلاع کر دو تا کہ وہ اس کی تحقیق کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی غلط فہمی کی بنیاد پر کسی کو نقصان پہنچا دو۔

نبی کریم ﷺ کے ادب و تعظیم کا حکم دے کر فرمایا گیا کہ اہل ایمان آپس میں بھی ایک دوسرے کا احترام کرنے والے بنیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے ان کا معاشرہ بکھر کر رہ

مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں فرمایا گیا کہ اگر دو بھائیوں یا مسلمانوں کی جماعت میں کبھی کوئی شدید اختلاف یا جھگڑا پیدا ہو جائے تو ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ دونوں کے درمیان صلح صفائی کرا دیا کرے۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا راز پوشیدہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام ایمان کی علامت اور دوزخ کی علامت ہے۔ کوئی شخص نبی ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔ کوئی آدمی ایسا کام نہ کرے جس میں آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی خلاف ورزی ہوتی ہو اور کوئی کام نبی ﷺ کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔

اللہ نے سب لوگوں کو خاندانوں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو پہچان سکے۔ لیکن حسب نسب، خاندان اور قبیلہ ایک دوسرے پر فخر کے لیے نہیں بنایا گیا۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام وہ ہے جو پرہیز گار اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔

جائے۔ اس کے لیے چند بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) پہلا اصول یہ ہے کہ اگر مومنوں کی دو جماعتوں میں کسی وجہ سے اختلاف ہو جائے تو ممکن حد تک ان دونوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح صفائی کرانے کی کوشش کی جائے کیونکہ دونوں جماعتیں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(۲) کوئی مرد دوسرے مرد کا، کوئی مردوں کی جماعت دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑائے اسی طرح عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں۔ ہو سکتا ہے جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ ان سے بہتر ہوں جو مذاق اڑا رہے ہیں۔

(۳) ایک دوسرے کو کسی طرح کے طعنے نہ دیا کریں کیونکہ مومن کی شان نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کو طعنے دیں۔

(۴) نہ برے القاب اور برے الفاظ سے ایک دوسرے کو پکاریں۔

(۵) کوئی بدگمانی سے کام نہ لے۔ کیونکہ کبھی کبھی بدگمانیوں کی وجہ سے تباہی پھیل جاتی ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

(۶) نہ ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائیاں یعنی غیبت کی جائے کیونکہ یہ اتنی بری بات ہے کہ جیسے آدمی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے۔ جس طرح مردہ بھائی کا گوشت کھانا کوئی بھی گوارا نہیں کر سکتا اسی طرح غیبت کرنا کیسے گوارا کر سکتا ہے۔

(۷) سب انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں جن میں مختلف قبیلے اور خاندان ہیں۔ یہ قبیلے اور خاندان ایک دوسرے کی پہچان تو ہیں لیکن فخر کرنے کی ان میں کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام وہ شخص ہے جو تقویٰ میں سب سے آگے ہے۔

(۸) اللہ کا یہ فضل و کرم ہے کہ اس نے تمہیں ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہ بھی شکر کا مقام ہے فخر کا مقام نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی شخص اپنے ایمان لانے کا دعویٰ نہ کرے۔

فرمایا کہ اصل میں وہ شخص مومن ہے جو دل سے اللہ کو ایک مانتا ہے۔ اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے ایمان و اسلام کا احسان جتاتا پھرے۔ یہ تو اللہ کا احسان اور کرم ہے کہ اس نے تمہیں ایمان اور اسلام لانے کی توفیق دی ہے اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ اللہ ہر شخص کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے وہی ہر چیز پر اجر اور ثواب عطا کرنے والا ہے۔

## سورۃ الحجرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

### ترجمہ آیت نمبر ۱ تا ۵

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ (کی اجازت) سے پہلے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ بہت سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ تم ان سے اس طرح پکار کر بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو (کہیں ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال برباد ہو کر رہ جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے بڑی مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان

میں سے اکثر بے عقل لوگ ہیں۔ اور اگر وہ ذرا صبر سے کام لیتے یہاں تک کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آ جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔ اللہ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

| | |
|---|---|
| لَا تُقَدِّمُوْا | تم آگے نہ بڑھو |
| لَا تَرْفَعُوْا | بلند مت کرو |
| اَصْوَاتٌ (صَوْتٌ) | آوازیں |
| لَا تَجْهَرُوْا | چلاؤ مت۔ شور مت کرو |
| تَحْبَطُ | ضائع کرتا ہے |
| يَغُضُّوْنَ | دھیما کرتے ہیں۔ نیچا کرتے ہیں |
| اِمْتَحَنَ | امتحان لیا۔ آزمایا |
| يُنَادُوْنَ | وہ آوازیں دیتے ہیں |
| وَرَآءَ | پیچھے |
| اَلْحُجُرَاتُ (اَلْحُجْرَةُ) | حجرے۔ کمرے |

### تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

سورۃ الحجرات میں اہل ایمان کو رسول اللہ ﷺ سے ملنے اور آپ کی خدمت میں حاضری کے آداب و احکامات، آپ ﷺ سے محبت اور اصلاح نفس کے بنیادی اصول سکھائے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و محبت سے دنیا اور آخرت کی تمام کامرانیاں حاصل ہو سکیں۔

اصل میں مدینہ منورہ کے آس پاس کی بستیوں میں رہنے والے نئے نئے مسلمان ابتدا میں بہت سے ان اصولوں سے واقف نہ تھے جو اللہ کے محبوب نبی اور رسول ﷺ سے فیض حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ تھے سادہ اور بے تکلف معاشرہ تھا جس کی وجہ سے بعض قبیلوں کے سردار جب آپ کے پاس آتے اور آپ کو گھر سے باہر نہ دیکھتے تو رواج کے مطابق گھر کے باہر سے آپ کو

آوازیں دیتے اور کہتے "یا محمد اُخرج الینا" اے محمد ﷺ ہمارے لئے باہر آیئے۔ اسی طرح جب آپ کسی مجلس میں کچھ ارشاد فرماتے یا آپ تشریف رکھتے تھے تو آپس میں اس طرح زور زور سے بولتے کہ جس سے آپ ﷺ کی آواز دب جاتی یا جب آپ چلتے تو لوگ آپ سے آگے چلتے یا بہت سی باتوں میں مشورہ مانگے بغیر اپنی رائے دیدیتے۔ ان تمام باتوں سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی اس لئے ان آیات میں اہل ایمان کی تربیت کے لئے چند بنیادی اصولوں کو بتایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلا اصول یہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ۔ جب آپ کوئی فیصلہ فرما رہے ہوں تو اپنی رائے پیش نہ کرو۔ اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ تمہاری ہر بات کو سنتا ہے اور تمہارے ہر معاملے کی پوری حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر رسول اللہ ﷺ کسی بات میں مشورہ طلب فرمائیں تو اپنی رائے اور مشورہ پیش کیا جائے اگر مشورہ نہ فرمائیں تو اپنی رائے سے کوئی بات نہ کریں۔

بعض علماء مفسرین نے اس آیت کا مفہوم یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس اصول کے تحت اپنے کسی بڑے اور بزرگ کے آگے آگے چلنا اور دوسرے معاشرتی آداب میں پہل کرنا مناسب نہیں ہے چنانچہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ حضرت ابو درداءؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آگے چل رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے ابودرداءؓ تم ایسے شخص کے آگے چل رہے ہو جو دنیا اور آخرت میں تم سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں سورج کا طلوع و غروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد ابوبکر سے بہتر و افضل ہو۔ (روح البیان)

دوسرا ادب یہ سکھایا گیا کہ جب اہل ایمان رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھیں تو اپنی آواز کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچا اور بلند نہ کریں اور اس طرح بات نہ کریں جس طرح وہ آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں۔ فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے اعمال غارت ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔ ادب یہ سکھایا گیا کہ وہ جب آپ کی مجلس میں آئیں تو ادب و احترام کا پیکر بن کر آئیں۔ دھیمی آواز سے بات کریں اور شور نہ مچائیں۔

علماء مفسرین نے اس ادب کے ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے بزرگوں سے بات چیت اور گفتگو کرتے وقت ان کے مرتبے اور مقام کا لحاظ رکھا جائے اور گفتگو میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کریں جس سے ان کے بزرگوں کو یا والدین کو کسی طرح کی تکلیف پہنچے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد پہلے سے بھی زیادہ محتاط ہو گئے اور ایک دن عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم اب مرتے دم تک آپ سے اسی طرح بولوں گا جیسے کوئی سرگوشی کرتا ہے۔ (در منثور)

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی آواز اس قدر اونچی تھی کہ اگر مکہ کے کسی پہاڑ پر گفتگو کر رہے ہوتے تو شہر مکہ تک آپ کی آواز پہنچتی تھی لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں اس قدر آہستہ بولنے لگے تھے کہ بعض صحابہؓ فرماتے

کیا کہ ہم ان سے پوچھتے کہ اے عمرؓ تم نے ہم سے کچھ کہا ہے؟

اسی طرح حضرت ثابت بن قیسؓ کی آواز بھی بلند تھی وہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بہت روئے اور اپنی آواز کو بہت پست کرلیا۔ (درمنثور)

صحابہ کرامؓ کے اس ادب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری کے وقت آپ کی تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ پورے ادب و احترام کے ساتھ آہستہ آواز سے درود وسلام پڑھا جائے۔ زور سے سلام پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح جس جگہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث پڑھی پڑھائی جارہی ہوں وہاں بھی آپ کے کلام کا ادب یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نرم اور دھیمی آواز سے بولتے ہیں ان کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کی خطائیں معاف کردی گئی ہیں اور ان کے لئے بہت زیادہ اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اہل ایمان کو تیسرا ادب یہ سکھایا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آرام کا خیال بھی رکھیں اگر آپ اپنے گھر کے اندر ہوں تو آپ کو باہر سے اس طرح آوازیں نہ دی جائیں جس طرح عام طور پر ایک دوسرے کو آوازیں دی جاتی ہیں بلکہ آپ کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ باہر تشریف لے آئیں تو آپ سے ادب و احترام کے ساتھ گفتگو کی جائے اور آپ کے باہر آنے کا انتظار کیا جائے۔

صحابہ کرامؓ تو حضور اکرم ﷺ کے فیض صحبت سے ادب و احترام کا پیکر بن چکے تھے لیکن جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے ان کے سردار حضور اکرم ﷺ کو اپنے رواج کے مطابق گھر کے باہر سے آوازیں دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ ناسمجھ ہیں ان کو حضور اکرم ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرنا چاہیے اسی میں ان کے لئے بہتری ہے بہرحال اگر ناسمجھی میں غلطی ہوگئی ہو تو اللہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸

## ترجمہ: آیت نمبر ۶ تا ۸

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق شخص کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بے خبری میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تم اپنے کئے پر شرمندگی کا اظہار کرتے پھرو۔ اور تم اس بات کو جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے۔ اگر وہ رسول تمہاری ہر رائے پر عمل کرنے لگے تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن اللہ نے تمہارے لئے تمہارے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا اور تمہیں کفر، فسق اور نافرمانی سے نفرت عطا کر دی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سیدھے سچے راستے پر چلنے والے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل و کرم اور اس کا انعام ہے۔ اللہ بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۶ تا ۸

نَبَاٌ — خبر

تَبَيَّنُوْا — چھان بین کرلیا کرو

اَنْ تُصِيْبُوْا — یہ کہ تم پہنچ جاؤ۔ یہ کہ تم جا پڑو

جَهَالَةٌ — نادانی۔ ناواقفیت

فَعَلْتُمْ — تم نے کیا

لَعَنِتُّمْ — البتہ تم مصیبت میں پڑ جاتے

حَبَّبَ — محبوب بنا دیا۔ محبت ڈال دی

زَيَّنَهٗ — اس کو خوبصورت بنا دیا

كَرَّهَ — نفرت ڈال دی

اَلْفُسُوْقُ — گناہ۔ نافرمانی

| | |
|---|---|
| اَلْعِصْيَانُ | نافرمانی |
| اَلرَّاشِدُوْنَ | راہ پائے ہوئے |

## تشریح: آیت نمبر ۶ تا ۸

عام آدمی کی لغزش، غلطی اور نافرمانی کو گناہ اور فسق کہا جاتا ہے لیکن بعض ایسی باعظمت اور اہم شخصیات جو دوسروں کے لئے نمونہ ہوتی ہیں ان کی معمولی سی بات لغزش اور بھول بھی بڑی بات سمجھی جاتی ہے اور ان کی شخصیت کی عظمت کی وجہ سے اس کو گناہ اور نافرمانی کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً اللہ کے نبی اور رسول "معصوم عن الخطا" ہوتے ہیں۔ جن سے نہ تو کسی گناہ کے سرزد ہونے یا گناہ کرنے کا تصور کیا جا سکتا ہے نہ وہ گناہ کرتے ہیں نہ ان کی طرف گناہ کی نسبت کی جا سکتی ہے۔ اس کے باوجود اگر ان سے کوئی معمولی غلطی یا بھول چوک ہو جائے تو اس کو گناہ کہہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے۔ اب ان گناہوں سے مراد ہرگز وہ گناہ نہیں ہیں جیسے عام لوگ گناہ کرتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دین اسلام کے فروغ کی جدوجہد میں کہیں کوئی کمی یا کوتاہی رہ گئی ہو، کوئی لغزش یا بھول ہوگئی ہو یا آئندہ ہونے کا امکان ہو تو اللہ نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ اسی طرح آپ کی نسبت کی وجہ سے آپ کے جاں نثار صحابہؓ کا رتبہ اور مقام بھی بہت بلند ہے اور وہ کائنات کی بہترین مخلوق ہیں اس لئے ان کی کوئی معمولی سی لغزش اور بھول چوک بھی بڑی اہم ہے۔ اس لئے کسی مقام پر اس کو فسق بھی کہہ دیا گیا ہے۔ نبی اور صحابی میں فرق یہ ہے کہ نبی معصوم ہوتا ہے اور صحابی معصوم نہیں ہوتا۔ اگر کسی صحابی سے کوئی گناہ ہو جائے تو حضور اکرم ﷺ کی صحبت اور تربیت کی وجہ سے اس کو فوراً ہی توبہ کی توفیق مل جاتی ہے کیونکہ اللہ نے ان کے لئے فرمایا ہے کہ "اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ رضائے الٰہی گناہوں کی معافی کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتی۔ زیر مطالعہ آیات میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اہل ایمان کو ایک اصولی بات بتائی گئی ہے۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ ام المومنین حضرت جویریہؓ کے والد قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث ابن ضرار حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے دین اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے ان کو دین اسلام کی بنیادی تعلیمات تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ زکوٰۃ بھی ادا کریں۔ حضرت حارثؓ نے کہا کہ میں اپنے قبیلے والوں کو بھی اسلام کی دعوت دوں گا اور اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو میں ان سے زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کہوں گا۔ جو لوگ میری بات مان لیں گے ان سے زکوٰۃ وصول کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔ آپ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو اپنا کوئی قاصد بھیج دیجئے میں زکوٰۃ اس کے حوالے کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت حارثؓ دولت ایمان سے مالا مال جب اپنے

قبیلے میں پہنچے اور انہوں نے اپنے قبیلے والوں کو بتایا تو قبیلے والوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ حضرت حارثؓ نے مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کرلی اور انتظار کرنے لگے جب متعین تاریخ گذر گئی اور آپ کی طرف سے کوئی نمائندہ یا قاصد نہیں آیا تو انہیں تشویش ہوئی اور وہ سوچنے لگے کہ کہیں کسی بات پر نبی کریم ﷺ ہم سے ناراض تو نہیں ہوگئے؟ ورنہ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ وعدے کے مطابق کسی کو نہ بھیجتے۔ حضرت حارثؓ نے اپنے اس اندیشے کا ذکر قبیلے کے بڑے لوگوں سے کیا۔ سب نے طے کیا کہ ہم سب مل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر زکوٰۃ پیش کریں گے۔ یہ طے کر کے وہ لوگ روانہ ہوگئے۔

ادھر یہ واقعہ پیش آیا کہ نبی کریم ﷺ نے مقررہ وعدے کے مطابق حضرت ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط کو اپنا قاصد بنا کر زکوٰۃ کی رقم وصول کرنے کے لئے قبیلہ بنو مصطلق روانہ کردیا۔ حضرت ولید آپ کے حکم کی تعمیل میں روانہ تو ہوگئے مگر وہ اس خیال سے سخت پریشان تھے کہ ان کی اور حضرت حارث کے قبیلے کی پہلے سے زبردست دشمنی چلی آرہی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ پرانی دشمنی کی بنا پر ان کو قتل کردیں۔ جب وہ قبیلہ بنو مصطلق کے قریب پہنچے وہاں قبیلے کے لوگوں کو اس بات کا علم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا قاصد پہنچنے ہی والا ہے تو بہت سے لوگ استقبال کے لئے اپنی بستی سے باہر جمع ہوگئے۔ جب حضرت ولید نے ان بہت سے لوگوں کو دیکھا تو وہ یہ سمجھے کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ وہ وہیں سے پلٹ گئے اور آپ ﷺ کے پاس آکر یہ بات بتادی کہ قبیلے والوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا ہے اور وہ مجھے قتل کرنے پر بھی آمادہ تھے۔ یہ بات سن کر نبی کریم ﷺ کو سخت افسوس ہوا اور صحابہ کرامؓ میں اشتعال پھیل گیا۔ تمام صحابہؓ یہ چاہتے تھے کہ ایسے لوگوں کو فوری طور پر سزا دی جائے۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں مجاہدین کا ایک دستہ روانہ فرمادیا تاکہ وہ حالات معلوم کر کے مناسب کاروائی کریں۔ ادھر حضرت حارث اپنے قوم سردار لوگوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لئے روانہ ہوگئے۔ مدینہ منورہ کے قریب حضرت خالد اور حضرت حارث کی ملاقات ہوئی۔ حضرت حارثؓ نے پوچھا کہ آپ کن لوگوں کے لئے نکلے ہیں۔ حضرت حارث کے پوچھنے پر انہوں نے حضرت ولید کا واقعہ بیان کیا۔ اس پر حضرت حارثؓ نے قسم کھا کر کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے میں نے تو ولید ابن عقبہ کو دیکھا تک نہیں اور نہ وہ میرے پاس آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ولید ابن عقبہ سے بلا کر پوچھا انہوں نے اس کا اقرار کرلیا۔ اس کے بعد یہ مطالعہ آیت نازل ہوئیں۔ ان آیت میں ایک بنیادی بات ارشاد فرمادی گئی ہے کہ جب بھی اس طرح کا کوئی واقعہ پیش آئے تو اس کی پوری تحقیق کرلی جائے کیونکہ عام طور پر حالات کی خرابی اور لڑائی جھگڑوں کی ابتداء بے تحقیق باتوں سے ہوا کرتی ہے۔ ارشاد ہے

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (نافرمان) شخص کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی پوری طرح جانچ پڑتال کرلیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم کسی قوم پر چڑھ دوڑو اور پھر بعد میں تم اپنے کئے پر شرمندگی محسوس کرو۔ تم اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ اللہ کے رسول تمہارے درمیان موجود ہیں۔ اگر وہ تمہاری بہت سی باتوں کو مان لیں تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے۔

اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت عطا کردی ہے اور اسے تمہارے دلوں میں پسندیدہ بنادیا ہے اور کفر و فسق سے تم نفرت کرتے ہو۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل و کرم سے سیدھے راستے پر ہیں۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور ہر بات کی حکمت سے واقف ہے۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱)۔ اہل ایمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ کسی بات اور اطلاع پر اس وقت تک عمل نہ کریں جب تک اس کی پوری تحقیق نہ کرلی جائے۔ بے تحقیق بات پر عمل کرنے سے سوائے شرمندگی کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

(۲)۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنو مصطلق کے خلاف کوئی بڑا قدم اٹھانا نہیں چاہتے تھے لیکن صحابہ کرامؓ کے اشتعال کو دیکھتے ہوئے آپ نے پورے معاملہ کی تحقیق کے لئے حضرت خالد بن ولید کی سربراہی میں مجاہدین کا ایک دستہ بھیج دیا تھا تاکہ بروقت کوئی کاروائی کی جاسکے۔

(۳)۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ صحابہ کرامؓ وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کے نزدیک ایمان انتہائی پسندیدہ اور محبوب تھا اور وہ کفر و فسق اور ہر طرح کی نافرمانی سے نفرت کرتے تھے۔ لہٰذا اگر کبھی نادانستگی میں ان سے بھول چوک ہو جائے تو ان کو توبہ کی توفیق عطا کردی جاتی ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰىهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقٰتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ فَآءَتْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا ۖ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۹﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾

الحجرات ۴۹

### ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۰

اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔ پھر اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرنے لگے تو جو گروہ زیادتی کرتا ہے تم اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

مومن آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں تو دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم و کرم کیا جائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۰

طَآئِفَتَانِ دو جماعتیں۔ دو گروہ

بَغَتْ زیادتی کی

حَتّٰى تَفِيْٓءَ یہاں تک کہ لوٹ آئے

اَلْمُقْسِطِيْنَ انصاف کرنے والے

اِخْوَةٌ (اَخٌ) بھائی

## تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۰

دیکھا یہ گیا ہے کہ زیادہ تر اختلافات اور باہمی جھگڑے محض غلط فہمیوں، بدظنیوں، خاندانی اور قومی اور قبیلے کے تعصبات کی وجہ سے جڑ پکڑتے ہیں۔ اگر ان چیزوں سے بچا جائے تو کبھی جھگڑے نہ ہوں اور وہ لوگ جو بدگمانیاں پیدا کر کے معمولی جھگڑوں اور اختلافات کو قتل و غارت گری تک پہنچا دیتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر وہ بات جس سے لڑائی جھگڑے کا اندیشہ ہو یا اسلامی سلطنت کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو اس خبر کو ذمہ داروں تک پہنچا دیا جائے تاکہ وہ اس کی پوری تحقیق کر کے معاملہ کی جڑ تک پہنچ سکیں۔ بغیر تحقیق اور معلومات کے اگر کوئی قدم اٹھایا جائے گا تو اس سے نہ صرف آپس میں بدمزگی پیدا ہوگی بلکہ بعد میں آدمی کو پچھتانا پڑے گا۔

زیر مطالعہ آیات میں اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اگر ان میں آپس کے اختلافات کی وجہ سے بات قتل و قتال تک پہنچ جائے تو یہ ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ آگ بھڑکنے سے پہلے اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور آپس میں صلح کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں لیکن ان میں کسی ایک کی طرف داری خاندانی اور قومی تعصب کی وجہ سے نہ کریں بلکہ عدل و انصاف کا دامن تھامے رہیں

کیونکہ اگر وہ محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے مصالحت کی کوشش کریں گے تو ان پر اللہ کی رحمتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ "اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے"۔ اگر صلح اور مصالحت کی ہر کوشش ناکام ہو جائے تو پھر وہ یہ دیکھیں کہ کون حق پر ہے اور کس کی طرف سے زیادتی ہو رہی ہے۔ جو حق پر ہو اس کا ساتھ دیا جائے اور زیادتی کرنے والے سے اس وقت تک لڑیں جب تک یہ فتنہ ختم نہ ہو جائے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف اس حد تک نہیں پہنچا کہ جس کی نوبت باہمی جنگ و جدال اور قتال تک پہنچے۔ البتہ صحابہ کرامؓ کے دور میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے ہیں جن میں بات یہاں تک پہنچ گئی۔ صلح کرانے والوں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کی لیکن غلط فہمیاں پیدا کرنے والوں نے صلح کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا جس سے باہمی جنگ کی نوبت تک آ گئی۔ وہ صحابہ میں سے جس نے بھی اپنے اجتہاد کے مطابق جس کو حق سمجھا اس کا ساتھ دیا۔ لیکن یہ جنگیں کفر و اسلام کی جنگیں نہیں تھیں کہ ان میں سے ایک جماعت تو کافر ہو گئی تھی اور دوسری مسلمان رہ گئی تھی بلکہ یہ ان کے آپس کے معاملات تھے جو خلاف فطرت بات نہ تھی۔ اگر کوئی صحابہ کرامؓ کے آپس کے معاملات کو کفر و اسلام کی جنگ قرار دیتا ہے تو وہ سخت ناانصافی کرتا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کے سامنے نبی کریم ﷺ کے یہ ارشادات ہمیشہ رہبر و رہنما رہے ہیں کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اگر ان کے درمیان کبھی کسی بات پر کسی غلط فہمی کی وجہ سے سخت اختلاف یا جھگڑا پیدا ہو جائے تو وہ آپس میں اصلاحی جذبے کے تحت پھر سے ایک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مومنوں کی مثال آپس کی محبت، یگانگت، وابستگی اور ایک دوسرے پر شفقت و محبت کا معاملہ ایسا ہے جیسے ایک جسم کا ہوتا ہے۔ اگر جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہوتی ہے تو آدمی بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے۔ فرمایا مومن یک دوسرے کے لئے دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں کہ ایک (اینٹ) دوسرے سے قوت و طاقت حاصل کرتی ہے۔ (بخاری و ترمذی)

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اس کو ذلیل و رسوا نہیں کرتا کیونکہ ایک آدمی کے لئے یہی بری بات ہے کہ وہ اپنے بھائی کی توہین کرے۔ (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات میں فرمایا ہے کہ اگر دو بھائیوں میں شدید اختلاف ہو جائے تو ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرانے کی کوشش کریں کیونکہ اللہ کو وہ لوگ بہت پسند ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہوئے ہمیشہ عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔ فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ
يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا
مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ
الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ
اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ
يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۲**

اے ایمان والو! مردوں کی کوئی جماعت دوسرے مردوں کی کسی جماعت کا مذاق نہ اڑائے۔ ممکن ہے کہ جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں۔ شاید کہ جو عورتیں مذاق اڑانے والی ہیں ان سے وہ بہتر ہوں جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو طعنے مت دو۔ ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو۔ ایمان لانے کے بعد فسق (نافرمانی) کا نام ہی برا ہے۔ اور جو لوگ (ان باتوں سے) توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

اے ایمان والو! بہت سے گمان کرنے سے بچو۔ کیونکہ بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حالات کی کھوج میں نہ لگو۔ نہ آپس میں ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کے گوشت کو کھائے۔ یقیناً تم اس کو گوارا نہ کرو گے۔ اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۱۱ تا ۱۲

| | |
|---|---|
| **لَا يَسْخَرْ** | مذاق نہ اڑائے |

ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرو اور اس کو (اپنے معاشرہ میں) خوب رواج دے کر عام کر دو۔

جب کوئی آدمی ہر وقت دوسرے کی نجی زندگی اور اس کے حالات کی کھوج میں لگ جاتا ہے اور بدگمانیوں کے دائرے میں گھومنے لگتا ہے تو وہ اپنی اصلاح اور اپنے عیبوں پر نگاہ کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "تم اپنے بھائی کے عیب کو ظاہر کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ اس کو تو معاف کر دے اور تمہیں اس (عیب) میں مبتلا کر دے۔

زیر مطالعہ آیت میں ان ہی باتوں کو بیان فرمایا گیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱)۔ ایک دوسرے کا مذاق اڑانا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مرد یا عورت کسی دوسرے شخص یا کسی گروہ کا مذاق نہ اڑائے کیونکہ ممکن ہے جن لوگوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں۔ اصل میں کسی کا مذاق اڑانا، پھبتیاں کسنا اور جملے بازی کرنا اس کو ذلیل و رسوا کرنا اور اس کی دل شکنی کرنے کے علاوہ تکبر اور غرور کا بھی ایک انداز ہے۔ کیونکہ جب کوئی کسی کا مذاق اڑاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس سے بہتر اور افضل و اعلیٰ سمجھتا ہے یعنی وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں تو ہر عیب سے پاک ہوں سارے عیب اور خرابیاں دوسروں کے اندر موجود ہیں۔ یہ تکبر کا انداز ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے اور ایسے شخص یا گروہ کو اپنی ہر اصلاح سے محروم فرما دیتے ہیں کیونکہ ایمان لانے کے بعد فسق و نافرمانی کا ہر انداز انتہائی ناپسندیدہ ہے اگر اس نے اپنی اصلاح کی فکر نہ کی تو اس کا شمار ظالموں اور بے انصافوں میں ہوگا۔

(۲)۔ بدگمانیوں سے بچنا

اکثر دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی کے دل میں کسی کی طرف سے کوئی بدگمانی اور غلط خیال قائم ہو جائے تو اس کی ہر اچھی بات بھی اس کو بری لگنے لگتی ہے۔ اس لئے ہر طرح کی بدگمانیوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہی بدگمانیاں بڑھتے بڑھتے بعض گناہوں کا سبب بن جاتی ہیں۔ بدگمان آدمی دوسروں پر تہمت و الزام لگانے سے بھی باز نہیں آتا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے

وَإِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ

یعنی تم بعض گمانوں سے بچا کرو کیونکہ گمان ایک جھوٹی بات کا نام ہے۔

(۳)۔ تجسس

جب کوئی شخص کسی کے متعلق بدگمان ہو جاتا ہے تو پھر یہ دائرہ پھیلنا شروع ہو جاتا ہے اور گمان کرنے والا دوسرے کے عیب کی جستجو اور تلاش میں لگ جاتا ہے جو کہ گناہ ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "مسلمانوں کی غیبت نہ کرو نہ کسی کے عیب تلاش کرو۔ کیونکہ جو شخص کسی مسلمان کے عیب تلاش کرتا ہے تو اللہ اس کو اس کے گھر کے اندر بھی رسوا و ذلیل کر کے چھوڑتا ہے۔ (قرطبی)

(۴)۔ غیبت

غیبت درحقیقت معاشرہ کی وہ خرابی ہے جو اس معاشرہ کو بدترین نتائج سے دوچار کر دیتی ہے کیونکہ غیبت اس کو کہتے ہیں کہ کسی مسلمان کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کی جائے کہ اگر اس شخص کے منہ پر وہی بات کہی جائے تو اس کو اذیت پہنچے۔ یعنی اگر کسی کے

پیٹھ پیچھے ایسی بات کی جائے جو اس میں نہیں ہے تو اس کو اتہام والزام کہتے ہیں۔ غیبت اور کسی پر غلط الزام لگانا دونوں ہی سخت گناہ ہیں جس کی معافی توبہ کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ غیبت کرنے والا درحقیقت اپنے بھائی کی عزت کی دھجیاں بکھیرنے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو گوارا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ یقیناً وہ کسی حال میں اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔ حضرت انس ابن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معراج کی رات میرا ایک ایسی جماعت پر گذر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے بدن کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے اور اس کی آبرو سے کھیلتے تھے (بغوی)۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت کی بری عادت سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم نے اس بری عادت سے توبہ نہ کی تو سخت نقصان اٹھاؤ گے اور اگر تم نے توبہ کر لی تو اللہ تمہاری توبہ کو قبول کرنے والا مہربان ہے۔

### (۵) ۔ طعنے دینا

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ "لمز" سے بچیں۔ لمز کے معنی ہیں کسی کے عیب نکالنا اور اس کو طعنے دینا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کسی کو کسی طرح سے بھی طعنے دیتا ہے یا اس کے عیب تلاش کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے وہ نہ صرف اس کی توہین کرتا ہے بلکہ اس کے عیب تلاش کرنے اور طعنے دینے میں یہ بات کو بھول جاتا ہے کہ وہ خود کتنے عیبوں میں مبتلا ہے اس طرح وہ اپنی اصلاح سے غافل ہو جاتا ہے اور خود ہی ذلیل وخوار ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسے ہر شخص میں عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ یہ بھی تکبر اور غرور کی ایک شکل ہے جو اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔

### (۶) ۔ برے القاب سے پکارنا

بعض لوگ اپنی بڑائی اور برتری ثابت کرنے کے لئے دوسرے شخص کو ایسے برے برے الفاظ اور القاب سے پکارتے ہیں جن سے اس کی توہین ہوتی ہے۔ جیسے کسی کو اندھا، لولا، لنگڑا اور کانا کہہ دینا، کسی کی ذات میں کیڑے نکال دینا اسی طرح اگر کسی سے غفلت میں کوئی گناہ ہو گیا اور اس نے اللہ سے معافی بھی مانگ لی تو اب یہ اللہ اور بندے کا معاملہ ہے۔ کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ اس کے گناہ کا نام لے کر اس کو پکارے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص کسی کو ایسے گناہ پر شرم دلائے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے تو ہو سکتا ہے اللہ اس شرم دلانے والے کو اس گناہ میں مبتلا کر کے اسے ذلیل ورسوا کر دے۔ (حدیث)

اس سے معلوم ہوا کہ برے القاب والفاظ ہی نہیں بلکہ کسی کو اس کے گناہوں پر شرم دلانا اور اس کو ذلیل ورسوا کرنا ایک غلط حرکت ہے جس کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک مومن کا دوسرے مومن پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو ایسے نام اور لقب سے پکارے جو اسے پسند ہو۔

حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک کے مطالعہ سے بھی یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آپ نے دوسروں کو ایسے الفاظ سے یاد فرمایا ہے جس سے ان کی عزت میں چار چاند لگ گئے ہیں اور صحابہ کرامؓ نے بھی ان القابات کو اپنے نام کا حصہ قرار دیا ہے جیسے

صدیقؓ، فاروقؓ، غنیؓ، ابوترابؓ، اسد اللہ، سیف اللہ، امین الامت، ابوہریرہؓ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کی اس مبارک سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۳**

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو لیکن اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ قابل احترام وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتا اور خبر رکھنے والا ہے۔

**لغات القرآن آیت نمبر ۱۳**

| | |
|---|---|
| خَلَقْنَا | ہم نے پیدا کیا |
| ذَكَرٌ | مرد |
| اُنْثٰى | عورت |
| شُعُوْبٌ | خاندان |
| قَبَآئِلُ | قبیلے |
| لِتَعَارَفُوْا | تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو |
| اَكْرَمُ | سب سے زیادہ عزت والا |
| اَتْقٰى | بہت زیادہ پرہیز گار |

## تشریح: آیت نمبر ١٣

دنیا پرستوں نے مال و دولت کی بنیاد پر ساری کائنات کے لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ایک طرف تو غریب مزدور اور محنت کش طبقہ ہے دوسری طرف دولت مند سرمایہ دار اور عیش پسند طبقہ ہے۔ لوگوں کے نزدیک جس کے پاس اچھی دولت، سرمایہ اور اونچی بلڈنگیں اور بہترین سواریاں ہیں اس کو عزت دار اور بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے خواہ اس میں ہزاروں عیب کیوں نہ ہوں اس کے برخلاف وہ آدمی جس کے پاس مال و دولت نہیں ہے محض اس کی اپنی ذاتی شرافت ہے۔ وہ دنیاوی وسائل سے وہ محروم ہے تو اس کو معاشرہ میں چھوٹا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اس طبقاتی تقسیم نے دنیا میں سارے فسادات اور ظلم و جبر کو جنم دیا ہے۔ اسی لئے دین اسلام نے انسانی شرافت اور بڑائی کا معیار مال و دولت اور سرمائے کو نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری کو قرار دیا ہے۔ وہ شخص جو اللہ سے ڈرتا ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گذارتا ہے وہ اللہ کے نزدیک انتہائی معزز اور قابل احترام ہے لیکن وہ سرمایہ دار شخص جو برائیوں اور گناہوں میں مبتلا ہے۔ اللہ کا نافرمان اور ظالم و جابر ہے وہ دنیا والوں کی نظر میں کتنا ہی با عزت اور بڑا آدمی ہو اللہ کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا کے لوگوں کے نزدیک عزت و شرافت کا معیار مال و دولت ہے لیکن اللہ کے نزدیک تقویٰ ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت بھی رنگ و نسل، زبان، وطن، خاندان، اولاد، مال و دولت اور نسبی شرافت پر فخر کیا جاتا تھا۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے اس ادنیٰ اور اعلیٰ کے من گھڑت تصور کو بے بنیاد قرار دے کر تقویٰ و پرہیزگاری کو انسانی شرافت کا معیار قرار دیا چنانچہ آپ نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تم سب لوگ آدم کی اولاد ہیں جنہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے نہ کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ کسی سفید اور سرخ رنگ والے کو دوسروں پر سوائے تقویٰ کے کوئی بڑائی اور فضیلت حاصل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت (آدم و حوا) سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قبیلوں اور خاندانوں میں محض ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے تقسیم کیا ہے۔ بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ و پرہیزگاری والا ہے۔ بے شک اللہ کو ہر بات کا پورا پورا علم ہے اور وہ ہر ایک کی خبر رکھنے والا ہے۔

صرف دین اسلام ہی وہ دین ہے جس نے ساری دنیا میں پھیلی ہوئی بے شمار مخلوق کی نسلوں اور قوموں کو ملا کر ایک بنا دیا ہے ورنہ دنیا پرستوں نے تو لوگوں کو اتنے خانوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا ہے کہ آدمیت کی شکل پہچاننا بھی مشکل ہو گیا ہے۔

انسانی شکل کا یہ بگاڑ انسان کی خود غرضی، لالچ، رنگ و نسل، زبان، وطن اور قومیت اور اس کی تقسیم سے پیدا ہوا ہے۔ یہ صرف دینِ اسلام ہی ہے جس نے ساری دنیا کو بتا دیا کہ ذات پات، چھوٹا، بڑا، کالا، گورا، عرب اور عجم ان سب کی اصل ایک ہے کیونکہ اللہ نے سب مردوں اور عورتوں کو ایک ہی ماں باپ سے وجود عطا کیا ہے۔ قبیلے، خاندان، زبان اور وطن یہ ایک دوسرے کی پہچان کا ذریعہ تو ہیں لیکن ان میں فخر و غرور کی کوئی بات نہیں ہے۔

تاریخِ انسانی گواہ ہے کہ قومیتوں، خاندانوں اور قبیلوں پر فخر نے انسان کو اتنا نقصان پہنچایا ہے کہ آج پوری دنیا کے تمام خطوں میں شدید کرب اور اذیت میں جتلا لوگوں کی چیخیں اور آہیں بھی گھٹ کر رہ گئی ہیں۔ نسل پرستی کے نعرے کی ابتدا یہودیوں سے ہوئی ہے جنہوں نے بنی اسرائیل کو اللہ کی منتخب اور پسندیدہ مخلوق قرار دے کر غیر اسرائیلیوں کو حقیر و ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔ ہندوؤں نے برہمنوں کو ساری عزت و سربلندی کا مالک قرار دے کر شودروں اور نیچی ذات والوں کو ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا ہے۔ افریقہ اور امریکہ میں کالے اور گورے کے فرق نے جو تباہی مچائی ہے اس سے تاریخ بھی شرما جاتی ہے۔ یورپ کے گوروں نے براعظم امریکہ میں ریڈ انڈین نسل کے ساتھ جو ظالمانہ اور غیر انسانی سلوک کیا ہے اس کی داستانوں کی گونج سے آج بھی پورا امریکہ لرز رہا ہے۔ یورپ کے سرمایہ دار اگر غریب اور مزدور پر ظلم کی انتہا نہ کر دیتے تو کمیونزم اور سوشلزم کا کفر جنم نہ لیتا۔ ان ہی باتوں کا اثر ہے کہ نازی جرمنوں کے نسل پرستانہ فلسفہ اور خود کو نسل کی برتری نے دنیا کو پہلی جنگِ عظیم کے شعلوں میں دھکیل دیا جس کے نتیجے میں دوسری جنگِ عظیم ہوئی۔ ہر ملک نے اپنی حفاظت کے نام پر ایسے ایسے ہتھیار بنا ڈالے کہ انسان کو بارود کے ڈھیر پر لا کر بٹھا دیا ہے نجانے کب کوئی پاگل اور دیوانہ سربراہ ساری دنیا کو تباہ و برباد کرنے کا سبب بن جائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو متقی اور غیر متقی میں تقسیم کر کے انسانیت پر احسانِ عظیم کیا ہے اور یہی فلسفۂ حیات اب بھی دنیا بھر کے لوگوں کو انسانیت کے اعلیٰ مقام تک پہنچا سکتا ہے۔ دنیا کے سامراجیوں نے سرمایہ داری کے بچھڑے کو اتنا طاقت ور بنا دیا ہے کہ اس کا مقابلہ مشکل ہے لیکن امت کا ہر مسلمان ان بتوں کو توڑنے کی طرف متوجہ ہو چکا ہے اور عجب نہیں کہ اللہ اپنے دین کو ہر نظریۂ حیات اور ہر ایک دین پر غالب کرنے کے لئے سوئی ہوئی امت کو جگا کر دنیا کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھما دے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ؕ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَا یَلِتْکُمْ مِّنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾ قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾

ع ۲ ۱۴

## ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم نے فرماں برداری قبول کر لی ہے۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں کے اندر داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال کے اجر و ثواب میں ذرا بھی کمی نہ کی جائے گی۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ (درحقیقت) ایمان والے تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے۔ پھر انہوں نے کبھی شک نہیں کیا اور جنہوں نے اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہی سچے لوگ ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو اپنے ایمان کی اطلاع دے رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تو ان سب باتوں کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) یہ لوگ اپنے ایمان لانے کا آپ پر احسان جتاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ دھرو بلکہ اللہ کا تم پر یہ احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف رہنمائی عطا فرمائی اگر تم واقعی ایمان کے دعوے میں سچے ہو۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی ہوئی چیز کا علم رکھتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

| | |
|---|---|
| أَسْلَمْنَا | ہم نے مان لیا |
| لَا يَلِتْ | وہ گھٹائے گا |
| لَمْ يَرْتَابُوْا | انہوں نے شک نہیں کیا |
| جَاهَدُوْا | انہوں نے جہاد کیا |
| الصّٰدِقُوْنَ | سچ بولنے والے |
| أَتُعَلِّمُوْنَ | کیا تم بتاتے ہو، سکھاتے ہو |
| يَمُنُّوْنَ | وہ احسان جتاتے ہیں |
| يَمُنُّ | وہ احسان کرتا ہے |
| أَنْ هَدٰى | یہ کہ اس نے راستہ دکھایا |

## تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

سورۃ الحجرات کی ان آخری آیات کے سلسلہ میں علماء مفسرین نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ شدید قحط پڑ گیا۔ اس دوران قبیلہ بنو اسد کے کچھ لوگوں نے مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بظاہر ایمان قبول کر لیا۔ کہتے ہیں کہ ایمان لانے کا سبب یہ تھا کہ صدقات وغیرہ حاصل کئے جا سکیں۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرتے ہی طرح طرح کے مطالبے شروع کر دیئے اور ان کا انداز ایسا تھا جیسے انہوں نے اسلام قبول کر کے نبی کریم ﷺ پر کوئی بڑا احسان کیا ہے۔ حالانکہ اس بات پر انہیں اللہ اور اس کے رسول کا احسان مند ہونا چاہیے تھا کہ اللہ کی توفیق سے رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا شرف حاصل ہو گیا ہے کیونکہ جب تک اللہ کی توفیق نہ ہو اس وقت تک ایمان اور عمل صالح کی توفیق نصیب نہیں ہوتی اور پھر جو شخص اللہ کے لئے کوئی نیک عمل کرتا ہے اس کو جتانے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کے بتائے بغیر اللہ اس کو معلوم ہے اور اسے ایک ایک شخص اور ایک ایک لمحہ کی خبر ہے۔ چونکہ ان دیہاتیوں نے ظاہری طور پر ایمان قبول کیا تھا اور ابھی ایمان ان کے دلوں کی گہرائیوں تک نہ پہنچا تھا لہٰذا انہوں نے اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مدینہ کے راستوں میں غلاظت اور گندگی پھیلا دی اور بازاروں میں چیزوں کی قیمتیں بڑھا

دیں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر یہ احسان رکھا کہ اے نبی ﷺ! آپ دیکھئے کہ اور لوگ تو آپ سے ایک طویل عرصہ تک جنگ کرتے اور مخالفت کرتے رہے ہیں اور آپ کی مخالفت میں انہوں نے اپنی ساری طاقتیں لگا دی تھیں لیکن ہم نے تو اس طرح ایمان قبول کیا ہے کہ آپ کو جنگ کی زحمت بھی گوارا نہ کرنا پڑی اس لئے ہم سب سے زیادہ ہر طرح کے فائدے کے زیادہ حق دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ ہم نے اطاعت قبول کر لی ہے اور کچھ اعمال بھی کرنے لگے ہیں لیکن ابھی تک ایمان دلوں کی گہرائیوں تک نہیں پہنچا اس لئے ایمان کا دعویٰ بڑی چیز ہے کیونکہ ابھی تو تم نے صرف اسلام قبول کیا ہے لہٰذا تم اپنے ایمان لانے کا احسان نہ جتاؤ۔ اس جگہ "مومن اور مسلم" کی بحث کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں اسلام کے لغوی معنی مراد لئے گئے ہیں اصطلاحی معنی نہیں کیونکہ اسلام ظاہری اعمال میں فرماں برداری کا اور مخالفت ترک کرنے کا اظہار ہے۔ جب کہ ایمان دل کی گہرائیوں سے تصدیق کرنے اور زبان سے اقرار کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

دیہات کے رہنے والے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اے نبی ﷺ آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ تمہیں یہ کہنا چاہیے کہ ہم نے اطاعت قبول کر لی کیونکہ ابھی تک ایمان تو تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (پوری طرح) قبول کر لی تو اللہ تمہارے اعمال میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کرے گا۔ بلاشبہ اللہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔ مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے۔ پھر ہر طرح کے شک وشبہ سے دور رہے اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہ لوگ اپنے (ایمان کے) دعوے میں سچے ہیں۔

اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو اپنا دین (طریقہ) سکھا رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تو آسمانوں اور زمین کی ہر بات سے واقف ہے۔ اور درحقیقت وہی ہر بات کا جاننے والا ہے۔ (اے نبی ﷺ) یہ لوگ آپ پر اسلام لانے کا احسان جتا رہے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ بلکہ تم پر اللہ کا یہ احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف ہدایت نصیب کی۔ اگر تم سچے ہو تو (اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے)۔ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے سارے رازوں سے واقف ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچے ایمان کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ کے اس احسان کو ماننے کی سمجھ عطا فرمائے کہ اگر اس کی توفیق نہ ہوتی تو ہمیں ایمان ہی نصیب نہ ہوتا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## پارہ نمبر ۲۶

## حٰمٓ

## سورۃ نمبر ۵۰

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورۃ ق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

| سورۃ نمبر | 50 |
| --- | --- |
| کل رکوع | 3 |
| آیات | 45 |
| الفاظ و کلمات | 376 |
| حروف | 1525 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو لوگوں کی اصلاح کے لیے بھیجا ہے۔ لیکن کفار یہ کہتے ہیں کہ

(۱) بڑے تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ اللہ نے اس کو نبی بنا کر بھیجا ہے جو ہم جیسا ہی ہے؟

(۲) دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ یہ ایسی بات ہے جسے ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ اپنے سروں کے اوپر اس آسمان کو نہیں دیکھتے جو بڑی شان والا ہے۔ جسے ہم نے چاند، سورج اور ستاروں سے سجایا ہے۔ جس نے اس زمین و آسمان کو بنایا ہے اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ آدمی کو مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ پیدا نہ کر سکے۔

فرمایا زمین کو دیکھو اس کو اللہ نے کس طرح بچھایا ہے۔ اس میں مضبوط پہاڑ بنائے ہیں۔ اسی نے زمین میں طرح طرح کی چیزیں اگائی ہیں۔ بلندیوں سے پانی برسا کر اس سے خوبصورت باغات، سرسبز و شاداب درخت اور ان پر طرح طرح کے پھل پیدا کیے ہیں۔ جب بارش نہیں ہوتی تو زمین مردہ سی ہو کر رہ جاتی ہے لیکن جیسے ہی پانی برستا ہے تو زمین میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ فرمایا اگر اللہ تعالیٰ مردہ زمین پر بارش برسانے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے اسی طرح جب ساری دنیا کے انسان مر جائیں گے تو اللہ ان کو اسی طرح زندہ فرما دے گا۔

انسان اس دنیا میں جو بھی عمل کرتا ہے اللہ اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس نے ہر آدمی پر دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کی اچھی یا بری باتوں کو لکھتے جا رہے ہیں۔ ان کے اس عمل نامے کو وہ قیامت کے دن ہر آدمی کے سامنے رکھ دیں گے۔ پھر ان کے اعمال کے مطابق ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ معاملہ فرمائیں گے۔

جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو جہنم سے پوچھا جائے گا کہ کیا اب بھی اور مجرمین کے لیے جگہ باقی ہے؟ جہنم کہے گی الٰہی! اگر اور جہنمی ہیں تو ان کو بھیج دیجیے ابھی گنجائش ہے اور اس طرح ان کافروں اور مشرکین کو اور ان کے شیطانوں کو جہنم میں ڈال کر اوپر سے جہنم کو بند کر دیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان کفار و مشرکین کو ان کے برے انجام سے ڈراتے رہیے اور کفار و مشرکین کی باتوں پر صبر کیجیے۔

☆ فرمایا کہ تم سے پہلے بہت سی قومیں گزری ہیں۔ قوم نوح، کنویں والے، قوم ثمود، قوم عاد، قوم فرعون، قوم لوط، گھنے جنگلات والے اور قوم تبع۔ یہ بڑی ترقی یافتہ اور مضبوط قومیں تھیں لیکن جب انہوں نے نبیوں کو اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو جھٹلایا اور ضد میں بہت آگے نکل گئے تب ان پر اللہ کا عذاب آیا اور وہ اپنے بدترین انجام سے نہ بچ سکے اور ان قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا۔ فرمایا کہ یہ احمق اتنی بات نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کیا پہلی مرتبہ انسان اور کائنات کو پیدا کر کے تھک گیا ہے اور اب وہ انسان اور کائنات کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ یہ کیسا برا تصور ہے کیا انہوں نے خود ہی فیصلہ کر لیا کہ اب اللہ آدمی کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔ پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہو سکتا تھا مگر دوبارہ پیدا کرنا کیسے ناممکن سمجھ لیا ہے۔

☆ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کے ہر ایک عمل کی خبر ہے۔ پھر اس نے اپنے دو ایسے فرشتے ہر انسان پر مقرر کیے ہوئے ہیں جو آدمی کی ایک ایک حرکت اور باتوں کو لکھتے جا رہے ہیں۔

☆ فرمایا کہ موت کے دروازے سے ہر ایک کو گزرنا ہے۔ موت آدمیوں پر بھی طاری ہوتی ہے اور کائنات پر بھی طاری کی جائے گی۔ پہلی مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان اور ہر جاندار ختم ہو جائے گا اور جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے متعلق جو کفر و شرک کرتا، ضد اور عناد سے کام لے کر ہر نیک کام سے دوسروں کو روکتا تھا۔ دین میں طرح طرح کے شبہے پیدا کرتا اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود بنا کر رکھتا تھا حکم دیا جائے گا کہ اس کو جہنم میں جھونک دیا جائے۔ اس وقت کفار و مشرکین شیطانوں پر الزام لگاتے ہوئے کہیں گے کہ الٰہی! یہی وہ شیطان ہیں جنہوں نے ہمیں بہکایا تھا اور راستے سے بھٹکا دیا تھا۔ اس پر شیطان کہیں گے کہ الٰہی! ہم نے انہیں گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ تو خود اپنے اختیار سے گمراہی کے گڑھے میں جا گرے تھے اور ہر برائی اور بدترین کام کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب آپس میں جھگڑا کرنے سے کیا فائدہ۔ آج کا دن وہ ہے کہ جس نے جیسا کیا تھا وہ اس کو بھگتے گا۔ جب تم سے کہا جاتا تھا کہ گمراہی کا راستہ اختیار نہ کرو اس وقت تم اس بات پر غور و فکر نہیں کرتے تھے۔ یاد رکھو اللہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا بلکہ انسان خود ہی اپنے نقصان کا ذمہ دار ہے۔

☆ جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو جہنم سے پوچھا جائے گا کہ کیا اب بھی اور مجرمین کے لیے جگہ باقی ہے؟ تو وہ جہنم کہے گی کہ اگر اور جہنمی ہیں تو ان کو بھیج دیجیے ابھی گنجائش باقی ہے اور اس طرح ان کافروں، مشرکوں اور شیطانوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور جہنم کو ڈھک دیا جائے گا۔

☆ اہل تقویٰ اور اہل ایمان سے کہا جائے گا کہ تم سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا تھا وہ یہ جنت ہے اور جنت کو ان کے قریب تر کردیا جائے گا یعنی ان جنتیوں کو ایسا محسوس ہوگا جیسے جنت بالکل ان کے سامنے ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب تم امن و سلامتی اور سکون سے یہاں رہو۔ اب اس میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ ان جنتوں میں تم جو کچھ چاہو گے وہ ملے گا اور ان کو بغیر مانگے بھی بہت کچھ دیا جائے گا۔

☆ فرمایا گیا کہ یہ کفار و مشرکین اپنی طاقت اور سرداریوں پر نہ اترائیں کیونکہ ان سے پہلے گزری ہوئی قومیں ان سے بھی طاقت ور اور مضبوط تھیں لیکن جب انہوں نے نافرمانیوں سے توبہ نہ کی تو ان کو تباہ و برباد کردیا گیا۔

☆ اللہ نے فرمایا کہ اس نے چھ دن میں ساری کائنات کو پیدا کیا۔ وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کفار و مشرکین آپ ﷺ کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے۔ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کیجیے اور رات کے ایک حصے میں اس کی تسبیح کیجیے۔ نمازوں کا اہتمام کیجیے۔ فرمایا زندگی اور موت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اسی طرح ساری دنیا کے سب اولین و آخرین کو جمع کرلینا بہت آسان ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان کفار کو سمجھاتے رہیے۔ ان کو سمجھانا ہی آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے آپ ﷺ ان پر زبردستی کے لیے نہیں بھیجے گئے۔ جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں وہ ضرور آپ ﷺ کی بات پر دھیان دیں گے۔

## سورۃ قٓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ﴿۱﴾ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ
فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ
ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴿۳﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا
كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ﴿۴﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ﴿۵﴾
اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا
مِنْ فُرُوْجٍ ﴿۶﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ﴿۷﴾ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۸﴾
وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ﴿۹﴾
وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ﴿۱۰﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ
بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ
الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ
الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾
اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

قٓ۔ حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔

اس شان والے قرآن کی قسم۔ بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہے کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ڈرانے والا آ گیا ہے۔ پھر وہ کافر کہتے ہیں کہ یہ تو عجیب سی بات ہے کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے (دوبارہ اٹھائے جائیں گے) یہ تو عقل اور سمجھ سے دور کی بات ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) حالانکہ ہم ان کو جنہیں زمین نے کم کر دیا ہے (یعنی کھا لیا ہے) اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب ان کے پاس سچی بات پہنچ گئی تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا۔ اب وہ کشمکش اور الجھن میں مبتلا ہیں۔

کیا انہوں نے اس آسمان کو نہیں دیکھا جو ان کے سروں پر (چھت کی طرح) ہے کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے کیسے آراستہ کیا ہے؟ اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے؟ (کیا وہ) زمین کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اس کو پھیلا کر اس میں بھاری پہاڑ جما دیئے اور اس میں ہم نے ہر قسم کی پر رونق چیزیں اگا دیں۔ اس میں (ہر اس شخص کے لئے) ہدایت و نصیحت ہے جو اللہ کی طرف لوٹنے والا ہے۔ (کیا وہ نہیں دیکھتے کہ) ہم نے آسمان سے ایک برکت والا (نفع والا) پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ بہت سے باغات اور اناج کو پیدا کیا (جو کھیتی میں ہوتا ہے) اور پھر کاٹا جاتا ہے۔ اس نے کھجوروں کے اونچے اونچے درخت اگائے کہ ان درختوں کا گابھا خوب گتھا ہوا ہوتا ہے۔ (یہ اللہ نے) بندوں کے لئے رزق کا ذریعہ بنایا ہے) اور پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندگی بخشی ہے (جو لوگ مر چکے ہیں ان کا بھی) نکلنا اسی طرح سے ہوگا۔

ان سے پہلے قوم نوح، کنویں والے، قوم ثمود، قوم عاد، فرعون اور قوم لوط، ایکہ والے اور قوم تبع نے بھی (اللہ کے نبیوں کو) اوروں کی طرح جھٹلایا۔ پھر ان پر رب کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ کیا پھر ہم پہلی مرتبہ پیدا کر کے (دوبارہ پیدا کرنے سے) تھک گئے ہیں۔ نہیں (اصل بات یہ ہے کہ) لوگ دوبارہ پیدا کئے جانے سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۵

| | |
|---|---|
| عَجِبُوْا | انہوں نے تعجب کیا |
| مُنْذِرٌ | ڈرانے والا |
| مِتْنَا | ہم مر گئے |
| رَجْعٌ بَعِيْدٌ | یہ تو لوٹنا دور کا ہے |
| تَنْقُصُ | گھٹاتی ہے |
| مَرِيْجٌ | الجھا ہوا |
| فُرُوْجٌ | سوراخ |
| مَدَدْنَا | ہم نے پھیلا دیا |
| اَلْقَيْنَا | ہم نے ڈال دیا |
| رَوَاسِىَ (رَاسِيَةٌ) | بوجھ |
| زَوْجٌ بَهِيْجٌ | طرح طرح کی خوشنمائی۔ خوبصورتی |
| تَبْصِرَةٌ | دکھانا۔ سمجھانا |
| مُنِيْبٌ | پلٹنے والا۔ توجہ کرنے والا |
| اَلْحَصِيْدُ | کٹا ہوا کھیت |
| اَلنَّخْلُ | کھجور کا درخت |
| بٰسِقٰتٌ (بَاسِقَةٌ) | لمبے لمبے |

| | |
|---|---|
| طَلْعٌ | خوشہ |
| نَضِیْدٌ | ایک دوسرے سے ملا ہوا۔ گتھا ہوا |
| اَلرَّسُّ | پرانا کنواں |
| اَلْاَیْکَۃُ | گھنا جنگل |
| تُبَّعٌ | پیچھے چلنے والا |
| حَقَّ | ثابت ہوا |
| وَعِیْدٌ | میرا ڈرانا |
| لَبْسٌ | شک |

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

سورۃ ق سے قرآن کریم کی ساتویں منزل شروع ہوتی ہے۔ سورۃ کا آغاز ہوا ہے ق حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی کا اللہ کو علم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی عظمت کی قسم کھا کر فرمایا ہے وہ بلند رتبہ اور عظمت و جلال والی کتاب ہے جسے ان تمام کتابوں پر عزت و شرف حاصل ہے جو اس سے پہلے نازل کی گئی ہیں۔ اس کتاب کا مقابلہ اور کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ اس کتاب میں اس بات کو نہایت واضح طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ اس دنیا میں انسان کا قیام عارضی ہے حقیقی زندگی کا آغاز آخرت سے ہوگا۔ دنیا میں وقتی زندگی گذارنے کے بعد ہر شخص کو ایک مقرر دن (قیامت کے دن) اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہوگا پھر جزا اور سزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔ ان تمام باتوں کو اللہ کے پیغمبر آ کر بتاتے ہیں تا کہ راستے سے بھٹکے ہوئے انسان سیدھے راستے پر آ جائیں جو ان کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں وہ کامیاب ہوتے ہیں لیکن اللہ و رسول کے منکر جب گناہوں کی حدوں کو پار کر جاتے ہیں تو پھر ان کو عبرت ناک سزا دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار اس بات کو بڑی حیرت اور تعجب سے کہتے رہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں بتانے والے پیغمبر ان ہی

جیسے بشر ہیں۔ ان میں اور ہم میں فرق کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے جو یہ ہے کہ اگر اللہ کے پیغمبر انہی میں سے ان کی اصلاح کے لئے نہ بھیجے جائیں تو پھر دوسروں کی مخلوق ہوگی جو پیغمبر بنا کر بھیجی جائے گی۔ انبیاء کی بشریت کا انکار کرنے والا حیران رہ جاتا ہے جس کا مظاہرہ وہ کرتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم میں صاف صاف فرما دیا گیا ہے کہ اگر اللہ فرشتے کو بھی پیغمبر بنا کر بھیجتا تو وہ بھی بشری ہوتا۔

کفار اس بات میں بھی تعجب کرتے ہیں کہ جب وہ مر کر مٹی ہو جائیں گے ان کی ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ان کے جسم کے سارے اجزاء بکھر جائیں گے تو ان کے اجزاء کس طرح جمع کئے جا سکیں گے؟ دنیا کے اربوں کھربوں انسانوں کے اجزاء جمع ہو کر دوبارہ کس طرح انسانی شکل اختیار کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں تعجب اور حیرت کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ کو معلوم ہے انسانی جسم کے اعضاء کو کس زمین نے کھایا ہے اور ان کے جسم کے کون کون سے اجزاء باقی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے ان تمام چیزوں کا پورا حساب ایک ایسی کتاب میں درج کر رکھا ہے جو ہر طرح کی تبدیلی سے محفوظ ہے اور وہ کتاب خود اس کی حفاظت کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ درحقیقت یہ کفار کسی ایک بات پر جم کر سوچ ہی نہیں سکتے کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ۔ یہ ہر چیز میں ڈانواں ڈول رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ کائنات میں ظاہری اسباب اور قوموں کے انجام پر ذرا بھی سنجیدگی سے غور کریں تو انہیں ان میں سے کسی بات پر نہ تو حیرت ہوگی اور نہ تعجب ہوگا۔ فرمایا کہ ذرا اپنے اوپر ایک بلند و بالا آسمان کو دیکھو اللہ نے اس کو کس طرح بنایا ہے جو ستون کے بغیر بے سہارا اور آسمان اپنی عظمتوں کے ساتھ چھت کی طرح سے تان دیا گیا ہے جسے چاند سورج اور ستاروں کی چمک سے روشن و منور کر رکھا ہے اس میں کہیں شگاف یا دراڑیں نہیں۔ جب اپنے پاؤں تلے زمین کو دیکھیں کہ اللہ نے اس کو پھیلا کر اس میں کس طرح توازن برقرار رکھنے کے لئے بڑے بڑے پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا تا کہ وہ زمین جھک کر ایک طرف کو نہ ڈھلک جائے۔ پھر زمین میں طرح طرح کے حسن و جمال اور خوبصورتیوں کو بکھیر دیا ہے۔ جب یہ زمین خشک اور مردہ سی ہو جاتی ہے تو بلندی سے پانی برسایا جاتا ہے جس سے مردہ سی زمین دوبارہ زندہ ہو جاتی ہے ہر طرف خوبصورت نباتات لہلہاتے کھیت، کھجوروں کے جھنڈ کے جھنڈ اس میں لگے ہوئے خوشے اور رزق کے مختلف سامان اسی پانی سے پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

فرمایا کہ ان تمام باتوں میں تعجب اور حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر پانی کے چھینٹے سے زمین دوبارہ سرسبز و شاداب ہو کر ایک نئی زندگی حاصل کر سکتی ہے اور اللہ کے حکم سے کھیتی لہلہانے لگتی ہے اسی طرح اللہ جب سارے مردوں کو قبروں سے اٹھا کر ان کے اجزاء کو جمع کر کے ان کی اپنی شکل و صورت پر دوبارہ کھڑا کرے گا تو اس میں کسی حیرت کی بات نہیں ہے یہ تو اللہ کی قدرت و طاقت ہے وہ کائنات میں جس طرح چاہتا ہے تبدیلیاں کرتا ہے وہی انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے کی طاقت و قوت رکھتا ہے۔

فرمایا کہ یہ تو دنیاوی انقلابات ہیں۔ اگر دنیا بھر کی بڑی بڑی قوموں کے عبرت ناک انجام کو دیکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آجائے گی کہ اللہ کے سامنے دنیا کی طاقتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جب بھی اس کی زمین پر نافرمانی کی جاتی ہے تو اللہ کا قانون قدرت دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ نے نافرمان قوموں کے متعلق فرمایا ہے کہ جب انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی تو پھر ان کی ترقیات، مال و دولت اور اونچی اونچی بلڈنگیں ان کے کام نہ آسکیں۔ حضرت نوحؑ اور حضرت شعیبؑ کی قومیں قوم ثمود اور قوم عاد، فرعون اور لوطؑ کی قوم گھنے جنگل والے اور قوم تبع ان قوموں کی زندگیاں گواہ ہیں کہ اللہ نے ان قوموں کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبر بھیجے۔ جب انہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی تو ان کو تباہ و برباد کر کے نشان عبرت بنا دیا۔ اصحاب الرس، اصحاب ایکہ اور قوم تبع کون تھے ان کی تفصیل یہ ہے۔

﴿اصحاب الرس﴾ (کنویں والے)۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو ان کی نافرمانیوں سے روکا تو وہ ان کے مخالف ہو گئے اور اس قوم کی نافرمانیاں بڑھتی ہی چلی گئیں۔ آخر کار اس قوم پر عذاب کا فیصلہ آگیا اور وہ قوم تہس نہس کر دی گئی۔ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے تقریباً چار ہزار آدمی تھے جنہیں اللہ نے اس عذاب سے بچا لیا اور حضر موت کے علاقے میں حضرت صالح اور ان کی قوم کے لوگ جا کر آباد ہو گئے۔ جس جگہ قیام کیا تھا وہاں ایک کنواں تھا۔ (الرس کنویں کو کہتے ہیں)۔ فرمایا کہ اصحاب الرس (کنویں والے) شروع میں تو اللہ کے فرماں بردار رہے جب حضرت صالح علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو آہستہ آہستہ اس قوم میں بت پرستی شروع ہو گئی۔ اسی کفر و شرک اور نافرمانی کی اصلاح کے لئے جب اللہ نے ایک پیغمبر کو بھیجا تو انہوں نے ان کی بات سننے سے انکار کر دیا اور ان کو شہید کر دیا۔ اس نافرمانی کی وجہ سے اس قوم پر عذاب نازل کیا گیا۔ وہ کنواں جس پر ان کا دار و مدار تھا وہ کنواں خشک ہو کر ویران ہو گیا اور ان کی بنائی ہوئی اونچی اونچی بلڈنگیں تباہ و برباد کر دی گئیں۔

﴿اصحاب الایکہ﴾ الایکہ گھنے جنگل کو کہتے ہیں۔ یہ علاقہ بہت سرسبز و شاداب تھا اور گھنے باغات سے گھرا ہوا تھا۔ پانی بھی بڑی کثرت سے تھا۔ آج کل یہ علاقہ اردن کی سلطنت میں ہے۔ جب اس قوم کی نافرمانیاں بڑھ گئیں تو اللہ نے ان کی اصلاح کے لئے حضرت شعیبؑ کو بھیجا جب اس قوم نے ان کی مسلسل نافرمانیاں کیں اور اللہ و رسول کی باتیں ماننے سے انکار کر دیا تو اس قوم پر اللہ کا عذاب آیا اور وہ قوم تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔

﴿قوم تبع﴾ یمن کے بادشاہوں کو ”تبع“ کہا جاتا ہے جس طرح مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔ قوم تبع کو اپنی خوش حالی پر بڑا ناز تھا۔ وہ کوئی صحیح بات سننے کو تیار نہ ہوتے تھے۔ جب اس قوم کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ نے اس قوم کو شدید عذاب کے ذریعہ تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ ان کا مال اور دولت اور ان کی ترقیات ان کے کسی کام نہ آسکیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ قوموں کا ذکر کر کے مکہ کے کفار و مشرکین کو آگاہ کیا ہے کہ وہ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نافرمانیاں نہ کریں ورنہ وہ بھی اللہ کے غضب کا شکار ہو سکتے ہیں کیونکہ اللہ کا دستور اور قانون ہر زمانہ میں یکساں رہا ہے۔ وہ نافرمانوں کو سزا دیتا ہے اور فرماں برداروں کو دنیا اور آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں عطا کرتا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ
إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ
الشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ وَ
جَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ
فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ﴿٢٠﴾ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ
وَشَهِيدٌ ﴿٢١﴾ لَّقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ
فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ﴿٢٣﴾
أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ﴿٢٥﴾
الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ﴿٢٦﴾
قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَٰكِن كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ
لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ
لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٢٩﴾

ع ۲ ۱٦

**ترجمہ: آیت نمبر ۱٦ تا ۲۹**

بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں جو خیالات ابھرتے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے دو فرشتے اس کے اعمال کو لکھ رہے ہیں۔ اس کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے اس کے پاس ایک نگراں موجود نہ ہو۔ اور موت کی وہ سختی آ پہنچی جو برحق ہے۔ (جس سے وہ زندگی بھر) بچ پھرتا تھا۔ اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو یہی دن عذاب کے وعدے کا دن ہوگا۔ ہر

شخص (میدان حشر میں) اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک (فرشتہ) حشر میں لانے والا اور ایک گواہ ہوگا۔ (اس سے کہا جائے گا کہ) تو اس دن سے غفلت میں تھا جس کے پردے کو ہم نے ہٹا دیا ہے۔ آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔ اور اس کا وہ ساتھی (فرشتہ) جو گواہ تھا کہے گا کہ اس کا نامہ اعمال میرے پاس تھا جو حاضر ہے۔

(حکم دیا جائے گا کہ) تم ہر اس شخص کو جہنم میں جھونک دو جو ناشکرا اور زیادتی کرنے والا، نیکی سے روکنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا اور شک میں پڑا ہوا تھا۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود بنایا اس کو بھی شدید عذاب میں جھونک دو۔

اس کا وہ ساتھی (جو شیطان تھا) کہے گا کہ اے پروردگار میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود گمراہی میں دوڑا پھرتا تھا۔ فرمایا جائے گا کہ میرے سامنے نہ جھگڑو کیونکہ میں پہلے ہی تمہارے پاس عذاب کا وعدہ بھیج چکا تھا۔ میرے پاس کوئی بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۲۹

| | |
|---|---|
| تُوَسْوِسُ | چپکے سے وسوسہ ڈالتا ہے |
| حَبْلُ الْوَرِيْدِ | شہ رگ |
| قَعِيْدٌ | بیٹھا ہوا |
| مَا يَلْفِظُ | کوئی لفظ نہیں نکالتا |
| رَقِيْبٌ | نگہبان۔ نگرانی کرنے والا |
| سَكْرَةُ الْمَوْتِ | موت کی بے ہوشی |
| تَحِيْدُ | کتراتا ہے |
| يَوْمُ الْوَعِيْدِ | ڈرنے کا دن |
| سَائِقٌ | چلانے والا |

| | |
|---|---|
| غِطَاءٌ | پردہ |
| حَدِيْدٌ | بہت تیز |
| قَرِيْنٌ | ساتھی |
| لَدَيَّ | میرے پاس |
| اَلْقِيَا | تم دونوں ڈال دو |
| عَنِيْدٌ | ضدی |
| مَنَّاعٌ | روکنے والا |
| مُعْتَدٍ | حد سے آگے بڑھ جانے والا |
| مُرِيْبٌ | شک و شبہ ڈالنے والا |
| اَطْغَيْتُ | میں نے سرکشی کی |
| لَا تَخْتَصِمُوْا | تم نہ جھگڑو |

## تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۹

ان آیات میں موت اور قیامت کے ہولناک دن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جو کفر دنیا میں غرور و تکبر کا پیکر بنے ہوئے تھے اور وہ نبیوں کی بات نہیں مانتے تھے ان کو اپنے کرتوتوں کی سزا اور تقویٰ کی زندگی نے بہترین اعمال کئے ہوں گے تو ان کو ان کے تصور سے زیادہ انعامات سے نوازا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ اس کے دل میں پیدا ہونے والے ہر خیال سے اچھی طرح واقف ہیں۔ رگ جان جس پر انسانی زندگی کا دار و مدار ہے وہ اس سے اتنی قریب نہیں ہے جتنا ہم اس سے قریب ہیں۔ اس کی اندرونی کیفیت کو معلوم کرنے کے لئے ہمیں کہیں جانے اور کسی ذریعہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے دل و دماغ میں جو بھی خیالات آتے ہیں یا وہ عمل کرتا ہے وہ ہماری نظر میں ہے۔ فرمایا کہ ہم نے اس کے دائیں اور بائیں اپنے فرشتے مقرر کئے ہوئے ہیں جو اس کے منہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ اور اس کے کئے ہوئے ہر کام سے واقف ہیں اور وہ اس کو ریکارڈ کرتے چلے جا رہے ہیں۔
جب اس پر جان کنی کی بے ہوشی اور سختی طاری ہو جائے گی جس موت سے وہ بھاگتا تھا اور موت کے نام سے ہول کھاتا تھا وہی آ کر

رہتے ہیں۔ اس سے بچنا ممکن نہیں۔ دوسرے یہ کہ موت ایک دروازہ ہے جس سے سب کو گذرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد اس کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ اسی طرح وہ جس قیامت کا یقین نہیں کرتا تھا وہ بھی آکر رہے گی۔ جیسے ہی اللہ کے حکم سے صور میں پھونک ماری جائے گی اور قیامت قائم ہو جائے گی تو وہی دونوں فرشتے جو اس کے دائیں بائیں اس کے اعمال لکھ رہے تھے ان میں سے ایک تو اس کافر کو ہانکتا ہوا جہنم کی طرف لے جائے گا اور دوسرا فرشتہ اس کے تمام اعمال کا ریکارڈ لئے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ ہوگا۔ فرشتے کہیں گے کہ دنیا میں تیری آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے اور تو دیکھ کر بھی اور سن کر بھی اس کا یقین نہیں کرتا تھا آج غفلت کے سارے پردے تیری آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے ہیں اور آج تیری نظر ہر چیز کو صاف صاف دیکھ رہی ہے۔ جو فرشتہ اس کے ساتھ رہتا تھا وہ اس کا نامۂ اعمال سامنے رکھ کر کہے گا کہ یہ ہیں تیرے وہ اعمال اور کرتوت جنہیں تو دنیا میں کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان جیسے تمام نافرمانوں کو جہنم میں جھونک دینے کا حکم دیں گے جو (۱) حق آنے کے باوجود اس کا انکار کیا کرتے تھے۔ (۲) اللہ کی ناشکری جن کا شیوہ بن چکا تھا۔ (۳) وہ ہر بھلائی کے راستے سے دوسروں کو روکتے تھے۔ (۴) غرور و تکبر کا پیکر بنے ہوئے تھے۔ (۵) حد سے نکل جانے والے تھے۔ (۶) ہر چیز میں شک و شبہ پیدا کرتے تھے۔ (۷) ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک ٹھیراتے تھے۔ حکم ہوگا کہ ان کو جہنم میں جھونک دو۔

اللہ تعالیٰ شیطان سے فرمائیں گے کہ تو نے ان کو بہکایا تھا۔ وہ کہے گا کہ الٰہی! میں نے ان کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو خود ہی گمراہی کو اپنے گلے میں ڈالے پھرتے تھے۔ ادھر کفار شیطان پر الزام لگاتے ہوئے کہیں گے کہ ہمیں اسی نے بہکایا تھا اس کو پوری پوری سزا دی جائے اور ہمیں معاف کر دیا جائے۔

جب ان دونوں میں جھگڑا بڑھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب آپس میں جھگڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں نے تو اپنے پیغمبروں کے ذریعہ تمہیں پہلے ہی آگاہ اور خبردار کر دیا تھا اور تمہیں اپنے فیصلے سے مطلع بھی کر دیا تھا۔ وہ میرا فیصلہ اٹل اور ناقابل تبدیل ہے۔ ہم کسی پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کیا کرتے۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ﴿٣٠﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ﴿٣١﴾ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ﴿٣٢﴾ مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ﴿٣٣﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ﴿٣٤﴾ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ﴿٣٥﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۵

وہ دن (کتنا ہیبت ناک ہوگا) جب ہم جہنم سے کہیں گے کہ کیا تو بھر چکی؟ وہ جہنم کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے؟

اور تقویٰ والوں کے لئے جنت قریب کر دی جائے گی جو ان سے دور نہ ہوگی (فرمایا جائے گا کہ) یہ وہ جنت ہے جس کا وعدہ ہر اس شخص سے کیا گیا تھا جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا اور (بندوں کے حقوق کی) حفاظت کرنے والا تھا۔ جو شخص رحمٰن کو دیکھے بغیر ڈرتا رہا اور رجوع ہونے والا دل لے کر حاضر ہوا (حکم دیا جائے گا کہ) سلامتی (عزت و احترام) کے ساتھ اس جنت میں داخل ہو جا جو ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ ان جنتوں میں ان کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس سے اور زیادہ دیا جائے گا۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۳۵

| | |
|---|---|
| ھَلِ امْتَلَأْتَ | کیا تو بھر گئی |
| اُزْلِفَتْ | قریب لائی گئی |
| اَوَّابٌ | جھکنے والا |
| اَلْخُلُوْدُ | ہمیشہ رہنے والا |

## تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۵

جب میدان حشر میں ہر شخص کے اعمال کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو جہنم میں داخل ہونے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ جہنم پکار اٹھے گی کہ کیا ابھی اور اللہ کے نافرمان ہیں جنہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا؟ مفسرین نے اس کے معنی یہ بھی کہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود ہی جہنم سے سوال فرمائیں گے کہ کیا اب بھی جہنم میں

اور جگہ موجود ہے؟ کیا اس کے علاوہ اور بھی جہنم والے ہیں۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ دوزخیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا پھر اس جہنم کو بند کر کے اوپر سے ڈھانپ دیا جائے گا۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے اپنی پوری زندگی اللہ و رسول کی اطاعت میں گذاری ہوگی ان کو ایسی جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر طرف راحتیں ہی راحتیں ہوں گی اور کسی طرح کا کوئی رنج و غم نہ ہوگا۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گذارنے والوں کے لئے جنت کو سنوارا جائے گا اور فرشتے اس میں ان کا پرجوش استقبال کریں گے۔ وہ جنت میں جیسی بھی خواہش کریں گے وہ ان کو اسی وقت بغیر کسی رکاوٹ کے عطا کر دی جائے گی۔ اہل جنت کو سب سے بڑی نعمت "دیدار الٰہی" نصیب ہوگا۔ اور دیدار بھی اس شان کے ساتھ کہ درمیان سے ہر پردے کو ہٹا کر بے حجابانہ زیارت نصیب ہوگی۔ بعض روایت کے مطابق ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ کی ایسی زیارت نصیب ہوگی کہ دیدار الٰہی کے انوارات میں ہر شخص گم ہو کر رہ جائے گا۔ کفار و مشرکین اور اللہ کے نافرمانوں کو جہنم تک پہنچنے میں ایسے لگے گا جیسے کسی پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں لیکن اہل جنت کے لئے جنت کو اتنا قریب کر دیا جائے گا کہ جنت میں پہنچنے کی مسافت اور فاصلہ کا احساس تک نہ ہوگا اور وہ پورے احترام کے ساتھ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ یوں تو اہل جنت کی بہت سی خصوصیات ہوں گی اس جگہ خاص طور پر چار صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اواب، حفیظ، خشی الرحمٰن اور قلب منیب۔

۱۔ اواب ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو شیطانی وسوسوں کے باوجود محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنی ہر خواہش کو چھوڑ کر ہر اس بات کو اختیار کرتا ہے جس میں اللہ و رسول کی اطاعت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ دن رات اپنے گناہوں پر شرمندگی کا احساس کرتے ہوئے توبہ و استغفار کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور اس کو جنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔

۲۔ حفیظ جو کسی حال میں بھی صغیرہ کبیرہ گناہوں کی تلافی کے لئے مخلصانہ کوششوں سے غافل نہ رہتا ہو۔

۳۔ خشی الرحمٰن جو ہر وقت اس احساس کو زندہ رکھتا ہو کہ اللہ بڑا رحیم و کریم ہے وہی اپنے بندوں پر بے اختیار رحمتیں نازل کرتا ہے لیکن اس تصور سے کانپتا اور ڈرتا رہتا ہو کہ کہیں وہ اللہ کے قہر کا شکار نہ ہو جائے۔

۴۔ قلب منیب ایسا دل جس میں اپنے نفسانی جذبوں کو چھوڑنے اور نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ و رسول کے ادب و احترام کا بے پایاں خیال غالب رہے۔ صحیح عقیدہ اور اللہ کی طرف رجوع رہنے والا دل ہو۔ ایسا دل جس میں نیکیوں کی محبت اور گناہوں سے نفرت اور توبہ و استغفار جس کا شعار ہو۔ ایسا دل جو ہر طرف سے کٹ کر محض اللہ کی رضا و خوشنودی کا طالب ہو۔

اہل جنت کی یہ چار صفات ہیں جو ان کو جنت کا مستحق ثابت کر دیں گی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں نازل ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی ان صفات کو پیدا کر کے ہمیں جہنم سے نجات اور جنت کا مستحق بنا دے۔ آمین

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن

قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُم بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِن مَّحِيصٍ ﴿٣٦﴾
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ
شَهِيدٌ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ
أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ ﴿٣٨﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ
بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿٣٩﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ
فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴿٤٠﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰**

اور ہم (ان کفار مکہ سے پہلے) بہت سی (نافرمان) قوموں کو تباہ کر چکے ہیں جو ان سے زیادہ طاقت و قوت والی تھیں۔ پھر وہ شہروں میں (فریاد کرتے) پھرے کہ ان کے لئے کوئی پناہ کی جگہ ہے؟ بے شک اس میں ہر اس شخص کے لئے عبرت و نصیحت ہے جو دل رکھتا ہے یا جو پوری توجہ سے بات کو سنتا ہے۔ اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ اور ہمیں اس کام سے تھکاوٹ نہیں ہے۔ (اے نبی ﷺ) وہ کفار جو کچھ کہا کرتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات میں بھی اور سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بھی تسبیح کیجئے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

نَقَّبُوْا — وہ بھاگے، دوڑے

مَحِیْصٌ — پناہ کی جگہ

| | |
|---|---|
| سِتَّةِ اَیَّامٍ | چھ دن |
| مَا مَسَّنَا | ہم کو نہیں چھوا |
| لُغُوْبٌ | تھکاوٹ۔ تھکن |
| اَدْبَارٌ | پیچھے۔ بعد میں |

## تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

اعلانِ نبوت کے بعد وہی لوگ جو نبی کریم ﷺ کو بہت چاہتے تھے اس طرح آپ کے دشمن بن گئے کہ آپ کا اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کا مکہ میں رہنا دشوار ہو گیا اور ان پر مکہ مکرمہ کی سرزمین کو تنگ کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے قوموں کے ابھرنے، عروج و ترقی تک پہنچنے اور نافرمانیوں کی وجہ سے مٹ جانے کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حق و صداقت کے راستے پر چلنے والوں کو پورے عزم و یقین کے ساتھ صبر کرتے رہنا چاہیے کیونکہ سچائی کے اس کلمے کو بلند کرنے میں لوگوں کی بے حسی، بد اخلاقی کو برداشت کر کے کڑوے گھونٹ پینا ہی پڑتے ہیں۔ اگر اتنا کچھ سمجھانے کے باوجود قوم اپنی بداعمالیوں کا راستہ نہیں چھوڑتی تو پھر وہ قدرت کی زد میں آجاتی ہے۔ فرمایا کہ مکہ کے لوگ جس طاقت و قوت پر ناز کر رہے ہیں ان سے پہلے گذری ہوئی قومیں ان سے بہت زیادہ طاقت و قوت اور دنیا کے وسائل رکھتی تھیں جب انہوں نے نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب ان پر اللہ کا فیصلہ آگیا اور پھر انہیں دنیا کے کسی کونے میں بھی پناہ نصیب نہ ہوئی۔ فرمایا کہ یہ تاریخ انسانی کے سچے واقعات ہیں جن سے عرب کے لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ ان ظالم قوموں کے کھنڈرات کے پاس سے گذرتے رہتے ہیں لیکن عبرت حاصل نہیں کرتے اور اپنے انجام پر غور نہیں کرتے۔ فرمایا کہ انسانی تاریخ کے ان واقعات سے وہی لوگ عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں جن میں سوچنے اور سمجھنے کی اہلیت و صلاحیت زندہ ہوتی ہے لیکن جو لوگ بے حس ہو چکے ہوں اور وہ کسی بات کو سوچنے کی زحمت ہی نہیں کرتے اور غلط عقیدوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں وہ بہت جلد اپنے انجام کو پہنچنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے اس زمین و آسمان یعنی کائنات کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور ساتویں دن تھکن کی وجہ سے اس نے آرام کیا (نعوذ باللہ)۔ فرمایا کہ بے شک اللہ نے اس کائنات کو چھ دنوں میں بنایا لیکن ساتویں دن اس نے آرام نہیں کیا۔ وہ تھک کر نہیں بیٹھ گیا کیونکہ وہ لوگوں کی طرح ہاتھوں سے محنت نہیں کرتا کہ کچھ کام کر کے تھک جائے بلکہ جس کام کو وہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے کہتا ہے "کن" ہو جا اور وہ چیز اسی وقت وجود اختیار کر لیتی ہے۔ اب اس نے کائنات کو

بتدریج بنایا ہے یہ اس کی مصلحت ہے لیکن تھک جانا یہ تو انسانی عادت ہے جس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فرمایا کہ آپ ان کفار یہودیوں اور نصاریٰ کی اذیتوں پر صبر کیجئے۔ تحمل اور برداشت سے کام لیجئے صبح و شام اور رات کے اندھیروں میں اور دن کی روشنی میں اللہ کی حمد و ثنا کیجئے۔ دین اسلام کے مخالف جو اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں یہ خود ہی ملیا میٹ کر دیئے جائیں گے۔ آپ اور آپ کے صحابہؓ اس کلمہ حق کو بلند کرتے رہیں ان کفار سے اللہ خود نبٹ لے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ

مکہ کے کفار جن نافرمانیوں اور رسول دشمنی میں لگے ہوئے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان سے پہلے وہ زبردست قوت اور طاقت رکھنے والی قومیں گذری ہیں جنہیں اللہ کے پیغمبروں نے ہر طریقے پر سمجھایا اور کفر و شرک سے باز رکھنے کی تلقین کی لیکن وہ اپنی بدمستیوں میں اللہ کے پیغمبروں کی باتوں کو ٹھکراتے رہے۔ آخر کار ان پر اللہ کا فیصلہ آ گیا اور انہوں نے شہر شہر گھومنے اور پناہ کی جگہ تلاش کرنے میں اپنی ساری صلاحیتوں کو لگا دیا لیکن ان کو کسی جگہ بھی پناہ نصیب نہ ہو سکی۔ ان تمام واقعات سے اہل عرب اچھی طرح واقف تھے ان کے تباہ کیے گئے کھنڈرات سے اکثر گذرتے تھے مگر سب کچھ دیکھ کر بھی وہ عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتے تھے اور اپنے بدترین انجام سے غافل تھے۔ فرمایا بات یہ ہے کہ ان کے پاس وہ نگاہیں نہیں ہیں جو اپنے انجام کو دیکھ سکیں وہ عقل و فکر نہیں جس سے وہ سوچ سکیں۔ جن کے پاس نگاہیں اور دل ہوتے ہیں وہی عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ جو بھی بکواس کرتے ہیں آپ اس کی پرواہ نہ کیجئے بلکہ صبر و تحمل اور برداشت سے اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی جدوجہد کرتے رہیے اور صبح و شام سورج نکلنے سے پہلے، سورج ڈوبنے سے پہلے، کچھ رات کے اندھیروں میں اور کچھ سجدوں سے فارغ ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کیجئے۔ کسی کی پرواہ نہ کیجئے۔ اللہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل کرتا رہے گا اور دشمنان اسلام بھی گذشتہ قوموں کی طرح بے نام و نشان ہو کر رہ جائیں گے کیونکہ اللہ کا یہی دستور ہے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ﴿٤٢﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيدِ ﴿٤٥﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

اور سنو! جس دن پکارنے والا قریب ہی سے پکارے گا اور اس دن یقیناً سب لوگ اس چیخ کو (صور پھونکے جانے کو) سن لیں گے یہ ان کے قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔ بے شک ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں۔ اور سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے۔ اس دن جب زمین پھٹ جائے گی اور لوگ اس کے اندر سے نکل کر دوڑ رہے ہوں گے ان سب کو جمع کر لینا ہمارے لئے آسان ہے۔ (اے نبی ﷺ) یہ لوگ جو باتیں بنا رہے ہیں ہم انہیں خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے تو ہیں نہیں (لہٰذا) آپ اس قرآن کے ذریعہ ہر اس شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میرے عذاب سے ڈرتا ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

| | |
|---|---|
| اَلْمُنَادِ | ندا دینے والا۔ آواز دینے والا |
| تَشَقَّقُ | پھٹ پڑے گی |
| جَبَّارٌ | زبردستی کرنے والا |
| یَخَافُ وَعِیْدِ | جو میرے ڈرانے سے ڈرتا ہے |

## تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

غفلت و کوتاہی کے ساتھ زندگی گذارنے والے قیامت کو دور کی چیز سمجھتے ہیں حالانکہ اہل ایمان اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ موجودہ دنیا آخر کار ایک دن ختم ہو جائے گی اور پھر سب کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر زندگی میں کئے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ چنانچہ جب صور پھونکا جائے گا تو کائنات کی ابتداء سے انتہا تک جتنے بھی لوگ ہوں گے وہ اپنی قبروں سے زمین کی گہرائی یا جن جگہوں سے زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے۔

احادیث میں آتا ہے کہ جب اللہ کے حکم سے حضرت اسرافیل صور میں پھونک ماریں گے تو اس ہیبت ناک آواز کو دور اور نزدیک والے اس طرح سنیں گے جیسے ان کو قریب ہی سے آواز دی گئی ہے۔ حضرت اسرافیل کہیں گے کہ

"اے گلی سڑی ہڈیو! ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جانے والی کھالو! ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے والے گوشت کے ٹکڑو! بکھر جانے والے ذروں میں لوگو تمہیں اللہ یہ حکم دیتا ہے کہ حساب کے لئے جمع ہو جاؤ۔" (بغوی)

حضرت اسرافیل کے اس اعلان کے بعد تمام مردے زندہ ہو کر میدان حشر کی طرف دوڑنا اور بھاگنا شروع کر دیں گے۔ اس طرح زمین و آسمان اور وقت کا نقشہ بدل جائے گا سب لوگ ایک ایسی نئی دنیا میں آنکھ کھولیں گے جہاں ساری دنیا کے لوگ جمع ہوں گے اور اس میدان میں ہر شخص سے زندگی میں کئے ہوئے کاموں کا حساب لیا جائے گا۔ انسان یہ سوچتا ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوگا؟ اللہ نے فرمایا کہ وہ اللہ جس کے ہاتھ میں انسان کی زندگی اور موت کا نظام ہے اس کے لئے خاک میں مل جانے والے ذروں کو جمع کر کے پھر سے ان کو انسانی شکل میں لے آنا کوئی دشوار اور مشکل بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ یہ سب کچھ ایک سچائی ہے آپ اس پیغام حق کو اس شخص تک پہنچا دیجئے جو نصیحت حاصل کرتا اور میرے عذاب سے ڈرتا ہے۔ آپ کا کام اس بات کو محبت و خلوص سے ہر شخص تک پہنچانا ہے کسی پر زبردستی کر کے ٹھونسنا نہیں ہے کیونکہ ہم نے آپ کو اس پیغام کے پہنچانے پر مامور کیا ہے آپ اپنا کام کرتے رہیے جو بھی سعادت مند ہے وہ اس بات پر دھیان دے گا اور اپنی آخرت سنوار لے گا لیکن بدبخت انسانوں کو بہت جلد اپنے برے انجام کا خود ہی پتہ چل جائے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## پارہ نمبر ۲۶ تا ۲۷

• حٰمٓ • قال فما خطبکم

## سورۃ نمبر ۵۱

# الذّٰرِیٰت

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

# تعارف سورۃ الذّٰریٰت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 51 |
| کل رکوع | 3 |
| آیات | 60 |
| الفاظ و کلمات | 360 |
| حروف | 1553 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی چار بڑی قوموں کا ذکر کیا۔ قوم نوح، قوم فرعون، قوم عاد اور قوم ثمود۔ یہ دنیا کی بہت بڑی اور دولت مند قومیں تھیں جب انہوں نے اللہ کی نافرمانیوں کی انتہا کر دی تو ان پر اللہ کا ایسا عذاب آیا جس نے ان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

اللہ کا یہی دستور ہے کہ جب قومیں نافرمانیوں کی انتہا پر پہنچ جاتی ہیں اور بار بار کہنے کے باوجود بھی اصلاح نہیں کرتیں تو پھر ان پر اللہ کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور پھر وہ قومیں طاقت و قوت کے باوجود اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتیں اور تباہ ہو جاتی ہیں۔

☆ اس سورۃ کی ابتداء گرد و غبار اڑانے والی، بادلوں کے بوجھ کو لے کر چلنے والی ہواؤں، نرم رفتار سے چلنے والی کشتیوں اور رزق تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جس قیامت کے دن کا وعدہ کیا گیا ہے وہ واقع ہو کر رہے گا۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ در اصل یہاں منکروں کے جواب میں قسم کھائی گئی ہے جو یہ کہتے تھے کہ آخر وہ قیامت جس کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے کب واقع ہوگی؟ اللہ نے فرمایا کہ یہ قیامت تو ضرور آئے گی لیکن قیامت کا دن کافروں اور مشرکوں کے لیے بڑا بھاری دن ہوگا۔ اس دن مجرم آگ پر تپائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جس قیامت کی تم جلدی کیا کرتے تھے یہی وہ قیامت کا دن ہے۔ اب تم اپنے اعمال کی سزا بھگتو جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

☆ لیکن یہ دن ان اہل ایمان لوگوں کے لیے جو پوری زندگی تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گزارا کرتے تھے بے انتہا انعام و کرم کا دن ہوگا۔ ان کو جنت کے سرسبز و شاداب باغات، بہتے ہوئے پانی کے صاف شفاف چشمے اور ہر طرح کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ یہ ان لوگوں کی نیکیوں کا بدلہ ہوگا جو راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی عبادت و بندگی کرتے تھے جو راتوں کے اکثر حصے میں عبادت کرنے کے باوجود اللہ سے ڈرتے ہوئے استغفار کرتے تھے۔ ان کے اعمال کی بلندی کا یہ حال ہے کہ ان کے مال ہر اس شخص کے لیے وقف تھے جو ان سے سوال کرتے تھے یا سوال نہیں کرتے تھے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں وہ اگر اپنے وجود ہی میں غور کر لیں تو ان کو اس کا جواب مل جائے گا۔ ہر آدمی یہ بات سوچتا ہے اور

کفار و مشرکین کے اعتراضات، طعنے اور الزامات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان کی باتوں کی پرواہ نہ کیجیے صبر کیجیے کیونکہ جب بھی اللہ کے نبیوں اور رسولوں نے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے ان کو اسی طرح ستایا۔ آپ ﷺ لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے جس کے مقدر میں یہ سعادت ہے وہ ضرور حاصل کر کے رہے گا۔

صبح کو اٹھ جاتا ہے۔ رات کو سونا گویا موت کا طاری ہونا ہے اور سو کر اٹھنا دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ موت اور حیات تو اس پر روزانہ طاری ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص مر گیا اس سے قبر میں چند سوالات کے بعد اس پر نیند طاری کر دی جائے گی اور اب اس کی آنکھ میدان حشر میں کھلے گی جہاں زندگی بھر کے معاملات کا فیصلہ کیا جائے گا۔

☆ اس سورۃ میں حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ کو بیان فرمایا گیا جب اللہ نے کچھ فرشتوں کو انسانی شکل میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک بیٹے کی خوش خبری سنائی اور قوم لوط پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب کا ذکر کیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے ان سے پوچھا کہ اب ان کا کیا ارادہ ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ قوم لوط پر بارش کی طرح پتھر برسا کر ان کو تباہ کر دیا جائے۔

☆ قوم فرعون، قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر فرمایا کہ جب انہوں نے اپنی نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو پانی میں غرق کر دیا۔ قوم عاد کو طوفانی آندھی سے اور قوم ثمود کو ہوا اور زلزلوں کے جھٹکوں سے اور قوم نوح کو سمندری طوفان میں ڈبو کر ہلاک کیا گیا۔ گویا انہوں نے تو پہلے ہی قیامت کا منظر دیکھ لیا۔ اسی طرح ایک وقت آئے گا جب اس ساری کائنات کو اسی طرح ختم کر دیا جائے گا اسی کو قیامت کہتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ اس کائنات میں جس اللہ نے آسمان کو چھت کی طرح تان دیا اور زمین کے فرش کو خوبصورتی سے بچھا دیا جس سے انسانی ضروریات پوری ہوتی ہیں وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ دنیا میں جب بھی کائنات کے مالک کے ساتھ کسی طرح کا بھی شرک کیا گیا تو ان کی اصلاح کے لیے پیغمبر بھیجے گئے جب کفار اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر رہا۔

☆ کفار قریش نبی کریم ﷺ کو طعنے دیتے اور الزامات لگاتے تھے۔ آپ ﷺ کو مجنون اور جادوگر کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے کہ جو کفار آپ ﷺ کے ساتھ کر رہے ہیں بلکہ اللہ کے جتنے بھی نبی اور رسول آئے ان کے ساتھ ان کی قوم نے یہی معاملہ کیا لہٰذا آپ ﷺ ان منکرین و مشرکین کی پرواہ نہ کیجیے کیونکہ یہ لوگ گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔ آپ ﷺ ان کی باتوں پر صبر کیجیے اور ان کو نصیحت کرتے رہیے جن لوگوں کے دلوں میں خوف الٰہی ہے وہ ضرور ایک دن آپ ﷺ کی بات مان کر نجات کا راستہ حاصل کر لیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسانوں اور جنات کو اپنی عبادت و بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ لیکن یہ عبادت ان کے اپنے فائدے کے لیے ہے اللہ ہر ایک کی عبادت سے بے نیاز ہے۔ اگر ساری دنیا مل کر اس کی نافرمانی کرتی ہے تب اور فرمانبرداری کرتی ہے اس وقت نہ اس کی کائنات میں کوئی چیز کم ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز بڑھتی ہے یہ تو انسان کی اپنی سعادت کی بات ہے۔

فرمایا کہ در حقیقت وہ بڑے ظالم ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کو سخت سزا مل کر رہے گی۔ قیامت کا دن ان لوگوں کے لیے بڑا ہولناک دن ہوگا۔

## سُوْرَةُ الذّٰرِيٰت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ
اَمْرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ﴿۸﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ
مَنْ اُفِكَ ؕ﴿۹﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾
يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ﴿۱۲﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا
فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ
وَّعُيُوْنٍ ۙ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ
مُحْسِنِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ
يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَفِي
الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَفِيْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِي
السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ
مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾

۱ ع ۴۳ ۱۸

**ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۳**

ان ہواؤں کی قسم جو گرد و غبار اڑانے والی ہیں۔ پھر ان بدلیوں کی قسم جو (پانی کا) بوجھ اٹھا کر چلنے والی ہیں۔ پھر (ان کشتیوں کی قسم) جو نرم رفتار سے چلنے والی ہیں۔ پھر ان تقسیم کرنے والے (فرشتوں) کی قسم جو اللہ کے حکم سے تقسیم کرتے ہیں۔ یقیناً تم سے جو وعدہ کیا گیا ہے وہ بالکل سچ ہے اور انصاف کا دن قائم ہونے والا ہے۔ قسم ہے راستوں والے آسمان کی کہ تم لوگ (آخرت کے بارے میں) مختلف باتیں کرتے ہو لیکن اس کو ماننے سے وہی انکار کرتا ہے جس کو اس سے پھرنا ہوتا ہے۔ قیاس اور گمان کرنے والے ہلاک کر دیئے گئے۔ جو غفلت میں (پڑے ہوئے) اور اس دن کو بھولے ہوئے ہیں۔

پھر بھی وہ پوچھتے ہیں کہ انصاف کا دن کب (قائم) ہوگا؟ وہ دن ہوگا جب یہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) تم (اللہ و رسول کے) جھٹلانے کی سزا کا مزہ چکھو۔ یہی وہ عذاب ہے جس کو مانگنے میں تم جلدی کیا کرتے تھے۔ بے شک پرہیز گار (جنت کے) باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ یہ اس کو لینے والے ہوں گے جو انہیں ان کا پروردگار عطا کرے گا کیونکہ وہ پہلے ہی سے پرہیز گار تھے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو (اللہ کی یاد میں) راتوں کو بہت کم سوتے تھے۔ اور رات کے آخری حصے میں (اللہ سے) استغفار کیا کرتے تھے۔ اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والوں اور سوال نہ کرنے والوں کا حق تھا۔ اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں اور خود تمہاری اپنی ذات میں بھی (نشانیاں موجود ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ آسمان اور زمین کے رب کی قسم کہ بے شک یہ بات بالکل برحق ہے (اسی طرح یقینی ہے) جس طرح تم باتیں کر رہے ہو۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۱ تا ۲۳

**ذَارِیٰتٌ (ذَارِیَۃٌ)** اڑا کر بکھیرنے والیاں

**اَلْحَامِلٰتُ** اٹھانے والیاں

وِقْرًا — بوجھ

جٰرِیٰتِ — چلنے والیاں

یُسْرًا — آسانی، سہولت

اَلْمُقَسِّمٰتِ — تقسیم کرنے والیوں

تُوْعَدُوْنَ — تم جو وعدہ کیے گئے ہو

اَلْحُبُکِ (حَبِیْکَۃٌ) — راستے

یُؤْفَکُ — پھیرا جاتا ہے

اُفِکَ — پھیرا گیا ہے

اَلْخَرّٰصُوْنَ — اٹکل کے تیر چلانے والے

غَمْرَۃٍ — غفلت

سَاھُوْنَ — بھولنے والے، غفلت کرنے والے

اَیَّانَ — کب

یُفْتَنُوْنَ — الٹ پلٹ کیے جائیں گے

تَسْتَعْجِلُوْنَ — تم جلدی مچاتے ہو

عُیُوْنٍ (عَیْنٌ) — چشمے

یَھْجَعُوْنَ — تھوڑا سا سوتے

| | |
|---|---|
| اَلسَّائِلُ | سوال کرنے والا۔ مانگنے والا |
| اَلْمَحْرُوْمُ | غریب۔ مفلس۔ محروم رہنے والا |
| تَنْطِقُوْنَ | تم بولتے ہو |

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۳

اصل میں وہ لوگ جو آخرت کا انکار کرتے تھے انسان کے مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور آخرت میں حساب کتاب کو عقل سے دور کی بات قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں آخرت وغیرہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے منکرین کو یقین دلانے کے لئے چار چیزوں کی قسم کھائی ہے اور بتایا ہے کہ ان پر غور کرلو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اور اس میں انقلابات اس کے گواہ ہیں کہ ایک دن اس نظام کو توڑ دیا جائے گا اور نئی زمین اور آسمان وجود میں آجائیں گے وہی آخرت اور حشر کا دن ہے۔

فرمایا تم نہیں دیکھتے کہ جب زمین گرمی اور خشکی سے گرد و غبار بن جاتی ہے ہر طرف دھول اڑانے والی ہوائیں چلتی ہیں تو اس گرمی سے بادل بنتے ہیں اور ہوائیں ان بھاری بادلوں کو اٹھا کر ایک خاص بلندی تک لے جاتی ہیں اور پھر جس جگہ اللہ کا حکم ہوتا ہے یہ بادل برس کر اس خشک زمین کو تر کر دیتے ہیں اور پھر اس میں ایک خاص رونق ابھر کر سامنے آتی ہے۔ پانی پر کشتیاں چلتی ہیں جو اپنی نرم رفتار سے چل کر لوگوں تک رزق پہنچنے کا ذریعہ بنتی ہیں اور پھر اللہ کے حکم سے اس کا رزق اس کی مخلوق میں تقسیم ہوتا ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ جس طرح تم دیکھتے ہو کہ ایک خشک، بنجر، سوکھی ہوئی مٹی پر پانی پڑتے ہی ایک دم نکھار آجاتا ہے اور مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح جب اللہ کے حکم سے صور پھونکا جائے گا تو ساری مخلوق مرجائے گی اور جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اولین و آخرین کے تمام مردے اپنی اپنی جگہوں سے نکل کر میدان حشر کی طرف دوڑنا شروع کر دیں گے۔

فرمایا اس کے علاوہ زمین و آسمان ہی نہیں بلکہ خود انسان کے اپنے وجود کے اندر سیکڑوں نشانیاں موجود ہیں۔ غور کرنے والے اس حقیقت تک پہنچ ہی جاتے ہیں کہ اس پوری کائنات کا مالک صرف اللہ ہے وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے نبی! آپ جس قیامت کا ذکر کر رہے ہیں وہ کب آئے گی؟ فرمایا کہ قیامت تو آکر رہے گی اس کے آنے

میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے لیکن یہ دن کفار و مشرکین اور اللہ کے نافرمانوں کے لئے بہت سخت دن ہوگا کیونکہ اس دن ان کفار کو آگ پر تپایا جائے گا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے زندگی بھر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری میں گذاری ہوگی تقویٰ و پرہیز گاری جن کی زندگی کا سرمایہ ہوگا وہ جنت کی راحتوں میں ہر طرح کی نعمتیں حاصل کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔ ان ہواؤں کی قسم جو گرد اڑانے والی ہیں پھر یہی ہوائیں ان بدلیوں کو اپنے دوش پر لے کر چلتی ہیں جو پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کشتیوں کی قسم جو انسانی رزق اور اسباب کو لے کر ایک خاص وقار، انداز اور نرمی سے چلتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو (اللہ کے رزق کو) تقسیم کرنے والے ہیں کہ تم سے جس قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بالکل سچ ہے اور ایک ایسا انصاف کا دن قائم ہوگا جس میں ہر شخص کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ کسی پر کسی قسم کا ظلم اور زیادتی نہ کی جائے گی۔ فرمایا کہ اس راستے والے آسمان کی قسم یعنی جس میں فرشتے اترتے اور چڑھتے ہیں کہ تم لوگ اس قیامت کے بارے میں کس قدر مختلف باتیں بنا رہے ہو یعنی کوئی اس کو مانتا ہے اور کوئی نہیں مانتا۔ حالانکہ اگر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیا جائے تو وہ اس سچائی کی گہرائی تک پہنچ جائے گا۔ فرمایا کہ اس حقیقت کو وہی تسلیم کریں گے جن کے دل میں اللہ و رسول کی اطاعت کا جذبہ ہوگا لیکن وہ لوگ جو کسی سچائی کی بات کو دیکھنے اور سننے کے باوجود اس کا یقین نہیں کرتے وہ اپنے گمان پر عمل کر کے اپنے آپ کو سعادت کے ہر راستے سے محروم کر کے اپنے اوپر لعنتیں مسلط کرتے جا رہے ہیں۔ ان کی غفلت انہیں کہیں کا نہ چھوڑے گی۔ کفار کہتے ہیں کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ اللہ نے فرمایا کہ جب وہ دن آئے گا تو اس دن ان کفار و مشرکین کو جہنم کی آگ پر تپایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب ہے جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا مگر تم نے ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا۔ اب تم اس عذاب کا مزہ چکھو اور جس عذاب کی جلدی کرتے تھے اس کی سزا بھگتو۔ ان لوگوں کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے نیکی اور پرہیز گاری کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی ان کو جنت کے باغوں اور چشموں کی نعمت عطا کی جائے گی۔ یہ سعادت ان لوگوں کے حصے میں آئے گی جو پرہیز گاری اور احتیاط کی زندگی گذارتے تھے۔ راتوں کو بہت کم سوتے تھے اور رات کے آخری حصے میں اللہ سے استغفار یعنی اپنے گناہوں کی معافی مانگا کرتے تھے۔ جن کا مال و دولت صرف ان ہی لوگوں کے لئے نہیں تھا جو ان سے سوال کرتے تھے بلکہ ہر اس ضرورت مند شخص کے لئے وقف تھا جو شرم کے مارے سوال نہیں کرتا تھا۔ فرمایا کہ انسان بات کو سمجھنا چاہے تو کائنات میں بکھری ہوئی نشانیوں اور خود اس کی اپنی ذات میں جو نشانیاں موجود ہیں ان پر غور کر کے حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لئے آسمان میں تمہارا رزق رکھا ہے۔ فرمایا کہ زمین و آسمان کے رب کی قسم یہ بات بالکل سچ ہے اور جس طرح تم بولتے ہو اسی طرح یہ بات برحق ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ

الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٢٥﴾
فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا
تَاْكُلُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ
عَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ
عَقِيْمٌ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٠﴾

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ
اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿٣٣﴾
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣٤﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا
فِيْهَاۤ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٣٧﴾ وَفِيْ مُوْسٰۤى اِذْ
اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ
مَجْنُوْنٌ ﴿٣٩﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿٤٠﴾ وَ
فِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ
عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿٤٢﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا
حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَ

هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿٤٥﴾
وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٤٦﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۴۶

(اے نبی ﷺ) کیا آپ کو ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی جب وہ اس کے پاس آئے۔ پھر انہوں نے سلام کیا۔ اس نے بھی سلام کا جواب دیا۔ وہ سمجھا کہ یہ کچھ اجنبی (مسافر) ہیں۔ پھر ابراہیمؑ خاموشی سے اپنے گھر گئے اور بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ پھر اس کو (مہمانوں کے) سامنے رکھا اور کہا کھاتے کیوں نہیں؟ پھر ابراہیمؑ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا اور وہ (اجنبی مہمان یعنی فرشتے) کہنے لگے کہ آپ نہ ڈریئے۔ اور انہوں نے ان کو ایک بیٹے کی خوش خبری سنائی جو بڑا عالم ہوگا۔ ابراہیمؑ کی بیوی (حیرت سے چیختی) آئی اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا کہ کیا میں بڑھیا اور بانجھ (اولاد جنوں گی)

ان (فرشتوں نے) کہا کہ آپ کے رب نے اسی طرح فرمایا ہے۔ بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔ پھر (ابراہیمؑ نے) پوچھا کہ اے فرشتو! کیا معاملہ درپیش ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم (گناہ گار۔ نافرمان) قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان مجرموں پر پکی مٹی کے کنکر برسائیں۔ آپ کے رب کی طرف سے حد سے نکل جانے والوں کے لئے (ان کنکروں پر) خاص نشانات پڑے ہوئے ہیں۔ پھر ہم نے (قوم لوط کی) اس بستی میں سے جو ایمان لے آئے تھے ان سب کو نکال لیا۔ ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی اور گھر پایا ہی نہیں۔

ہم نے ان (تباہ حال بستیوں) میں ایسے لوگوں کے لئے نشانی چھوڑی ہے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ کو ہم نے فرعون کی طرف کھلے ہوئے معجزے کے ساتھ بھیجا۔ پھر اس نے (فرعون نے) اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اس سے منہ پھیرا اور کہا کہ یہ تو ایک جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ پھر ہم نے اس (فرعون) کو اور اس کے لشکر کو پکڑا اور اس کو دریا میں غرق کر دیا اور اس نے کام ہی ملامت کے کئے تھے۔ اور عاد (کے واقعہ میں بھی نشانی ہے) جب ہم نے ان پر ایک ایسی آندھی بھیجی جو ان کے لئے کوئی اچھی چیز نہ تھی۔ وہ آندھی جس چیز پر سے گذرتی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ اور ثمود (کے واقعہ میں بھی سامان عبرت ہے) جب ان سے کہا گیا

کہ تم چند روز تک اور فائدہ اٹھا لو۔ پھر انہوں نے (اس کے باوجود) اپنے رب کی نافرمانی کی۔ پھر ان کو (اچانک) ایک ہولناک کڑک نے آ پکڑا اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ پھر وہ نہ تو کھڑے ہو سکے اور نہ آپ اپنی مدد کر سکے۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کو بھی (ہم ہلاک کر چکے تھے) کیونکہ وہ بھی بڑی فاسق و فاجر قوم تھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۴۶

ضَيْفٌ مہمان

اَلْمُكْرَمِيْنَ عزت والے

مُنْكَرُوْنَ اجنبی لوگ

رَاغَ جلدی جلدی گیا

عِجْلٌ بچھڑا

سَمِيْنٌ فربہ

اَوْجَسَ اس نے چھپا لیا۔ اس نے محسوس کیا

غُلَامٌ لڑکا

اَقْبَلَتْ وہ حاضر ہوئی

صَرَّةٌ چیخ چلاتی۔ آواز دیتی

صَكَّتْ اس نے پیٹا

عَجُوْزٌ بڑھیا

عَقِيْمٌ بانجھ۔ اولاد سے ناامید

مَا خَطْبُكُمْ تمہارا مقصد کیا ہے؟ ارادہ کیا ہے؟

مُسَوَّمَةٌ نشان لگے ہوئے

| | |
|---|---|
| مُسْرِفِيْنَ | حد سے آگے بڑھنے والے |
| نَبَذْنَا | ہم نے پھینکا |
| اَلْيَمّ | دریا |
| مُلِيْمٌ | قابل ملامت |
| اَلْعَقِيْم | منحوس |
| مَا تَذَرُ | نہیں چھوڑتی ہے |
| اَلرَّمِيْم | ٹکڑے ٹکڑے کر دیا |
| تَمَتَّعُوْا | فائدے حاصل کرلو |
| عَتَوْا | انہوں نے منہ پھیرا |
| مُنْتَصِرِيْنَ | بدلہ لینے والے |

## تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۴۶

ان آیات میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰ اور حضرت لوطؑ اور ان کی نافرمان قوموں کے بدترین انجام خصوصاً قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۱)۔ حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ کی تفصیل اس سے پہلے سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں گذر چکی ہے یہاں ایک مرتبہ پھر حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس کچھ اجنبی مہمان آئے۔ حضرت ابراہیمؑ نہایت خوشی سے اٹھے اور گھر میں گئے اور ان کو جو چیز یعنی بچھڑا میسر تھا اس کو ذبح کر کے اور بھون کر مہمانوں کے پاس لے آئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان سے کہا کہ جو کچھ حاضر ہے اس کو کھائیے۔ حضرت ابراہیمؑ نے محسوس کیا کہ اصرار کے باوجود انہوں نے نہیں کھایا۔ قبائلی زندگی میں کسی اجنبی مسافر کا کھانے سے پرہیز اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ جو مہمان آیا ہے وہ کسی اچھے ارادے سے نہیں آیا۔ جب مہمانوں نے حضرت ابراہیمؑ کے اس خوف کو محسوس کیا تو انہوں نے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہوئے عرض کیا اے ابراہیمؑ! ہم اللہ کی طرف سے ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے فرشتے ہیں۔ پھر انہوں نے بتایا کہ ہم اللہ کی طرف سے آپ کو ایک بیٹے کی خوش خبری دینے کے لئے بھی بھیجے گئے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بھی سورۂ ہود اور سورۂ حجر

میں تفصیل سے عرض کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے آبائی ملک عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت آپ کے ساتھ آپ کی بیوی حضرت سارہ اور بھتیجے حضرت لوطؑ تھے۔ بعد میں حضرت ہاجرہ سے آپ کا نکاح ہوا۔ حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے مگر اس وقت تک حضرت سارہ کے بطن سے کوئی ولادت نہیں ہوئی تھی۔ جب یہ فرشتے انسانی شکل میں آئے اس وقت اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی عمر ایک سو سال اور حضرت سارہ نوے سال کی تھیں۔ فرشتوں کی زبان سے یہ سن کر وہ اولاد کی تمنا میں بوڑھی ہو جانے والی حضرت سارہ حیران اور پریشان ہو گئیں اور انہوں نے حیرت سے چلا کر پوچھا کہ میں جب کہ بوڑھی ہو چکی ہوں اور بانجھ بھی ہوں میرے گھر اولاد کیسے ہوگی؟ فرشتوں نے عرض کیا اس میں تعجب اور پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ کا یہی فیصلہ ہے جو ہم نے آپ تک پہنچا دیا ہے۔ اس طرح ان فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی خوش خبری دی۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان پر کنکر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب نے حد سے بڑھ جانے والے مجرموں کے کنکروں پر خاص نشان ڈال دیئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ یہ فرشتے حضرت لوطؑ کی قوم کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے قوم لوط پر عذاب کا حال سن کر فرمایا کہ وہاں تو لوطؑ بھی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا ہمیں معلوم ہے کہ وہاں لوطؑ بھی ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ ہم ان کو اور مومنوں کو بچا لیں۔ یہ بھی بتایا چونکہ ان کی بیوی کافروں اور ظالموں کا ساتھ دیتی رہی ہے لہٰذا اس کے علاوہ سب کی نجات کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ کے گھر والوں کو حکم دیا گیا کہ وہ راتوں رات بستی سے نکل جائیں اور ان کی بیوی کو چھوڑ دیا گیا باقی ساری قوم کو تہ و بالا کر دیا گیا۔ اس قوم پر پتھر برسائے گئے شدید زلزلے سے ان کی بستی زمین کے اندر دھنسا دی گئی وہاں سے ایک سمندر کا پانی چڑھ دوڑا اور اس طرح اللہ نے ان بستیوں اور وہاں کے رہنے والوں کو نشان عبرت بنا دیا۔ بحر مردار (Dead Sea) جس کا شمالی علاقہ ان تباہی اور بربادی کی منہ بولتی تصویر آج بھی موجود ہے۔

(۲)۔ حضرت لوطؑ کی نافرمان اور مجرم قوم کے بد ترین انجام کے بعد حضرت موسیٰؑ کی جدوجہد کا ذکر فرمایا گیا ہے جب انہوں نے فرعون اور اس کی قوم کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان کی بات سننے کے بجائے ان کو جادوگر اور دیوانہ قرار دے کر ان کی توہین کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں اس طرح غرق کر دیا کہ آج فرعون کے بدن کے سوا کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ وہ فرعون جس کا جسم بھی بڑے فرعون قوم اور اس کے سربراہوں کے لئے نشان عبرت و نصیحت ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو بچا لیا جو حضرت موسیٰؑ کی دعوت پر ایمان لا چکے تھے۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کا ذکر فرمایا جن کی اصلاح کے لئے حضرت ہودؑ کو بھیجا گیا تھا۔ قوم عاد دنیا کی ترقی یافتہ اور مال دار قوم تھی جس نے سیکڑوں سال تک دنیا پر حکومت کی تھی لیکن جب ان کا کفر و شرک اور ظلم و زیادتی حد سے بڑھ گئی تو ان پر اللہ کا عذاب آیا اور ان کو اس طرح تیز آندھی سے تہ و بالا کر دیا گیا کہ آج ان کا وجود تک مٹ چکا ہے۔ وہ اپنی طاقت اور دولت

تیز تھی کہ جس چیز سے گذرتی تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہودؑ اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کو بچا لیا۔

(۴) قوم ثمود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ان کی اصلاح کے لئے بہت سے انبیاء کرام کو بھیجا گیا مگر یہ قوم اپنی ترقیات اور مال و دولت اور اونچی اونچی عمارتوں میں اتنی بدمست ہو چکی تھی کہ انہوں نے اللہ کے پیغمبروں کی بات تک سننے سے انکار کر دیا اور آخر کار اللہ کا عذاب ایک ہیبت ناک آواز کی صورت میں ظاہر ہوا اس طرح کہ وہ قوم اپنے گھروں میں اوندھی پڑی رہ گئی اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

(۵) حضرت نوحؑ جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تک اللہ کے دین کی طرف بلانے کی جدوجہد فرمائی۔ نافرمان قوم کو ایسی سرکشی، ظلم و زیادتی اور کفر و شرک سے بچنے کی کوشش کی مگر اس قوم نے ان کی ایک بات نہ مانی۔ آخر کار اللہ نے حضرت نوحؑ کو ایک کشتی بنانے کا حکم دیا اور کہا کہ ایک مقررہ وقت پر آپ اپنے اہل خاندان، ایمان لانے والوں اور جانوروں کے ایک ایک جوڑے کو لے کر اس کشتی میں سوار ہو جائیے۔ چنانچہ ایسا زبردست پانی کا طوفان آیا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ لینے والے بھی اس طوفان سے نہ بچ سکے۔ صرف وہی تھوڑے سے اہل ایمان بچ سکے جو حضرت نوحؑ کی اس کشتی میں سوار تھے۔

ان تمام واقعات کو بیان کرنے کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے مخاطب خواہ وہ اس زمانہ کے اہل مکہ ہوں یا قیامت تک آنے والے انسان ہوں وہ اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ اللہ کا یہ دستور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ جب بھی دنیا میں کفر و شرک اور ظلم و زیادتی حد سے بڑھ جائے گی اور نافرمانی پر ضد کریں گے تو اللہ کا عذاب ان کی طرف متوجہ ہو کر رہے گا اور ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٥٠﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٥١﴾ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿٥٢﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿٥٤﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۵

اور آسمان کو ہم نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے اور بے شک ہم بڑی وسیع قدرت رکھنے والے ہیں اور ہم نے ہی زمین کو بچھایا ہے اور (دیکھو) وہ کیا اچھا بچھانے والا ہے۔ اور ہم نے ہر چیز کو جوڑے جوڑے بنایا ہے تاکہ تم دھیان دے سکو۔ پھر تم اللہ ہی کی طرف دوڑو اور (اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ) بے شک میں تمہیں (تمہارے برے اعمال کے بدترین نتائج سے) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

اور تم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ بناؤ۔ (آپ کہہ دیجئے) بے شک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔ (اے نبی ﷺ) جس طرح یہ لوگ آپ کو (برا بھلا کہتے ہیں) اسی طرح اس سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں نے ہر آنے والے رسول کو جادوگر اور مجنون کہا ہے۔ کیا یہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آرہے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ لوگ سرکش و نافرمان ہیں۔ پھر آپ ان سے بے رخی اختیار کیجئے (یعنی پرواہ نہ کیجئے) آپ پر اس کا کوئی الزام نہیں ہے۔ اور آپ لوگوں کو (حق و صداقت کی بات) سمجھاتے رہیے کیونکہ آپ کا سمجھانا مومنوں کو نفع دے گا۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۵

| | |
|---|---|
| اَلْمَاھِدُوْنَ | بچھانے والے |
| فِرُّوْآ | دوڑو۔ بھاگو |
| اَتَوَاصَوْا | کیا انہوں نے آپس میں وصیت کی ہے |
| طَاغُوْنَ | سرکش اور ضدی لوگ |

## تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۵

انبیاء کرام کی عظمت اور ان کی دعوت توحید کو مان کر ایمان لانے والوں کی نجات اور کفر و شرک، ظلم و زیادتی کرنے والوں کی تباہی و بربادی کے بعد زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت و طاقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے ہی آسمان کو اپنے دست قدرت سے بنایا ہے اور ہم ہی اس سکڑی ہوئی زمین کو آہستہ آہستہ پھیلاتے چلے جا رہے ہیں۔ یعنی یہ ایک ایسا خاکہ ہے جس میں ہم ہر آن نئے سے نیا رنگ بھرتے چلے جا رہے ہیں۔ زمین میں بھی ہماری قدرت کے بے شمار نمونے موجود ہیں اس میں انسانوں کے لئے راحت و آرام کے ہر طرح کے اسباب پیدا کئے گئے ہیں۔ نر اور مادہ، مرد اور عورت، مثبت اور منفی ہر طرح کے جوڑے بنا کر اس تخلیق کی تکمیل کر رہے ہیں تا کہ قیامت تک اس کائنات کا پھیلاؤ بڑھتا ہی چلا جائے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے تا کہ ایک ایک آدمی کائنات کی سچائیوں پر غور و فکر کر کے اس کائنات کے مالک پر ایمان لے آئے۔ فرمایا اے لوگو! ایسے خالق و مالک اللہ ہی کی طرف دوڑو یعنی تمہاری زندگی کی دوڑ صرف دنیا ہی تک نہ ہو بلکہ توبہ کر کے اللہ کی طرف آ جاؤ۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس جملے کا مطلب یہی بتایا ہے کہ اپنے گناہوں سے بھاگ کر اسی ایک خالق و مالک اللہ کی طرف دوڑو۔ حضرت ابوبکر وراق ؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ نفس و شیطان گناہوں کی طرف دعوت دے کر آدمی کو بہکاتے ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ شیطان سے بچ کر اللہ کی پناہ حاصل کر لے تا کہ اللہ اس کو ہر ایک شر سے بچا لے۔ (قرطبی)

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں اللہ کے عذاب سے آگاہ کر دیا ہے اور کھول کھول کر یہ بتا دیا ہے کہ تمہاری نجات اسی میں ہے کہ تم اللہ کے ساتھ دوسرے معبود نہ گھڑو۔ یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ برسوں سے اپنے غلط عقیدوں پر چلتے ہوئے لوگوں سے آپ یہ فرما دیں کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کریں۔ اس کے ساتھ اس کی ذات اور صفات میں کسی کو کسی طرح شریک نہ کریں اس پر وہ آپ کو ستائیں گے اور جس طرح آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں کو جادوگر اور دیوانہ کہتے تھے آپ کو بھی اسی طرح کہیں گے۔ کیونکہ ایسا لگتا ہے کہ موجودہ کفار اور گذرے ہوئے نافرمان لوگوں کی ذہنیت ایک جیسی ہے گویا وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ وہ اللہ کے نافرمان ہیں آپ ایسے لوگوں کی پرواہ نہ کیجئے۔ ان نادانوں سے اپنے آپ کو الگ رکھئے اور آپ ان کی باتوں پر کسی طرح کا رنج و غم نہ کیجئے آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ اللہ کا دین ہر شخص تک پہنچانے کی کوشش اور جدوجہد کرتے رہیے۔ اس سے فائدہ تو وہی اٹھائیں گے جو اہل ایمان ہیں۔ کفار و مشرکین کی یہ بدنصیبی ہے کہ وہ ہر سچائی کو جان بوجھ کر ٹھکراتے ہی رہیں گے۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ سے یہ فرما رہے ہیں کہ اگر آپ نے ان کی باتوں پر دھیان دیا اور مایوس ہو گئے تو آپ سے ان کفار کا تو کچھ نہیں بگڑے گا البتہ اہل ایمان جو فرماں برداری میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں وہ مایوس ہو جائیں گے لہٰذا آپ اپنے مقصد اور مشن کو اسی طرح جاری رکھئے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿٥٨﴾ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ﴿٥٩﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٦٠﴾

رکوع ۳

## ترجمہ: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

اور میں نے جنات اور انسانوں کو سوائے اپنی عبادت کے اور کسی چیز کے لئے پیدا نہیں کیا۔ نہ میں ان سے رزق کی خواہش کرتا ہوں اور نہ میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلایا کریں۔ بے شک اللہ بہت رزق دینے والا ہے اور زبردست طاقت و قوت والا ہے۔ ان ظالموں کے لئے بھی سزا مقرر ہے جس طرح ان سے پہلے گناہ گاروں کے لئے مقرر تھی تو آپ (ان پر عذاب آنے کی) جلدی نہ کریں۔ پھر ان کافروں کے لئے اس دن بڑی خرابی ہے جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

مَآ اُرِیْدُ — میں نہیں چاہتا

یُطْعِمُوْنِ — وہ کھلاتے ہیں

ذَنُوْبٌ — پانی کا ڈول

## تشریح: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

انسانوں کی طرح جنات بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور ہر ایک مخلوق کا دائرہ عمل اپنا اپنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومن جنات اور

جن و انسانوں کی پیدائش کا بنیادی مقصد یہ بتایا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت و بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو کسی طرح شریک نہ کریں۔ عبادت یہ ہے کہ اللہ و رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اللہ اور بندوں کے تمام حقوق کو احسن طریقے سے پورا کیا کریں۔ نہ حقوق اللہ میں کمی کریں نہ حقوق العباد میں۔ اللہ کا بندوں پر حق ہے کہ وہ ایک اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اس کے تمام احکامات کی پابندی کریں۔ اس کے سوا کسی کے سامنے اپنی پیشانی کو نہ جھکائیں۔ کسی دوسرے کے لئے جھکے نہ رہیں۔ اس کے سوا کسی اور کے نام کی نذر و نیاز نہ کریں۔ نفع اور نقصان کا مالک صرف اللہ کو سمجھیں اس کے سوا کسی کو نفع نقصان کا مالک نہ سمجھیں۔ اللہ کے سوا کسی سے مدد طلب نہ کریں۔ دعا کے لئے صرف اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ اسی بے نیاز ذات کو ساری کائنات کا خالق و مالک سمجھیں وغیرہ وغیرہ۔ بندوں کے حقوق یہ ہیں کہ ایک دوسرے پر جتنے حقوق ہیں ان کو احسن طریقے پر بجا لائیں۔ اولاد پر والدین کے حقوق ہیں اسی طرح والدین پر پالنا اور بہترین تربیت کے ذریعہ ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا اور معاشرہ کا بہترین فرد بنانا، بیوی، بھائی، بہن، رشتہ دار اور غریبوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور اللہ نے جو ان کے حقوق مقرر کئے ہیں ان کو ادا کرنا۔ اگرچہ حقوق انسانی کی تو ایک طویل فہرست ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے تمام حقوق ادا کرنا عبادت و بندگی ہے۔ کسی کے حق میں کمی نہ کرنا ہی کمال بندگی ہے۔ جنات اور انسانوں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ یہ سب کچھ تمہیں عطا کیا ہے جو تمہارے فائدے کے لئے ہے۔ اللہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے ساری مخلوق بھی اس کی بندگی چھوڑ دے تو اس کی کائنات میں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اگر اللہ ان سے رخ پھیر لے تو وہ ہر سعادت سے محروم ہو کر رہ جائیں گے۔

فرمایا کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ ہر گناہ گار اور خطا کار کو مہلت دیتا ہے۔ جب نافرمانیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں تو پھر ظالم قوم پر اللہ کا عذاب آ کر رہتا ہے۔ یہ اس کا ایسا قانون ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آتی فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ آپ کفار کے لئے کسی عذاب کی جلدی نہ کیجئے کیونکہ ظالموں کے لئے اللہ نے ایک دن مقرر کر رکھا ہے اور جب وہ دن آ جائے گا تو یہ اپنے برے انجام سے نہ بچ سکیں گے اور وہ دن کفار و مشرکین کے لئے بڑا ہیبت ناک ہوگا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# پارہ نمبر ۲۷

# قال فما خطبکم

# سورۃ نمبر ۵۲

# الطّور

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 52 |
| کل رکوع | 2 |
| آیات | 49 |
| الفاظ وکلمات | 319 |
| حروف | 1334 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

☆ اس سورۃ میں کوہ طور، کشادہ ورقوں میں لکھی گئی کتاب، بیت معمور، اونچی چھت (آسمان) اور موجیں مارتے سمندر کی قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ کے پروردگار کا عذاب (ان کافروں پر) واقع ہو کر رہے گا جسے کوئی ٹال نہ سکے گا۔ یہ وہ دن ہوگا جب آسمان تھرتھرا دے گا، پہاڑ اڑتے پھریں گے۔ یہ دن اللہ کے دین کو جھٹلانے والوں کے لیے بڑا سخت دن ہوگا جو اس سچے دین کو کھیل بنائے ہوئے ہیں۔ جب انہیں دھکے دے کر جہنم کی طرف لے جاتے ہوئے کہا جائے گا کہ یہی وہ آگ ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ یہ جادو ہے؟ یا تمہیں دیکھ کر بھی نظر نہیں آرہا؟ ان کو اسی جہنم میں داخل کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا اس جہنم میں تم چلاؤ یا صبر کرو دونوں برابر ہیں کیونکہ یہ تمہارے ان اعمال کے بدلے میں دی گئی ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ کفار کی طرف سے اسی طرح مذاق اڑایا جاتا رہے گا لیکن آپ ان کی پرواہ نہ کیجیے کیونکہ آپ براہ راست اللہ کی نگرانی میں ہیں اور آپ کا یہ سب کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔
آپ صبر و تحمل اور برداشت سے کام لے کر اپنے مشن اور مقصد کو آگے بڑھاتے رہیے اور دل کھول کر عمل کرنے کے لیے صبح و شام اور رات کے آخری حصے میں اللہ کی حمد و ثنا کیجیے۔

☆ اس ہولناک دن میں سب ایک ہی حالت میں نہ ہوں گے بلکہ جن لوگوں نے دنیا میں تقویٰ، پرہیزگاری اور نیکی کے ساتھ زندگی گزاری ہوگی ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ ان تمام نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے جو ان کا رب انہیں عطا فرمائے گا اور ان کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ خوب کھاؤ اور پیو یہ تمہارے ان کاموں کا بدلہ ہے جو تم کرتے رہے تھے۔ وہ لوگ جنت میں بچھے ہوئے تخت اور مسہریوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ خوبصورت اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کے نکاح کر دیئے جائیں گے اور ان کی وہ اولادیں اور گھر والے جو صاحبان ایمان ہوں گے ان کو جنت کے نچلے طبقے سے اعلیٰ ترین جنتوں میں لا کر آپس میں ملا دیا جائے گا اور وہ ان کے ساتھ ہی رہیں گے۔ ان کو ہر طرح کے پھل اور پرندوں کا بہترین گوشت اور دوسری نعمتیں عطا

فرمایا کہ یہ کفار نہایت بے عقل اور نا سمجھ ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس قرآن کو خود سے گھڑ لیا ہے۔ حالانکہ اللہ نے ساری دنیا کو اس بات کا چیلنج دیا ہے کہ اگر کسی کو قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے پر ذرا بھی شک و شبہ ہے تو وہ سب مل کر قرآن کریم کی ایک سورت ہی بنا کر لے آئیں۔ لیکن وہ ہزاروں کوششوں کے باوجود بھی قرآن کریم جیسا کلام نہ کر سکے جو خود اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور یہ کوئی انسانی کلام نہیں ہے۔

کی جا رہی ہیں گی۔ وہ ایک دوسرے سے بے تکلفی کے انداز میں شراب کے جام پر چھینا جھپٹی کر رہے ہوں گے۔ وہاں وہ کسی قسم کی لغو اور فضول باتوں کو نہ سنیں گے اور نہ کسی طرح کی بدکاریوں کو دیکھیں گے۔ ان کی خدمت کے لیے وہاں کے بچے دوڑ رہے ہوں گے جو پوری جنت میں قیمتی موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے دنیا میں گزرے ہوئے حالات کو پوچھیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو اپنے گھروں میں ڈرتے ہوئے زندگی گزار رہے تھے لیکن یہ اللہ کا کتنا بڑا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں خوف سے نجات عطا فرما کر ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرما دی ہیں اور ہمیں اس جہنم کی آگ سے بچا لیا جو جھلسا کر رکھ دینے والی ہے۔ یہ سب کا سب اللہ کا فضل و احسان ہے۔

٭ کفار قریش نبی کریم ﷺ پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہوئے آپ ﷺ کو کبھی کاہن کبھی شاعر اور کبھی مجنون کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ اللہ کے فضل و کرم سے نہ تو آپ ﷺ کاہن ہیں نہ مجنون اور نہ شاعر بلکہ یہ لوگ آپ کے لیے برے دنوں کے منتظر ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے انجام کا انتظار کر رہا ہوں۔

فرمایا کہ یہ کفار کس قدر بے عقل لوگ ہیں کہ آپ ﷺ سے دشمنی میں اس بات کو بھول گئے کہ قرآن کریم اللہ کا وہ کلام ہے جو ہر ایک کو چیلنج کرتا ہے کہ اگر کسی کو ذرا بھی شک ہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے تو وہ اس جیسا کلام لے کر آ جائے مگر ان سچائیوں کو جانتے ہوئے بھی وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس قرآن کو خود سے گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ یہ در حقیقت ایمان لانے سے بھاگنے کے بہانے اور ان کی بے عقلی کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان جیسے لوگوں سے چند سوالات کیے ہیں۔

۱) کیا یہ لوگ خود اپنے خالق ہیں یا اپنی مرضی سے پیدا کیے گئے ہیں اور خود ہی اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں؟

۲) کیا زمین و آسمان کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟

۳) کیا ان کے پاس خزانے ہیں جن پر ان کا حکم چلتا ہے؟

۴) کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ غیب کی خبریں لے کر آتے ہیں؟ کیا ان کے پاس اس کی کوئی مضبوط دلیل ہے؟

۵) کیا یہ لوگ اللہ کے لیے تو (فرشتوں کو) بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور خود بیٹوں کو پسند کرتے ہیں؟

۶) اے نبی ﷺ! کیا آپ ان سے تبلیغ دین پر کوئی معاوضہ یا بدلہ مانگ رہے ہیں کہ اس کے بوجھ تلے یہ لوگ دبے جا رہے ہیں؟

۷) کیا اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود ہے جس کی یہ عبادت و بندگی کرتے ہیں اور دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں؟

۸) کیا ان کے پاس غیب سے لکھی لکھائی کوئی کتاب ہے جسے پڑھ کر یہ اس پر عمل کرتے ہیں؟

یقیناً نہ تو یہ خود اپنے خالق ہیں نہ انہوں نے زمین و آسمان کو پیدا کیا نہ ان کے پاس خزانے ہیں نہ وہ سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ عالم بالا کی خبریں لاتے ہیں۔ نہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ نہ اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود ہے۔ نہ آپ ﷺ ان سے کسی صلے یا بدلے کی خواہش کرتے ہیں نہ ان کے پاس کوئی لکھی لکھائی کتاب ہے۔ یہ سب باتیں دراصل ایمان سے بھاگنے کی کوششیں ہیں۔ فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتے دیکھیں تو یہی کہیں گے کہ شاید کوئی گہرا بادل امڈا چلا آ رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے یہاں تک کہ یہ اس دن میں پہنچ جائیں گے جہاں نہ کوئی ان کے کسی کام آ سکے گا اور نہ کسی طرف سے ان کی مدد کی جائے گی اور عذاب الٰہی ان پر چھا جائے گا۔ یہ فیصلے کا دن ہوگا آپ ﷺ صبر و برداشت سے کام لیجیے اور اپنے مقصد کو جاری رکھیے۔ یہ آپ ﷺ سے ہر طرح کی دشمنی کر سکتے ہیں مگر آپ ﷺ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے کیونکہ آپ براہ راست ہماری نگرانی میں ہیں۔ آپ ﷺ دلی سکون حاصل کرنے کے لیے صبح و شام اور رات کے آخری حصے میں اللہ کی حمد و ثنا کیجیے اسی میں سکون قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

## سورۃ الطور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

### ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

طور (پہاڑ) کی قسم۔ اس کتاب کی قسم جو کھلے کاغذ میں لکھی ہوئی ہے۔
اور آباد گھر (بیت المعمور) کی قسم اور اونچی چھت (آسمان) کی قسم۔ اور جوش مارتے سمندر کی قسم۔ بے شک آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں ہے۔ جس دن آسمان زور زور سے لرزنے لگے گا۔ اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ پھر اس دن (قیامت کو) جھٹلانے والوں کے لئے بڑی بربادی ہے۔ وہ لوگ جو بے ہودہ نکتہ چینیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ جس دن یہ لوگ جہنم کی آگ کی طرف دھکے دے کر لائے جائیں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے وہ جہنم جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ (ذرا دیکھو تو) کیا یہ کوئی جادو ہے؟ یا تمہیں اب بھی نظر نہیں آتا۔

(فرمایا جائے گا کہ) ان کو اس جہنم میں جھونک دو۔ تم برداشت کرو یا نہ کرو تمہارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں۔ تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے تم اعمال کیا کرتے تھے۔

## لغات القرآن — آیت نمبر ۱ تا ۱۶

| | |
|---|---|
| مَسْطُوْرٌ | لکھا ہوا |
| رَقٌّ | جھلی (جس پر اس زمانہ میں لکھا کرتے تھے) |
| اَلْمَعْمُوْرُ | آباد |
| اَلسَّقْفُ الْمَرْفُوْعُ | اونچی چھت |
| اَلْمَسْجُوْرُ | جوش مارتا |
| دَافِعٌ | دور کرنے والا |
| تَمُوْرُ | تھرتھرائے گا |
| تَسِيْرُ | چلے گا |
| خَوْضٌ | ڈوب جانا |
| يُدَعُّوْنَ | وہ دھکیلے جائیں گے |
| اِصْلَوْا | تم گھس جاؤ۔ داخل ہو جاؤ |
| تُجْزَوْنَ | تم بدلہ دیے جاؤ گے |

### تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے طور سینا، کتاب مسطور، بیت المعمور، سقف مرفوع اور بحر مسجور کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ قیامت

کے دن جب کفار و مشرکین پر عذاب مسلط کیا جائے گا تو کوئی اس کو ٹالنے والا اور جب اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور پرہیزگار بندوں پر ان کے بہتر اعمال کے بدلے جنت کی صورت میں اپنے انعامات کی بارش کرے گا تو اس میں رکاوٹ ڈالنے والا کوئی نہ ہوگا۔

(۱) الطور (پہاڑ)

مدین اور صحرائے سینا میں واقع کوہ طور ہے جس پر حضرت موسیٰ کو اللہ سے کلام کرنے اور توریت جیسی کتاب کے عطا کئے جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(۲) کتاب مسطور (لکھی ہوئی کتاب)

اس سے بعض نے توریت مراد لی ہے لیکن ہو سکتا ہے اس سے قرآن کریم اور جو صحیفے نازل ہوئے ہیں وہ مراد ہوں۔

(۳) البیت المعمور (آباد گھر)

اس سے بیت اللہ یا وہ گھر مراد ہے جو ساتویں آسمان پر فرشتوں کا کعبہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ یہ فرشتوں کا وہ کعبہ ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت اور طواف کے لئے آتے ہیں اور ایک دفعہ طواف کے بعد ان کو قیامت تک دوبارہ موقع نہیں ملے گا۔ ہر روز نئے ستر ہزار فرشتے آتے ہیں۔ یہی وہ بیت المعمور ہے کہ جب نبی کریم ﷺ معراج میں تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بیت المعمور کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

(۴) سقف مرفوع (اونچی چھت)

آسمان جو چھت کی طرح ہمارے سروں پر قائم ہے یا اس سے مراد عرش الٰہی ہے جس کا سایہ ہر چیز پر ہے۔

(۵) البحر المسجور (جوش مارتا ہوا سمندر)

احادیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن سمندر بھی آگ بن جائے گا۔ ان آیات میں سب سے پہلے قیامت کے دن کفار و مشرکین پر عذاب اور کائنات میں جو تبدیلی آئے گی اس کا ذکر کرتے ہوئے کوہ طور، توریت، بیت المعمور، بلند آسمان اور جوش مارتے سمندر کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اس کائنات میں اصل طاقت و قوت صرف ایک اللہ کی ہے۔ وہی مراد دیتا ہے اور وہی نیک اعمال پر بہترین جزا عطا فرماتا ہے۔ فرمایا کہ قیامت کا دن منکرین، مشرکین پر اور جنت و جہنم کا مذاق اڑانے والوں کے لئے بڑا سخت اور ہیبت ناک دن ہوگا جس کو ساری دنیا مل کر بھی ٹال نہیں سکتی۔ آسمان بھی تھر تھرا کر کانپنے لگے گا اور پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ پہاڑ جیسی عظیم مخلوق جو زمین کا توازن قائم کئے ہوئے ہیں وہ اس قدر بے وزن ہو جائیں گے کہ روئی کے گالوں کی

طرح اڑتے پھریں گے اور ساری کائنات کو الٹ کر رکھ دیا جائے گا۔ میدان حشر قائم ہوگا۔ اہل جنت کو جنت کی ابدی راحتوں کی طرف عزت سے لے جایا جائے گا اور کفار و مشرکین کو دھکے دے دے کر جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔

اللہ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جس کا تم مذاق اڑاتے اور اس کا انکار کرتے ہوئے اس کو نظر بندی اور جادو کہا کرتے تھے۔ فرمایا جائے گا کہ اب جہنم تمہارے سامنے ہے۔ اب تم اس کو دیکھو اور بتاؤ کیا اب بھی تم وہی کہو گے جو دنیا میں کہا کرتے تھے اس کو جادو قرار دیتے اور اس کا انکار کرتے تھے۔ اب تم مارو رو، چلاؤ، چیخو تمہارے کسی کام نہ آسکے گا اب تمہیں وہی سب کچھ بدلے میں دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فٰكِهِينَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقٰهُمْ
رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾
مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ
اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿٢١﴾ وَ
اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢٢﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا
كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ
كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٢٤﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ
اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿٢٧﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ
نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿٢٨﴾

کے مستحق نہ ہوں گے ان کو بھی اسی درجے کے والدین یا اعلیٰ درجے کی اولاد کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صالح مومنین کی اولاد کو بھی ان کے بزرگ والدین کے درجے میں پہنچا دیں گے۔ گرچہ وہ عمل کے اعتبار سے اس درجے کے مستحق نہ ہوں گے تاکہ ان کے والدین اور بزرگوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ ([illegible])

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کا درجہ جنت میں ان کے عمل کی مناسبت سے بہت اونچا فرما دیں گے اس پر یہ اللہ تعالیٰ سے پوچھیں گے کہ الٰہی ہمیں یہ درجہ اور مقام کہاں سے مل گیا (یعنی ہم تو اس درجے کے قابل نہ تھے) جواب دیا جائے گا کہ تمہاری اولاد نے تمہارے لئے مغفرت کی دعائیں کی تھیں یہ اسی کا اثر ہے۔ (صحیح مسلم شریف)

فرمایا کہ ہر انسان اپنے عمل میں گروی ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوگا کہ گناہ کوئی کرے اور اس کا الزام دوسرے پر ڈال دیا جائے گا بلکہ آدمی جیسا عمل کرے گا اس کو اس سے بہتر بدلہ دیا جائے گا۔ البتہ اللہ کا یہ کرم ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ کرے گا تو اس کا بدلہ اس جیسا ہی دیا جائے گا جو اس نے کیا ہوگا۔ فرمایا کہ اہل جنت کو ہر وہ چیز دی جائے گی جس کی وہ خواہش کریں گے۔ جنت میں اہل جنت کو ایسی شراب عطا کی جائے گی جس میں نہ تو کوئی لغو کی بات ہوگی نہ فضول بکواس ہوگی وہ بے خوف شراب کے جام لنڈھائیں گے اور ہنسی مذاق اور دل لگی کے لئے جام پر چھینا جھپٹی کر رہے ہوں گے۔ ان کی خدمت کے لئے غلمان (لڑکے) جو خوبصورت اور محفوظ موتیوں کی طرح ہوں گے ان کے چاروں طرف پھرتے ہوں گے۔ وہ اہل جنت ایک دوسرے سے خوب باتیں کریں گے اور یہ بھی کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں اپنے انجام کے متعلق سوچ سوچ کر ڈرتے رہتے تھے لیکن اللہ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں جہنم کی لپٹ سے بچا کر جنت کی ابدی راحتیں عطا فرما دی ہیں اور دنیا میں ہم جن چیزوں کی تمنا کرتے تھے وہ سب کچھ ہمیں عطا کر دی گئی ہیں۔ واقعی اللہ اپنے بندوں پر احسان کرنے والا مہربان ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ
بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُونٍ ﴿٢٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ
الْمَنُونِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿٣١﴾
أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ يَقُولُونَ

تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا
صٰدِقِيْنَ ﴿٣٤﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ اَمْ خَلَقُوا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ
اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ
مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اَمْ
تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ
فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۚ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ
الْمَكِيْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾
وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾
فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا
يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِنَّ
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾
وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾

ترجمہ آیت نمبر ۲۹ تا ۴۹

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو نصیحت کرتے رہیے کیونکہ آپ پروردگار کے فضل و کرم سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں اور ہم تو ان کی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

کیا ان کو ایسی باتیں ان کی عقلیں سکھاتی ہیں یا یہ لوگ سرکش اور نافرمان ہیں؟ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اس قرآن کو خود سے گھڑ لیا ہے۔ نہیں۔ بلکہ یہ ایمان (نہ لانے کے بہانے ہیں) اسی لئے وہ ایمان نہیں لاتے۔

اگر یہ سچے ہیں تو اس قرآن جیسا بنا کر لے آئیں۔ کیا یہ کسی پیدا کرنے والے کے بغیر خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟ کیا انہوں نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) وہ یقین نہیں رکھتے۔

کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ کوئی حاکم ہیں؟ کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے کہ وہ (آسمانوں پر جا کر) باتیں سنتے ہیں؟ پھر (اگر ایسا ہے تو) وہ سننے والا کوئی مضبوط اور واضح دلیل پیش کرے۔

کیا اللہ کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور تمہارے ہاں بیٹے ہیں؟ کیا آپ ان سے (اس تبلیغ دین پر) کوئی معاوضہ مانگ رہے ہیں کہ وہ اس کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں؟ کیا ان کے پاس کوئی غیب (کا علم) ہے جسے وہ دیکھ رہے ہیں؟

کیا یہ لوگ کوئی چال چل رہے ہیں (تو یاد رکھیں) وہ کافر خود ہی اپنے جال میں پکڑے جائیں گے۔

کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہے؟ (حالانکہ) اللہ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔ اگر یہ لوگ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے دیکھیں تو کہیں گے کہ یہ تو کوئی تہہ در تہہ جما ہوا بادل ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے جب تک یہ اس دن کو نہ دیکھ لیں جس

دن ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔

اس دن ان کا مکر و فریب ان کو ذرا بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ان ظالموں کو اس دن کے عذاب کے علاوہ بھی عذاب ہونے والا ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں۔

آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کیجئے کیونکہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور جب آپ اٹھا کریں تو اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرلیا کریں اور رات کے بعض حصے میں بھی اور ستارے چھپ جانے کے بعد بھی اس کی تسبیح کیا کریں۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۲۹ تا ۴۹

| | |
|---|---|
| کَاهِنٌ | غیب کی خبریں بتانے والا |
| نَتَرَبَّصُ | ہم انتظار کر رہے ہیں |
| رَيْبُ الْمَنُوْنِ | زمانے کی گردش |
| اَحْلَامٌ (حِلْمٌ) | عقلیں |
| طَاغُوْنَ | سرکشی کرنے والے |
| اَلْمُصَيْطِرُوْنَ | حکم چلانے والے |
| سُلَّمٌ | سیڑھی |
| مَغْرَمٌ | تاوان (جو کسی کو زبردستی دینا پڑے) |
| مُثْقَلُوْنَ | دبے جاتے ہیں |

| | |
|---|---|
| كِسْفًا | ٹکڑا |
| مَرْكُوْمٌ (رَكْم) | تہ پر تہ جمی ہو |
| يُصْعَقُوْنَ | وہ گر پڑیں گے |
| بِأَعْيُنِنَا | ہماری نظر میں ہے۔ ہماری نگرانی ہے |
| اَلنُّجُوْمُ | ستارے |

## تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۴۹

اعلان نبوت کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ اور مشرکین کے سامنے دین اسلام کی سچائیوں کو رکھ کر بے حقیقت بتوں سے منہ پھیرنے کی دعوت دی تو شروع میں انہوں نے ایک وقتی بات سمجھ کر نظر انداز کر دیا لیکن جب یہ روشنی پھیلنا شروع ہوئی اور قریش مکہ نے یہ محسوس کیا کہ لوگ بہت تیزی سے آپ کی باتوں کو سن کر متاثر ہو رہے ہیں تو انہیں فکر ہوئی اور انہوں نے آپ کی شخصیت اور آپ کی تحریک کی حیثیت کو کم کرنے کے لئے نہایت غیر سنجیدہ باتیں بنانا شروع کر دیں تاکہ لوگ ان تمام باتوں کو سن کر سنجیدگی سے نہ لیں بلکہ ایک دیوانے کی بڑ سمجھ کر نظر انداز کر دیں۔ کبھی کہتے کہ آپ مجنون شاعر ہیں۔ کبھی کہتے کہ غیب کی خبریں دینے والے کاہن ہیں۔ اور اس قرآن کو وہ خود گھڑ کر یا کسی سے سن کر یا سیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ وہ آپ کی بدخواہی کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیتے کہ یہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ بہت جلد ان پر ہمارے بتوں کی مار پڑے گی اور یہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے ہم اسی گھڑی کا انتظار کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ کے فضل و کرم سے نہ تو آپ شاعر ہیں اور نہ مجنوں ہیں نہ غیب کی خبریں دینے والے کاہن ہیں بلکہ اللہ رب العالمین کے رسول ہیں اور قرآن کریم اسی نے نازل کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ ایمان نہ لانے کے بہانے ہیں اسی لئے اس تحریک اور کلام پر وہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر اس کلام کو آپ نے خود گھڑ لیا ہے تو اس وقت بڑے بڑے زبان کے ماہرین اور شاعر ہیں جنہیں اپنی زبان پر اس قدر ناز ہے کہ وہ اپنے سامنے کسی کو زبان داں ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اگر یہ سچے

ہیں تو سب مل کر اس قرآن جیسا کوئی دوسرا کلام لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس میں کفار سے چند سوالات کئے ہیں اور یہ پوچھا ہے کہ بتاؤ:

۱) کیا یہ سب کسی پیدا کرنے والے کے بغیر خود ہی پیدا ہو گئے ہیں؟ کیا یہ خود اپنے خالق ہیں؟

۲) کیا زمین اور آسمانوں کو انہوں نے خود ہی پیدا کر لیا ہے وہ کیسے بے یقین لوگ ہیں؟

۳) کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے پروردگار کے خزانے موجود ہیں جن پر یہ داروغہ بنے ہیں؟

۴) کیا یہ لوگ کوئی حاکم یا بادشاہ ہیں کہ ہر طرف ان کی حکومت چل رہی ہے؟

۵) کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے کہ جس کے ذریعہ وہ آسمانوں میں جا کر غیب کی باتیں سنتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو کوئی مضبوط اور واضح دلیل پیش تو کریں۔

فرمایا کہ یہ لوگ کیا پیش کریں گے ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ خود ان کا یہ حال ہے کہ اگر بیٹا ہو جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر بیٹی پیدا ہو جائے تو شرمندگی کے مارے منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔

فرمایا کہ یہ کیسی عجیب تقسیم کر رکھی ہے کہ اپنے لئے تو بیٹوں کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے پوچھئے کہ میں جو تمہاری خیر خواہی کی باتیں کر رہا ہوں: کہ تمہاری دنیا اور آخرت سنور جائے تو کیا میں تم سے اس تبلیغِ دین پر کوئی معاوضہ یا اجرت مانگ رہا ہوں کہ اس کے بوجھ سے تم دبے چلے جا رہے ہو

فرمایا کہ آپ ذرا کفار سے پوچھئے کہ کیا ان کے پاس کوئی غیب کا علم ہے جو ان کے پاس لکھا ہوا ہے اور اس کے ذریعہ وہ یہ سب باتیں کر رہے ہیں یا یہ لوگ کوئی بے ڈھنگی چال چل رہے ہیں؟ فرمایا کہ اگر ایسا ہے کہ یہ لوگ کوئی چال چل رہے ہیں تو وہ وقت دور نہیں ہے جب یہ خود ہی اپنے جال میں پھنس جائیں گے اور اس سے نکل نہ سکیں گے۔

فرمایا کہ ان سے پوچھئے کہ ایک اللہ کے سوا کیا تمہارا دوسرا معبود ہے جس کی تم عبادت و بندگی کرتے ہو۔ حالانکہ اللہ کی ذات ہر طرح کے شرک سے پاک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ فرمایا کہ ان کا یہ حال ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں نبی مان لیں گے اگر آسمان کا ایک ٹکڑا توڑ کر دکھا دو۔ فرمایا کہ اول تو یہ ایک احمقانہ مطالبہ ہے لیکن اگر ہم اپنی قدرت کا نمونہ دکھاتے ہوئے آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دیں تو یہ اس کا یقین نہ کریں گے اور کہیں گے کہ یہ تو کوئی گہرا بادل ہے جو بادل پر بادل جما ہوا ہے۔

فرمایا کہ جب انہوں نے ہر سچائی کو جھٹلانے کا فیصلہ کر رکھا ہے تو آپ ان کی غیر سنجیدہ اور جاہلانہ باتوں کی پرواہ نہ کریں ان

# پارہ نمبر ۲۷

# قال فما خطبکم

# سورۃ نمبر ۵۳

# النّجم

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 53 |
| کل رکوع | 3 |
| آیات | 62 |
| الفاظ وکلمات | 365 |
| حروف | 1450 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |
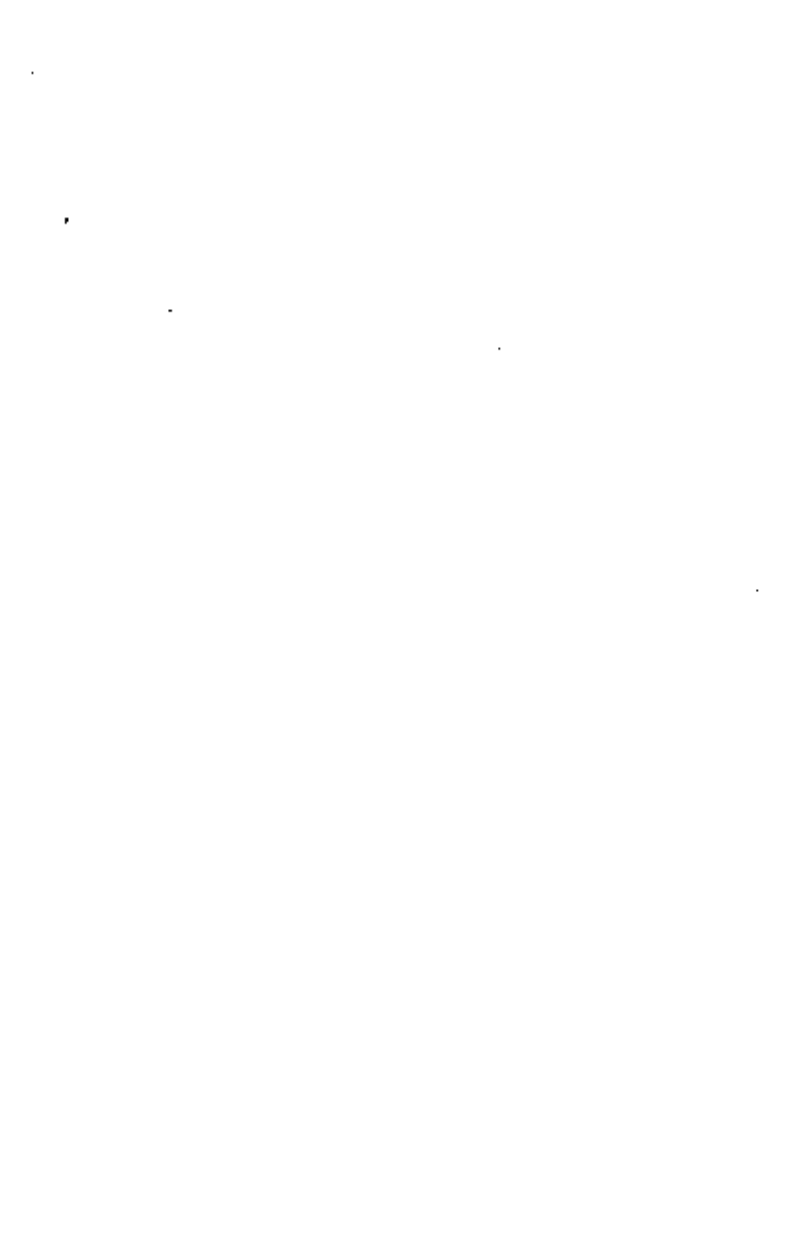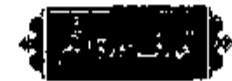
ایک مرتبہ جب نبی کریم ﷺ نے قریش مکہ کے مجمع میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی تو اس وقت اہل ایمان کے ساتھ ساتھ کافر ومشرک سب ہی موجود تھے۔ جب سجدہ کی آیت آئی تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے تو سجدہ کیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس وقت جتنے بھی لوگ موجود تھے وہ سب بھی سجدے میں گر گئے اور قریش کے بڑے بڑے سردار اور مخالفین سجدہ کیے بغیر نہ رہ سکے۔

اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے۔

ستارہ جب غائب ہو جاتا ہے اس کی قسم کھا کر فرمایا کہ تمہارے یہ رفیق (ساتھی) جو ہمیشہ تمہارے سامنے ہیں یہ اللہ کا پیغام پہنچانے میں راہ حق سے نہ بھٹکے اور نہ انہوں نے کوئی غلط راستہ اختیار کیا ہے۔ آپ نبی ﷺ برحق ہیں آپ ﷺ کوئی بات اپنی ذاتی خواہش سے بیان نہیں کرتے بلکہ آپ ﷺ کی طرف جو وحی نازل ہوتی ہے آپ اس کو بیان کر دیتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ (جبرئیل) آپ ﷺ کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ فرشتہ جو بے انتہا طاقت وقوت والا ہے۔ وہ ایک مرتبہ اپنی اصلی صورت پر سامنے آیا جب کہ وہ آسمان کے کنارے پر تھا۔ (جب آپ ﷺ اس فرشتے کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تو) وہ آپ ﷺ کے بہت زیادہ قریب آیا اتنا کہ آپ ﷺ کے اور اس کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ پھر اللہ نے آپ ﷺ پر جس قدر وحی بھیجنا چاہی آپ ﷺ پر وحی کو بھیجا۔ نظر نے جو کچھ دیکھا قلب نے اس میں کسی جھوٹ کو نہ ملایا تھا۔ کیا تم لوگ ان سے اس بات میں جھگڑ رہے ہو جس کو انہوں نے آنکھ سے دیکھا تھا۔

لات، منات اور عزیٰ وہ بت ہیں جو عورتوں کے نام ہیں جو کفار کے بتوں نے اس تصور کے ساتھ نام رکھے تھے کہ نعوذ باللہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور وہ بیٹیاں قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں ان کی سفارش کر کے ان کو جہنم کے عذاب سے نجات دلوا دیں گی۔
اللہ نے فرمایا کہ یہ کیسی بے ڈھنگی اور ظالمانہ تقسیم ہے کہ خود تو لڑکیوں کو قابل نفرت سمجھتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ان کے گھروں میں لڑکے پیدا ہوں۔ تم نے اللہ کے لیے فرشتوں کو اس کی لڑکیاں بنا دیا۔ تو یاد رکھو اللہ ان تمام باتوں اور شرک سے پاک ہے۔ قیامت کے ہولناک دن فرشتے تو کیا کسی پیغمبر کو بھی اس وقت تک کسی کی سفارش کا حق نہ ہوگا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ دی جائے۔ سفارش اسی کی ہوگی جس کے لیے اللہ چاہے گا۔

زمین و آسمان اور ساری کائنات میں سارا اختیار اللہ کا ہے جو جیسا عمل کرے گا اس کو ویسی ہی جزا دی جائے گی۔ اگر کوئی برے راستے کا انتخاب کر کے اس پر عمل کرے گا تو اس کو سخت سزا دی جائے گی اور اگر کسی نے نیک اور سیدھا راستہ اختیار کر کے نیک عمل کیا ہوگا تو اس کو اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ اور اجر عطا فرمائیں گے۔

اور ایک مرتبہ پھر انہوں نے اس کو (نبی کریم ﷺ نے جبرئیل کو) سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ جس کے پاس ہی "جنت الماویٰ" ہے۔ اس وقت اس بیری کے درخت (سدرۃ المنتہیٰ) پر ہر طرف اللہ کے انوارات اور فرشتے چھائے ہوئے تھے۔ یہ سب کچھ دیکھنے میں آپ ﷺ کی نہ تو نظر بہکی اور نہ حد سے آگے بڑھی اور آپ ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔

فرمایا کہ تم نے کبھی لات، عزیٰ اور ایک تیسرے بت منات پر بھی غور کیا ہے؟ وہ کیا ہیں؟ اور ان کی حقیقت کیا ہے؟ وہ محض چند ناموں کے نام ہیں جو یہاں بتوں کے رکھ لئے گئے ہیں کیونکہ تمہارا گمان یہ ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور یہ تصویریں ان ہی کی ہیں۔ فرمایا کہ یہ تو بڑی عجیب تقسیم ہے کہ تم اپنے گھروں میں بیٹیاں پیدا ہونے کے بعد شرمندگی سے منہ چھپاتے پھرتے ہو اور لڑکیوں کے وجود کو نفرت سے دیکھتے ہو مگر تم نے اللہ کے لئے تو بیٹیوں کو پسند کیا اور خود یہ چاہتے ہو کہ تمہارے گھروں میں لڑکے ہوں یہ کیسی ظالمانہ تقسیم ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تصور کرنا اور ان کی تصویریں بنا کر ان کی عبادت و پرستش کرنا اور یہ سمجھنا کہ قیامت میں یہ فرشتے (جن کو وہ اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے) ان کی سفارش کر کے ان کو عذاب الٰہی سے بچالیں گے یہ ان کا محض وہم و گمان ہے جس کی وہ عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ یہ محض ان کی طرف سے گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ ان کا گمان ہے جس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ فرمایا کہ فرشتے نہیں بلکہ کوئی بھی اس کی بارگاہ میں کسی کی سفارش اور شفاعت نہیں کرسکتا جب تک اس کو سفارش کرنے کی اجازت نہ دی جائے یا اس کو پسند نہ ہو۔ دنیا و آخرت کا مالک اللہ ہے اس کے سوا کوئی مالک نہیں ہے۔

فرمایا کہ لات، منات اور عزیٰ یہ بتوں کے وہ نام ہیں جو ان کے باپ دادا نے رکھ لیے تھے۔ یہ ان کی اپنی خواہشات تھیں جن کی انہوں نے پیروی کی ورنہ اللہ نے ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ان کے پاس اس کی کوئی سند و دلیل نہیں ہے بلکہ یہ ان کا محض خیال اور گمان ہے۔ درحقیقت گمان حق کی جگہ نہیں لے سکتا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ ہمارے ذکر سے منہ پھیر کر چل رہے ہیں اور انہیں دنیا کے سوا کچھ نہیں چاہیے آپ ﷺ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے کیونکہ ان کے علم کی انتہا بس یہیں تک ہے۔ آپ ﷺ کا پروردگار اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور کون سیدھے راستے پر ہے۔

فرمایا زمین و آسمان میں سارا اختیار اللہ ہی کا ہے۔ جس نے بھی برے راستے کا انتخاب کیا وہ اس کو اس کی سزا دے گا اور

جن لوگوں نے بہترین اور نیک راستے کا انتخاب کر کے اس پر قدم بڑھائے ہوں گے ان کو بہترین جزا اور بدلہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بڑے سے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچ کر چلتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی ہلکا پھلکا گناہ ہو جائے تو آپ کے پروردگار کا دامن رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ اللہ تمہاری کمزوریوں اور خوبیوں سے اچھی طرح واقف ہے اس وقت سے وہ تمہیں جانتا ہے جب تمہیں مٹی سے پیدا کر کے ماں کے پیٹ میں تم نے ایک بچے کی شکل اختیار کی تھی۔ تم اپنے نفس کی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو وہ جانتا ہے کون متقی اور پرہیزگار ہے۔

نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ نے کبھی اس شخص کے حالات پر بھی غور کیا جو اللہ کے راستے سے بھٹک گیا۔ کچھ خرچ کیا اور کہیں وہ رک گیا۔ کیا اس کے پاس کوئی غیب کا علم ہے کہ اس نے ہر حقیقت کو دیکھ لیا ہے۔ کیا اسے ان صحیفوں (کتابوں) کی خبر ملی ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیمؑ کے پاس تھیں۔ وہ ابراہیم جنہوں نے وفا کا حق ادا کر دیا تھا۔ ان صحیفوں میں لکھا ہوا ہے کہ

(۱) کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

(۲) انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کے لیے وہ جدوجہد کرتا ہے۔

(۳) اس کی جدوجہد اللہ کی نظر میں ہے وہ ہر ایک کو اس کا بدلہ دے گا۔

(۴) یہ کہ آخر کار تمہیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(۵) وہی ہنساتا ہے وہی رلاتا ہے۔

(۶) زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(۷) اس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا جب کہ اس ایک بوند سے جو ٹپکائی گئی (اسی سے اس کا وجود ہے)۔

(۸) مرنے کے بعد دوبارہ زندگی دینا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(۹) وہی مال اور جائیداد عطا کرتا ہے۔

(۱۰) وہی اس ستارے "شعریٰ" کا رب ہے (جس کو تم پوجتے ہو)۔

(۱۱) اسی نے قوم عاد یعنی عاد اولیٰ کو ہلاک کیا۔

(۱۲) اور اسی نے ثمود کو اس طرح مٹایا کہ کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

(۱۳) اور اسی نے قوم نوح کو جو بڑے ظالم اور سرکش تھے تباہ کیا۔

(۱۴) اور الٹی ہوئی بستیوں کو (قوم لوط کو) الٹا پھینکا۔

(۱۵) پھر ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے یعنی ان پر عذاب کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مخاطب! تو اپنے رب کی کن نعمتوں میں شک و شبہ کرے گا۔ فرمایا کہ یہ پیغمبر ﷺ بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغام بر ہیں (ان کو مان لو) کیونکہ وہ جلدی آنے والی چیز (قیامت) بہت قریب آ پہنچی۔ کیا تم یہ سب باتیں سن کر بھی کلام الٰہی میں تعجب کرتے ہو۔ تم ہنستے ہو مذاق اڑاتے ہو (اور اپنے برے انجام پر) روتے نہیں ہو۔ اور تم غرور و تکبر کرتے ہو۔ اب بھی وقت ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

## سُورَةُ النَّجْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ﴿١﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿٢﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى ﴿٤﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿٥﴾ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴿٦﴾ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ﴿٧﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿٨﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ﴿٩﴾ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى ﴿١٠﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى ﴿١١﴾ أَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ﴿١٣﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿١٤﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ﴿١٥﴾ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَأٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾

### ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۸

تارے کی قسم جب وہ غروب ہوا۔

تمہارے رفیق نے نہ تو راستہ گم کیا اور نہ وہ غلط چلے۔ نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کرتے ہیں سوائے اس کے جو (ان کی طرف) وحی کی جاتی ہے۔

انہیں وہ سکھاتا ہے جو بڑی طاقت والا ہے۔ جو حکمت والا ہے۔ پھر وہ سامنے کھڑا ہوا جب کہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ (جبرئیل) نزدیک ہوا اور اتر آیا۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم۔ پھر اللہ نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر وحی

نازل کی جو بھی اسے پہنچانی تھی۔ (آپ ﷺ نے جو دیکھا) اس کے سمجھنے میں دل نے غلطی نہیں کی۔ تو کیا پھر تم ان کی (رسول کی) دیکھی ہوئی چیز میں ان سے جھگڑتے ہو اور بلاشبہ انہوں نے (جبرئیل) کو ایک مرتبہ اور بھی اترتے دیکھا تھا۔ اس سدرۃ المنتہیٰ (بیری کے درخت) کے پاس دیکھا تھا جس سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنت الماوی (آرام سے رہنے والی جنت) ہے۔ اس وقت اس (سدرۃ المنتہیٰ) کو ڈھانپ رکھا تھا جس نے بھی ڈھانپ رکھا تھا۔ نہ اس کی آنکھ نے دھوکا کھایا اور نہ وہ حد سے آگے بڑھا۔ یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۸

| | |
|---|---|
| ھَوٰی | نیچا اترا۔ غائب ہوا |
| غَوٰی | راہ بھٹک گیا |
| مَا یَنْطِقُ | وہ نہیں بولتا |
| شَدِیْدُ الْقُوٰی | بڑی طاقتوں والا |
| ذُوْمِرَّۃٍ | زوردار |
| بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی | بلند کنارا |
| دَنَا | قریب ہوا |
| تَدَلّٰی | وہ آگے بڑھا۔ لٹک گیا |
| قَابَ | مقدار |
| قَوْسَیْنِ | دو کمانیں |
| تُمٰرُوْنَ | تم جھگڑتے ہو |
| نَزْلَۃً | اترنا |
| سِدْرَۃٌ | بیری کا درخت |

يَغْشٰى — وہ ڈھانپ لیتا ہے

مَا زَاغَ — نہیں لڑا

مَا طَغٰى — حد سے نہ بڑھا

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۸

ستارے غائب ہو جانے کے بعد جب سورج نکلتا ہے تو ہر طرف اس کی کرنوں سے دنیا جگمگا اٹھتی ہے۔ درختوں پر ایک چمک اور ہر چیز پر رونق آجاتی ہے۔ اندھیرے سمٹ جاتے ہیں اور سورج کی روشنی کے سامنے ہر روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح کفر اور ظلم کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں لوگوں کی ہدایت کیلئے اللہ کے پیغمبر آتے رہے اور توحید و رسالت کی تعلیمات اور اللہ کے دین کی روشنی سے دنیا کو منور کرتے رہے لیکن جب اللہ نے اپنے آخری نبی اور آخری محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا تو اس روشنی کی تکمیل ہوگئی اور ساری دنیا کے روحانی اندھیرے دور ہو گئے۔ اور اب یہ شمع رسالت قیامت تک اسی طرح اپنی روشنی بکھیرتی رہے گی۔ فرمایا کہ ستاروں کی قسم جس طرح یہ ستارے چاند اور سورج اپنی جگہ پر قاعدے طریقے سے چلتے ہیں اور ان کی رفتار میں نکلنے اور ڈوبنے میں کبھی کوئی فرق نہیں آتا اور وہ اپنی مستعدی سے اپنی جگہ جم کر چلتے ہیں اسی طرح ہمارے رسول بھی پوری مستعدی اور شان سے اللہ کے احکامات کو پوری دیانت داری سے ساری دنیا تک پہنچا رہے ہیں انہوں نے شب معراج اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا اور سنا وہ سورج کی روشنی کی طرح صاف اور واضح تھا جس کے دیکھنے میں نہ تو وہ بھٹکے اور نہ انہوں نے کوئی غلطی کی۔

فرمایا کہ ہمارے محبوب نبی پر جو فرشتہ وحی لے کر اترتا ہے (جبرئیل امین) وہ بڑی قوت و طاقت والا، مضبوط و توانا، زور آور، جسمانی اور روحانی طاقتوں کا مالک ہے جس کے چھ سو بازو ہیں۔ اگر وہ اپنی اصلی آواز نکالیں تو لوگوں کے کلیجے پھٹ جائیں۔ ان کی طاقت و قوت کا یہ حال ہے کہ جب انہوں نے اللہ کے حکم سے قوم لوط کی بستیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر آسمان تک بلند کیا اور پھر اس قوم کو زمین پر پٹک دیا تو وہ قوم اور اس کی بستیاں اس طرح برباد ہو گئیں کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر آگیا اور پھر سمندر کا پانی ان پر چڑھ دوڑا اور ان کی بستیوں کو سمندر میں غرق کر کے نشان عبرت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے لئے فرمایا ہے کہ وہ کریم ہیں عزت و قوت والے ہیں جن کا اللہ کے پاس ایک اعلیٰ مقام ہے۔ سب فرشتوں کے مقابلے میں ان کو اللہ کی بارگاہ میں زیادہ قرب اور نزدیکی ہے۔ وہ مطاع ہیں یعنی آسمان کے فرشتے بھی ان کی بات ماننے پر مجبور ہیں اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں جن کے امین اور معتبر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اللہ کے اس طاقت ور فرشتے کے سامنے شیطان کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ کسی قسم کی رکاوٹ ڈال سکے لہٰذا یہ اللہ کا کلام کسی شیطان کے ذریعہ نہیں پہنچا کہ آپ کو کاہن کہا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ زمین پر اور ایک مرتبہ ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

ابتدائے وحی کے وقت ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا کہ وہ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت آسمان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ان کے وجود سے بھرا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس وقت حضرت جبرئیل آپ کے پاس عام انسانی شکل میں آئے تا کہ آپ کو تسلی دے سکیں چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کو اٹھایا تسلی دی اور اتنے قریب ہو گئے کہ حضرت جبرئیل اور نبی کریم ﷺ کے درمیان دو کمانوں سے زیادہ کا فاصلہ نہ رہا۔ پھر انہوں نے اللہ کے حکم سے جو اس نے چاہا آپ پر وحی نازل کی۔

دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آپ نے حضرت جبرئیل کو دیکھا کہ وہ زرق برق کے لباس میں ہیں اور زمین و آسمان کی فضا کو ان کے وجود نے بھر رکھا تھا۔ ان کے وجود کا پھیلاؤ پہلے آسمان سے ساتویں آسمان تک تھا۔ پھر وہ عام شکل میں قریب آئے اور اتنے قریب ہوئے کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ کو اس شب معراج میں اللہ کی نشانیاں دکھائی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ نے اس رات کو جو کچھ دیکھا تھا آپ کی آنکھ نے دھوکا کھایا اور نہ آپ کی آنکھ بہکی اس طرح اللہ نے اپنی بہت سی نشانیاں دکھا کر ختم نبوت کا تاج آپ کے سر پر رکھ دیا۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند باتوں کی وضاحت پیش خدمت ہے

(۱)۔ اس جگہ اللہ نے "والنجم" (ستارہ) کی قسم کھا کر نبی کریم کی شان رسالت کو بیان کیا ہے۔ یہ کون سا ستارہ ہے اس سلسلہ میں مفسرین کرامؒ نے مختلف باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

☆ اس سے صرف ایک ستارہ نہیں بلکہ ستاروں کی جنس مراد ہے یعنی ستاروں کا جھرمٹ، کہکشاں

☆ اس سے شہاب ثاقب مراد ہیں جن کے ذریعہ ان شیاطین کو مار کر بھگا دیا جاتا ہے جو آسمانوں پر مستقبل کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے یہ شیاطین آسمانوں پر جا کر فرشتوں کی گفتگو سن لیتے اور پھر آ کر کاہنوں کو بتا دیتے تھے وہ کاہن جنات و شیاطین کی باتوں کو سن کر اور کچھ خود سے گھڑ کر لوگوں کے سامنے مستقبل کی پیشین گوئیاں کر دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اللہ نے جنات و شیاطین پر پابندی لگا دی اور اگر کوئی جن یا شیطان آسمان کی طرف بلند ہو کر سننے کی کوشش کرتا تو اس کے پیچھے شہاب ثاقب یعنی آسمانی انگارے برسائے جاتے تھے۔

☆ بعض مفسرین نے "النجم" سے مراد قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کو لیا ہے۔

☆ بہر حال "النجم" سے ستارے مراد ہوں یا شہاب ثاقب اللہ نے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جب یہ ستارے ڈوب جاتے ہیں تب ہی صبح ہوتی ہے اور اس سے رات کے اندھیرے سمٹ جاتے ہیں اب نبی کریم ﷺ کی آمد اور قرآن کریم کی آیتوں کے نازل ہونے کے بعد اگر کہیں روشنی ہے تو وہ صرف خاتم الانبیاء ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین ہی کی ہے۔

(۲)۔اس میں نبی کریم ﷺ کو "صاحبکم" فرمایا یعنی تمہارے رفیق تمہارے ساتھی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جو اس دین اسلام کو لے کر آئے ہیں وہ کہیں باہر سے نہیں آئے ہیں۔ یہیں پیدا ہوئے ہیں جن کے بچپن، جوانی اور ادھیڑ عمری کے ایک ایک لمحے سے مکہ کا بچہ بچہ واقف تھا۔ جن کو صادق و امین اور معتبر سمجھا جاتا تھا۔ آج اعلان نبوت کے بعد ان جیسی عظیم ہستی کے متعلق طرح طرح کی نامناسب باتیں کرنا ان کو زیب نہیں دیتا۔ انہوں نے معراج میں جو کچھ دیکھا وہ اللہ کی نشانیاں تھیں۔ جو کچھ آنکھوں سے دیکھا اس میں نہ وہ گمراہ ہیں اور نہ راستے سے بھٹکے ہیں بلکہ جو کچھ انہوں نے دیکھا اور جو کچھ عطا کیا گیا وہ برحق تھا۔ آپ کی شان یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی کہتے ہیں جب تک اللہ کی طرف سے وحی نہیں ہوتی آپ بیان نہیں فرماتے۔

(۳)۔سورۃ النجم وہ سب سے پہلی سورت ہے جس کا نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا۔ آپ نے اس کی تلاوت فرمائی۔ اس مجمع میں اہل ایمان کے علاوہ کفار و مشرکین بھی تھے جب آیت سجدہ آئی تو آپ نے اور تمام مسلمانوں نے سجدہ کیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت تمام کفار و مشرکین نے بھی اللہ کے سامنے سجدہ کیا۔

(۴)۔عربوں میں باہمی دوستی کے دو طریقے تھے ایک تو یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر دوستی کرتے تھے۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ دونوں شخص اپنی اپنی کمانوں کی لکڑی تو اپنی طرف کر لیتے اور کمان کی ڈور دوسرے کی طرف۔ اس طرح جب دونوں کمانوں کی ڈوریں جاتیں تو یہ اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ دو شخصوں میں محبت اور قربت ہو گئی۔ اس قرب کے وقت ان دونوں میں دونوں "قوسوں" کے ماپ کا فاصلہ رہتا تھا یعنی تقریباً دو ہاتھ (ایک گز) اس کے بعد "اوادنیٰ" کہہ کر بتا دیا کہ یہ اس سے بھی زیادہ قریب اور ملاپ ہوا تھا۔

(۵)۔ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ایک درخت ہے جس کو "سدرۃ المنتہیٰ" کہتے ہیں۔ عربی میں "سدرۃ" بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ جس کی کیفیت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو بھی احکامات یا رزق نازل ہوتے ہیں ان کا فیصلہ سدرہ تک پہنچتا ہے وہاں سے جن ملائکہ کی ڈیوٹی لگائی جاتی ہے وہ اس کو لے کر زمین کی طرف لاتے ہیں۔

اسی طرح دنیا میں جتنے انسانی اعمال ہیں وہ سدرہ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اسی سدرہ کے پاس وہ جنت بھی ہے جو اللہ کے نیک بندوں کے رہنے کی باعزت جگہ ہے اس کو "جنت الماویٰ" فرمایا گیا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ شب معراج تشریف لائے تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ہم بھی اس رات رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ تمام فرشتے سدرہ کے درخت اور اس کے ہر پتے پر اس طرح آپ کا انتظار کرنے لگے کہ ان کی جگمگاہٹ سے ایسا لگتا تھا جیسے سونے کے پروانے ایک دوسرے پر گر رہے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت جبرئیل جیسے مقرب فرشتے نے بھی آگے جانے سے یہ کہہ کر معذرت کر لی تھی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں اس سے آگے ایک قدم بھی جاؤں گا تو اللہ کی تجلی سے میرے پر جل جائیں گے۔ اس جگہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی بہت سی نشانیاں دیکھیں جن کے دیکھنے میں نہ تو آپ کی آنکھ نے دھوکہ کھایا اور نہ وہ حد سے آگے بڑھی۔

أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾

وَمَنَوٰةَ ٱلثَّالِثَةَ ٱلْأُخْرَىٰٓ ﴿٢٠﴾ أَلَكُمُ ٱلذَّكَرُ وَلَهُ ٱلْأُنثَىٰ ﴿٢١﴾ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰٓ ﴿٢٢﴾ إِنْ هِىَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَمَا تَهْوَى ٱلْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ٱلْهُدَىٰٓ ﴿٢٣﴾ أَمْ لِلْإِنسَٰنِ مَا تَمَنَّىٰ ﴿٢٤﴾ فَلِلَّهِ ٱلْءَاخِرَةُ وَٱلْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾

وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ لَا تُغْنِى شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا إِلَّا مِنۢ بَعْدِ أَن يَأْذَنَ ٱللَّهُ لِمَن يَشَآءُ وَيَرْضَىٰٓ ﴿٢٦﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْءَاخِرَةِ لَيُسَمُّونَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ ٱلْأُنثَىٰ ﴿٢٧﴾ وَمَا لَهُم بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ ۖ وَإِنَّ ٱلظَّنَّ لَا يُغْنِى مِنَ ٱلْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿٢٨﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۸**

کیا پھر تم نے لات، عزیٰ اور ایک تیسرے (معبود) منات پر غور کیا؟ کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اس کے لئے (یعنی اللہ کے لئے) بیٹیاں ہیں۔ یہ تو بہت ہی بے انصافی کی تقسیم ہے۔ یہ تو چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے ان کے (ثبوت پر) کوئی مضبوط دلیل بھی نازل نہیں کی ہے۔ یہ لوگ محض اپنے بے بنیاد خیالات اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں حالانکہ ان کے پاس اس کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔ کیا انسان کی ہر خواہش (اس کی مرضی کے مطابق) پوری ہوتی ہے۔ یہ دنیا اور وہ دنیا سب کا اختیار اللہ ہی کو حاصل ہے۔

کتنے ہی فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش ان کے کام نہ آئے گی سوائے اس کے کہ

اللہ جس کو سفارش کا حق دینا چاہے اور وہ اس کی سفارش کو پسند بھی کرتا ہو۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کو عورتوں کے جیسے نام دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ لوگ صرف اپنے بے بنیاد خیالات کے پیچھے چلتے ہیں اور یقیناً بے بنیاد خیالات حق کے مقابلے میں ان کے ذرا بھی کام نہ آسکیں گے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۸

| | |
|---|---|
| ضِیْزٰی | ظالمانہ۔ ٹیڑھی چیز |
| یَرْضٰی | وہ پسند کرتا ہے |
| یُسَمُّوْنَ | وہ نام رکھتے ہیں |

## تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۸

قریش مکہ اور آس پاس کے قبائل نے "بیت اللہ" کو اپنی جہالت اور نادانی میں بتوں کی گندگی سے بھر دیا تھا۔ تین سو ساٹھ بتوں میں سے طائف، مکہ، مدینہ اور حجاز کے ارد گرد کے لوگ لات، عزیٰ اور مناۃ کو بہت مانتے تھے۔ قدیم عرب کے یہ تین مشہور بت تھے جن سے انہوں نے اپنی آرزوئیں اور تمنائیں وابستہ کر رکھی تھیں۔

لات طائف والوں کا بت تھا جس کو بنو ثقیف بہت زیادہ مانتے تھے۔

عزیٰ مکہ کے قریب وادی نخلہ میں حراض کے مقام پر قریش اور بنو کنانہ کا بت تھا۔

مناۃ مدینے کے اوس و خزرج کا وہ بت جو قدید کے مقام پر نصب تھا۔ اوس و خزرج کے قبائل اس کا بہت احترام کرتے تھے اور ایسی ایسی کہانیاں مشہور کر رکھی تھیں کہ بنو قریش بھی اس کے آگے جھکنے کو بڑی نیکی سمجھتے تھے چنانچہ قریش اور دوسرے قبیلوں کے لوگ حج کے بعد مناۃ کی زیارت کے لئے جاتے۔ قربانی کے جانور لے جاتے اور نذریں چڑھاتے۔ لبیک لبیک (حاضر ہوں میں حاضر ہوں) کی صدائیں بلند کرتے جاتے۔ مناۃ کے احترام کا یہ حال تھا کہ اس کی زیارت کے مقابلے میں صفا مروہ کی سعی تک کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔

لات، عزیٰ اور مناۃ یہ بت سب کے سب مونث تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ (نعوذ باللہ) یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اسی طرح وہ فرشتوں کو بھی اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ انہوں نے بغیر کسی سند اور دلیل کے یہ کہہ رکھا تھا کہ یہ بت اور فرشتے جو اللہ کی بیٹیاں ہیں جب وہ قیامت میں ہماری سفارش کریں گی تو اللہ ان کی سفارش کو رد نہیں کرے گا کیونکہ بیٹیوں کی بات عام طور پر باپ ان ہی لیتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں یہ سب اللہ کی مخلوق ہیں اس کے نزدیک تو بیٹا، بیٹی یکساں ہیں۔ اللہ نے سوال کیا ہے کہ تمہارے نزدیک تو سب مخلوق میں سب سے زیادہ بری چیز لڑکیاں ہیں۔ تمہارے ہاں نرینہ اولاد ہوتی ہے تو تم خوشی سے دیوانے ہو جاتے ہو اور لڑکیاں ہو جائیں تو غم اور شرمندگی کے مارے تمہارے چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں۔ یہ کیسا انصاف ہے کہ اپنے لئے تو تم لڑکیوں کی پیدائش تک کو توہین سمجھتے ہو اور اللہ کے لئے فرشتوں تک کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہو۔ اس سے زیادہ جہالت، نادانی اور بے انصافی کی بات اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اور تمہارے باپ دادا نے جو طرح طرح کے نام رکھ کر بت بنا رکھے ہیں یہ سب من گھڑت باتیں ہیں جن کی نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ سند ہے۔ دراصل یہ محض ان کی خواہشیں ہیں جن کو انہوں نے مختلف نام دے رکھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں اور آخرت میں سارا اختیار صرف ایک اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے گا بخشے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔ اس کے سامنے اس وقت تک کسی کو سفارش کرنے کا اختیار نہیں ہے جب تک وہ اجازت نہ دیدے۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے چل کر حق و صداقت کو جھٹلاتے ہیں ان کے بے بنیاد خیالات اور من گھڑت تصورات دنیا اور آخرت میں ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور جب وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ان کے یہ بت اپنی عاجزی اور بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے سارا الزام بت پرستوں اور خواہشات نفس کے پیچھے چلنے والوں پر ڈال دیں گے۔ اس وقت حسرت اور افسوس بھی کسی کے کام نہ آسکے گا۔

اللہ نے ایک چبھتا ہوا سوال کیا ہے۔ یہ بتاؤ کیا انسان کی ہر خواہش اور تمنا اس کی مرضی کے مطابق پوری ہوتی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو بے بنیاد تمناؤں سے کیا فائدہ جن کا فائدہ نہ اس دنیا میں ملے گا اور نہ آخرت میں۔

فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰى ۙ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَلَمۡ يُرِدۡ اِلَّا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ؕ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبۡلَغُهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ۙ لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا وَيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰى ۚ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيۡنَ يَجۡتَنِبُوۡنَ كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ

إِلَّا اللَّمَمَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنشَأَكُم
مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ۖ فَلَا تُزَكُّوا
أَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ ﴿٣٢﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲**

(اے نبی ﷺ) آپ ایسے شخص سے منہ پھیر لیجیے جس نے ہماری نصیحت سے منہ پھیر لیا ہے اور دنیا کی زندگی کے سوا اس کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ ان کے علم کی انتہا یہیں تک ہے۔ آپ کا پروردگار اچھی طرح جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا اور کون شخص ہے جس نے ہدایت حاصل کرلی ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اسی کی ملکیت ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو بدلہ دے جنہوں نے گناہ (برائی) کی ہے اور جنہوں نے اچھے کام کئے ہیں ان کو بہترین بدلہ عطا کرے۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں سوائے اس کے کہ ان سے کوئی معمولی گناہ ہو جائے۔ بلاشبہ آپ کا پروردگار بہت زیادہ وسیع مغفرت کرنے والا ہے۔ وہ تمہیں جانتا ہے۔ جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے سے تھے۔ لہٰذا تم زیادہ پاک باز بننے کی کوشش نہ کرو۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲

| | |
|---|---|
| مَبْلَغٌ | پہنچنے کی جگہ |
| اَسَاءُوْا | انہوں نے برے کام کئے |
| يَجْتَنِبُوْنَ | جو بچتے ہیں |
| كَبٰٓئِرُ الْاِثْمِ | بڑے بڑے گناہ |
| اَلْفَوَاحِشُ | بے حیائیاں |

| | |
|---|---|
| اَللَّمَم | تھوڑا سا گناہ۔ خطا |
| اَنْشَا | اس نے پیدا کیا |
| اَجِنَّةٌ (جَنِیْنٌ) | ماں کے پیٹ میں بچے |
| لَا تُزَكُّوْا | پاکباز نہ بنتے پھرو |

## تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان لوگوں کی اصلاح کی جدوجہد کرتے رہیے جن کا مقصد زندگی اللہ کو راضی کرنا ہے اور ان کا ہر قدم اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی کے لئے اٹھتا ہے لیکن وہ لوگ جن کا مقصد دنیا کی زندگی کا آرام و سکون، راحت اور عیش و عشرت حاصل کرنا ہے جن کی عقل ان کا فہم اس سے آگے بڑھتا ہی نہیں۔ ان کے نزدیک جو کچھ ہے وہ بس یہی دنیا ہے جس کے چکر میں وہ دن رات دیوانگی کی حد تک لگے رہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ایسے دنیا پرستوں کی پرواہ نہ کیجئے اور ان سے اپنا رخ موڑ کر اہل ایمان کی طرف کر لیجئے۔ اللہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کون اس کے راستے اور ہدایت پر ہے اور کون اس سے بھٹک کر دور جا پڑا ہے۔ یہ ساری کائنات اور زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک وہی ہے۔ وہی گمراہوں کو ان کے برے انجام تک پہنچائے گا اور جن لوگوں نے تقویٰ، پرہیزگاری اور نیکی کے ساتھ زندگی گزاری ہوگی ان کو بہترین بدلہ اور اجر عطا فرمائے گا۔ یہ نیک لوگ وہ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچ کر چلنے کے عادی ہیں۔ اور اگر بشری کمزوریوں کی وجہ سے ان سے کسی طرح کی وقتی غفلت یا چھوٹا موٹا گناہ سرزد ہو گیا ہوگا تو وہ اس پر ضد اور اصرار کرنے کے بجائے فوراً اللہ سے سچے دل سے توبہ کر لیتے ہیں تو یقیناً وہ لوگ اپنے پروردگار کی رحمت و مغفرت کے دامن کو بہت وسیع پائیں گے۔ وہ ذات جس نے انسان کو زمین سے پیدا کیا ہے وہ انسانی فطرت اور مزاج کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ آدمی کو غرور و تکبر کرنے اور اپنی پاکیزگی پر فخر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دنیا جانتی ہو یا نہ جانتی ہو وہ اللہ تو اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کون متقی پرہیزگار ہے اور کون گلے گلے تک گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

(۱)۔ اللہ کا دین پہنچانے کے سلسلہ میں ہر شخص پر محنت کرنے کی ضرورت ہے لیکن جو لوگ دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو چکے ہوں ان کا خیال رکھنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ جیسے موجودہ دور میں اہل ایمان کی تعداد ساری دنیا میں ہر قوم سے زیادہ ہے۔ اللہ نے سارے خزانے اور وسائل مسلمانوں کے قدموں میں ڈال دیئے ہیں۔ غیر مسلموں کو دین اسلام کی طرف رغبت دلاتے رہنا چاہیے لیکن صرف اسی طرف نگاہ رہنے میں اتنا فائدہ نہیں ہے جتنا اس بات میں فائدہ ہے کہ مسلمانوں کو صحیح معنی میں مسلمان بنایا جائے۔

آج اگر صرف مسلمان ہی دین اسلام پر پوری طرح عمل کرنے والے بن جائیں تو ہمیں صرف غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی فکر نہیں پڑے گی۔ اگر آج سارے مسلمان عالمی غنڈہ گردی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ہو جائیں تو بھی غیر مسلم مسلمانوں کے قدموں کی دھول بن کر رہ جائیں گے۔ اس آیت میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

(۲)۔ کبیرہ گناہ ویسے تو کبیرہ گناہوں کی فہرست بہت طویل ہے ان میں سے چند کبیرہ گناہوں سے بچنے کی بہت ضرورت ہے جیسے زنا کاری اور بدکاری، لواطت (قوم لوط کا عمل)، چوری، ڈاکہ، قتل و غارت گری، سود، جوا، شراب نوشی اور نشہ پیدا کرنے والی چیزوں کا استعمال، والدین کی نافرمانی، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا، رشوت، مردار جانور اور خنزیر کا گوشت کھانا، کسی شخص یا یتیم کے مال پر زبردستی قبضہ کر لینا، جادو سیکھنا سکھانا، ناپ تول میں کمی کرنا، غیبت، چغل خوری، جھوٹی قسم، جھوٹی گواہی، قطع رحمی، اور صغیرہ گناہوں کو معمولی سمجھ کر مسلسل کرتے رہنا یہ بھی کبیرہ گناہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح بہت گناہ وغیرہ یہ سب کے سب کبیرہ گناہ ہیں۔ اگر کسی نے بڑے بڑے گناہوں سے توبہ نہ کی اور جس کا حق ہے اس کو اس کا حق ادا نہ کیا تو آخرت میں وہ زبردست خسارہ میں رہے گا۔ وہاں جو کر ایسا پچھتاوا ہوگا جس کا اس دنیا میں رہ کر تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

صغیرہ گناہ ۔۔۔۔ وہ ہیں جن کے لئے دنیا میں تو سزا مقرر نہیں ہے اور نہ آخرت میں عذاب دینے کی وعید ہے یعنی وہ گناہ جو انسان سے اتفاقیہ طور پر بغیر کسی ارادہ کے سرزد ہو جائیں لیکن صغیرہ گناہوں سے بچنا بھی بہت ضروری ہے۔ صغیرہ گناہوں کو جان بوجھ کر مسلسل کرتے رہنا ان کو گناہ کبیرہ بنا دیتا ہے۔

(۳)۔ فلا تزکوا انفسکم ۔۔۔۔ یعنی اپنے آپ کو مقدس و محترم، گناہوں سے پاک سمجھنا اور خود اپنے منہ سے اپنی تعریفیں کرنا، ڈینگیں مارنا یہ اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ باتیں ہیں کیونکہ یہ بھی تکبر اور غرور کا ایک انداز ہے جس میں آدمی اپنے آپ کو تو ہر عیب سے پاک سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔

اصل میں خود پسندی انسان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے کیونکہ جب وہ اپنی حماقتوں پر بھی تقدس کے پردے ڈالے رکھے گا تو نہ وہ کسی سے کچھ سیکھے گا اور نہ اس میں کسی اچھی بات کے اختیار کرنے کا جذبہ ہوگا اس طرح وہ دنیا اور آخرت کی ہر سعادت سے محروم رہے گا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ سے جب کسی نے دوسرے کی تعریف کی تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی تعریف کرنی ہو تو ان الفاظ سے کرو کہ "میرے علم میں یہ شخص متقی ہے" میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کے نزدیک وہ ایسا ہی پاک صاف ہے جیسا کہ میں سمجھ رہا ہوں۔ (الحدیث)

(۴)۔ مبلغ علم اس سے مراد انسان کے عقل و فہم کی پہنچ ہے یعنی یہ لوگ بس اتنا ہی سوچ اور سمجھ سکتے ہیں جو انہوں نے دنیا میں دیکھا ان کا علم اور سمجھ آخرت تک پہنچا ہی نہیں۔ فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجئے کیونکہ ایسی محدود سوچ رکھنے والوں سے اللہ خوب اچھی طرح واقف ہے وہی تو ان کا خالق ہے۔ وہ ہر انسان کی فہم و فکر، عقل و سمجھ اور محنت کے نتائج سے اچھی طرح واقف ہے۔

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ﴿۳۳﴾ وَأَعْطَىٰ

قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ﴿۳۴﴾ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ ﴿۳۵﴾ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ

بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ﴿۳۶﴾ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ﴿۳۷﴾ أَلَّا تَزِرُ

وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴿۳۸﴾ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿۳۹﴾

وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ﴿۴۱﴾ وَأَنَّ إِلَىٰ

رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ ﴿۴۲﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ﴿۴۳﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَ

أَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿۴۵﴾ مِن نُّطْفَةٍ

إِذَا تُمْنَىٰ ﴿۴۶﴾ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿۴۷﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَ

أَقْنَىٰ ﴿۴۸﴾ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ ﴿۴۹﴾ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ﴿۵۰﴾ وَ

ثَمُودَ فَمَا أَبْقَىٰ ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ

وَأَطْغَىٰ ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ﴿۵۳﴾ فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ﴿۵۴﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ

رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ﴿۵۵﴾ هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ ﴿۵۶﴾ أَزِفَتِ

الْآزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ أَفَمِنْ هَٰذَا

الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿۶۰﴾ وَأَنتُمْ

سَامِدُونَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۩ ﴿۶۲﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۶۲

(اے نبی ﷺ) آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے (دین حق سے) منہ پھیرا۔ اس نے تھوڑا سا دیا اور وہ رک گیا۔ کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ کیا انہیں ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں تھی اور ان (ابراہیم کے صحیفوں میں تھی) جس نے ہر حکم پورا کر دکھایا۔ وہ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی اس نے جدوجہد کی ہے۔ اور بے شک انسان اپنی کوشش اور جدوجہد کو بہت جلد دیکھ لے گا۔

پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور بے شک سب کو اپنے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے۔ اسی نے ہنسایا اسی نے رلایا۔ اسی نے موت دی اسی نے زندگی عطا کی اور بے شک اسی نے نر اور مادہ جوڑے پیدا کئے اس نطفہ سے جب وہ (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔ اور بے شک دوسری مرتبہ پیدا کرنا اسی کے ذمے ہے۔ اسی نے مال دار بنایا اور اسی پونجی رکھتا ہے۔ اور وہی شعریٰ (ستارے کا نام ہے) کا پروردگار ہے (جس کی اہل عرب پرستش کرتے تھے)۔ اسی نے عاد اولیٰ (قوم عاد) کو ہلاک کیا۔ اور ثمود کو بھی (اسی طرح ہلاک کیا) اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور اس سے پہلے قوم نوح کو بھی (ہلاک کیا) بے شک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے۔ اور لوط کی بستیوں جن کو الٹ پلٹ دیا گیا۔ پھر ان کو (سمندر کے پانی نے) ڈھانپ لیا (تمہیں معلوم ہے کہ) جس چیز نے ان کو ڈھانپ لیا تھا۔ تو (اے مخاطب) تو اپنے رب کی کس کس نعمت پر شک کرتا رہے گا۔ یہ (نبی ﷺ بھی) پہلے ڈرانے والوں کی طرح (تمہیں برے انجام سے) ڈرانے والے ہیں۔ قریب آنے والی (قیامت) قریب آ پہنچی۔ اللہ کے سوا کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں ہے۔ کیا پھر بھی تم اس بات (قرآن مجید) میں تعجب کرتے ہو اس پر ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ اور تم تکبر اور غرور کرتے ہو۔ پھر تم اللہ کو سجدہ کرو اور اسی کی عبادت و بندگی کرو۔

### لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۶۲

| | |
|---|---|
| اَکْدٰی | اور رک گیا |
| لَمْ یُنَبَّأ | مطلع نہیں کیا گیا |

| | |
|---|---|
| وِزْرَ اُخْرٰی | دوسرے کا بوجھ |
| سَعٰی | اس نے کوشش کی۔ جدوجہد کی |
| سَوْفَ یُرٰی | بہت جلد وہ دیکھے گا |
| اَضْحَکَ | اس نے ہنسایا |
| اَبْکٰی | اس نے رلایا |
| اَقْنٰی | مال دار کیا |
| اَلْمُؤْتَفِکَۃُ | الٹی ہوئی بستیاں (بستیاں) |
| غَشّٰی | اوپر سے گرا |
| تَتَمَارٰی | تو شک کرے گا |
| اَزِفَتِ الْاٰزِفَۃُ | آنے والی گھڑی قریب آ گئی |
| سَامِدُوْنَ | کھیلنے والے |
| اُعْبُدُوْا | تم بندگی کرو |

## تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۶۲

سورۃ النجم کی یہ آخری آیات ہیں جہاں اس سورت کو ختم کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو حق و صداقت کی روشنی کو دیکھ کر اس کی طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب ان پر دنیا کے مفادات کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ پھر سے ان ہی اندھیروں کی طرف پلٹ جاتے ہیں جہاں انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے کئے ہوئے ہر عمل کا پوری طرح ذمہ دار ہے۔ وہ اس دنیا میں رہ کر جو کچھ کرے گا اس کا اچھا یا برا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اس کے ایک ایک عمل کی جانچ پڑتال کی جائے گی "جیسا کرے گا ویسا بھرے گا" کوئی شخص اپنے عمل کے انجام سے نہ تو بچ سکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا شخص اس کو بچا سکتا ہے۔ اللہ کے تمام پیغمبر اسی تعلیم کو لے کر آتے رہے اور پوری یکسانیت اور ہم آہنگی کے ساتھ ایک ہی بات کو کہتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے لئے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے دین کی سچائیوں کو دیکھنے کے باوجود اس سے منہ پھیر لیا اور دل چاہا کچھ دے دیا اور دل نہ چاہا تو اس کو روک لیا۔ فرمایا کہ وہ

شخص جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے کوئی اس کو دیکھنے، سننے والا نہیں ہے اور اس کی بیٹھے بٹھائے یوں ہی نجات ہو جائے گی کیا اس نے پردہ غیب میں جھانک کر دیکھ لیا ہے جسے دیکھ کر وہ اس قدر مطمئن اور خوش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کیا اس کو حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کی تعلیمات نہیں پہنچیں جن میں صاف صاف فرما دیا گیا ہے کہ

۱۔ کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یعنی اگر کوئی شخص گناہوں کے بوجھ سے لدا ہوا ہے۔ گناہوں کے بوجھ سے تھک آکر وہ کسی سے کہے کہ میرا بوجھ بھی تم اٹھا لو تو کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اس کا بوجھ اٹھائے۔

۲۔ انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کی اس نے سعی، جدوجہد اور بھاگ دوڑ کی ہے۔ یعنی اس نے جو بویا ہے وہی کاٹے گا یہ نہیں ہوگا کہ کانٹے بونے کے بعد وہ پھولوں کی سیج پر آرام کرے گا بلکہ اس آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں اسے انہی کانٹوں پر بسر کرنا ہوگا۔ اس کے ایک ایک عمل کی جانچ پڑتال کے بعد اس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

۳۔ فرمایا کہ بے شک انسان اپنی جدوجہد کو بہت جلد (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان یہ نہ سمجھے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے بلکہ انسان کے ہر عمل اور زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کا ریکارڈ موجود ہے جو اس کو پیش کیا جائے گا۔ اور اگر وہ اس کا انکار کرے گا تو اس کے بدن کا ہر عضو اس کے گناہوں کی شہادت و گواہی پیش کرے گا۔

فرمایا کہ وہی ایک اللہ ہے جو انسان کو رلاتا ہے وہی اس کو ہنساتا بھی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں زندگی ہے، وہی موت دیتا ہے، اسی نے نر اور مادہ کو ایک حقیر نطفہ کے ذریعہ پیدائش کا ذریعہ بنایا ہے۔ وہی دوسری زندگی عطا کرتا ہے وہی مال اور جائیداد دیتا ہے، وہی شعریٰ (ستارہ جس کی کفار عبادت کرتے اور ہر اچھائی اور برائی کا سبب سمجھتے تھے) کا پروردگار ہے۔ اسی اللہ نے عاد اولیٰ (یعنی قدیم عاد جن کی طرف حضرت ہودؑ کو بھیجا گیا تھا) ان کے برے اعمال کے سبب ہلاک اور برباد کیا۔ اسی نے ثمود جیسی ترقی یافتہ قوم کو اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیا کہ ان میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا۔ اسی نے قوم نوح کے ظالم و جابر اور سرکش لوگوں کو پانی میں غرق کر دیا۔ اسی نے قوم لوط کی بستیوں کو اٹھا کر زمین پر دے مارا ان پر بارش کی طرح پتھر برسائے گئے اور پھر ان بستیوں پر سمندر کا پانی اس طرح چھا گیا کہ آج بھی وہ بستیاں سمندر کی تہہ میں عبرت کا نشان بنی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے مخاطب تو اللہ کی کس کس نعمت میں شک و شبہ کرتا رہے گا۔ فرمایا کہ جس طرح اللہ نے اپنے بہت سے پیغمبر بھیجے اور وہ اپنی قوم کو ان کے برے انجام سے ڈرانے کے لئے آتے رہے جب انکار کرنے والے سمجھانے کے باوجود اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر رہا اور وہ اپنے برے انجام سے نہ بچ سکے اسی طرح اب اللہ نے آخری نبی اور رسول کو بھیجا ہے جن کے بعد قیامت کا ہولناک دن تو ہے جو کسی طرح ٹلنے والا نہیں ہے لیکن ان کے بعد نہ تو کوئی نبی ہے اور نہ رسول اور نہ کوئی نئی کتاب لہٰذا اس میں تعجب کرنے کے بجائے اس کو مان لینے ہی میں عافیت ہے۔ یہ مذاق اڑانے یا ہنسنے کی چیز نہیں ہے بلکہ اپنا تکبر اور غرور چھوڑ کر اپنے برے اعمال پر رونے کا مقام ہے۔ لہٰذا اس قرآن کریم کو مان کر صرف اسی ایک اللہ کی بندگی اور عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے سجدہ کیا جائے۔

اس سورت کو آیت سجدہ پر ختم کیا گیا ہے۔ سورۃ والنجم وہ پہلی سورت ہے جسے نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ کے اس مجمع میں تلاوت فرمایا جہاں اہل ایمان کے علاوہ کفار و مشرکین بھی موجود تھے۔ اس آیت سجدہ کے آتے ہی آپ نے اور اہل ایمان نے اللہ کو سجدہ کیا۔ حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ کفار و مشرکین ان آیات کی کیفیت میں اس طرح گم ہو گئے تھے کہ جیسے ہی آپ نے سجدہ کیا تو کفار و مشرکین بھی سجدہ میں گر پڑے۔

زیر مطالعہ آیات کا ایک مفہوم تو وہ ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے لیکن بعض مفسرین نے ان آیات کے پس منظر میں ولید ابن مغیرہ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ولید قریشی سردار تھا اس نے نبی کریم ﷺ کے دین کو قبول کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب اس کے کسی مشرک دوست کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کو نہ چھوڑو۔ اگر تمہیں یہ ڈر ہے کہ تم آخرت میں عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے تو مجھے اتنی اتنی رقم دے دو میں تمہارے بدلے میں وہاں عذاب بھگت لوں گا اور تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ ولید اس بات کو مان گیا اور اس نے جو رقم دینے کا وعدہ کیا تھا اس میں سے کچھ رقم تو دیدی باقی قبول کر گیا۔ ممکن ہے ولید کی فطری کنجوسی آڑے آگئی ہو اور اس نے بقیہ رقم دینے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شاید ولید جیسے لوگوں کو حضرت ابراہیمؑ جیسے دین کے وفادار شخص جنہوں نے اپنی پوری زندگی اسی وفا کی نظر کر دی اور حضرت موسیٰؑ جنہوں نے حق و صداقت کے لئے فرعون جیسے متکبر اور ظالم و طاقت ور سے ٹکر لی ان کی واقعات نہیں پہنچے؟ کیونکہ ان کے صحیفوں میں یہ بات صاف صاف لکھ دی گئی ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کے (گناہوں کا) بوجھ نہ اٹھائے گا۔ انسان کو صرف وہی ملے گا جس کی اس نے (اپنے اعمال کے ذریعہ) جدوجہد کی ہے اور انسان کی ہر کوشش اور جدوجہد اللہ کے ریکارڈ پر موجود ہے وہ اس کو آدمی کے سامنے رکھ دے گا۔ فرمایا کہ اسی نے قوم عاد، قوم ثمود، قوم نوح، قوم فرعون اور قوم لوط کی مسلسل نافرمانیوں اور انبیاء کرامؑ کی بات نہ ماننے کی وجہ سے اس قدر شدید عذاب میں مبتلا کیا کہ آج ان کی زندگیاں قصے کہانیاں بن کر رہ گئی ہیں۔

فرمایا کہ ان تمام کفار و مشرکین کے لئے یہ ایک آخری موقع ہے کہ اللہ کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کر کے اپنی آخرت بنالی جائے۔ اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پھر دوسرا کوئی ایسا موقع نہ مل سکے گا جب ان جیسے لوگوں کی اصلاح ہو سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ آیات کا ایک تو عام مفہوم ہے جس کو بیان کیا گیا ہے اور دوسرا مفہوم وہ بھی ہو سکتا ہے جو ایک خاص شخص (ولید ابن مغیرہ) سے متعلق ہے۔ بہر حال یہ مفہوم ہو یا شخص واحد سے متعلق دونوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ اب ساری دنیا کے لوگوں کے لئے یہ ایک آخری موقع ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے دامن رحمت سے وابستگی اختیار کر لی جائے۔ اسی میں ساری انسانیت کا فائدہ ہے۔ اگر آپ ﷺ کی تعلیمات کو نظر انداز کیا گیا تو موجودہ دنیا ہزاروں ترقیات کے بعد بھی اللہ کے عذاب سے دوچار ہو سکتی ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# پارہ نمبر ۲۷

## قال فما خطبکم

# سورۃ نمبر ۵۴

# اَلْقَمَر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورۃ القمر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 54 |
| کل رکوع | 3 |
| آیات | 55 |
| الفاظ وکلمات | 348 |
| حروف | 1482 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

اللہ تعالیٰ نے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور آل فرعون کی مسلسل نافرمانیوں کے بدترین انجام کو بیان کرنے کے بعد بتایا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ ان کو مہلت دے کر اس بات کا موقع دیتا ہے کہ وہ دونوں راستوں میں سے کسی ایک راستہ کو منتخب کر لیں۔ دونوں راستوں کا انجام اور قوموں کی تاریخ کو دیکھ کر اس بات کا فیصلہ کر لے کہ وہ کون سے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ دونوں راستوں کا انجام بتا دیا گیا ہے۔ ایک نجات کا راستہ ہے اور دوسرا تباہی کا۔

"قیامت قریب آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا۔" چاند کا پھٹ جانا اور بے نور ہو جانا اس بات کی نشانی ہے کہ اب قیامت دور نہیں ہے اور اس دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہو بلکہ ہر چیز کو فنا ہونا ہے۔ جب کفار کے مطالبہ پر نبی کریم ﷺ کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف چلا گیا اور پھر فوراً ہی مل گیا۔ اس کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے اور باہر سے آنے والوں کی تصدیق کے باوجود انہوں نے اس کو جادو قرار دے دیا اور اپنے کفر و شرک پر پہلے کی طرح اڑے رہے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کفار اپنے نفس اور خواہشات کے غلام بن کر رہ گئے تھے۔ حالانکہ اتنا بڑا واقعہ ان کی نصیحت کے لیے بہت کافی تھا مگر جن لوگوں نے اس بات کی قسم کھا رکھی ہو کہ نہ تو وہ انسانی تاریخ، گناہ گاروں کے برے انجام اور قوموں کے عروج و زوال سے کچھ سیکھنے کی کوشش کریں گے اور نہ وہ آخرت کی ابدی زندگی کی فکر کریں گے ان کے لیے تو کوئی ہولناک حادثہ ہی عبرت دلانے کا سبب بن سکتا ہے۔ فرمایا کہ وہ عبرت ناک اور ہولناک واقعہ یعنی قیامت کے آنے میں بہت دیر نہیں ہے۔ جب پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا تو اس وقت ان کی آنکھیں جھکی رہ جائیں گی اور وہ زمین سے اور قبروں سے نکل کر بد حواسی میں اس طرح زمین پر بکھر جائیں گے جس طرح ٹڈی دل ہر طرف پھیل جاتا ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت سوں کو قیامت کا یہ منظر قیامت آنے سے پہلے ہی دکھا دیتا ہے چنانچہ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور آل فرعون جو اپنے زمانے میں بہت زبردست قوت و طاقت رکھتے تھے لیکن جب ان کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں اور انہوں نے

اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہے بلکہ اللہ ہر شخص کے تمام اعمال سے پوری طرح واقف اور باخبر ہے اور اس کے مقرر کیے ہوئے فرشتے ہر کسی کے نیک و بد عمل کو لکھ رہے ہیں جو قیامت کے دن ان کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے اور کوئی ان سے انکار نہ کر سکے گا۔

اللہ کے نبیوں اور ان کی تعلیمات کا انکار کیا تو ان پر دنیا کا عذاب قیامت بن کر ٹوٹ پڑا۔

فرمایا حضرت نوحؑ جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کی نسلوں کو سمجھایا مگر ان کی قوم نے ان کا مذاق اڑایا۔ ان کو دیوانہ اور مجنون کہا۔ طرح طرح سے ستایا۔ ان کو دھمکیاں دی گئیں لیکن وہ ان کی نافرمانیوں کے باوجود ان کے عبرت ناک انجام سے ڈراتے رہے۔ جب حضرت نوحؑ نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ جن لوگوں کو ایمان لانا تھا وہ ایمان لے آئے اور اب ان کی قوم میں ماننے کی صلاحیت ختم ہو گئی ہے تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا ”الٰہی میں ان سے مغلوب و مجبور ہو گیا اب آپ ہی ان سے بدلہ لے لیجیے۔“ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے زمین و آسمان میں جتنے پانی کے سوتے تھے ان کو ڈبونے کے لیے کھول دیا۔ حضرت نوحؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو ایک ایسی کشتی میں سوار کر کے جو تختوں اور کیلوں سے بنی ہوئی تھی نجات عطا فرما دی اور ان کی پوری قوم کو اللہ نے پانی کے اس طوفان میں ڈبو دیا جس سے کوئی بھی کافر و مشرک زندہ نہ بچ سکا۔

اسی طرح قوم عاد جو دنیا کی انتہائی ترقی یافتہ قوم تھی جس نے اپنی طاقت کا لوہا ساری دنیا سے منوا رکھا تھا جب انہوں نے اپنے نبی حضرت ہودؑ اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو جھٹلایا اور نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب اللہ نے ان پر زبردست طوفانی ہواؤں کو بھیجا جس سے ان کے گھر، در اور ہر چیز تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔ ہوا اس قدر تیز تھی کہ وہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر اس طرح پتھروں پر پٹک رہی تھی جیسے ان کے وجود کی کوئی حیثیت ہی نہ ہو اور ہر طرف میدانوں میں ان کی لاشیں اس طرح بکھری پڑی تھیں جیسے کھجور کے بڑے بڑے تنے کاٹ کر بکھیر دیئے گئے ہوں۔

قوم ثمود جو پہاڑوں کو تراش کر بلند ترین عمارتیں بنانے کے ماہر تھے مال و دولت سے مالا مال اور ہر نعمت ان کے چاروں طرف بکھری ہوئی تھی جب انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالحؑ کو جھٹلایا ان سے کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے بشر ہو تم میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟ کیا اللہ کو تمہارے علاوہ کوئی نہیں ملا جس کو نبی بنا کر بھیجا جاتا۔ ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ اگر ہم تمہیں نبی مان لیں تو ہم سے بڑا بے وقوف کون ہو گا۔ انہوں نے حضرت صالحؑ کو جھوٹا اور شیخی باز تک کہنے سے گریز نہیں کیا۔ انہوں نے معجزہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ ایک گابھن اونٹنی اس پہاڑ میں سے باہر آئے اور وہ ہمارے سامنے ایک بچہ دے تو ہم تمہیں نبی ماننے پر غور کر سکتے ہیں۔ جب اللہ نے وہ معجزہ عطا کر دیا تب بھی وہ ایمان نہ لائے۔ پھر اللہ نے اس اونٹنی کے متعلق فرمایا تھا کہ اس کو کوئی نہ

ستاتے تمہارے کنویں سے ایک دن وہ پانی پیے گی دوسرے دن اپنی باری پر تم پانی پی سکتے ہو اور اپنے مویشیوں کو پلا سکتے ہو۔ اس قوم نے تنگ آ کر ایک شخص کو تیار کیا اس نے اس اونٹنی کو مار ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک زوردار دھماکے سے پوری قوم کو تہس نہس کر دیا گیا۔ دوسرے ہو گئے ایسے پڑے تھے جیسے وہ بھوسا جسے جانوروں نے کھا کر بکھیر دیا ہو۔

قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود کے عبرت ناک انجام کے بعد قوم لوط کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جب حضرت لوطؑ کی قوم نے اپنے خلاف فطرت فعل کو نہ چھوڑا بلکہ وہ فرشتے جو انسانی شکل میں لڑکوں کی صورت میں آئے تھے اور حضرت لوطؑ کے مہمان تھے ان کی بے عزتی کرنا چاہی تو اللہ نے اس قوم کو اندھا کر دیا اور اسی حالت میں اس پوری قوم پر ہوا کے جھکڑ اور طوفانوں سے ان کی بستیوں کو الٹ کر اس پوری قوم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور حضرت لوطؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرما دی۔

فرعون اور آل فرعون کے متعلق فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ کے ذریعہ معجزات اور دلائل سے قوم فرعون کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے بھی گزری ہوئی قوموں کی طرح نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب فرعون اور اس کی پوری قوم کو تباہ کر کے حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ اور ایمان لانے والے بنی اسرائیل کو نجات عطا فرما دی۔

اللہ کا یہی دستور ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں آتی کہ وہ نافرمانوں کو ختم کر دیتا ہے اور اپنے نبیوں، رسولوں اور ایمان رکھنے والوں کو نجات عطا فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ اور ان کی نافرمان قوموں کے انجام کو بیان کرنے کے بعد مکہ والوں سے پوچھا ہے کہ آج اللہ کے نبی ﷺ تمہاری رہنمائی کے لیے قرآن کریم جیسی کتاب دے کر بھیجے گئے ہیں اگر تم نے بھی نافرمان قوموں جیسا طریقہ اختیار کیا تو تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔ اللہ نے پوچھا ہے کہ تم تو ایسے مطمئن بیٹھے ہو جیسے تمہارے اوپر آسمان سے کوئی ایسا معافی نامہ نازل ہو گیا ہے جس کے ذریعہ تمہیں پوری طرح معاف کر دیا گیا ہے۔ فرمایا کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم بہت مضبوط جماعت ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اگر ان کا یہ گمان ہے تو ان کی جماعت اور جتھا بہت جلد اللہ کے فیصلے کے سامنے بری طرح شکست کھا جائے گا اور ان کا یہ گھمنڈ ان کے کسی کام نہ آ سکے گا اور قیامت کے دن کا ان کو کڑوا گھونٹ پینا ہی پڑے گا۔ فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ اس قوم کی عقل ماری گئی ہے جب قیامت کے دن منہ کے بل جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب ہے جس کا تم انکار کیا کرتے تھے اور اب اس آگ کی لپیٹ کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرمایا کہ جب ہم کسی کام کو کرنا چاہتے ہیں تو اس میں دیر نہیں کی جاتی بلکہ ہم جیسے ہی حکم دیتے ہیں پلک جھپکتے ہی وہ کام ہمارے حکم کے مطابق ہو جاتا ہے۔

یہ بھی فرما دیا کہ یہ لوگ اس گمان میں نہ رہیں کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ ان کے کرتوتوں سے بے خبر ہے بلکہ ان کے ایک ایک عمل کو اللہ کے فرشتے لکھ رہے ہیں جو قیامت میں لکھا لکھایا ان کے سامنے آ جائے گا۔

البتہ وہ لوگ جو اللہ کے فرمانبردار اور تقویٰ و پرہیزگاری کو اختیار کرتے ہیں وہ جنت کی ابدی راحتوں اور پانی کے بہتے چشموں سے لطف اندوز ہوں گے اور وہ ان کے لیے انتہائی اعلیٰ عزت کا مقام ہوگا۔ سب سے بڑی نعمت انہیں اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوگی۔ وہ اللہ جو ہر چیز پر پوری پوری قدرت و طاقت رکھنے والا ہے۔

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے ایک بات کو بار بار دہرایا ہے کہ ان تمام باتوں کو سمجھانے کے لیے اللہ نے جس قرآن کو نازل کیا ہے وہ انتہائی آسان اور سہل ہے۔ اللہ کی آیات سے اگر کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہے تو یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی کہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو مہلت اور مدت عطا کرتا ہے۔ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ ان کو ہر طرح سمجھاتا ہے۔ اگر کوئی سنبھل جاتا ہے تو اس کو جنت اور اس کی ابدی راحتوں کی خوش خبری سنائی جاتی ہے اور اگر وہ سمجھانے کے باوجود مسلسل نافرمانیوں میں لگا رہتا ہے تو پھر اس قوم کو عبرت ناک سزا دی جاتی ہے۔ دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں اب یہ انسان کا اپنا کام ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کون سا راستہ اختیار کرتا ہے۔ دونوں راستوں کا انجام تو سب کی تاریخ سے اور اللہ کی آیات سے سمجھنا دشوار نہیں ہے۔

## سورۃ القمر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾ حِكْمَةٌ ۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

وقف لازم

### ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ (کفار) کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر کر یہ کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ختم ہو جانے والا ہے۔ اور انہوں نے اس کو جھٹلایا اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں اور ہر بات کو قرار آ جانے والا ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس بہت سے واقعات آ گئے ہیں جن میں عبرت کا سامان ہے اور حکمت و دانائی کی باتیں ہیں لیکن ان کو وہ باتیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان کی طرف سے منہ پھیر لیں وہ دن (آنے والا ہے) جب ایک پکارنے والا (فرشتہ) ان کو ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ (اس دن) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ وہ اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے جس طرح ٹڈی دل (بکھری ہوئی ٹڈیاں) نکلتا ہے۔ وہ پکارنے والے کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔ کافر کہیں گے کہ یہ تو بڑا ہی سخت دن ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

اِنْشَقَّ — پھٹ گیا

مُسْتَمِرٌّ — گزرنے والا

مُسْتَقِرٌّ — ٹھہرا ہوا ہے

مُزْدَجَرٌ — ڈانٹ۔ڈپٹ

اَلنُّذُرُ — ڈرانے والے۔آگاہ کرنے والے

اَلدَّاعِ — پکارنے والا

نُكُرٌ — ناگوار

خُشَّعٌ — جھکا ہوا

اَلْاَجْدَاثُ — قبریں

جَرَادٌ — ٹڈیاں

اَلْمُنْتَشِرُ — پھیلی ہوئیں

مُهْطِعِيْنَ — دوڑنے والے

عَسِرٌ — سخت

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

سورۃ النجم کے آخر میں قیامت کے بارے میں فرمایا گیا تھا۔ یہاں ارشاد ہے کہ قیامت قریب آگئی ہے اور چاند پھٹ گیا ہے۔ یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ اب قیامت بہت دور نہیں ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی بعثت و نبوت دونوں ہی اس بات کی علامت ہیں کہ اب آپ کی نبوت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اس کے بعد صرف قیامت ہی آئے گی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے خود بھی فرمایا ہے کہ میرا آنا اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں یعنی قریب قریب ہیں جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں ملی ہوئی اور قریب قریب ہیں۔

ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے ایک رات جب کہ چودھویں رات کا چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا مکہ کے کفار و مشرکین نے یہودیوں کے سکھائے ہوئے ایک سوال کو دھرایا کہ اے محمد ﷺ! آپ جس نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اس کی کوئی نشانی دکھائیے اور کہنے لگے کہ اگر آپ واقعی نبی ہیں تو یہ چاند جو آسمان پر چمک رہا ہے اس کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیے۔ یہودیوں نے مشرکین کو بتایا تھا کہ اگر یہ شخص (حضرت محمد ﷺ) کوئی جادوگر ہیں تو ان کا جادو دنیا والوں پر چل سکتا ہے آسمان پر نہیں لہٰذا ان سے چاند کو دو ٹکڑے کر دینے کا مطالبہ کرو۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو وہ چاند اسی وقت دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا مشرق کی طرف اور ایک ٹکڑا مغرب کی طرف چلا گیا اور دونوں ٹکڑوں کے درمیان پہاڑ نظر آنے لگا آپ نے بار بار فرمایا کہ دیکھو اور گواہ رہو۔ حالانکہ تمام موجود مشرکین نے اس شق قمر کے واقعہ کو صاف طور پر دیکھا تھا لیکن پھر اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ شاید ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا تھا ورنہ یہ کیسے ممکن ہے؟ اب ہم اس بات کو اس وقت تسلیم کریں گے جب کچھ باہر کے لوگ آ کر بتائیں گے۔ روایات میں آتا ہے کہ باہر سے آنے والے کچھ مسافروں نے اس واقعہ کی تصدیق کی لیکن جن لوگوں کو کسی سچائی کو ماننے سے ضد ہوتی ہے وہ کوئی نہ کوئی تاویل کر کے اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں اور پھر سے اپنی شرارتوں میں لگ جاتے ہیں۔

شق قمر کا یہ واقعہ قرآن کریم کے علاوہ متواتر احادیث اور قطعی دلائل سے بھی ثابت ہے جس کو بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد اور مسند احمد وغیرہ میں نہایت معتبر راویوں سے بیان کیا گیا ہے اور امت کا اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اور بہت سے معجزات کے علاوہ یہ ایک کھلا ہوا معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے اس مطالبہ کو خود ان پر ہی الٹتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح چاند پھٹ گیا اسی طرح ایک دن زمین و آسمان اور سارے ستارے اور سیارے بھی ٹکڑوں میں بٹ کر پھٹ جائیں گے کیونکہ اللہ ہی ان تمام چیزوں کا خالق ہے اور وہی جب چاہے گا اس کائنات کی بساط کو لپیٹ دے گا۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان لوگوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے جو ایسے کھلے معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ جو لوگ سچائی کو بھی جادو قرار دے دیں اور اپنی خواہشات پر چلنے کو زندگی سمجھتے ہوں تو ان سے اس سے زیادہ اور کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

آج کفار و مشرکین اس کا یقین کریں یا نہ کریں وہ وقت دور نہیں ہے جب ایک زبردست چنگھاڑ سے تمام لوگ اپنے دفن ہونے کی جگہ سے زندہ ہو کر اس طرح نکلیں گے جیسے ٹڈی دل نکل کر ہر طرف بکھر جاتا ہے جب وہ عذاب الٰہی کو سامنے دیکھیں گے تو شرمندگی، ندامت اور شدت احساس سے ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی۔ وہ اپنے مدفن سے نکل کر میدان حشر کی طرف دوڑتے ہوئے کہیں گے کہ واقعی یہ دن تو بڑا ہی سخت دن ہے۔ اس دن ان کی ضد، ہٹ دھرمی، تکبر اور غرور سب کا سب دھرا رہ جائے گا اور ان کے کسی کام نہ آ سکے گا۔

ان آیت سے متعلق چند باتیں

۱۔ کفار و مشرکین شق قمر کے کھلے ہوئے معجزے کو دیکھ کر بھی اپنی ضد پر قائم رہے اور کہنے لگے کہ یہ سب کچھ جادو کا اثر ہے

جس کی وجہ سے ہم نے چاند دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہ جادو ہے جس کا اثر بہت جلد دور ہو جائے گا کیونکہ جادو کا اثر دیر تک نہیں رہا کرتا بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔

اصل میں جس شخص کو ایمان لانا ہوتا ہے اس کو کسی معجزے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جس کو انکار کرنا ہوتا ہے وہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود طرح طرح کے مطالبے کرتا رہتا ہے درحقیقت یہ اس کا راہ فرار ہوتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر ایمان قبول کیا تھا انہوں نے کبھی کسی معجزے کا مطالبہ نہیں کیا کیونکہ ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات اور قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کی آیات تھیں جو کسی طرح معجزے سے کم نہ تھیں۔ اس کے بعد بھی کسی معجزہ کا مطالبہ محض ہٹ دھرمی ہی ہوتی۔

۲۔ جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات کے غلام بن جاتے ہیں ان کے لئے بڑے سے بڑا واقعہ بھی نصیحت و عبرت کا ذریعہ نہیں بنتا اور جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت قبول کر لیتے ہیں ان کے لئے چھوٹی سے چھوٹی بات بھی کسی معجزے سے کم نہیں ہوتی۔

۳۔ قیامت کا دن بڑا ہی ہولناک دن ہوگا۔ اس دن اہل ایمان ہر طرح کی راحتوں اور سکون میں ہوں گے اور اللہ و رسول کا انکار کرنے والے اپنی خواہشات کے غلام، ضدی اور ہٹ دھرم لوگ شرمندگی اور ندامت سے آنکھ اٹھا کر بات کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔ وہ دن ان کے لئے انتہائی سخت، تکلیف اور مصیبتوں بھرا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم سب پر اپنا رحم و کرم نازل فرمائے اور ہمیں ہر طرح کی رسوائیوں، ندامت اور شرمندگی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ۝٩ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۝١٠ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ۝١١ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝١٢ وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ۝١٣ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝١٤ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝١٥ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝١٦ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝١٧

### ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۷

ان سے پہلے قوم نوح نے بھی جھٹلایا تھا۔ پھر انہوں نے ہمارے بندے (نوحؑ) کو جھٹلاتے

ہوئے کہا تھا کہ یہ دیوانہ ہے اور دھمکایا بھی گیا تھا۔ پھر اس نے (نوحؑ نے) اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہو چکا ہوں بس آپ ہی ان سے انتقام لے لیجئے۔ تب ہم نے کثرت سے برسنے والے (پانی کے لئے) آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور ہم نے زمین سے چشمے بہا دیئے پھر (زمین و آسمان کا) پانی مل کر اس کام کے لئے جمع ہو گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔ پھر ہم نے نوحؑ کو تختوں اور کیلوں والی (کشتی پر) سوار کیا۔ وہ کشتی ہماری نگرانی میں چل رہی تھی یہ اس شخص کا بدلہ تھا جس کی ناقدری کی گئی تھی۔ پھر ہم نے اس واقعہ کو نشان عبرت بنا دیا۔ ہے کوئی دھیان دینے والا۔ پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔ اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۷

| | |
|---|---|
| اُزْدُجِرَ | جھڑک دیا گیا |
| مَغْلُوْبٌ | بے بس کر دیا گیا |
| اِنْتَصِرْ | تو بدلہ لے |
| مُنْهَمِرٌ | زور سے گرنے والا |
| فَجَّرْنَا | ہم نے پھاڑ دیئے |
| ذَاتُ اَلْوَاحٍ | تختوں والی |
| دُسُرٍ (دِسَارٌ) | میخیں، کیلیں |
| مُدَّكِرٌ | دھیان دینے والا |
| يَسَّرْنَا | ہم نے آسان کر دیا |

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۷

اللہ تعالیٰ ان بہت سے واقعات کی طرف متوجہ فرما رہے ہیں جو عبرت و نصیحت کا ذریعہ ہیں۔ ان میں سب سے پہلے حضرت نوحؑ کے واقعہ کو بیان کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کے ایک ایک فرد کو سمجھایا اور تبلیغ دین کی

جدوجہد فرمائی مگر ان کی قوم کے وہ عیش پسند کفار و مشرکین جو اپنی جھوٹی عظمتوں میں گم تھے انہوں نے ان کی عظمت کا اعتراف کرنے کے بجائے ان کو دیوانہ کہا۔ ان کو یہ دھمکی بھی دی کہ اگر انہوں نے تبلیغ دین کی باتوں کو نہ چھوڑا تو وہ ان کو پتھر مار مار کر ہلاک کردیں گے۔ جہاں موقع ہوتا وہ حضرت نوحؑ پر حملہ کر کے ان کو شدید اذیتیں پہنچاتے۔ آخر کار اللہ نے حضرت نوحؑ کو ایک ایسی بڑی کشتی بنانے کا حکم دیا جس میں ان پر ایمان لانے والے اور زمین کے جانور سما سکیں۔ حضرت نوحؑ نے تختے اور لکڑیوں کو کیلوں سے جوڑ کر اللہ کی نگرانی میں ایک بہت بڑی کشتی بنائی جو موجودہ دور کے جہازوں سے کم نہ تھی۔ جب حضرت نوحؑ کشتی بنا رہے تھے تو کفار نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کو دیوانہ کہنا شروع کیا اور کہا کہ کیا خشکی پر بھی کشتیاں چلیں گی؟ حضرت نوحؑ کشتی بناتے جا رہے تھے اور قوم کے مذاق اڑانے سے بے پرواہ ہو کر قوم کو سمجھاتے بھی جا رہے تھے مگر وہ قوم حضرت نوحؑ کی قدر کرنے کے بجائے مسلسل ان کی نافرمانی کے ساتھ ساتھ ان کو ذلیل کرتی جا رہی تھی۔ ایک دن حضرت نوحؑ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کردیا الٰہی میں نے دن اور رات نرمی، سختی اور ہر طرح کی جدوجہد سے اس قوم کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے میری کوئی بات نہ مانی اب آپ اس قوم کے لئے سخت سے سخت فیصلہ فرما دیجئے کیونکہ اس قوم کے بڑے اور چھوٹے اطاعت اور فرماں برداری کی سعادت سے محروم ہو چکے ہیں۔ میں مغلوب ہو چکا ہوں میری مدد فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی فریاد سن کر حکم دیا کہ جتنے اہل ایمان ہیں وہ اور خشکی کے جانور ہیں ان کا ایک ایک جوڑا اپنی کشتی میں سوار کر لیجئے جب وہ سوار ہو گئے تو زبردست سیلابی بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تنور اور چشمے ابل پڑے۔ ایسا لگتا تھا کہ زمین و آسمان کی بارشوں سے پوری زمین سمندر بن چکی ہے وہ پانی بڑی تیزی سے بڑھا۔ کشتی نوح پانی پر چلنا شروع ہو گئی۔ پانی اس قدر تیزی سے بڑھ رہا تھا کہ اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ لینے والے بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ جیسی عظیم ہستی کا مذاق اڑانے والوں اور اذیتیں دینے والوں سے زبردست انتقام لے کر اس پوری قوم کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور اہل ایمان کو بچا لیا گیا۔ یہ سچ ہے اللہ کے نیک بندوں کو ستانے والے اللہ کے انتقام سے نہیں بچ سکتے یہ وہ عبرت و نصیحت کی باتیں ہیں کہ اگر ان واقعات کو دیکھ کر بھی لوگ عبرت حاصل نہ کریں تو پھر کن باتوں سے سبق سیکھیں گے؟ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اس قرآن اور اس میں بیان کئے گئے واقعات کو سمجھنا آسان کر دیا ہے پھر بھی اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اتنی بات اس کی سمجھ میں آ جانی چاہیے کہ جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو اس سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾
ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ
غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ
فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ
كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾
فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً
وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا
كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا
بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا
عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا
عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ
مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا
فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۴۲**

قوم عاد نے بھی جھٹلایا تھا تو پھر (دیکھو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک

نحوست والے دن میں نہایت تند و تیز ہوا کو بھیجا۔ وہ لوگوں کو (اور ان کے گھروں کو) اس طرح اکھاڑ کر پھینک رہی تھی جیسے کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے (دیکھو) کیسا میرا عذاب اور کیسا ہوا میرا ڈرانا۔ ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لئے اس قرآن کو آسان کر دیا ہے۔ تو کیا ہے کوئی دھیان دینے والا۔

ثمود نے بھی (برے اعمال کے برے انجام سے) ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔ اور کہنے لگے کہ وہ شخص جو ہم ہی میں سے ایک بشر ہے کیا ہم اس کے پیچھے چلیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو اس وقت ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے۔ کیا ہم میں سے بھی ایک شخص (رہ گیا) تھا جس پر وحی اتاری گئی ہے۔ بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت جھوٹا اور خود پسند شخص ہے۔ (اللہ نے فرمایا کہ) انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا اور شیخی خورہ ہے۔ (فرمایا کہ اے صالحؑ) ہم ان کی آزمائش کے لئے ایک اونٹنی (معجزہ کے طور پر) بھیجنے والے ہیں تم اسے سمجھداری سے دیکھو اور صبر سے کام لو۔ اور (اپنی قوم کے لوگوں کو) آگاہ کر دو کہ پانی کو ان میں تقسیم کر دیا گیا ہے (ایک دن اونٹنی پیئے گی اور ایک دن بستی والے) ہر شخص کو اپنی باری میں اس گھاٹ پر پہنچنا ہے۔ پھر (اس قوم نے ایک ظالم شخص قدار کو) پکارا جس نے اس اونٹنی پر زیادتی کی (وار کیا) اور اس کی کونچیں (پاؤں) کاٹ ڈالیں۔ پھر دیکھو کہ میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک ہولناک آواز کو مسلط کیا پھر وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے کی باڑ کا چورا ہو جاتا ہے۔ اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ قوم لوط نے (ہمارے) ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔ بے شک ہم نے صبح کے وقت ان پر پتھر برسانے والی ہوا کو بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے (جن کو نجات دی گئی) جو ہماری طرف سے ایک نعمت تھی۔ ہم شکر ادا کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور یقیناً (لوطؑ نے) ان کو ہماری پکڑ اور گرفت سے آگاہ کر دیا تھا مگر وہ آگاہ کرنے والے سے لڑنے جھگڑنے لگے۔ اور وہ (بری نیت سے) اس کے مہمانوں کو طلب کرنے لگے۔ پھر ہم نے ان (ظالموں) کی آنکھیں بے نور کر دیں۔ اور کہا گیا کہ میرے ڈرانے کا مزہ چکھو۔

اور صبح سویرے ہی ان پر دائمی عذاب مسلط ہو گیا۔ اور (فرمایا گیا کہ) تم میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ اور البتہ یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے۔ کیا ہے کوئی دھیان دینے والا۔ اور یقیناً قوم فرعون کے پاس بھی آگاہ کرنے والی چیزیں آئیں۔ پھر

انہوں نے ہماری نشانیوں (معجزات) کا انکار کیا۔ پھر ہم نے ان کو ایسا زبردست پکڑا جیسے ایک زبردست صاحب اقتدار پکڑتا ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۱۸ تا ۴۲

| | |
|---|---|
| صَرْصَرٌ | تیز و تند ہوا |
| يَوْمُ نَحْسٍ | منحوس دن |
| تَنْزِعُ | وہ کھینچتا ہے |
| اَعْجَازٌ | تنے |
| مُنْقَعِرٌ | اکھڑنے والا |
| اَشِرٌ | جنون |
| اَلنَّاقَةُ | اونٹنی |
| اِرْتَقِبْ | تو نگرانی کر |
| اِصْطَبِرْ | تو برداشت کر۔ تو صبر کر |
| مُحْتَضَرٌ | حاضر ہونے کا وقت |
| تَعَاطٰى | اس نے حملہ کیا |
| عَقَرَ | اس نے کاٹ ڈالا (ذبح کر دیا) |
| هَشِيْمٌ | چورہ چورہ ہو جانا |
| اَلْمُحْتَظِرُ | باڑ لگانے والا |
| حَاصِبٌ | پتھراؤ کرنے والا |
| رَاوَدُوْا | انہوں نے مانگا |

| | |
|---|---|
| طَمَسْنَآ | ہم نے مٹا ڈالا |
| مُسْتَقِرٌّ | مقرر کیا ہوا |
| مُقْتَدِرٍ | قابو رکھنے والا |

## تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۴۲

قرآن کریم اللہ کی وہ آخری مقدس اور محترم کتاب ہے جو معانی اور حقائق کے اعتبار سے تو ایک گہرا سمندر ہے لیکن اس کا انداز بیان اس قدر سادہ، صاف اور روشن و منور ہے کہ اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں نہ تو عام آدمی کو کسی طرح کی دشواری ہوتی ہے اور نہ کسی اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص کو۔ مثلاً قرآن مجید میں اس اصول کو بار بار دھرایا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو حق و صداقت کی آواز کو لے کر اٹھتا ہے مشکلات، پریشانیوں اور کانٹوں بھرے راستوں کے باوجود آخرکار اس کو دنیا اور آخرت کی کامیابیاں اور نجات عطا کی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جو بھی دین کی سچائیوں کو جھٹلا کر اور اس کے پاکیزہ نفوس پیغمبروں کی تعلیمات اور ان کی ذات سے ٹکراتا ہے وہ دنیاوی اعتبار سے کتنا ہی مضبوط اور طاقت ور کیوں نہ ہو اس کو دنیا کی ذلت اور آخرت کی بربادی سے کوئی بچا نہیں سکتا۔

افراد کی طرح قوموں کا معاملہ بھی یہی ہے کہ ان کی نجات کا دارومدار اللہ کی فرماں برداری اور پیغمبروں کا کہا ماننے میں ہے۔ اگر دنیاوی ترقیات نے کسی قوم کو متکبر اور مغرور بنا دیا ہو اور وہ کفر و شرک اور اللہ کے رسول کی نافرمانیوں میں حد سے آگے بڑھ گئی ہو تو اس قوم کی اصلاح کے لئے اللہ اپنے پیغمبروں کو بھیجتا ہے چنانچہ قرآن حکیم ان انبیاء کے واقعات کو بیان کرتا ہے کہ جن لوگوں نے ان کی بات مان کر اپنی اصلاح کرلی تو وہ دنیا و آخرت کی رسوائی سے بچ گئے۔ اب اللہ نے سارے نبیوں اور رسولوں کے آخر میں اپنے محبوب رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا ہے تاکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی اصلاح و تربیت کا کام مکمل کرلیا جائے۔ اگرچہ دنیاوی اعتبار سے آپ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں اور روضہ پاک میں آپ کو حیات برزخی حاصل ہے لیکن آپ کی تعلیمات موجود ہیں جن کو امت کے مخلص علماء کرام ہمیشہ سے دنیا کے تمام لوگوں تک پہنچانے کی جدوجہد کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ زیر مطالعہ آیات میں ان تمام حقائق کو بیان کرنے کے لئے خاص طور پر ان چار قوموں قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون کا ذکر فرمایا ہے جو اپنے زمانہ میں انتہائی طاقت ور غرور و تکبر کا پیکر، حکومت و سلطنت اور مال و دولت پر ناز کرتے ہوئے اپنے علاوہ سب کو حقیر اور ذلیل سمجھا کرتے تھے لیکن جب کفر و شرک، اللہ کے بندوں پر ظلم و ستم اور طرح طرح کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آیا تو وہ معمولی کیڑے مکوڑوں کی طرح مار ڈالے گئے جن کے اونچے اونچے محلات، تجارتی مراکز، مال و دولت کے ذخیرے کھنڈر بن کر عبرت کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔ وہ شہر جو کبھی دن رات عیش و عشرت اور لوگوں کی آمد و رفت سے آباد رہا کرتے تھے اب ایسے ویران ہوگئے ہیں کہ دن کی روشنی میں بھی جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

قوم عاد جنہوں نے دنیا پر سینکڑوں سال تک حکومت کی تھی اور ہر طرح کی ایجادات و ترقیات میں وہ سب سے آگے تھے وہ اپنی طاقت و قوت کے سامنے کسی قوم اور ملک کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے جب کفر و شرک اور لوگوں پر ظلم و زیادتی کی انتہاؤں پر پہنچ گئے تو اللہ نے اس قوم کی اصلاح کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے دن رات ان کو سمجھانے کی کوشش کی اور ان کو کفر و شرک اور اللہ کی مخلوق پر ظلم و ستم کرنے سے روکا تو پوری قوم ان کی دشمن بن گئی اور انہوں نے حضرت ہودؑ کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا اور ان کی ہر بات کا مذاق اڑایا۔ جب اس قوم نے کفر و شرک کا راستہ چھوڑنے سے انکار کر دیا تو اللہ کا فیصلہ آ گیا۔ اس قوم کی تباہی کا آغاز ایک ایسی تیز و تند آندھی سے ہوا جس سے لوگوں کا زمین پر کھڑا رہنا مشکل ہو گیا آندھی تیز ہوتی گئی اور کوئی دیوار سے ٹکرا کر، کوئی درخت سے، کوئی پتھر سے مر گیا اور کسی پر اس کی چھت آ گری۔ وہ لوگ لمبے تڑنگے اور طاقت ور تھے مگر تیز ہوا ان کو اس طرح اٹھا کر پھینک رہی تھی جیسے کھجور کے تنے اکھڑ کر زمین پر پڑے ہوئے ہوں۔ اس طرح وہ تمام عرصہ اور مدت جب ان پر عذاب نازل ہوا وہ ہمیشہ کے لئے نحوست بھرا ایک دن بن گیا۔

اسی طرح قوم ثمود جن کی ترقیات، مال و دولت کے ڈھیر اور عیش و عشرت کے سامانوں کے ساتھ ہر طرف خوشحالی تھی وہ پہاڑوں کو تراش کر اس زمانہ میں بھی تیس تیس منزلہ عمارتیں بناتے تھے جب دو منزلہ مکان بنانا مشکل تھا لیکن کفر و شرک اور اللہ کی نافرمانیوں کی انتہا تک پہنچ گئے تھے۔ جب حضرت صالحؑ نے ان تک سچائی کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے نہ صرف ان کو جھٹلایا بلکہ ان کی توہین کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم یہ کیسے مان لیں کہ اے صالحؑ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ تو ہمارے جیسے ہی تو ہیں۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور ہم آپ کی اطاعت کریں تو ہم سے بڑا بے وقوف اور نادان کون ہوگا؟ انہوں نے ان کو جھوٹا اور شیخی باز تک کہہ دیا۔ ایک دن کہنے لگے کہ اگر تم واقعی اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہو تو اس سامنے کی پہاڑی سے ایک اونٹنی گابھن اونٹنی نکال کر دکھاؤ جو ہمارے سامنے بچہ جنے اور ہم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ حضرت صالحؑ نے اللہ کی بارگاہ میں درخواست پیش کر دی۔ اللہ نے اپنی قدرت سے پہاڑی چٹان سے اونٹنی کو پیدا کیا۔ اس نے آتے ہی بچے کو جنم دیا۔ کچھ لوگوں نے تو ایمان قبول کر لیا لیکن اکثر نے اس کا انکار کر دیا۔ جب ان کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ تمہارے کنویں سے ایک دن اونٹنی پانی پیئے گی اور دوسرے دن تم پانی لے سکتے ہو۔ شروع میں تو انہوں نے اس تقسیم کو قبول کر لیا مگر جب پانی کا مسئلہ شدت اختیار کر گیا تو انہوں نے عاجز آ کر ایک شخص قدار بن سالف جو کہ بڑا ہی بدبخت ظالم تھا اس کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اس اونٹنی کو قتل کر دے تا کہ یہ روز روز کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ چنانچہ اس نے اونٹنی کو ذبح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کی طرف وحی بھیجی کہ وہ صبر سے کام لیں اب یہ لوگ عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو نجات عطا فرمائے گا اور اس پوری قوم کو تباہ و برباد کر دے گا چنانچہ ایک ایسی ہیبت ناک چنگھاڑ سنائی دی جس سے ان کے کانوں کے پردے پھٹ گئے اور پوری ظالم قوم کے لوگ اس طرح پڑے نظر آئے جیسے باڑہ لگانے والوں کی وہ باڑھ جو جانوروں کی حفاظت کے لئے بنائی جاتی ہے اور وہ ٹوٹ کر چورہ چورہ ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح اس قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

قوم عاد اور قوم ثمود کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ کی نافرمان قوم کے متعلق فرمایا ہے کہ اس قوم کا یہ عالم تھا کہ حضرت لوطؑ نے ان کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی غیر فطری خواہشوں میں لگے رہے۔ ایک مرتبہ جب اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو نوجوان لڑکوں کی شکل میں بھیجا اور اس قوم کے لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ حضرت لوطؑ کے پاس پہنچ گئے اور اس بات پر زبردستی کرنے لگے کہ وہ نوجوان لڑکے جو آپ کے مہمان ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت لوطؑ جو اپنی قوم سے اچھی طرح واقف تھے یہ سن کر گھبرا گئے اور ان کو سمجھانے کی کوشش کرتے رہے۔ فرشتوں نے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہوئے حضرت لوطؑ سے کہا کہ آپ ہرگز پریشان نہ ہوں کیونکہ ہم اللہ کی طرف سے اس ظالم و بدکار قوم کے لئے بھیجے گئے ہیں یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب اس قوم کے لوگوں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اللہ نے ان کو اندھا کر دیا۔ ان کی آنکھیں چوپٹ ہو گئیں اور وہ اندھے ہو کر ادھر ادھر ٹھوکریں کھانے لگے۔ فرشتوں نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ صبح ہونے سے پہلے آپ (سوائے اپنی نافرمان بیوی کے) گھر کے سارے افراد اور اہل ایمان کو لے کر اس شہر سے نکل جائیے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھئے۔ جب حضرت لوطؑ ان کے گھر والے اور اہل ایمان ان بستیوں سے نکل گئے تو حضرت جبرئیلؑ نے قوم لوط کی بستیوں کو اٹھایا اور آسمان کی بلندیوں تک لے جا کر پٹخ دیا۔ پھر ان پر پتھروں کی زبردست بارش کر دی گئی۔ سمندر کا پانی ان کی بستیوں پر چڑھ دوڑا اور اس طرح اللہ کے عذاب نے اس پوری قوم اور ان کی آبادیوں کو سمندر میں ڈبو دیا۔ بحر مردار (ڈیڈ سی) ان ہی بستیوں پر چھایا ہوا ہے۔ یہ سمندر کا وہ حصہ ہے کہ اس پانی میں چھوٹے سے چھوٹا جاندار بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط کے بدترین انجام کو بیان کرنے کے بعد قوم فرعون کا ذکر فرمایا۔ فرعون اپنے وقت کا اتنی طاقت ور بادشاہ تھا۔ اپنے آپ کو معبود بنا بیٹھا تھا۔ ہر طرف اس کی حکومت کا ظلم و ستم اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو ماؤں کی گود سے چھین کر ان کے سامنے ان کے بچوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے مگر ان ماؤں کو اس ظالمانہ کارروائی پر اف تک کرنے یا احتجاج کرنے کی ہمت و طاقت اور اجازت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کو بہت سی نشانیوں کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو بنی اسرائیل پر ظلم و ستم سے روکنے کی کوشش کی تو اس نے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو جادو قرار دے کر ان کو ذلیل کرنے کی کوشش کی۔ اس کفر و انکار اور ظلم و ستم کی وجہ سے فرعون اس قدر بے قیمت ہو چکا تھا کہ جب اس پر اور اس کی قوم پر اللہ کا عذاب آیا اور اس کو اور اس کی قوم کو سمندر میں ڈبو دیا گیا تو وہ انتہائی مجبور اور بے بسی کے عالم میں اس طرح سمندر میں غوطے کھا رہا تھا کہ اس کی سلطنت، حکومت، مال و دولت اور فوج اس کے کسی کام نہ آ سکی یعنی جب اللہ نے ایک زبردست طاقت ور بادشاہ کی طرح پکڑا تو پھر کوئی بھی اس کی گرفت سے اسے چھڑا نہ سکا۔

اللہ تعالیٰ نے ان ظالم قوموں پر عذاب کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ وہ سچائیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نہایت آسان اور سہل زبان میں بیان کر دیا ہے۔ جس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ بس کر دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ دھیان دینے والا

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے گا کہ اللہ جس برے انجام سے نافرمانوں کو ڈراتا ہے وہ ذرا سی بھی قدر و قیمت رکھتا ہے۔

اللہ نے اپنے اس دستور کو بار بار بیان کیا ہے کہ جس سرزمین پر اللہ کے بندوں پر ظلم و ستم کیا جائے گا اور اللہ کی بندگی کے بجائے غیر اللہ کی عبادت و بندگی کی جائے گی بہت جلد ایسی قوموں کو مٹا کر دوسروں کو ان کی جگہ دے کر کامیاب کر دے گا۔ اسی طرح ہر وہ قوم جو اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کرے گی اس کو نجات عطا کر کے دنیا اور آخرت میں سربلند کر دیا جائے گا۔

اللہ کا یہ دستور ہے جو ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور قیامت تک رہے گا اس میں کوئی تبدیلی آئی ہے نہ کبھی آسکتی ہے۔

## اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ

اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿٤٦﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾

### ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۵

(اہل قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا) کیا تم میں سے کافر ان سب پچھلے کافروں سے بہتر ہیں۔ کیا کتابوں میں ان کے لئے معافی کا پروانہ ہے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مضبوط جماعت ہیں۔ (یاد رکھو) بہت جلد یہ جماعت شکست دی جائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

بلکہ ان کے اصل وعدے کا وقت تو قیامت کا ہے جو قیامت بڑی سخت اور بڑی کڑوی چیز ہے۔ بے شک یہ (مشرک) مجرم بڑی گمراہی اور جہالت میں مبتلا ہیں۔ بلکہ جب یہ (مجرمین) منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) تم جہنم کی آگ کی لپیٹ کا مزہ چکھو۔ بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا کی ہے۔ اور ہمارا حکم تو اس طرح ہوتا ہے جیسے پلک کا جھپکنا۔ اور بے شک ہم تمہارے بہت سے ہم مذہب لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ سب کا سب کتابوں میں (نامہ اعمال میں) لکھا ہوا ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی موجود ہے۔ بے شک اہل تقویٰ (جنت کے) باغوں اور نہروں میں (عیش و آرام سے) ہوں گے۔ ان کو عزت کا ایک مقام حاصل ہوگا اور ان کو ایک ایسے بادشاہ کا قرب نصیب ہوگا جو بہت قدرت والا ہے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۴۳ تا ۵۵

| | |
|---|---|
| بَرَآءَةٌ | معافی ہے |
| اَلزُّبُرُ | کتابیں۔ صحیفے |
| مُنْتَصِرٌ | غالب رہنے والا |
| سَيُهْزَمُ | بہت جلد وہ شکست کھائے گا |
| اَدْهٰى | زیادہ مصیبت والا |
| سُعُرٌ | پاگل پن |
| يُسْحَبُوْنَ | وہ گھسیٹیں گے |
| سَقَرُ | جہنم کی آگ |
| كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ | جیسے آنکھ کا جھپکنا |
| اَشْيَاعٌ | ساتھی |

| | |
|---|---|
| مُسْتَطَرٌ | لکھا ہوا |
| مَقْعَدٌ | بیٹھنے کی جگہ۔ ٹھکانا |

## تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۵

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی چار اتنی طاقت ور اور دنیاوی وسائل سے بھرپور قوموں، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون کا ذکر کرنے کے بعد مکہ کے رہنے والے کفار و مشرکین سے فرمایا ہے کہ اتنی طاقت ور قوموں کا بدترین انجام اور ان کے کھنڈرات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اللہ کے انتقام اور قدرت کے سامنے ان کی کسی طاقت کی مجال نہیں ہے کہ اس کا فیصلہ آنے کے بعد ایک لمحے بھی اپنا وجود برقرار رکھ سکے۔ فرمایا کہ ان طاقت ور قوموں کے سامنے تمہاری معمولی سرداریوں اور مال و دولت کی کیا حیثیت ہے؟ بتاؤ طاقت و قوت کے لحاظ سے وہ بہتر تھے یا تم ہو؟ تم اپنی شرارتوں اور کفر و شرک کے باوجود اتنے مطمئن بیٹھے ہو اور اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کر رہے ہو کیا تمہارے پاس تمہاری کتابوں میں کوئی ایسا معافی نامہ لکھا ہوا موجود ہے کہ ہر ایک پر عذاب آ سکتا ہے مگر تمہاری نافرمانیوں کے باوجود تم پر اللہ کا وہ عذاب نہیں آئے گا جو گزری ہوئی قوموں پر آیا تھا۔ فرمایا کہ شاید تمہاری یہ سوچ ہے کہ تمہاری جماعت، جتھا اور گروہ بہت مضبوط ہے اور تمہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا تو یاد رکھو بہت جلد تمہارا یہ جتھا زبردست شکست سے دوچار ہوگا اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آؤ گے۔ جب اللہ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میں حیران تھا کہ آخر یہ کون سی جماعت اور جتھا ہوگا جو شکست کھائے گا۔ مگر غزوہ بدر کے موقع پر جب کفار مکہ شکست کھا کر بھاگ رہے تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ زرہ پہنے ہوئے آگے کی طرف جھپٹ رہے ہیں اور آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ" حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ تب میں سمجھا کہ یہ تھی کفار کی وہ شکست جس کی پہلے سے خبر دی گئی تھی۔ فرمایا کہ یہ تو کفار مکہ کے کفر و شرک کی دنیاوی سزا ہے جو غزوہ بدر اور غزوہ احزاب میں دی گئی اصل سزا تو قیامت کے دن دی جائے گی جب ان کافروں کو اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا جائے گا کہ لو اب اس عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

قیامت کے دن کا انکار کرنے والوں سے فرمایا ہے کہ اس دنیا میں ہم نے ایک قانون اور ضابطہ رکھا ہے جو "تقدیر الٰہی" ہے۔ اس دنیا میں ہر چیز پیدا ہوتی ہے بڑھتی پھلتی اور آخر کار ختم ہو جاتی ہے۔ یہی تقدیر الٰہی اس دنیا کے ساتھ بھی مقرر ہے کہ یہ دنیا چلتی رہے گی لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب اس دنیا کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی کیونکہ جب وہ کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے ہونے کا حکم دیتا ہے اور پلک جھپکنے سے بھی پہلے وہ چیز واقع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون اور دوسری نافرمان قوموں کو تباہ و برباد کر دینے کا فیصلہ کیا گیا تو اللہ کے ایک حکم سے پلک جھپکتے ان قوموں اور ان کی طاقتوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ فرمایا کہ ان تاریخی واقعات سے اور قرآن کریم کی آیات سے اگر کوئی نصیحت حاصل کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے ورنہ ہر وہ کام جو انہوں نے دنیا میں کئے ہیں جن کا پورا پورا ریکارڈ اللہ کے پاس محفوظ ہے خواہ وہ بات چھوٹی تھی یا بڑی ہر چیز لکھی لکھائی محفوظ ہے اس کے مطابق اس قیامت کے دن سزا یا جزا دی جائے گی۔

آخر میں فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گذاری ہوگی وہ قیامت کے دن جنت کے خوبصورت باغوں اور بہتے ہوئے حسین چشموں کے درمیان عیش و آرام سے ہوں گے۔ انہیں عزت کا مقام عطا کیا جائے گا اور ان کو ایک ایسے بادشاہ (یعنی اللہ) کا قرب نصیب ہوگا جو بڑی قدرت و طاقت والا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## پارہ نمبر ۲۷

## قال فما خطبکم

## سورۃ نمبر ۵۵

# الرحمٰن

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

# تعارف سورۃ الرحمٰن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 55 |
| کل رکوع | 3 |
| آیات | 78 |
| الفاظ و کلمات | 351 |
| حروف | 1683 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

٭ جب نبی کریم ﷺ اللہ کی صفت "رحمٰن" کا ذکر فرماتے تو کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ کون رحمٰن؟ ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے اور یہ کیا بات ہوئی کہ آپ ﷺ کبھی تو کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو اور کبھی رحمٰن کا ذکر کرتے ہیں۔ کیا ہم اسی کو سجدہ کریں گے جس کے متعلق تم بیان کرتے رہو گے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن کو نازل فرمایا اور بتایا کہ اللہ اور رحمٰن دو نہیں بلکہ لفظ اللہ اس کا اسم ذات ہے اور رحمٰن اس کا صفاتی نام ہے جس کے معنی نہایت رحم کرنے والے کے آتے ہیں۔

ایک دن نبی کریم ﷺ نے سورۂ رحمٰن کی تلاوت فرمائی تو صحابہؓ نے نہایت ادب اور خاموشی سے اس سورۃ کو سنا۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے اچھے تو جنات تھے جب میں نے ان کے سامنے اس سورۃ کی تلاوت کی اور جب یہ آیت آئی "فبای آلاء ربکما تکذبٰن" تو وہ کہتے "لا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد" مقصد آپ نے فرمانے کا یہ ہے کہ جب بھی سورۂ رحمٰن میں یہ آیت آئے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے جس طرح جنات نے ادا کیا تھا۔

فرمایا رحمٰن وہ ہے جس نے قرآن کریم کی تعلیم دی۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسی نے اس کو بولنے کی صلاحیت اور طاقت عطا فرمائی ہے۔ اسی نے چاند اور سورج کو ایک خاص نظام کے تحت حساب اور توازن سے قائم کر رکھا ہے۔ ستارے ہوں یا درخت ہر ایک اسی رحمٰن کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ اسی نے آسمان کو بلند کر کے اس میں ایک توازن پیدا کیا۔ اللہ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم بھی اس میزان میں خلل نہ ڈالو۔ تم عام زندگی کے لین دین میں ٹھیک ٹھیک تولو اور ناپ تول میں کسی طرح کی کمی نہ کرو۔

اسی رحمٰن نے زمین کو ساری مخلوق کے لیے بنایا ہے۔ آدمی کے لیے غلافوں میں لپٹے ہوئے پھل اور کھجوریں پیدا کیں۔ طرح طرح کے غلے پیدا کیے اور اسی میں جانوروں کی غذا بھوسہ بھی پیدا فرمایا۔

اسی رحمٰن نے دو دریاؤں کو اس طرح بنایا کہ وہ آپس میں ملے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور آڑ بنادی جس سے وہ آپس میں نہیں ملتے۔

اسی نے سمندر سے اور دریاؤں سے موتی اور مونگے نکالے۔ اسی رحمٰن کے اختیار میں وہ اونچے اونچے جہاز ہیں جو پہاڑوں کی طرح سمندر میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس دنیا میں سوائے

اس سورۃ میں شروع سے آخر تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے فضل و کرم اور ہر طرح کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ایک ہی آیت کو اکتیس مرتبہ دہرا کر یہ پوچھا گیا ہے کہ اے انسانو اور جنات تم پر اللہ کی اتنی زیادہ نعمتیں ہیں کہ تم ان کا شکر ادا کرو تو بڑی بات ہے تم ان کو شمار بھی نہیں کر سکتے پھر تم اس کی نعمتوں کا انکار کر سکتے ہو۔ ہر انصاف پسند شخص کی زبان سے یہی الفاظ ادا ہوں گے الٰہی! ہم آپ کی کسی نعمت کا بھی انکار نہیں کر سکتے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن سورۂ رحمٰن کی تلاوت فرمائی تو صحابہ کرامؓ جو ادب و احترام کا پیکر تھے وہ اس سورۃ کو بڑے احترام سے سنتے رہے اور خاموش رہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے تو جنات ہی اچھے رہے۔ جب ان کے سامنے میں نے سورۂ رحمٰن کی تلاوت کی اور یہ آیت آئی "فبای آلاء ربکما تکذبان" تو وہ جنات کہتے جاتے تھے کہ "لا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد" یعنی اے ہمارے رب ہم آپ کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے تمام تعریفیں آپ ہی کے لیے ہیں۔

علماء نے فرمایا کہ جب بھی آدمی اس سورۃ کو پڑھے یا (نماز با جماعت کے علاوہ) کسی سے سنے تو اس وقت اس دعا کو پڑھنا سنت ہے۔

## سُورَةُ الرَّحْمٰن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾
اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿۵﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ
رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾ وَاَقِيْمُوا
الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا
لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ
ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ
مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ
وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ
يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾
يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۵**

رحمٰن جس نے قرآن سکھایا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اور اسی نے بولنا اور کلام کرنا

سکھایا۔ سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں۔ اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت سب اسی کو سجدے کرتے ہیں (اسی کی اطاعت کرتے ہیں) اسی نے آسمان کو بلندی دی اور اسی نے تو ازن (ترازو) رکھ دی۔ تاکہ تم وزن میں بے اعتدالی نہ کرو۔ اور انصاف سے سیدھی ترازو تولو اور نہ گھٹاؤ (کم مت تولو) اور اس نے زمین کو مخلوق کے فائدے کے لئے پھیلا دیا۔ جس میں میوے اور کھجوروں کے درخت ہیں جن کے پھلوں پر غلاف ہیں اس میں بھوسہ اور اناج اور خوشبودار پھول ہیں۔ اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس نے انسان کو ایک خشک مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکرے کی طرح کھن کھن بولتی تھی۔ اور اسی نے جان (ابو الجنات) کو بے دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا۔ پھر تم اے جن وانس اس کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا پروردگار ہے پھر تم اس کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔ اسی نے دو دریاؤں کو اس طرح بہا دیا کہ وہ دونوں ملے ہوئے ہیں جن کے درمیان ایک پردہ ہے۔ پھر تم اے جن وانس اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔ ان دو دریاؤں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔ پھر تم اے جن وانس اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ سمندر میں چلنے والے جہاز جو پہاڑ کی طرح بلند ہیں اسی کے اختیار میں ہیں۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۵

| | |
|---|---|
| عَلَّمَ | اس نے سکھایا |
| اَلْبَیَانُ | بولنا |
| بِحُسْبَانٍ | ایک حساب سے، ایک طریقے سے |
| اَلنَّجْمُ | بے تنے کے درخت، پودے |
| وَضَعَ | اس نے رکھا، اس نے بنایا |
| اَلَّا تَطْغَوْا | یہ کہ تم نہ گھٹاؤ |
| اَنَامٌ | مخلوق |

| | |
|---|---|
| اَلْاَکْمَامُ (کِمٌّ) | غلاف۔ چھلکا |
| اَلْعَصْفُ | بھوسہ (جانوروں کی غذا) |
| اَلرَّیْحَانُ | خوشبودار |
| اَلَآءُ (اِلْیٌ) | نعمتیں |
| صَلْصَالٌ | خشک مٹی جو کھن کھن بجتی ہو |
| اَلْفَخَّارُ | ٹھیکرا |
| اَلْجَآنُّ | جن۔ ابو الجنات |
| مَارِجٌ | شعلہ جس میں دھواں نہ ہو |
| مَرَجَ | (خوب بہتا ہے) جاری کیا |
| اَلْبَحْرَیْنِ | دو دریا۔ دو سمندر |
| بَرْزَخٌ | پردہ۔ رکاوٹ |
| لَا یَبْغِیٰنِ | دونوں بڑھتے نہیں دیتا |
| اَللُّؤْلُؤُ | موتی |
| اَلْمَرْجَانُ | مونگا۔ سفید موتی |
| اَلْمُنْشَئٰتُ | بلند کئے ہوئے |
| اَلْاَعْلَامُ (عَلَمٌ) | پہاڑ۔ جھنڈا |

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۵

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انسان کو ایسی ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے جن کو شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔ طرح طرح کی بے شمار نعمتیں اس کے اپنے وجود کے اندر اور اس کے اردگرد بکھری ہوئی ہیں لیکن انسان کو ان نعمتوں کی اس وقت تک قدر نہیں ہوتی

جب تک وہ اس کے ہاتھ سے نکل نہیں جاتیں۔ زوالِ نعمت کے بعد نعمتوں کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن میں بار بار ایک ہی آیت کو دہرایا ہے اور کائنات کی دو صاحبِ اقتدار و ذمہ دار مخلوقات جنات اور انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے "فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ" (اے جن و انس) تم دونوں اللہ کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ایک ہی آیت کو ۶۸ آیات میں اکتیس مرتبہ دہرانا اس بات کی علامت ہے کہ جب تک اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا جائے اس وقت تک انسان اور جنات کی تخلیق کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اگر تم اللہ کی نعمتوں پر شکر کرو گے تو (ہمارا یہ وعدہ ہے کہ) ہم ان نعمتوں کو بڑھاتے ہی چلے جائیں گے۔" اور اس کے ساتھ ہی فرمادیا کہ "اگر تم نے ناشکری (کا طریقہ اختیار) کیا تو (ناشکری پر) میرا عذاب بھی شدید تر ہے"۔

اس سورت کی ابتدا "رحمٰن" سے کی گئی ہے جس کے معنی ہیں "بہت رحم کرنے والا" یہ اللہ کا صفاتی نام ہے۔ لیکن کفارِ مکہ کے لئے رحمٰن کا لفظ بالکل نیا تھا بلکہ وہ یہ سمجھے کہ اللہ اور رحمٰن دو الگ الگ معبود ہیں اسی لئے وہ کہنے لگے کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے اور یہ کیا بات ہوئی کبھی تم کہتے ہو کہ اللہ کی عبادت کرو اور کبھی کہتے ہو رحمٰن کی قدر پہچانو اور اس کو سجدہ کرو۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جس جس کو تم کہو وہی معبود ہے اور اسی کی عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کی احمقانہ اور جاہلانہ بات کا جواب دینے کے بجائے پوری سورۂ رحمٰن نازل کر کے بتادیا کہ اللہ اور رحمٰن دو معبود نہیں بلکہ ایک ہی معبود ہے۔ اللہ ہی رحمٰن ہے جس نے قرآن جیسی باعظمت کتاب کی تعلیم دی۔ انسان کو وجود بخشا۔ اپنے دلی جذبات کے اظہار کے لئے اس کو بولنے اور کلام کرنے کی صلاحیتوں سے نوازا اور پوری کائنات کو اس کی خدمت پر لگادیا چاند سورج اور ستاروں کے راستے مقرر کر دیئے جو ایک خاص حساب سے گھوم رہے ہیں اور فضا میں تیر رہے ہیں۔ اس نے بیلوں، پودوں، بڑے بڑے تنے دار گھنے درختوں کو اس کے رزق کا ذریعہ بنادیا۔ اسی نے نظامِ کائنات کو عدل و انصاف اور ایک خاص توازن سے خوبصورتی عطا فرمائی اور لوگوں کے ہاتھوں میں ترازو دے کر حکم دیا کہ وہ اس کائنات میں اپنے عمل، کردار اور تجارتی بددیانتیوں سے اس توازن اور اعتدال کو ضائع نہ کریں اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے معاملاتِ زندگی کو حسین تر بنائیں۔ اس نے زمین کو اس پر بسنے اور آباد رہنے والی مخلوق کے فائدوں کے لئے بنایا ہے۔ خوشبودار چیزیں، طرح طرح کے لذیذ پھل، سبزیاں، ترکاریاں اور میوے پیدا کیا۔ اسی غلے میں جانوروں کی غذا بھوسے کو پیدا کر کے انسانی ہاتھوں کو جانوروں تک رزق پہنچانے کا ذریعہ بنادیا۔ اسی نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے اور جنات کو آگ سے پیدا کیا اور آگ بھی ایسی کہ جس میں دھواں نہ تھا۔ انسان اور جنات کو کائنات میں با اختیار بھی بنایا اور ذمہ دار مخلوق بھی اور ان کو پیدا کر کے ان کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ ان کی رہنمائی کے تمام اسباب بھی پیدا کئے تاکہ جب بھی وہ سیدھی ڈگر سے ہٹ کر غلط راستوں پر چل پڑیں تو ان کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی تلقین کی جائے۔ اسی رحمٰن نے سورج کے نکلنے، ڈوبنے اور مختلف منزلوں سے گذرنے کے قاعدے طریقے اور قانون بنائے تاکہ دنوں، مہینوں اور ماہ و سال کے حساب کو متعین کیا جا سکے اور مختلف موسم آتے جاتے رہیں تاکہ موسم کی یکسانیت سے انسان اکتا نہ جائے۔ زمین سے چاند اور سورج کا فاصلہ اس حساب سے رکھا گیا کہ اس میں

فرق نہ آنے پائے کیونکہ اگر یہ فاصلہ ذرا بھی گھٹ جائے یا بڑھ جائے تو اس زمین پر انسان کو زندگی گذارنا مشکل ہو جائے۔ فرمایا کہ وہ ہر مشرق اور مغرب کا پروردگار ہے اسی نے سمندر اور دریا پیدا کئے جن میں سے بعض تو ایسے دریا اور سمندر ہیں کہ دو دریا اور سمندر مل رہے ہیں مگر ہر پانی کا رنگ اور مزہ بالکل مختلف ہے آدمی دور سے دیکھ کر اس فرق کو صاف محسوس کر سکتا ہے۔ اسی رحمٰن نے ایک ہی زمین میں کھارے اور میٹھے پانی کے چشمے جاری کر دیئے۔ اسی سے میٹھا اور کھارا پانی نکل رہا ہے۔ اسی سے تیل اور گیس نکل رہا ہے لیکن سب الگ الگ وہ ایک دوسرے میں ملتے نہیں ہیں۔ یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ سمندر اور دریاؤں کے پانیوں سے قیمتی موتی اور مونگے نکلتے ہیں جن سے زیور بھی بنتے ہیں اور تجارت کے کام بھی آتے ہیں۔ سمندر کی چھاتی پر پہاڑوں کی طرح کھڑے ہوئے اور چلتے ہوئے جہاز جن کی سمندر میں ایک تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں ہوتی ان کے لئے اللہ موافق ہوا چلا کر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اس نے انسانوں کے رزق کا اور آنے جانے کا راستہ ہموار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب اس اللہ رحمٰن و رحیم کا کرم ہے جس نے انسانوں اور جنات کو ان نعمتوں سے نوازا ہے۔ فرمایا کہ اے جن و انس تم اللہ کی کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ یہ ہر نعمت اسی کی عطا کی ہوئی ہے۔

ان آیات سے متعلق چند باتیں

۱) ۔ ان آیات میں پہلے تعلیم قرآن کا اور پھر انسان کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے۔ کلام کی اس ترتیب سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت قرآن کریم اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہے۔ اگر ایک شخص اللہ کے پاک کلام کی پوری طرح اتباع کرتا ہے تو وہ نہ صرف اپنے مقصد تخلیق کی تکمیل کرتا ہے بلکہ دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اور خیر کا اپنے آپ کو مستحق بنا لیتا ہے۔

۲) ۔ اس نے بولنا اور کلام کرنا سکھایا۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور، سمجھ، دانائی اور فہم و فراست کی دولت سے انسان کو نوازا ہے۔ انسان سوچتا ہے سمجھتا ہے، تجربے کر کے نئی سے نئی بات پیدا کرتا ہے اور اپنے دل کی ہر بات اور اپنے دماغ اور تجربات کی ہر سوچ اور عمل کو الفاظ کے سانچوں میں ڈھال کر بیان کر دیتا ہے۔ دلی جذبات کا زبان سے اظہار اتنی بڑی نعمت ہے جو اس کائنات میں کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں ہے۔ اس جگہ اس کی تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کی ہر سوچ اور فکر ضروری نہیں ہے کہ اس کو منزل تک پہنچا دے اگر اس کی سوچ اور فکر کو قرآن کریم کی روشنی اور ہدایت نصیب ہو جائے اور سنت رسول ﷺ سے جلا مل جائے تو پھر اس سے انسانی ذہن و فکر میں وہ انقلاب برپا ہو جاتا ہے جو اس کو دنیا اور آخرت میں کامیاب و بامراد کر دیتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کو نبی کریم ﷺ کی صحبت اور تعلیم و تربیت کی برکت سے جب اپنے جذبات کے اظہار کیلئے قرآن کریم کی زبان مل گئی تو انہوں نے زبان و بیان سے ساری دنیا میں بے مثال انقلاب برپا کر کے ساری دنیا کے اندھیروں کو دور کر دیا تھا۔

۳) ۔ تجارتی بددیانتی بھی کفر و شرک کی طرح ایک بدترین عادت ہے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم کو تجارت میں بددیانتی کی وجہ سے تباہ و برباد کیا گیا۔ ان کے لینے کے پیمانے اور ہوتے تھے اور دینے کے پیمانے اور۔ فرمایا کہ اللہ نے کائنات میں جس توازن کو قائم کیا ہے اور ہر چیز سے عدل و انصاف کیا ہے تم بھی ان اصولوں کا خیال رکھو۔ جن لوگوں کے حقوق تمہارے ہاتھوں میں سونپے

گئے ہیں اگر تم نے ان میں سب سے عمدہ نعمت بے انصافی اور ظلم و زیادتی کو روا رکھا تو یہ صرف قانون فطرت سے بغاوت ہوگی بلکہ عذاب اور سزا کا سبب بھی ہو سکتی ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۴۵

جو بھی (روئے زمین پر ہے) وہ فنا ہونے والا ہے۔ صرف آپ کے رب کی ذات جو عظمت و احسان والی ہے وہی باقی رہ جائے گی۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ زمین اور آسمان میں بسنے والے سب ہی لوگ اس سے سوال کرتے ہیں وہ ہر روز ایک نئی شان (نئے کام) میں ہے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اے جن و انس کی دونوں جماعتوں ہم بہت جلد (حساب کتاب کے لئے) فارغ ہوئے جاتے ہیں پھر تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اے گروہ جن و انس اگر تم آسمان و زمین کی حدوں سے باہر نکل جانے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ۔ لیکن تم کسی زور اور طاقت کے بغیر باہر نہیں نکل سکتے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تم دونوں پر خالص آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر تم اس کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

پھر جب آسمان پھٹ کر ایسا سرخ ہو جائے گا جیسے تیل کی تلچھٹ۔ تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ پھر اس دن کسی انسان سے اور کسی جن سے اس کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہ جائے گا۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

گناہ گار اپنے چہروں کی علامت سے پہچان لئے جائیں گے۔ پھر ان کو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیا جائے گا۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم (گناہ گار) جھٹلایا کرتے تھے۔ یہ مجرم آگ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان میں پھرتے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۴۵

فَانٍ — فنا ہونے والا

| | |
|---|---|
| وَجْهُ | چہرہ، ذات |
| ذُوالْجَلٰلِ | عزت وعظمت والا |
| يَسْـَٔلُ | سوال کرتا ہے |
| شَاْنٍ | ضروری کام، شان |
| اَلثَّقَلٰنِ | دو بڑی بھاری مخلوق |
| مَعْشَرَ | گروہ، جماعت |
| تَنْفُذُوْا | تم نکل بھاگو |
| اَقْطَارِ | کنارے |
| سُلْطٰنٍ | طاقت، قوت |
| شُوَاظٌ | شعلے |
| نُحَاسٌ | دھواں |
| لَا تَنْتَصِرٰنِ | تم بدلہ لے سکو گے |
| انْشَقَّتِ | پھٹ پڑی |
| وَرْدَةً | سرخ |
| الدِّهَانِ | رنگا ہوا سرخ چمڑا |
| يُعْرَفُ | پہچان لیا گیا |

| | |
|---|---|
| اَلنَّوَاصِیْ | پیشانیاں |
| یَطُوْفُوْنَ | وہ گھومیں گے |
| حَمِیْم | کھولتا ہوا |
| اٰنٍ | بہت کھولتا ہوا گرم پانی |

## تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۴۵

اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر سب سے بڑا احسان اور نعمت یہ ہے کہ اس نے قیامت قائم ہونے سے پہلے ہی انسانوں اور جنات کو اس بات سے پوری طرح آگاہ فرما دیا ہے کہ اس کے بندوں نے جو بھی نیکی اور بھلائی کی ہے وہ ضائع نہ ہوگی اور جس نے برے اعمال کئے ہوں گے ان کا حساب بھی اس کے پاس موجود ہے جو قیامت کے دن اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ نیک اعمال پر بہترین اجر و ثواب اور برے اعمال پر سخت سزا اور عذاب دیا جائے گا۔ قیامت قائم ہونے اور موت کے فرشتوں کے آنے سے پہلے پہلے جس نے اپنے کفر و شرک اور گناہوں سے توبہ کر لی اور اللہ و رسول کے احکامات کے مطابق حسن عمل اختیار کیا اس کو جنت کی ابدی راحتیں عطا کی جائیں گی لیکن اگر کسی نے اپنی ساری زندگی کو ضائع کیا اور وہ اپنے کفر و شرک اور گناہوں پر اڑا رہا تو پھر اس کو جہنم کی ہوا کھانی پڑے گی۔

ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ اس دنیا میں کسی چیز کو ثبات نہیں ہے۔ ہر آن ٹوٹ پھوٹ اور فنا کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک چیز آج موجود ہے خوب پھل پھول رہی ہے لیکن کچھ دنوں کے بعد وہی چیز بوسیدہ اور کمزور ہو کر ختم ہو جاتی ہے پھر کوئی نئی چیز اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ فرمایا کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب اس پوری کائنات کو اور اس میں بسنے والی ہر ایک مخلوق کو فنا کر دیا جائے گا۔ اللہ کی ذات کے سوا کوئی چیز باقی نہ بچے گی۔ اللہ کے غضب اور جلال سے آسمان کا رنگ سرخ ہو جائے گا۔ زمین و آسمان، چاند سورج اور ستارے سب کے سب ختم ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ جس مخلوق کو چاہیں گے دوبارہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ وہ میدان حشر قائم ہوگا جس میں اولین و آخرین ساری مخلوق کو جمع کیا جائے گا۔ میزان عدل قائم کی جائے گی اور پھر ہر شخص کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ ایک طرف کفار و مشرکین اور اللہ کے نافرمان گناہ گار لوگ ہوں گے دوسری طرف زندگی بھر

نیکی، تقویٰ اور پرہیز گاری سے وقت گذارنے والے ہوں گے۔

کفار و مشرکین جب اس میدان حشر میں اللہ کے عذاب کو دیکھیں گے تو اس سے نظریں چرائیں گے۔ ایک دوسرے کی آڑ میں چھپنے کی کوشش کریں گے لیکن ان سے کہہ دیا جائے گا کہ تم کہیں چھپ نہ سکو گے زمین و آسمان کے کنارے بھی تمہیں پناہ نہ دیں گے۔ جہاں بھی چھپو گے اللہ کے فرشتے تمہیں سر کے بالوں اور ہاتھوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اللہ کے سامنے پیش کر دیں گے۔ پھر تمہارے اعمال کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ان کفار و مجرمین پر عذاب الٰہی کو دیکھ کر ایسی گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ طاری ہوگی کہ ان کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ بے رونق آنکھیں نیلی ہو جائیں گی۔ پیاس کی شدت سے بوکھلا کر پانی تلاش کریں گے۔ ان کو کھولتا ہوا پانی ملے گا جسے وہ بے قراری سے پی جائیں گے۔ لیکن اس کھولتے گرم پانی کے پینے سے ان کی آنتیں بھی باہر نکل پڑیں گی۔ یہ مجرمین اپنے اعمال کے سبب پہچان لئے جائیں گے۔ ان کو پہچاننے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ وہ جھوٹے معبود جن کے سہارے کی ان کو امید ہوگی وہ ان سے یہ کہہ کر دامن چھڑا لیں گے کہ الٰہی! ان لوگوں کو ہم نے گمراہ نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی بڑی گمراہی کی طرف بڑی تیزی سے دوڑ دوڑ کر آیا کرتے تھے۔ اگر انہوں نے ہماری بات مان لی ہے تو یہ ان کی فطرت کی خرابی تھی اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ اپنے معبودوں کو پکاریں گے مگر ان کو کوئی جواب نہ ملے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کفار و مشرکین کو سر کے بالوں اور ہاتھوں سے پکڑ کر انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ گھسیٹا جائے گا اور ان کو جہنم کی اس آگ میں جھونک دیا جائے گا جس سے کسی حال میں چھٹکارا نہ مل سکے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

اس کے برخلاف جو لوگ نیکی، تقویٰ، پرہیز گاری اور بھلائی کی زندگی گذارتے رہے ہوں گے ان کو اس دن انتہائی عزت و احترام کا اعلیٰ مقام عطا کیا جائے گا۔ فرشتے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کریں گے۔ ان کو سلام کریں گے۔ اللہ کی طرف سے سلامتی کی خوشخبریاں دیں گے ان کا حساب کتاب ہونے کے بعد ان کو جنت کی ابدی راحتوں میں داخل کر دیا جائے گا۔

ان جنتوں میں ہر طرف خوشی و مسرت، عزت و سربلندی، سرسبزی و شادابی ہوگی، بہتے ہوئے چشمے، خوبصورت باغات، دودھ اور شہد کی نہریں ہوں گی، حسین و خوبصورت حوریں اور ہر طرح کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ وہ جو بھی خواہش کریں گے ان کی وہ خواہش اور تمنا اسی وقت پوری کر دی جائے گی۔ ان جنتوں میں کسی طرح کی لغو و فضول باتیں، دشمنیاں، مخالفت، بغض و حسد اور کسی طرح کے گناہ کا کوئی کام نہ ہوگا ہر طرف سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔

زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔ کیا یہ نعمت نہیں ہے کہ کفار و مشرکین اور ظالم و گناہ گار جہنم میں اور تقویٰ و پرہیز گاری کی زندگی گذارنے والے جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہو چکے ہوں گے۔ اگر زمین و آسمان اور چاند سورج ستارے فنا نہ کئے جاتے تو تمہیں جنت کی یہ راحتیں کیسے نصیب ہوتیں۔ اور وہ کفار و مشرکین جنہوں نے پوری زندگی تمہاری مخالفت اور دشمنی میں گذاری ہے ان کو سزا کیسے ملتی کائنات میں فنا اور بقا سب اللہ کی نعمتیں ہیں جو اس نے اپنے نیک بندوں کو عطا فرمائی ہیں۔ اور گناہ گاروں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچنے کا ذریعہ بنائی ہیں۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾ فِيْهِمَا
عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ
فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ
بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ
وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ
الْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٩﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ
اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا
جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِى الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِى الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

## ترجمہ: آیت نمبر ۴۶ تا ۷۸

اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے بہت عمدہ دو باغ ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ دونوں باغ بہت زیادہ شاخوں والے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر طرح کے میوے دو دو قسموں پر ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (اہل جنت) فرش پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں باغوں کے پھل بہت ہی قریب ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں نیچی نگاہ رکھنے والی ایسی (حوریں ہوں گی) جنہیں اہل جنت سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہ ہوگا۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ ایسی خوبصورت ہوں گی جیسے یاقوت اور مونگے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ نیکی کا بدلہ سوائے نیکی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دو باغوں کے علاوہ (ذرا کم درجہ کے) دو باغ اور ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے وہ دونوں خوب گہرے سبز رنگ کے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں دو ابلتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں میوے، کھجوریں اور انار ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں نیک سیرت اور خوبصورت حوریں ہوں گی۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ حوریں خوبصورت رنگت والی اور خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ پھر تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان اہل جنت سے پہلے ان کو نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا نہ کسی جن نے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ اہل جنت بہترین اور خوش نما فرش پر سبز رنگ کے تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کے پروردگار کا نام بڑا برکت والا ہے جو صاحب عظمت اور صاحب کرم ہے۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۴۶ تا ۷۸

| | |
|---|---|
| ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ | بہت شاخوں والے |
| بَطَائِنُ (بَطْنٌ) | استر۔ بیٹ |
| اِسْتَبْرَقٌ | موٹا ریشم |
| دَانٍ | قریب۔ قریب |
| قٰصِرٰتٌ | روکنے والیاں |
| لَمْ يَطْمِثْ | ہاتھ نہ لگایا ہوگا |
| مُدْهَآمَّتٰنِ | دو گہرے سبز |
| نَضَّاخَتٰنِ | دو چشمے جوش مارتے ہوئے |
| رُمَّانٌ | انار |
| خَيْرٰتٌ | بہت عمدہ |
| حِسَانٌ | خوبصورت و حسین |
| اَلْخِيَامُ | خیمے |
| رَفْرَفٌ | مسند۔ مسہریاں |
| عَبْقَرِيٌّ | قیمتی |
| تَبٰرَكَ | برکت والا |
| اَلْاِكْرَامُ | بہت بزرگی اور عظمت والا |

## تشریح: آیت نمبر ۴۶ تا ۷۸

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ تقویٰ، پرہیزگاریوں اور نیکیوں کے ساتھ زندگی گزارنے والوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

چنانچہ کفار، مشرکین اور گناہ گار مجرموں کی سزا کو بیان کرنے کے بعد ان صالح مومنین کے لئے اجر عظیم کا وعدہ کیا جا رہا ہے جنہوں نے زندگی بھر اللہ کی رضا و خوشنودی کے سامنے زندگی کی تمام لذتوں اور آسائشوں کو چھوڑ کر حق و صداقت کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں۔ جنت میں ان کا سب سے بڑا اعزاز و اکرام یہ ہوگا کہ ان کو دو ایسے باغ دیئے جائیں گے جن کی خوبصورتی اور حسن و جمال کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ممکن ہے۔ خوبصورت ہرے بھرے باغات جن کے درختوں کا گھنا سایہ، کثرت سے طرح طرح کے پھل، صاف شفاف پانی کے ایسے دو چشمے جو دور تک بہتے چلے جائیں گے۔ لذت اور مٹھاس کے اعتبار سے ان کے پھلوں کی بھی دو قسمیں ہوں گی تاکہ یہ ہر طرح کے پھلوں کی مٹھاس اور لذت سے اچھی طرح لطف اندوز ہو سکیں۔ یہ لوگ ان باغوں میں تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کی ظاہری خوبصورتی تو اپنی جگہ اس کے استر بھی دبیز ریشم کے ہوں گے۔ درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی شاخیں اتنے قریب کر دی جائیں گی کہ کسی بھی پھل کو کھانے میں کسی طرح کی مشقت نہ اٹھانی پڑے گی۔ شرم و حیا کی پیکر، شرمیلی نیچی نظریں رکھنے والی کنواری حوریں ہوں گی جنہیں جنات یا انسانوں میں سے کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔ وہ حوریں حسن و جمال، صفائی ستھرائی اور چمک دمک میں یاقوت کی طرح اور سرخی و سفیدی میں مرجان موتی کی طرح ہوں گی۔ اہل تقویٰ کی نیکیوں اور بہترین اعمال کا بدلہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔

یہ اجر و مقام تو ان لوگوں کے لئے ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے اور حساب کتاب کے ڈر سے لرزتے کانپتے ہوں گے وہ اللہ کے مقرب بندے ہیں لیکن عام مومنین صالحین کے بھی دو باغ ہوں گے جو اگرچہ ان کے اعمال کے لحاظ سے پہلے والے باغوں کی طرح نہیں ہوں گے لیکن اعزاز و اکرام اور جنت کی کیفیات، لذت اور حسن و جمال میں ان کے قریب ہی ہوں گے۔ وہ دونوں باغ بھی سرسبز و شاداب ایسے گہرے سبز رنگ کے ہوں گے جن میں ہلکی سی سیاہی جھلکتی ہوگی۔ ان کے لئے جوش مارتے ابلتے ہوئے دو چشمے ہوں گے جو جنابِ سلسبیل اور تسنیم کے ہوں گے۔ اتنے لذیذ اور عمدہ میوے، کھجوریں اور انار ہوں گے جن کے مزے اور لذت کا اس دنیا میں تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ اسی نیک سیرت، حسین و خوبصورت کنواری حوریں ہوں گی جو خیموں میں محفوظ ہوں گی جنہیں کسی جن یا انسان نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔ یہ اہل جنت خوبصورت سبز رنگ کے تکیے لگائے شاہانہ انداز سے بیٹھے ہوں گے اور یہ سب کچھ اس پروردگار کی طرف سے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گذارنے والوں کا انعام ہوگا جس پروردگار کا نام ہی برکت والا ہے۔ وہی صاحب عظمت اور صاحب کرم ہے۔ اللہ نے ان چیزوں کو نعمت قرار دے کر بار بار ایک ہی سوال کیا ہے کہ اے انسانو! اور جنات یہ اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں ان میں سے تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# پارہ نمبر ۲۷

## قال فما خطبکم

## سورۃ نمبر ۵۶

# الواقعۃ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

## تعارف سورۃ الواقعۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

| | |
|---|---|
| سورۃ نمبر | 56 |
| کل رکوع | 3 |
| آیات | 96 |
| الفاظ و کلمات | 384 |
| حروف | 1768 |
| مقام نزول | مکہ مکرمہ |

اس سورۃ میں قیامت، آخرت، توحید، قرآن کریم کی عظمت اور اس کے متعلق کفار و مشرکین کے شبہات کو دور کیا گیا ہے۔

فرمایا کہ قیامت کا آنا یقینی ہے وہ دن کسی کو بلند اور کسی کو ذلیل و رسوا کر دے گا اور کوئی اس کو جھٹلا نہ سکے گا۔ زلزلوں سے زمین ہلا دی جائے گی۔ یہ بڑے بڑے پہاڑ ریزہ ریزہ اور غبار بن کر فضاؤں میں بکھر جائیں گے۔

فرمایا کہ اس وقت تم تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔

(۱) داہنے ہاتھ والے جن کی خوش نصیبی کا کیا کہنا۔

(۲) بائیں ہاتھ والے جن کی بد نصیبی کا کیا ٹھکانا۔

(۳) اور آگے والے تو آگے ہی رہیں گے۔ وہ اللہ کے مقرب بندے نعمتوں بھری جنت میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ قرآن جسے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیش کر رہے ہیں یہ اللہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا قرآن ہے۔ اس کی عظمت یہ ہے کہ اللہ نے اس کو ایک لوح میں محفوظ کر دیا ہے جسے صرف پاکیزہ فرشتے ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ فرمایا کہ قرآن کریم اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے لیکن کیا نعمت کے حق ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ تم اس سے نعمت حاصل کرنے کے بجائے اس سے منہ پھیر رہے ہو؟

اگلوں میں سے بہت اور پچھلے والوں میں سے کم ہوں گے۔ وہ حسین ترین جڑاؤ تخت پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کی خدمت کے لیے ہمیشہ جوان رہنے والے لڑکے شراب کے چشموں سے لبریز گلاس، برتن اور ساغر لیے دوڑتے ہوں گے۔ یہ وہ شراب ہوگی جسے پینے کے بعد نہ تو سر درد ہوگا اور نہ وہ بہکیں گے۔ ان کے سامنے قسم قسم کے پھل اور مزیدار چیزیں ہوں گی وہ جس چیز کو چاہیں گے ان کو دی جائے گی۔ پرندوں کا گوشت ہوگا اور وہ جس پرندے کو کھانے میں جیسے چاہیں گے استعمال کریں گے۔ ان کے لیے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی وہ ایسی خوبصورت ہوں گی جیسے چھپا کر رکھے گئے قیمتی موتی۔ یہ سب ان کے اعمال کے

فرمایا کہ ہر شخص کو ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہے لیکن اگر مرنے والا اللہ کا مقرب بندہ ہے تو اس کے لیے راحت بھری جنتیں اور بہترین رزق ہے اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے تو اس کے لیے اللہ کی رحمتیں اور فرشتوں کی سلامتی ہے۔ لیکن اگر وہ بائیں ہاتھ والوں میں سے ہے تو سچائیوں کو جھٹلانے والے کا بدترین انجام یہ ہے کہ اس کو کھولتا ہوا پانی پینے کے لیے دیا جائے گا اور اس کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ لہٰذا اس دنیا سے رخصت ہونے کے لیے بہتر انجام کی جدوجہد کی جائے اور برے انجام سے اس کو بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

بدلے میں دیا جائے گا جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔ اس جنت میں کوئی فضول اور بے ہودہ اور گناہ کی بات نہ سنائی دے گی۔ جو بات بھی ہوگی وہ ایک دوسرے کی سلامتی کی بات ہوگی۔

اور داہنے ہاتھ والے خوش نصیبوں کو بھی بے شمار نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ بغیر کانٹے کی بیریاں، تہ در تہ چڑھے ہوئے کیلے، گھنی چھاؤں، ہر وقت پینے کے لیے صاف شفاف پانی، کبھی نہ ختم ہونے والے اور بغیر کسی روک ٹوک کے کثرت سے ملنے والے پھل، اونچی اونچی نشستیں۔ ان کی بیویوں کو دوبارہ جوان اور کنواری بنا دیا جائے گا جو اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی ہم عمر بیویاں ہوں گی۔ ان داہنے ہاتھ والوں کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔ فرمایا کہ بائیں ہاتھ والے جو اپنے بدترین انجام سے دوچار ہوں گے۔ جھلسا دینے والی گرم ہوائیں، کھولتا ہوا پانی، دھوئیں کے کالے بادل، کھانے کے لیے زقوم اور طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ ان پر کالے دھوئیں کے ایسے سائے ہوں گے جن میں نہ ٹھنڈک ہوگی اور نہ آرام و سکون۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں بڑے عیش و آرام سے رہا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی چورہ چورہ ہو جائیں گی کیا ہم دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے وہ باپ دادا (جو ہزاروں سال پہلے گزر چکے ہیں) بھی دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان منکرین لوگوں سے کہہ دیجیے کہ ہاں سب اگلے پچھلے لوگ زندہ کر کے اس متعین و مقرر دن جمع کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے گمراہو اور جھٹلانے والو! تم زقوم کا درخت ضرور کھاؤ گے۔ تمہیں اس سے پیٹ بھرنا ہوگا۔ اس پر اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا اور اس دن تم پیاس کی شدت سے اس قدر بے حال ہو گے کہ اس طرح پانی پیو گے جیسے پیاسے اونٹ پانی پیتے ہیں۔ یہ ہے ان ظالموں کی مہمان داری جو اس دن کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ (جاننے کے باوجود) پھر بھی تم اس سچائی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ نطفہ جو تم ڈالتے ہو اس سے جیتا جاگتا آدمی ہم بناتے ہیں یا تم بناتے ہو؟ تم ایک بیج بوتے ہو اور ہم اس سے کھیت اگاتے ہیں، زراعت تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں؟ تم جس پانی کو استعمال کرتے ہو اس کا بادل ہم تم پر برساتے ہیں وہ میٹھا پانی ہوتا ہے

اگر ہم چاہیں تو اس کو کھارا اور کڑوا بنا ڈالیں۔ یہ جس آگ کو سلگاتے ہو اس کا درخت ہم نے پیدا کیا ہے یا تم نے پیدا کیا ہے۔ فرمایا کہ یقیناً تمہاری پیدائش، کھیتوں کا اگنا، بارش کا برسنا اور آگ کا جلنا یہ سب اللہ کی قدرت کے کمالات ہیں اگر وہ چاہے تو ان میں سے ہر چیز کی تاثیر کو بدل کر رکھ دے مگر اس کا کرم ہے کہ اس نے ہر چیز کو اپنے بندوں کے لیے بنایا ہے پھر بھی وہ شکر ادا نہیں کرتے۔

آخر میں اللہ نے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ قرآن کریم جسے نبی کریم ﷺ پیش فرما رہے ہیں یہ تو آپ ﷺ نے خود گھڑا ہے نہ کسی شیطان نے اس کو نازل کیا ہے بلکہ یہ تو وہ قرآن کریم ہے جسے اللہ نے ایک محفوظ مقام (لوح محفوظ) میں رکھا ہوا ہے اس کو پاکیزہ فرشتوں کے سوا کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا اور اس کو رب العالمین نے نازل فرمایا ہے لیکن تم پھر بھی اس سے منہ پھیر رہے ہو کیا نعمت کے حق ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے؟ کہ تم اس کو جھٹلا رہے ہو۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت سے ہے۔ فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ جب کوئی شخص مر رہا ہے اور اس کی جان حلق تک پہنچ گئی ہے تم اس اپنے عزیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ وہ رخصت ہو رہا ہے۔ اپنی پوری کوشش کرتے ہو کہ اس کی جان بچالو مگر تم اس وقت بالکل بے بس نظر آتے ہو۔ وہ تم سے دور جا رہا ہوتا ہے لیکن ہم ان کے بہت قریب ہوتے ہیں مگر تمہاری نظریں اس کو دیکھ نہیں سکتیں۔ اگر وہ مرنے والا مقربین میں سے ہے تو اس کے لیے راحت بھری جنتیں اور بہترین رزق ہوتا ہے اور اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے تو اس پر سلامتی بھیجی جاتی ہے اگر وہ بائیں ہاتھ والوں میں سے ہے، سچائیوں کو جھٹلانے والا اور گمراہ ہے تو اس کو کھولتا ہوا پانی دے کر جہنم میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ سب کچھ روز روشن کی طرح کھلی حقیقت ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرما دیا گیا ہے کہ ہر شخص کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی جزا یا سزا دے گا۔ آپ ﷺ اپنے مقصد کے لیے جدوجہد کرتے رہیے اور اپنے عظیم پروردگار کی حمد و ثنا کرتے رہیے۔ یہی کامیابی اور نجات کا راستہ ہے۔

## سورة الواقعة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾ خَافِضَةٌ
رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾
فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ﴿٦﴾ وَّكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿٧﴾ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ
مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾ وَأَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ مَا أَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴿٩﴾
وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿١٠﴾ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿١١﴾ فِيْ جَنّٰتِ
النَّعِيْمِ ﴿١٢﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ ﴿١٤﴾
عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿١٥﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿١٦﴾
يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ وَكَأْسٍ
مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا
يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢١﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ
اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا
لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾ وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَا أَصْحٰبُ
الْيَمِيْنِ ﴿٢٧﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿٢٨﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿٢٩﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿٣٠﴾ وَّ
مَاءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿٣١﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَّ

وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿٣٤﴾ إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٣٨﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳۸**

جب واقع ہو جانے والی واقع ہو جائے گی۔ (یعنی قیامت)

اس کے واقع ہونے کو کوئی جھٹلانے سکے گا۔ وہ کسی کو پست اور کسی کو بلند کر دے گی۔ جب زمین زور زور سے ہلا دی جائے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پھر وہ پہاڑ بکھرے غبار کی طرح ہو جائیں گے۔ اس دن تم تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ پھر داہنے ہاتھ والے کیا اچھی حالت میں ہوں گے داہنے ہاتھ والے۔ اور بائیں ہاتھ والے وہ کیا بری حالت میں ہوں گے۔ اور آگے رہنے والے تو آگے ہی رہنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (اللہ کے) بہت قریب والے ہوں گے۔ راحت بھری جنتوں میں ہوں گے

(ان مقربین کا) ایک بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے لوگ بعد والے ہوں گے یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے جڑاؤ تخت پر (بیٹھے) ہوں گے۔ تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے سامنے ہمیشہ جوان رہنے والے لڑکے ہوں گے جو لبریز پیالے، کوزے اور صاف شراب کے جام (ان کو پلاتے) ہوں گے۔ اور ان کے پسندیدہ پھل اور میوے ہوں گے۔ اور پرندوں کا گوشت جس کی وہ خواہش کریں گے۔ حسین رنگت اور بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی جیسے سیپ میں حفاظت سے رکھے ہوئے موتی۔ یہ سب ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا جو وہ کرتے تھے۔ ان (جنتوں) میں نہ وہ کوئی فضول اور بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ گناہ کی بات۔ سوائے سلام سلام کے دوسری کوئی آواز نہ ہوگی۔ داہنے ہاتھ والے۔ وہ داہنے ہاتھ والے کیا خوش نصیب ہوں گے۔ ان (جنتوں) میں بغیر کانٹوں والی بیریاں ہوں گی۔ تہہ در تہہ کیلے ہوں گے۔ اور لمبے سائے ہوں گے۔ بہتا پانی صاف شفاف ہوگا۔ بڑی تعداد میں پھل اور میوے ہوں گے۔ نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان کے استعمال پر کوئی پابندی ہوگی۔ اونچے اونچے بچھونے ہوں گے۔ بے شک ہم نے (جنت کی عورتوں کو) خاص طور پر (ان کے لئے) بنایا ہے۔ ہم نے ان کو باکرہ (کنواری) بنایا ہے۔ جو ہم عمر اور محبوب ہوں گی۔ یہ سب داہنے ہاتھ والوں کے لئے ہوں گی۔

## لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۶

| | |
|---|---|
| وَقَعَتْ | ہونے والی |
| خَافِضَةٌ | نیچا کرنے والی |
| رَافِعَةٌ | اونچا کرنے والی |
| رُجَّتْ | ہلا دی گئی |
| بُسَّتْ | ریزہ ریزہ کر دی گئی۔ توڑ دی گئی |
| هَبَآءً | گرد و غبار |
| مُنْبَثٌّ | پھیلا دیا گیا |
| أَزْوَاجٌ | جوڑے۔ قسمیں |
| أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ | دائیں ہاتھ والے (جنتی) |
| أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ | بائیں ہاتھ والے (دوزخی) |
| السّٰبِقُوْنَ | آگے بڑھنے والے |
| ثُلَّةٌ | بڑی جماعت۔ گروہ |
| مَوْضُوْنَةٌ | جڑاؤ |
| أَكْوَابٌ (كُوْبٌ) | پیالے |
| أَبَارِيْقُ (إِبْرِيْقٌ) | صراحیاں |
| كَأْسٌ | گلاس |
| مَعِيْنٌ | صاف چشمہ کی شراب |
| لَا يُصَدَّعُوْنَ | نہ ان کے سر میں بھاری پن ہوگا |
| لَا يُنْزِفُوْنَ | نہ وہ بہکیں گے |

يَتَخَيَّرُوْنَ وہ پسند کرتے ہیں

سِدْرٌ بیری

مَخْضُوْدٌ (خَضَدٌ) کانٹے کاٹ دیئے گئے

طَلْحٌ مَّنْضُوْدٌ کیلے اوپر تلے (تہہ در تہہ)

ظِلٌّ سایہ

مَمْدُوْدٌ پھیلائے گئے (پھیلے ہوئے)

مَاءٌ مَّسْكُوْبٌ بہتا صاف پانی

لَا مَقْطُوْعَةٌ نہ توڑا گیا

لَا مَمْنُوْعَةٌ نہ روکا گیا

اَنْشَاْنٰهُنَّ ہم نے ان (عورتوں کو) کو خاص طرح پیدا کیا

اَبْكَارٌ کنواری

عُرُبٌ پسندیدہ

اَتْرَابٌ ہم عمر

## تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳۸

نبی کریم ﷺ جب کفار مکہ کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور اس میں قیامت آنے اور آخرت میں دوبارہ اٹھائے جانے کی باتیں ارشاد فرماتے تو وہ حیرت سے کہتے کہ ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی کہ کائنات کا اتنا زبردست چلتا ہوا نظام زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، پہاڑ اور دریا سب کے سب ایک دم ختم کر دیئے جائیں گے اور جب ہماری اور ہمارے باپ دادا کی ہڈیاں بھی چورہ چورہ ہو کر بکھر جائیں گی تو ان میں زندگی کے آثار کیسے پیدا ہو جائیں گے۔ ہمیں ان باتوں پر یقین نہیں آتا یہ سب خواب و خیال کی باتیں ہیں۔ ایسے لوگوں کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا زبردست حادثہ اور واقعہ اچانک آ جائے گا تو وہ آنکھوں سے نظر آنے والی ایسی سچائی ہوگی جس کا کوئی شخص انکار نہ کر سکے گا۔ یہ قیامت اس قدر اچانک

اور بھیانک ہوگی جو ہر چیز کو الٹ پلٹ کر رکھ دے گی۔ زمین زلزلوں کے جھٹکوں سے ہلا ماری جائے گی۔ یہ بلند و بالا اور مضبوط پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر بکھرے غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اس دن تمام لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہوکر بارگاہ الٰہی میں پہنچیں گے۔ جن کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ اصحاب الیمین ہوں گے اور جن کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ اصحاب الشمال کہلائیں گے جو نہایت بری حالت میں ہوں گے۔ ان ہی میں تیسرا گروہ ہوگا جس کی شان ہی نرالی ہوگی یہاں لوگوں کا گروہ ہوگا جو تقویٰ، پرہیزگاری، نیکی، حق پرستی اور بھلائی کے ہر کام میں مصطفیٰ سے بااثر ہوکر سب سے آگے بڑھ کر عمل اور سبقت کیا کرتے تھے جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جب ان کے سامنے حق و صداقت کی کوئی بات پیش کی جاتی تھی تو وہ فوراً ہی اس کو قبول کر لیتے تھے۔ جب ان سے حق مانگا جاتا تھا تو وہ حق فوراً ہی ادا کر دیا کرتے تھے۔ جو دوسروں کے لئے فیصلے کرتے وقت فیصلے اپنے بارے میں بھی کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد) اللہ نے ان کو السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ (آگے رہنے والے آگے ہی رہنے والے ہیں) کہا ہے۔ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو عرش الٰہی کے سائے میں اللہ سے بہت قریب ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جو راحت بھری جنتوں کی نعمتوں سے پوری طرح لطف اندوز ہوں گے۔ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے جڑاؤ تخت پر آمنے سامنے تکیے لگائے شاہانہ انداز سے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ ان کی خدمت کے لئے ہمیشہ جوان رہنے والے نوجوان لڑکے موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے جو صاف ستھری اور پاکیزہ شراب سے لبریز پیالے، کوزے اور جام بھر بھر کر ان کو پلا رہے ہوں گے۔ ان کے سامنے ان کے پسندیدہ پھل، حسب خواہش پرندوں کا مزیدار گوشت ہوگا۔ ان کی دل بستگی کے لئے خوبصورت رنگت اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جو ایسی حسین و خوبصورت اور صاف ستھری ہوں گی جیسے سیپ میں حفاظت سے رکھے ہوئے موتی۔ وہ لوگ ان جنتوں میں سوائے سلام سلام کی آوازوں کے کوئی فضول، بے ہودہ اور گناہ کا کلام نہ سنیں گے۔ یہ اللہ کے وہ مقرب بندے ہوں گے جن میں سے ایک بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے لوگ بعد والے ہوں گے۔

یہ پہلے اور بعد والے گروہ کون سے ہوں گے؟ اس سے علماء مفسرین نے بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

☆ حضرت آدمؑ سے لے کر نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری تک جتنی بھی امتیں گذری ہیں وہ اولین ہیں اور نبی کریم ﷺ کے بعد قیامت تک آنے والے نیک بندے آخرین ہیں۔

☆ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اولین اور آخرین سے مراد نبی کریم ﷺ کی امت کے اولین و آخرین ہیں جن میں سے مقربین و سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی اور بعد میں آنے والے آخرین ہیں جن کی تعداد کم ہوگی۔ بہرحال اللہ کے نزدیک مقربین وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ آگے بڑھ کر اللہ کے نبیوں کے ہر حکم پر سبقت کی یعنی آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔

دوسرا گروہ اصحاب الیمین کا ہوگا۔ یعنی وہ خوش نصیب صاحبان ایمان جن کے داہنے ہاتھ میں ان کے نامہ اعمال دیئے جائیں گے۔ ان کو بھی جنت کی راحتیں عطا کی جائیں گی لیکن سبقت کرنے والے گروہ سے ذرا کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ داہنے ہاتھ

والے بھی کیا خوب ہوں گے۔ ان خوش نصیبوں کو ان جنتوں میں بے کانٹوں والے بیر دیئے جائیں گے یعنی دنیا کے کھٹے میٹھے بیروں کی طرح نہیں بلکہ وہ بیر اتنے لذیذ، خوشبودار اور میٹھے ہوں گے جن کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بہترین کیلے ہوں گے جو تہہ در تہہ ہوں گے۔ صاف شفاف بہتے چشموں کا پانی اور بڑی تعداد میں طرح طرح کے لذیذ ترین پھل اور میوے ہوں گے۔ یہ موسمی پھل نہ ہوں گے کہ موسم کے جاتے ہی پھل ختم ہو جاتے ہیں بلکہ سدا بہار پھل ہوں گے جن کے استعمال پر کوئی روک ٹوک نہ ہوگی۔ ان اہل جنت کے لئے اونچے اونچے بچھونے ہوں گے۔ اور ایسی پاکیزہ، کنواری اور حسین ہم عمر محبوب حوریں ہوں گی جو خاص طور پر ان ہی کے لئے بنائی گئی ہوں گی۔ یہ اور اسی قسم کی ہزاروں نعمتیں ان اصحاب الیمین جنتیوں کے لئے مخصوص ہوں گی۔ ہر نیکی میں سبقت لے جانے والے اور جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے ان دونوں گروہوں کا ذکر فرمانے کے بعد اس کے بعد کی آیات میں ان لوگوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے جو اصحاب الشمال (بائیں ہاتھ والے) ہیں۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿٤٠﴾ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾ لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٦﴾

**ترجمہ: آیت نمبر ۳۹ تا ۵۶**

ان (داہنے ہاتھ والوں میں سے) ایک گروہ تو پہلے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور ایک گروہ بعد والوں میں سے ہوگا۔ اور بائیں ہاتھ والے۔ وہ کیسی (بدترین) حالت میں ہوں گے۔ آگ اور کھولتے پانی اور سیاہ دھویں کے سائے میں ہوں گے۔ جو نہ تو ٹھنڈا ہوگا اور نہ آرام دینے والا۔ بے شک اس سے پہلے وہ (دنیا میں) عیش و آرام کی (زندگی) گذار رہے تھے۔ اور وہ ایک بہت بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ جب ہم مرکر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے جو گذر چکے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ بے شک اگلے پچھلے لوگ ایک ایسے مقرر دن میں جمع کئے جائیں گے جس کی مدت معلوم ہے۔ پھر بے شک اے گمراہو! اور اسے جھٹلانے والو! البتہ تمہیں زقوم کے درخت سے کھانا ہوگا جس سے تم اپنا پیٹ بھرو گے۔ پھر اس زقوم کے اوپر سے کھولتا ہوا گرم پانی پینا ہوگا۔ پھر تم اس طرح پیو گے جیسے وہ اونٹ پانی پیتے ہیں جن کو پانی پینے کی بیماری ہوتی ہے۔ یہ قیامت کے دن ان کی مہمان داری ہوگی۔

**لغات القرآن آیت نمبر ۳۹ تا ۵۶**

| | |
|---|---|
| اَصْحٰبُ الشِّمَالِ | بائیں (ہاتھ) والے |
| سَمُوْمٌ | گرم ہوا۔ گرم بھاپ |
| یَحْمُوْمٌ | کالا سیاہ دھواں |
| لَا بَارِدٌ | نہ تو ٹھنڈا |
| لَا کَرِیْمٌ | نہ آرام دینے والا |
| مُتْرَفِیْنَ | عیش سے زندگی گذارنے والے |
| یُصِرُّوْنَ | وہ ضد کرتے ہیں۔ اڑ جاتے ہیں |
| اَلْحِنْثُ | گناہ |
| زَقُّوْمٌ | جہنم میں دوزخیوں کی غذا (جہنم میں اگنے والا درخت) |

| | |
|---|---|
| مَالِئُوْنَ | بھرنے والے |
| شَارِبُوْنَ | پینے والے |
| شُرْبَ الْهِيْمِ | پیاسے اونٹ کی طرح پینا |

## تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۵۶

سب سے آگے بڑھ جانے والے اور داہنے ہاتھ والے خوش نصیبوں کے بہترین انجام کا ذکر کرنے کے بعد بائیں ہاتھ والے لوگوں کا ذکر کیا جارہا ہے جو بدترین حالات میں ہوں گے۔ دنیا میں ان کو جو عیش و آرام کا سامان دیا گیا تھا اس نے انہیں ایسے دھوکے میں ڈال دیا تھا کہ وہ اللہ کو بھول کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کرنے لگے تھے اور اس پر اصرار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو کر دنیا میں بکھر جائیں گی تو کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے اور ہمارے باپ دادا جو مر کر خاک ہو چکے ہیں جن کی ہڈیوں تک کا پتہ نہیں ہے کیا وہ بھی زندہ کئے جائیں گے۔ وہ کہتے تھے کہ آج تک ان میں سے کوئی زندہ ہو کر تو آیا نہیں ہم کیسے یقین کر لیں کہ ہم دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے اگلے پچھلے سب لوگوں کے لئے ایک دن مقرر کر دیا ہے جب وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر ہمارے سامنے حاضر ہوں گے۔ لیکن وہ دن ان لوگوں کے لئے بڑا سخت اور ذلیل کر دینے والا ہوگا جب ان کو جہنم میں دھکیلا جائے گا وہاں ہر طرف آگ ہی آگ، کھولتا ہوا پانی اور سیاہ دھویں کے ایسے سائے ہوں گے جس میں نہ تو ٹھنڈک ہوگی اور نہ دل اور بدن کو راحت و آرام پہنچانے والا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیجئے اے گمراہو! اور ہر سچی بات کو جھٹلانے والو! جہنم میں تمہاری غذا زقوم ہوگی جو ایک بڑا ذہریلا کڑوا انتہائی بدمزہ اور بدبودار درخت ہوگا جو جہنم ہی میں پیدا ہوگا۔ جب وہ بھوک اور پیاس سے تڑپنے لگیں گے اور زقوم کو کھائیں گے تو وہ ان کے حلق میں پھنس جائے گا۔ پھر وہ پانی کی طرف دوڑیں گے وہ پانی گرم اور کھولتا ہوا ہوگا وہ پانی پر بری طرح گریں گے لیکن اس کے پیتے ہی ان کی آنتیں کٹ کر باہر نکل پڑیں گی۔ وہ پانی کی طرف اس طرح جھپٹیں گے جیسے پیاسے اونٹ جو استسقا کی بیماری میں مبتلا ہوں وہ پانی کی طرف جھپٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے طنز کے طور پر فرمایا کہ ان جیسے نافرمانوں کی مہمان داری تو اسی طرح ہو سکتی تھی۔

استسقا اونٹوں کی ایسی بیماری کو کہتے ہیں کہ اونٹ پانی پیتے چلا جاتا ہے اور پیاسا ہی رہتا ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح قیامت کے دن کفار و مشرکین کا حال ہوگا کہ وہ پیاس سے تڑپ رہے ہوں گے اور جب گرم کھولتا ہوا پانی پئیں گے تو ان کی پیاس نہ بجھے گی اور وہ پانی کے لئے تڑپتے ہی رہ جائیں گے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝٥٧
اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝٥٨ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝٥٩
نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝٦٠ عَلٰٓى اَنْ
نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٦١ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝٦٢ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝٦٣
ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝٦٤ لَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا
فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝٦٥ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝٦٦ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝٦٧
اَفَرَءَيْتُمُ الْمَاۗءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝٦٨ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ
الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝٦٩ لَوْ نَشَاۗءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا
تَشْكُرُوْنَ ۝٧٠ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝٧١ ءَاَنْتُمْ
اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝٧٢ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً
وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝٧٣ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝٧٤

ربع

**ترجمہ: آیت نمبر ۵۷ تا ۷۴**

ہم نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے پھر تم یقین کیوں نہیں کرتے؟ یہ بتاؤ کہ وہ نطفہ جسے تم (ماں کے رحم میں) ڈالتے ہو۔ کیا تم اس (شخص) کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ بے شک ہم نے ہی تم میں موت (کا ایک دن) مقرر کیا ہے اور ہم اس سے عاجز و بے بس نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ تم ہی جیسی ایک اور مخلوق کو لے آئیں اور تمہیں وہاں اٹھا کھڑا کریں جہاں تم

جانتے نہیں۔ بے شک تم پہلی مرتبہ پیدا کرنے کو تو جان چکے ہو۔ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔ کھیتوں کو تم اگاتے ہو یا ہم ان کو اگاتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو (اس پیداوار کو) سوکھا ہوا چورہ بنا دیں اور پھر تم شرمندہ اور پریشان ہو کر رہ جاؤ کہ ہم پر تو مفت کا تاوان ہی پڑ گیا۔ بلکہ ہم تو بالکل ہی محروم رہ گئے۔ پھر (یہ بتاؤ کہ) جو پانی تم پیتے ہو کیا تم اس بادل سے برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس (بارش کے پانی) کو کھارا (نمکین) بنا دیں۔ پھر بھی تم شکر ادا نہیں کرتے۔ تو کیا اس آگ کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔

ہم نے اس (آگ) کو یاد دہانی کا ذریعہ اور ضرورت مندوں کے لئے بڑے فائدے کی چیز بنایا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ اپنے عظیم ترین پروردگار کی تسبیح کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۸ تا ۷۴

| | |
|---|---|
| تُمْنُوْنَ | تم ٹپکاتے ہو |
| تَحْرُثُوْنَ | تم کھیتی کرتے ہو |
| حُطَامٌ | چورہ چورہ |
| مُغْرَمُوْنَ | تاوان بھرنے والے |
| اَلْمُزْنِ | بادل |
| اُجَاجٌ | کھارا |
| تُوْرُوْنَ | تم سلگاتے ہو۔ تم جلاتے ہو |

تشریح: آیت نمبر ۵۷ تا ۷۴

ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا، زندگی اور موت، زمین سے کھیتی کا اگنا، ابھرنا، بارش سے پانی کا برسنا اور ندی نالوں کی شکل

اختیار کرنا۔ آگ اور اس سے ایندھن کا حاصل ہونا یہ سب اللہ کی وہ نعمتیں ہیں کہ اگر ان پر غور و فکر سے کام لیا جائے تو انسان کی جبین نیاز اللہ کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائے گی۔ کیونکہ اسی نے اپنے رحم و کرم سے یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور اگر وہ چاہے تو ان نعمتوں کو چھین بھی سکتا ہے۔ اگر وہ دینا چاہے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور اگر نہ دینا چاہے تو اس کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔

فرمایا کہ اس نے رزق عطا فرمایا جس کے حاصل کرنے میں انسان کو زیادہ محنت نہیں کرنا پڑتی بلکہ ایک کام وہ کرتا ہے اور ننانوے کام اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مثلاً نطفہ جو ایک معمولی سا بے جان قطرہ ہے۔ میاں بیوی کے تعلق کے بعد رحم مادر میں ٹھہر جاتا ہے جو اللہ کے نظام کے تحت آہستہ آہستہ انسانی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ہڈیاں، گوشت پوست بننے کے بعد اللہ اس کو جیسی صورت شکل دینا چاہتا ہے وہ بن جاتی ہے اللہ کی یہ قدرت و طاقت ہے کہ وہ نطفہ کو کوئی اور شکل صورت دے سکتا تھا لیکن یہ اس کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانی شکل و صورت عطا فرما دی۔ رحم مادر میں یہ سب مراحل محض اللہ کے نظام کے تحت تکمیل تک پہنچتا ہے اس میں انسانی کوشش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ آدمی کے دنیا میں قدم رکھنے کے بعد اس کی عمر کتنی ہے وہ کب تک دنیا میں زندہ رہے گا اور کب اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا یہ سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک ڈاکٹر اور حکیم بھی اس وقت تک اپنی جدوجہد کر سکتا ہے جب تک آدمی زندہ ہے لیکن اس کے مرنے کے بعد ہر ایک بڑے سے بڑا ماہر ڈاکٹر اور انسانی ہاتھوں سے بنائی گئی دوائیں سب بیکار ہو جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی پیدائش اور موت کا سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ اسی طرح زندگی گذارنے کے تمام اسباب کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں انسانی کوششوں کا دخل بہت کم ہے مثلاً جب آدمی کھیتی اگانا چاہتا ہے تو زمین کو تیار کر کے اس میں دانے، کھاد اور پانی ڈالتا ہے لیکن اس کے بعد اس دانے کا زمین میں ایک عرصہ تک محفوظ رہنا، نرم و نازک کونپل کا سخت زمین کو پھاڑ کر باہر نکلنا، پھر ایک پودے کی شکل اختیار کرنا اور پھل دینا یہ سب انسانی ہاتھوں کا کمال نہیں ہے بلکہ اللہ کی کامل قدرت ہے کہ وہ ایک بے جان نطفہ کو انسان اور ایک بے جان دانے سے زندگی کو پیدا کرتا ہے۔ فرمایا کہ تم اس پودے کو ابھرتے دیکھتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے پھر تم اس میں کیوں شک کرتے ہو کہ آدمی کے مر جانے کے بعد اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا؟ یقیناً اللہ اپنے حکم سے تمام مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں جمع فرمائے گا اور پھر ہر ایک کا حساب کتاب ہوگا۔

فرمایا کہ یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ چند دانوں سے ایک لہلہاتا کھیت اور بلند و بالا درخت اور پودے بنا دیتا ہے اگر وہ چاہے تو انسانی کوششوں کو ایک لمحے میں راکھ کا ڈھیر بنا دے پھر انسان کو پچھتانے کے سوا اور کوئی کام نہ ہوگا اور وہ یہ کہہ اٹھے گا کہ سارے موسم میں محنت کرنے کے باوجود ہمیں تو سخت نقصان اور گھاٹے میں آ گیا اور بجائے کچھ ملنے کے دوسروں کا قرض دار ہو گیا۔ فرمایا کہ انسان کی محنت اور اس کے بہترین نتائج یہ بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں اس کے سوا کوئی کارساز اور مشکل کشا نہیں ہے۔

فرمایا کہ یہ پانی جس کو تم پیتے ہو جمع کر کے رکھتے ہو جس سے اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہو یہ کس نے پیدا کیا؟ درحقیقت اللہ نے ایک ایسا نظام بنا دیا ہے کہ سمندر جیسے کڑوے اور نمکین پانی میں حرارت اور گرمی پیدا ہوتی ہے اس سے ایک بھاپ بن کر بلندیوں کی طرف بادلوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور پھر اللہ جہاں چاہتا ہے اس کو برسا دیتا ہے۔ یہ اس کی قدرت کا کمال ہے کہ کڑوے اور نمکین پانی سے ابھرنے والی بھاپ میں کوئی کڑواہٹ نہیں ہوتی بلکہ بادلوں سے برسنے والا پانی میٹھا ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ پانی نمکین اور کڑوا ہوتا تو نہ انسانوں کے کام آتا اور نہ کھیتیاں ابھرتیں پھر اس پانی سے ندی نالے بنتے ہیں جو دریاؤں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور وہی پانی پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف بن کر جم جاتا ہے جس سے انسانی ضروریات اور اس کے کھیتوں کو زندگی ملتی ہے۔ اگر اللہ اس پانی کو کھارا بھی بنا دیتا تو انسانی زندگی ویران ہو جاتی لہٰذا اس پانی کے پیدا کرنے میں بھی انسان کا کوئی دخل نہیں ہے یہ سب اللہ کی قدرت سے انسان کو نعمت کے طور پر عطا کیا گیا ہے۔

فرمایا کہ آگ اور اس کا درخت کس نے پیدا کیا؟ اللہ ہی نے سبز درختوں سے ایک گیس (آکسیجن) پیدا کی، پتھروں اور سوکھی لکڑیوں میں آگ کا عنصر رکھ دیا۔ پہلے جب انسان کا ابتدائی دور تھا تو وہ پتھروں کو رگڑ کر یا بعض درختوں کو رگڑ کر اس میں دبی ہوئی چنگاریوں کو ابھارتا اور اس سے آگ بنا لیتا تھا۔ پھر آدمی نے ترقی کی اور اب تو انسان نے آگ کی بہت سی شکلیں معلوم کر لیں لیکن سب چیزوں میں صلاحیت اللہ ہی نے پیدا کی ہے اگر وہ ان میں آگ کی صلاحیت پیدا نہ کرتا تو آگ کیسے پیدا ہوتی۔ اب آدمی آگ سلگاتا ہے اپنے گھر کے چولہے جلاتا ہے اپنی بجلیاں روشن کرتا اور اپنے کارخانے اسی آگ سے چلاتا ہے یہ سارا ایندھن اور آگ اللہ ہی نے پیدا کی ہے جس سے مقیم ہو یا مسافر ہر ایک فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ کائنات کی ہر چیز کو پیدا کرنے والے رب کی حمد و ثنا کیجئے اور یہ اعلان عام کر دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق، مالک اور ان تمام عیبوں سے پاک ہے جو کفار و مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾
اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾
وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾
وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا

تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّ
رَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾
فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ
الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ
هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

ع ۳ ۱۶

**ترجمہ: آیت نمبر ۷۵ تا ۹۶**

پھر میں ستاروں کے چھپنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اور اگر تم سمجھو تو یہ ایک بہت بڑی قسم ہے۔ بے شک وہ قرآن ایک عظیم ترین (قابل قدر) کتاب ہے۔ جو لوح محفوظ میں درج ہے۔ اس کو سوائے پاک (فرشتوں کے) کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ یہ قرآن رب العالمین نے نازل کیا ہے۔ کیا تم اس کے کلام (قرآن مجید) کے بارے میں بے نیازی دکھا رہے ہو۔ اور کیا تم نے اپنا طریقہ یہ بنا لیا ہے کہ تم جھٹلاتے ہی رہو گے۔ جب روح گلے تک پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت اس کو دیکھتے ہو کہ (وہ مر رہا ہے) اور ہم (اس مرنے والے کے) تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔ اور اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ہو اور اگر تم سچے ہو تو (اس مرنے والے کی روح) کو واپس کیوں نہیں لے آتے۔

پھر اگر وہ مقربین میں سے ہوگا تو اس کو بہترین رزق، اور راحت و آرام والی جنت ملے گی۔ اور اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہوگا تو (اس سے کہا جائے گا کہ) تیرے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اور اگر وہ جھٹلانے اور گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے گرم پانی سے اس کی

مہمان داری ہوگی۔ اور اس کو دوزخ میں جھونکا جائے گا بے شک یہ سراسر حق اور یقینی ہے۔ تو (اے نبی ﷺ) آپ اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح کرتے رہیے۔

**لغات القرآن** آیت نمبر ۷۵ تا ۹۶

| | |
|---|---|
| لَا اُقْسِمُ | نہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں |
| مَكْنُوْن | محفوظ |
| اَلْمُطَهَّرُوْن | پاک و صاف رہنے والے |
| مُدْهِنُوْن | سستی کرنے والے |
| غَيْرُ مَدِيْنِيْن | حساب ہونے والا نہیں |
| رَوْحٌ | راحت و آرام |
| رَيْحَان | عیش و آرام کا سامان |
| تَصْلِيَةٌ | ڈال دینا |
| حَقُّ الْيَقِيْن | سچائی کا یقین |

**تشریح: آیت نمبر ۷۵ تا ۹۶**

کفار قریش اس بات کو خوب اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی مقدس شخصیت اور مقبول و محبوب شخصیت اور قرآن کریم کے ابدی اصولوں کی سچائی اور کلام کی عظمت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے لیکن کفار مکہ رسول دشمنی میں اس حد تک آگے بڑھ چکے تھے کہ آپ کو اور آپ کی سیرت کو زندگی بھر بہت قریب سے دیکھنے اور اس کا اعتراف کرنے کے باوجود بھی آپ کو شاعر، کاہن اور مجنون کہتے اور کبھی یہ الزام لگاتے کہ آپ جس کلام کو اللہ کا کلام کہہ کر اس کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ

(نعوذ باللہ) اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ کوئی جن یا کوئی شیطان آ کر آپ کو سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کی ان بے ہودہ، بے بنیاد، جھوٹی اور من گھڑت باتوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نظام کائنات میں ستاروں اور سیاروں کے چھپنے اور ظاہر ہونے کی قسم کہ یہ قرآن حکیم وہ عظمت کلام ہے جس کو جن یا شیطان تو ایک طرف لوح محفوظ سے نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر جو فرشتے لے کر نازل ہوتے ہیں وہ اللہ کے پاک فرشتے ہیں۔ ان پاک فرشتوں کے سوا کوئی اس کو ہاتھ تک نہیں لگا سکتا اور وہی لے کر قرآن کریم کا یہ ادب ہے کہ جو بھی اس کو ہاتھ لگائے اس کو ہر طرح کی ظاہری نجاست اور گندگی سے پاک ہونا چاہیے۔

ستاروں اور سیاروں کے چھپنے، ڈوبنے اور روشن ہونے کی قسم اس لئے کھائی گئی ہے کہ اس کائنات میں اللہ کا ایک نظام ہے جس کو ہر انسان ہر رات میں کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ ستارے کبھی سامنے ہوتے ہیں اور کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کا کلام بھی ہے کہ اللہ نے اس کو اپنے نبی ﷺ کے دل پر آہستہ آہستہ نازل کیا ہے۔ کبھی وحی آتی ہے اور کبھی رک جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح آسمان پر چمکنے والے ستارے بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ایک نظام میں بندھے ہوئے مرتب اور منظم ہیں اسی طرح قرآن کریم کی آیات ظاہری طور پر بکھری ہوئی نظر آتی ہیں لیکن وہ اتنی مرتب اور منظم ہیں کہ ایک آیت کا دوسری آیت سے انتہائی ربط اور تعلق واضح ہے۔ اسی لئے قرآن کریم پر بہت سے اعتراضات کئے گئے مگر کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ تو ایک بے ترتیب آیات اور بے ربط مضامین ہیں بلکہ عرب جو اہل زبان تھے وہ جانتے تھے کہ ایک آیت کا دوسری آیت سے اور ایک مضمون کا دوسرے مضمون سے کیا تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس ذات کے ہاتھ میں پورا نظام کائنات ہے اسی نے اس قرآن کریم کو نازل کیا ہے تاکہ راستہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی جا سکے۔ لیکن دنیا پرستوں اور ہر چیز کو مال و دولت اور پیٹ کے دھندوں کی ترازو پر تولنے والوں نے اس قرآن کریم کو جھٹلانے اور تردید کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ ایسے لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ قرآن کریم کی سچائیوں سے بے توجہی اور انکار ایک بری عادت ہے۔ شاید ان کو اس دنیا میں اس کے نقصان کا اندازہ نہ ہو لیکن موت کے بعد جب وہ قیامت میں اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ان کو پچھتانے اور شرمندگی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ فرمایا کہ تم دن رات دیکھتے ہو کہ تمہارے وہ رشتہ دار جن پر موت طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے ان کی جان گلے میں اٹک جاتی ہے تم ان کی محبت میں ہر طرح ان کو مرنے سے بچانے کی کوشش کرتے ہو دواؤں اور علاج میں کمی نہیں کرتے ہو لیکن جب تم دیکھتے ہو کہ ہر طرح کی کوششوں کے باوجود تمہارا کوئی عزیز اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہے اور اس کو ساری دنیا مل کر بھی موت کے منہ سے واپس نہیں لا سکتی تو تمہارے اوپر

کیسی ناامیدی اور بے بسی چھا جاتی ہے لیکن یہ سب کچھ دیکھ کر بھی تمہیں ہوش نہیں آتا اور تمہیں اپنی موت یاد نہیں آتی۔ اللہ نے فرمایا کہ اس مایوسی اور بے بسی کے وقت ہم اور ہمارے فرشتے اس شخص سے سب سے زیادہ قریب ہوتے ہیں کہ تم بھی نہیں ہوتے۔ تم مرنے والے کو دیکھتے ہو لیکن ہمیں اور ہمارے فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ تم زندگی بھر اپنے آپ کو مضبوط اور بہادر سمجھتے رہے ہو جس نے تمہیں غرور و تکبر کا پیکر بنا دیا ہے آج تم موت کے سامنے اتنے بے بس کیوں ہو؟ کوشش کر کے دیکھو کہ دنیا سے جانے والا شخص بچ جائے۔ فرمایا کہ جب تم دوسروں کو موت کے پنجے سے نہیں بچا سکتے تو پھر تم اپنے آپ کو اللہ کی گرفت سے باہر کیوں سمجھتے ہو۔ اگر ان حقائق کی موجودگی میں تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین نہیں رکھتے تو یہ صرف تمہاری نادانی، جہالت اور بے عقلی کے سوا اور کیا ہے؟

فرمایا کہ اصل بات جس پر انسان کی کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ ہوتا ہے وہ بہتر یا بدتر ین انجام پر ہے۔

(۱)۔ اگر ایک شخص تقویٰ، پرہیز گاری اور نیکیوں میں سب سے آگے ہونے کی وجہ سے ان لوگوں میں شامل تھا جو اللہ کے مقربین میں تھا تو اس کو آخرت میں ہر طرح کا سکون و اطمینان اور راحت و آرام نصیب ہوگا اور جنت کی وہ راحتیں نصیبوں کی جن کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا اللہ کے ہاں بہترین اور اعلیٰ ترین مقام ہوگا۔

(۲)۔ اور اگر وہ اپنی نیکیوں اور زندگی بھر بھلائیوں اور اللہ و رسول کی اطاعت میں رہنے کی وجہ سے اصحاب الیمین (جن کے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے) تھے تو وہ بھی جنت کی تمام راحتیں اور نعمتیں حاصل کریں گے اور ان پر سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔

(۳)۔ لیکن اگر وہ ان لوگوں میں سے تھے جو زندگی بھر اللہ کے دین اور رسول کی رسالت کو جھٹلاتے جھٹلاتے خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہوگا تو ان کی تواضع جہنم کی آگ اور کھولتے پانی سے کی جائے گی جو ان کی انتہائی بدنصیبی ہوگی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے جو کچھ نازل کیا ہے وہ سراسر حق اور سچ ہے آپ اس سچائی کو پھیلاتے رہیے۔ کسی کی پرواہ نہ کیجئے اور اپنے عظیم رب کی حمد و ثنا کیجئے۔ ہر کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" یعنی اس کو صرف وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔ اگرچہ یہاں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ کلام جنات یا شیاطین کے ناپاک ہاتھوں سے نہیں بلکہ اللہ کے پاک فرشتوں کے ہاتھوں سے آپ تک پہنچا ہے لیکن مفسرین نے اس آیت کے ضمن میں چند احادیث کو نقل فرمایا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے اپنے پاکیزہ فرشتوں کے ذریعہ اس قرآن کریم کو نازل کیا ہے لیکن اب وہ لوگ جو حامل قرآن ہیں ان کو بھی اس قرآن کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہر طرح کی ظاہری نجاستوں سے پاک ہونا چاہیے۔ اس مسئلہ میں مفسرین نے بہت سی روایات نقل کر کے ان سے مسائل پیش فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عمرو ابن حزام کو ایک خط لکھوایا جس میں یہ حکم بھی دیا تھا کہ "**لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ**" (ابن کثیر، روح المعانی) یعنی قرآن کو وہ شخص ہاتھ نہ لگائے جو پاک نہ ہو۔ پاکی کیا ہے اس کی وضاحت بھی مفسرین نے یہی فرمائی ہے کہ قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کی شرط یہ ہے کہ وہ جنابت، حیض اور نفاس سے پاک ہو اور باوضو ہو۔ قرآن کریم کو ہاتھ لگایا جائے تو یہ ایک ناجائز حرکت ہوگی۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر چاروں اماموں کا مکمل اتفاق ہے۔

اگر ایک شخص پر غسل واجب ہے یا کوئی خاتون اپنے ایام میں ہے تو وہ پہلے غسل کرے اور پھر قرآن شریف کو ہاتھ لگائے۔ اگر وہ شرعی طور پر پاک ہے اور اس کا وضو نہیں ہے تو اس کو زبانی قرآن کریم پڑھنے کی اجازت ہے۔ ہاتھ لگانے کے لئے وضو ہونا شرط ہے۔

وہ بچے جو قرآن کریم حفظ کرتے ہیں یا قرآن کریم پڑھتے ہیں اسی طرح سے وہ لوگ جو کسی ایسے چھاپے خانے میں کام کرتے ہیں جہاں قرآن کریم چھپتا ہے ان کو چاہیے کہ جب وہ قرآن کریم پڑھنے آئیں یا کوئی اپنے پریس یا دکان میں جہاں قرآن کریم فروخت ہوتے ہیں آئیں تو وہ وضو کرلیں لیکن ہر وقت وضو کرنا ایسے لوگوں کے لئے شرط نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ وضو کا اہتمام کریں تو ان کو بہت زیادہ اجر و ثواب ملے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆